



PAKISTANI POINT

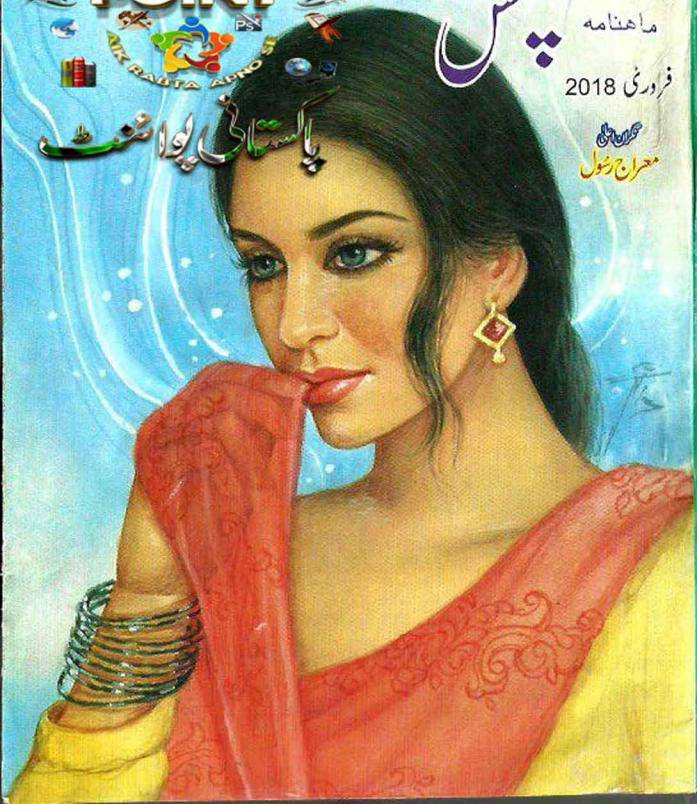
خوبصورت کسانوں کا مجموعہ
سینس ڈائجسٹ

ماہنامہ

فروری 2018

محرران
معراج رسول

پاکستانی پوائنٹ



میں نے اعلیٰ
عذر دار سوال کیا

بندیدہ
یعنی احتیج
ناایب مدیر
اطہر حسین

مینجر اشتہارات
محمد شہزاد خان
0377-2256789

سرکولیشن مینجر
سید منیر حسین
0333-3285269

شرکاء کار

محمد یاسر اعوان (101)

ریا کار دوست اور ناخبرے کار
محمد سکر کی خف اوں کا قلم

انشائیہ

جون ایلیا (07)

برائے موسم - مختصرے حالات
پر ایک فنکار جیسے تحریر

ہٹ ڈرام

علی اختر (16)

ماہی کا تینت - ہینڈل اوس ہینڈل
اگر ایک تینت اور ہیرت کا تینت

میرٹ

زویا اعجاز (61)

غاسانہ کا شروع اور اوسے کسی ایک چھوٹا سا
مظہر... ماہ فروری کے لیے خصوصی تقریر

بے خبر

ناہید سلطانہ اختر (109)

وڈن زمین اور اولاد... کچھ لگانے والے
ت فاضلوں کا شکر بخیرے پیرساو

آپ کی نظر

مدیر اعلیٰ (08)

سپس کی گئی مٹاوت دست کی گئی
شیریں ہائیں لگائے گئے ہر پشلاوس شوئے

جوڑنا تنقا

تنویر ریاض (51)

بھگسکا اور اب ایک لڑکی کا سین
عسبن کی ادرات کی لپچ پلے پلے

رنگ آماں

لہ آرزو جہوت (72)

شرق کا رخ کب اسیں اور کب کب اسیں
کے ہر تہ خا شائلوں میں لہ لہ لہ لہ

جرم زادہ

ملک صفدر حیات (116)

محبت کے نام پر بے حیائی کا مکیل
کھینٹے راولوں کا تماشائے عبرت

جہ پورت

محمد الیاس (145)

انگش کا حال اور سہ ہتھانوں
کے کس ال کا ما حسابرا

مجرم کوں

استغزایہ سلیم وصلی (153)

گروشن ہمارے سین خود کو لٹا سشن
کرنے اور کھنکی خا ایشٹ کا ہوسرم

ناویدہ زخم

شلہ زین رضوان (209)

مسنہری ماشرے میں انگوٹھ کھنکی
سے ہر جانہ رموں کرنے کا انوکھا طریقہ

خطرناک

انجم فاروقی سلطی (239)

ایک وقت اشعار جیوی کی
محبت کا خطرناک اشعار

مختار شاعرستان

قارلین (150)

آپ کے ہاتھوں کی ایک اہمن رنگ رتج
آپ کی ہندہ آپ کے ذہن سے ہم آہنگ

نفسیاتی جنگ

شاکر لطیف (197)

مشققی اسکلنگ اور نفسیات
کی جگہ سے ہینٹے راولوں کا قلم

حضر موسیٰ

رضوانہ سلجد (225)

مسنہری سیرت میں پر زعمونی
سازشیں اور دیگر برے مجزوات کا حوال

وارث

اسما قادری (254)

محبت کے خوش رنگے خوابوں کی تعمیر اور مینڈنے
شاکہ عاشقوں میں نامرادیوں کی نگارنا داستان

وقت

حساب بٹ (162)

ایک مڑ ہاڑی کی ہاڑی کی... سننی
خیر واقعات پر شکل کیلے بطول داستان

حقیقت

ایم زبانی شیخ (219)

خیالات کی بسند پر داز میں ہم ایک
جاسوس کی لڑکھڑاہٹ کا قلم

راز داراں

نور عبلس (245)

ادروں کی ٹوہ سنیر سے ہتے راولوں
کے رازوں کا لپچ پلے تاشا

اسما قادری (254)

محبت کے خوش رنگے خوابوں کی تعمیر اور مینڈنے
شاکہ عاشقوں میں نامرادیوں کی نگارنا داستان

اسما قادری (254)

دھرم

مسئلہ رختہ

اللہ اس کائنات کا نظام ایک اصول کے تحت چلا رہا ہے۔ انہی میں ایک نکتہ ہے خاندان کا بنانا اور اس کا ایک سربراہ ہونا۔ اب چاہے خاندانی ہوں یا مملکتی امور... اس سربراہ کی عقل و شعور اور طاقت کے محتاج ہوتے ہیں مگر جہاں اس اصول کے منافی عمل ہوتا ہے اس کا نتیجہ بھی منافقت بھرا نکلتا ہے جیسے کہ فاتاری قوم کی بادشاہت کا یہ رخ... جس میں عورتوں کی ہت دھرمی نے اس طاقتور قوم کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ تاریخ نے ہوں تو پر عہد میں خواتین کے کردار کو اجاگر کیا ہے مگر اس قوم میں سازشوں نے عروج کو ایسا زوال دیا کہ فاتاری عہد محض ایک خواب بن کر رہ گیا۔ جن کے قدموں کی دھمک سے زمین لرزتی تھی اور دنیا دہشت زدہ تھی اسی قوم کی عورتوں کی ضد نے اس دہشت کو مٹی میں ملا دیا۔ وحشی منگول دنیا میں تو اپنا آپ مٹوا گئے مگر اپنی عورتوں سے پار گئے۔

ماضی کا آئینہ۔ ہا ا اختیار اور بے اختیار انسانوں کے صہرت اثرات



توان کا رخ ہمیشہ جنوب کی طرف ہوتا تھا۔ جب ہمیں نصب کیا جاتا تو مالک کا بسزور روزے کے متعلق کیا جاتا تھا۔ مالک کے سر ایلے اور ان کی ایک بیگ لٹکانی جانی تھی مالک کا باہر کیا کہا جاتا تھا۔ جب یہ لوگ شراب پینے کے لیے اٹھتے تو پہلے کچھ شراب پیا اور وہ اس کی پکٹی پر چمکتے پھر ایک دو گڑھے کے باہر جا کر ایک جالے سے پانی پارتین پھر جنوب کی طرف اس شراب پیا اور وہ کچھ پینے چمکتا۔ یہ ان کی طرف سے آگ کو ذبح ہوتی تھی۔ اس کے شرقی کی طرف چمکتے اڑانے جاتے تھے جو آگ کو ذبح ہوتے پھر شمال کی طرف اسی طرح مردوں کو ذبح چڑھائی جاتی تھی، جب وہ شراب پیا مالک اور اس کی بیوی کو پوتا جو بستر پر بیٹھے اس کے تختہ ہوتے۔

اگر مالک کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی تو اس کے ساتھ وہ بیوی بنتی جس کے ساتھ اس نے گزشتہ رات گزاری ہوئی اور دوسری بیویاں اس کے نیچے میں آ کر شراب چمکتا۔ اس دن مالک کو ذبح نہیں ہوتا اس کی بیوی کے صندوقوں میں گڑھے کی جڑوں میں کھانسی اور تالیان پھیلانے اور تاپنے۔ مرد مالک کے آگے اور عرض شمر کی مالک کے سامنے پوجنی اور تالیان پھائی جاتی تھی۔

مرد تیرکان اور ذین بناتے۔ ان کا گڑھیاں بناتے۔ کوٹھڑوں کی دیوہ بھال کرتے اور کوٹھڑوں کا اور وہ دوپتے تھے۔ جازوں میں یہ لوگ چڑھے کے دو لبڑے پھینتے تھے۔ ایک میں ہالوں کا رخ اندر ہوتا۔ دوسرے لباس میں ہالوں کا رخ باہر ہوتا تھا۔ ان کے پانچے میں چڑھے کے ہوتے تھے۔ ان کوڑھ اپنے پکڑوں میں شریکی بھال کرتے جو کئی زم اور کم ہوتی۔ پھاری کی بیویوں کے بیٹوں کو یہ شراب پینے کے لیے کھری گھری جالیایا بناتے تھے۔ یہ تاناری بڑے ہی مشاقف کرتی تھیں۔ جب کوئی تیار ہوتا تو اس کے نیچے پریشان لگا دیا جاتا کہ کوئی اندر نہ جائے۔ اس کے نیچے نوکر کے سوا کوئی اس وقت اس کے نیچے نہیں آسکتا جاتا۔ چڑھے سے امیر تیار ہوتے تو کچھ کچھ قائلے پر چڑھ کر اپنے کھڑکی کے ساتھ تاک کوئی قریب نہ آنے پائے۔ ان کو اس بات کا ڈر ہوتا کہ انجنیوں کے ساتھ نہیں گندی دیکھ یا بری ہوا میں نیچے کے اندر نہ چلی جائیں۔ وہ اپنے جادو کروں یا بیویوں کو بھاری سمجھتے تھے۔

ان کا یہ بھی سمجھتے تھا کہ ہار دیواری میں تری یا نذر توں کی طرح رہنے سے آدی نذر کو ترک اور ہوجاتا ہے،

اور ان کے مرد خانہ کے مردوں کی طرح ایک انگ رہتے۔ ان کی جسمانی ساخت کو اگر دیکھا جائے تو ان کے اوپر کے موٹا لپٹے لپٹے ہوتے جن پر وہ مردی سے بچنے کے لیے نکلے تھے اور ان کے بھولے پھولے یہ کوٹھڑوں پر سوار ہونے کی وجہ سے فہیدہ ہوجاتے۔ ان کے جسمیں جازوں کی طور پر تپتے۔ رات کو ان کی آگ میں تار کی مٹی بہت دور تک دیکھ سکتی تھی۔ ہر سوار کے پیچھے ایک تیز و ایک سہمی بی فہیدہ ہوا ایک لگ رہی ہوتی۔ اس مشہور کی طرف اس کا ہار یا اس کی جانب ترس ہوتے۔ ہوش تلے ہی وہ تیزی سے ترس کے تیر لٹکان اور چار دینا کرتا ہے باپ دادا کی شکل کرتے۔

دو بھی کوٹھڑوں کے سامنے طور پر تپتا جاتا تھا۔ اسے کمال اور گوشت کی ضرورت ہوتی تھی۔ وہ کھار کے جاکھ باہری کے لیے کوٹھڑے کوڑھے قائلے پر شرقی کی طرف لگاتے جاتے۔ جس علاقے میں یہ رہتے اس میں زمین ہاگل ہوتی ہوتی۔ اس لیے وہ گاڑیوں اور کیوں کو ایک دوسرے سے باہر دیتے۔ یہ لوگ بہت آہستہ آہستہ سفر کرتے تیل پھانچے کے دیڑھے کے ساتھ۔

عرض میں کوٹھڑوں پر مردوں کی طرح یہ پھانچ کر چمکتا اور چمکتے وقت اپنے لبڑے سے گھر سے لیے مالک کے کر بندار پینتے پر ایک دو مال پانچہ میں پھیلے۔ یہی کو خریدتا پڑتا اور اگر کوئی لڑکی بچنے سے رو جاتے تو وہ تمام عمر کنواری رہ کر گزار دیتی۔ جس کے قتل کی کوئی بڑی کے خاندان اگر مارے جاتے تو وہ دبا رہ شادی نہیں کرتی تھی کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ جن صورت میں نہیں میں ایک مرد کی خدمت کی، اگر وہ دوسری شادی نہیں کرے گی تو مرنے کے بعد بھی وہ اسی کی ہاگ کا عطا وہ ایک اور مرد کی روح تھا کہ پھانچا گیا اس کی ہاگ سے ملادہ اپنے باپ کی دوسری ساری بیویاں سے شادی کر سکتا تھا۔

عرض گاڑیاں اور چمکتے تھے۔ جازوں پر بو بھلا لگتی، گاڑیوں کا اور دو دھنسن، زمین تانیں۔ چڑھے سے جرات سازی، جرابوں اور دیگر کاموں کے لیے تیار کرتا۔ چڑھے سے ریشوں کے دھاگے بناتا جس کی آگ کا کام تھا۔ دوسرے پکڑوں اور بیویوں کے لیے اونچی پکڑے سے بنا سکتا کہ اپنے پکڑے سے کئی نہیں عرض نہیں کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ پکڑے سے ہونے سے لوگ مارا رہا ہوتا ہے۔ جب دوران سفر تیر طوفان آتا تو تمام انجنیوں کو تھکال پر تیرش اور کالا سوراوڑ پھینکتا۔

طاقتور ہوا ہے، وہ دشت کے امیر کبیر بن جائے اور
 ”لویان“ کا لقب اختیار کرے۔
 اب سحارے کی ہمدت ایک پرے تھیلے کی شکل
 میں داخل ہو چکی تھی اور ایک خاندان کی صورت اختیار کر چکی
 تھی۔ امیر خاندان کوٹلوں کے بڑے بڑے گلوں کے
 سہارے بہت سے مسخ شوراؤں کو ملازم رکھتے اور نیر
 گاہ میں بیٹے درے کے کام میں لگایا جاتا تھا۔ امیروں
 کے کردار خاندانوں کو نکال باہر کیا جاتا تھا۔ امیروں
 کے مصلحت سے ان پر انفرنگی اور بغاوت دینا کرکھو۔
 شالی چراگاہوں میں لوگ ایک ایک گلوں میں
 بکھرے ہوئے تھے۔ کچھ مچھلی پال کے جنوب مشرق
 میں دریائے اہتان اور کیرولان کے درمیان کی
 چراگاہوں میں منگای چنگی سرداروں میں کسی نرسکی کی
 ملازمت میں رہتے، ان کو سردی جزئی منتظر رہنے پڑتی
 انہوں نے اپنے سب کے چھوٹے گلوں پر رکھنا
 شروع کر دیا جن کے ذریعے وہ... ہتھیاروں پر کار
 حملہ کرتے رہتے۔ یہ لوگ اس قدر کورڈر تھے کہ غلط
 کپڑے اور لوہے کے ہتھیاروں کے جوش ان کا ہم ہانستے
 بھجور تھے۔ ایسے ہی ایک کزور خاندان میں جب ایک
 لڑکا پیدا ہوا تو اس کی گھی میں خون کا ایک ٹوٹرا تھا۔ یہ
 چیکر خاں تھا، اور دشت اس کی قوم ایک بڑا خاندانوں
 کے چھوٹے چھوٹے گلوں میں بکھری ہوئی تھی۔ اس کا
 ابتدائی لقب ”گیات“ کہلاتا تھا، جب وہ بڑا ہوا تو
 برادری سے خارج کیا جانے لگا۔ جب وہ بڑا ہوا تو ایک
 خودکار کر کے تو اس کی والدہ نے اسے سمجھایا۔
 ”ہادی پر چھائیوں کے علاوہ ہارے پاس اور کزور
 ایک نہیں جو ہم جہاں ساتھ سے گئے وہاں دارا دوست ہیں،“
 گھوڑے کی دم کے سوا ہارے سے کچھ اور کچھ نہیں...“
 جب وہ پیدا ہوا تو اس کے باپ سے اس کا نام
 ”جوچین“ رکھا۔ بعد کے کئی سالوں تک وہ جوچین را بکھر
 لوگوں سے چیکر خاں کا نام شروع کر دیا۔ وہ اپنی بیچ
 ہی تھا کہ اس کے باپ کو دشتوں نے زہر دے کر مار
 ڈالا۔ جب بڑا ہوا تو اٹھائی سے اس کے آس پاس کی
 تہذیبی فائین کزور ہو چکی تھیں۔ اس نے اپنے جبر اور
 دشت سے چیکر خاں کو برآمد کر دیا۔ وہ ایک عمومی سا
 دشتی تھا جو چالیس سال کی عمر سے پہلے ہی اپنے آبائی
 دشت سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ اس کی خداداد صلاحیت اور
 لیے اہتمام اور ادبی نے اسے پوری دنیا پر قابض کر دیا۔

اس کی قوت اور ادبی کا متعدد حصے ایک تھا۔ پر ہر طرح کی
 مخالفت کا سامنا اور اس کے مقابلے میں کامیابی حاصل
 کرنے۔ اسے یہ علم تھا کہ اسے انہی قوتوں کا مقابلہ
 کرنا ہے۔ اسے اپنے آپ کو ہر دشت کے بڑے بڑے گلوں کے
 اسے خود ہی اپنی کارروائی اور صلاح کرنا ہوگا۔ دشت
 میں ڈاکٹر اور طبیوں کا نرسنگ ہوتا۔
 چیکر خاں کی والدہ کی اور چیکر خاں کی اور جنگ میں
 قید ہو کر آئی تھی۔ اس کے باپ کو لاکھ کو کسی نے زہر سے
 دیا تھا۔ جب اس کے والد کا انتقال ہوا تو اس کی والدہ نے
 چوں کو کسی طرح اپنا لکر نہ رکھا۔ چیکر خاں جب بڑا
 ہوا تو اس کی شادی ہوتی تھی کہ کردی کی جو اپنے جینز میں
 چیکر خاں کے لیے ایک سمورہ کوٹ لائی جو چیکر خاں کو دیا
 گیا۔ چیکر خاں نے حاصل کیا تو وہ اپنے ساتھ ایک ناچار
 پنہاں بھی لے کر آئی تھی چیکر خاں نے اپنا سب سے بڑا بیٹا
 کر لایا۔ چیکر خاں نے دشت میں شکار کرنا یا مشغلہ بنانا
 تھا۔ اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر شکار کرنے کی
 ایک ٹولی بنا چکی تھی۔ انہوں نے نعمت اور ہیشیل کر رہے
 تھے۔ لے کیرولان کے خشک پانی یا اور ایک دوسرے کی
 رگ سے ٹپ کر باہمی دشمنی کے دوسرے کے۔ ایک
 جنگ میں چیکر خاں کو زخم آ گیا تھا اور اس کی رون پر
 خون کی پیڑی کی ہم جن کی کسی اس کے ساتھیوں نے اس پیڑی
 سے خون کی چھ چیکر خاں کے پاس منتھی کی ہم اٹھائی تھی۔
 چیکر خاں کے چار بیٹے ہوئے جن میں سب سے بڑا چرامچی
 تھا، جسے پر ہتھان دوسرے چھیلے سے لائی تھی، اپنی بیٹیوں میں
 چھائی، اور ذوالی اور توٹولی تھے۔ وہ جنگ میں اپنے چھانار
 ساتھیوں کے ساتھ کیرولان اور اپنے بیٹوں کے علاوہ اس پر
 اعتبار نہ کرتا تھا۔ چیکر خاں کے سامنے انتہائی بہادر ہوتی اور
 مشہور اور اعصاب کے ایک تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کی تعریف
 میں اور کھیت گایا کرتا تھا کہ:
 ”خوٹا کرتے ہیں اور انسانوں کا گوشت ان کی
 خوٹا کرتے۔“
 چیکر خاں کو بیچے کی گلوں سے قما ہے۔
 ان کے سر تانے کی طرح سخت ہیں۔ ان کے دانت
 چٹانوں کا گت تھیں۔ ان کے اولاد کے ہیں۔
 ششم ان کی شراب ہے اور ہمیرہ موہار ہو کر نلتے
 ہیں اور ہمیں ان کی رلا گواہی تیز کرتی ہیں۔“

تو بارگینڈا کی چیکر خاں کی بہادر اس کے تیسرے
 بیٹے اور ذوالی کی بیوی تھی۔ چیکر خاں کے نو بیٹیوں کی
 صورت میں تھے کہ اسے چھ بیٹی تھیں جن کو انہوں
 کو کس کس کے نکاحات لینے، آگے نکل جاتے تھے
 اب وہ نہ صرف خود بخود چاروںوں کی طرح ہدشت میں تھیں
 بیٹا ہے۔ بلکہ انہوں نے اپنی ہدشت کی کل سے خود رام
 شالی تڑکی کی عسکری طاقت کو بھی قائم کر دیا تھا۔ لیٹون
 تڑکی، چھانق اور روسی چھوٹوں کو کھلتے ہیں یعنی
 اب ان کے سارے خول ایک تو بیج میں منتظر ہو چکے
 تھے۔ لیکن انہوں اور مغربی گلوں کے مقابلے میں یہ
 دشت کے راتوں کو موہار ہوتے اور کھوئی کاموں سے آہنی
 لوگ کے تیر برساتے۔ خود رام شاہ کے ساتھ جنگ میں
 انہوں نے بھی کھلی کر ہدشت کر دی کی۔ وہ فیصل بند
 شہروں کی بڑی آبادی کو ہار نکالے۔ اس میں کلا نکدون
 کو جان کے کام آگئے، اسیٹالا سے جن کراگ کر لینے
 پھر اپنی باندہ سے ہنس انسانوں کے بھجور میں کراہنے
 کوادرو اور کھلاڑیوں سے اس طرح کل عام کر تے،
 جیسے کسان اپنی ہول کوں کھاتے ہیں۔ آہ و بکا کرتی
 ٹوٹوں کو جان کے پال چلا کر سے دردی سے آگے
 جھکا دیتے تاکہ آسانی سے ان کے ریزہ کی ہڈی پر ضرب
 لگا کر سے توڑا جا سکے۔ جرمزادہای مہارت کرتے ان
 کے تروڑاؤں کے۔ 227 آہیں جب چیکر خاں کا انتقال
 ہوا اور اسے قبر میں ڈال کر کئی گھوڑوں کی ٹاپوں
 سے دبا دیا گیا۔ ان کے دروازے کے مطابق ان کا سب
 سے چھوٹا بیٹا توٹولی اب اس کا وارث تھا۔ توٹولی کی بیوی
 سیدرو کھلی تھی بڑی بہادر اور دشتی ہوتی۔ وہ ترک
 سے لڑ کر مات چھیلے سے کسی دشت کی دوری اور توٹولی
 کے مقابلے میں وہ غیر معمولی قوت برداشت کی مالک
 تھی۔ وہ بعد میں، ذکی اور ان اور خطرے میں اپنی
 مخالفت کرنے کا بہتر جاتی تھی۔ بروٹی قوتوں کے مسلک
 وصال کی وجہ سے توٹولی کا خیر وقت ہو گیا۔ بروٹی پر
 کر گزارا اور وہ اس کی ہم کر باہم رہتی تھی۔ سیدرو کھلی
 تھی کہ پر سب کے لگے وہی دنیا میں عزت اور ایک مقام
 پاتے تھے۔ اس لیے اس نے اپنے بیٹے قبائلی کو بڑی
 عزت سے تھوڑا رکھنا چھوٹا سمجھا۔
 اس کے مقابلے میں اور ذوالی کی خوشی اور بلانوں تھا۔
 جب چیکر خاں کا تاج و تخت توٹولی کو کنڈل تو اس کی بیوی
 گویا گزارا کر گیا۔ کھت توٹولی کا حق تھا اور کیز، اور ذوالی

ساتھ ساتھ رہنے کی وجہ سے حسن لوگوں کو مردوں سے
 بیٹھا حالت آپ کرنی پڑی گی پھر مردوں سے شادی کرنا
 پڑی گی۔ ان کے بعد ان صورتوں کو لوگوں کی حالت کے لیے
 اپنے مردوں کی طرح دن بھر میں ستر ستر قابل سواری کرنا
 پڑی۔ وہ تیروں سے چالیس کا کھلا کھینٹا اور میدان
 جنگ میں مردوں کے ہمراہ شامل ہوتیں۔ وہ جاوڑوں کی
 آنسو کو کھسکا کر نجات پاتیں۔ تک ڈال کر پڑوں کو
 آگ لگاتیں۔ دوڑھ کو چڑھ سے فیصلوں میں بلا پلا کر
 چلاتیں۔ کھر بڑھ کر نکلے پتے پتے اور انہیں شام
 گھنٹیں۔ ستر کے دوران سکا ہوا گوشت زمین کے نیچے رکھ
 دیتیں تاکہ کھڑکے چبے کی گرمی سے اور انکھوں سے نرم
 ہو جائے۔ کھانا کھانے کے لیے دوڑھ کے کھڑے
 ہونے کی شکل میں ڈال دیا جاتا ہے اور گھڑوں کی رفتار
 یہ پانی میں مل جاتا ہے۔ یہ ایسے پھولوں پر کیے جاتے ہیں
 سواریوں کا نیچے آ کر کھانا پکانے کی مہلت نہ ہوں۔ ان
 بدوشوں کو بڑھ کر روایا تھا کہ جب یہاں جاتا تو بھائی بھائی
 اس قدر تڑپے داری آن پڑی کہ اسے نام کی مہلت بھی
 نہیں ہوتی۔ اب دو گھر کی ناک میں پانی اور گھر کے کوربار
 کی ذرے اور بیروں کو اسے سفینا پڑانا تھا۔ اگر شہر پر کوئی
 جراثیم پڑا تو وہ دراصل سفینا لیا تھا۔ دشت کے رہنے
 والوں کا کہنا ہے کہ:

”اب کا جاننا اٹھنا، بیٹناں کا سر جانا“.....

تورا کینڈ کا اسی لیے یہ تھا۔ انتہائی کھل
 اور ستر مزاج کی ناک و سانسوں سے جو
 ہر وقت ہنسنے میں رہتا اور ہر بات کا انتہائی چڑھنے پن
 سے جواب دیتا اس کی عادت میں شامل تھا۔ اودھائی کے
 پاس آئے سے پہلے چڑھ کر وہ کھینٹے سر راوی ہوئی کی
 اس لیے اس میں حاکمانہ عادات و صفات اجنبی کو لگتی تھی۔
 تھیں۔ اودھائی کے پاس آئے سے اس میں خود امانت اور
 قوت مزید بڑھ گئی۔ اب اس میں اتنی طاقت بھی کہ وہ
 اپنے جسم کو اندامی طاقتوں سے اٹھایا جاسکتا تھا۔
 اسے جسم کو اندامی طاقتوں سے شہر پر خود خاتون بنا دیا تو
 اس کے مزاج کی تندی اور تیزی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا
 کیونکہ اودھائی اس کی ہر بات انتہا تھا۔ اس کے مزاج
 کے خلاف اودھائی ہو جاتی تو وہ گناہ بھی مچا کر دیا کرتی تھی۔
 اس لیے ناندان بھر کے دوسرے لوگ اس سے خوفزدہ
 رہتے تھے۔ اس کے مقابلے میں سپرد قطفی تکلی ہی بہادر
 اور ذہین صورت تھی۔ وہ ترک اسلحہ کے کرات چلیے سے

جاوڑ سواری نہیں آئی، عالی پڑھ لینے سے آری فاضل نہیں
 بن جاتا۔“.....

جب اس نے ٹھکر کر جواب دیا۔
 ”..... جیسا..... تو دونوں سے بات چیت کرنا یہاں
 ہے جیسے گائے کے بیٹوں کو پراغا کرنا۔“.....

اس کا کھراب بہت بڑا ہو گیا تھا کیونکہ لوہی کی پہلی
 بیوی کی حیثیت سے اس کے پاس ایک سپاہی بھی تھے جو
 جاوڑوں کے گھون کے خلاف کڑے کر دیکھتا تھا۔
 بیٹام جانے جانے والے قاصد تھے اور معمولی کام کاج
 کرنے کے لیے بیٹوں میں بٹا رہے ہوئے قاصد بھی تھے۔

ان بیٹوں سے اس نے دو عاملوں کو اپنے لیے چنا۔
 ایک ”الغیور“ تھا جو کاروبار کے شعبہ کار اور بڑھا کھاتا تھا۔
 اس کے پاس اپنے قبیلے کی بہرگی بھی تھی۔ اس کا نام تھا کھاتا۔
 چلی مرچ پکیز خاں کو بھی اپنے لیے خریدے۔ یہ سابقہ پڑا۔ اس
 نے اپنے ساتھ ایک کھاتا کا کھانا ہاتھ سے ہاتھ سے جن
 سے... ان کی کھنگا کھتہ ہوا۔ ہوسکا۔ اسے یہ علم نہ تھا کہ وہ
 اس کے گھرانے کے کم پڑوں کو بڑھانا کھاتا ہے اور
 دوسرا زمین کاروں کا فاضل ہے۔ یہ چیت کیا تھا۔

سپرد قطفی کو چرچا کرنے کی طرح کھٹی کی، وہ یہ تھی
 کہ تو لوئی اپنے باپ کے مرنے کے بعد خاتون کے لیے عاجز
 کیوں نہ تھا۔ اس کے بعد تو لوئی کو یاد دلا یا کہ ان لوگوں.....

کا پرانا دستور چلا آ رہا ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹوں میں
 دولت اور جاوڑوں کے لیے اور اپنے ساتھیوں کو قسم کھاتا
 ہوتا ہے۔ جو کچھ جاتا ہے وہ سب سے بھولنے کے لیے کی گھبت
 اس کا کرشمہ ہوتا ہے اور وہ لاؤ کی آگ روشن رکھتا ہے۔
 یہ سب مہمان چاہتے ہیں کہ چیکیز خاں کی سلطنت کا
 راج تیرے سر پر رکھا جاتا تھا۔ بہر ہو کہ اگر کھر کے شاہی
 لشکر اور دون کی کھمڈا تھی، یہاں سے ہر دوہ اس سے نہیں
 زیادہ اطمینان نصیب ہوگا کیونکہ تھاری فوج میں ہزار ہا چنگیو
 سپاہی تھے۔ ان کی بنا پر تھاری اولاد دوسرے خیر بادوں سے
 زیادہ زیادہ تروری۔

تو لوئی کو علم تھا کہ اس کی بیوی نے جو الجھا ہے ہیں
 وہ اس کے دل کی تسنا ہیں، اس نے بڑی توجہ سے انہیں سنا
 بھی کرنا کی طرف دھیان دیا۔ اب اودھائی اس کے دوسروں کے
 کا یہاں بڑا تھا، اس کو وہی نیند کر گئی مگر قران کی کا فیصلہ
 اسے سے بعد کار گزار کرنا تھیں تو لوئی نے اس فیصلے کے
 خلاف اپنے سب دلگ کا اطمینان دیکھا تھا۔ جب تو قطفی نے

”بھجورے پردوں پیاؤں ایک طرف کر کے بیٹھ

خاموشی سے یہ عہد کیا کر وہ اس کو دیکھ کر اگے کی ضرور۔
 تو لوئی نے بھی اسے خاموش رہنے کے لیے اسرار کیا تھا۔

خاندان کی تیسری صورت اودھائی اور تو کینڈ کے
 تھے تو بیوی کی پہلی اولاد غامض بھی جو اپنی ماں کی طرح
 کا چہرہ بڑھ کر تو تھیں کر گئی اور نہ ہی اس کی طرح
 ڈھکی ڈھکی لہجہ ہوتی، بیٹی اس کے فیصلوں کے خلاف جانے
 کا انصوب بھی کر سکتی تھی۔ دونوں عورتیں جب بھی کوئی
 مسئلہ درپیش ہوتا تو سر جوڑ کر بیٹھے جاتیں۔ غامض
 بھی ایک کی ضرورت تھی کہ سپرد قطفی کی طرف ہوجاتے
 تھے۔ اور دیکھ دو تو راز کینڈ کی طرح اپنے معاملات کو حل نہ
 ہوتے تو کھر خود رو کر نہ والی کی اور نہ ہی تو قطفی کی

طرح غامض اور کھاتا کرنا والی تھی۔ وہ کم کوئی کھینٹ
 اپنے مطلب کی پوری تھی۔ تو قیوت وہ بیٹے ہی ہوتا تھا۔
 گزرتی زندگی میں اسے قدم پر اپنی ساس کی مدد کی
 ضرورت ہوتی تھی، اس لیے وہ ساس کی ہاں میں ہاں ملا
 کر وقت گزار کر گئی۔

☆ ☆ ☆

اودھائی کے خاتون جیتے ہی تو راز کینڈ کھل کر کھینٹے
 دیے تو اس نے پہلے سے اودھائی کی دوسری بیویوں پر عیب
 رکھا ہوا تھا اور وہ اس کے ہاؤ میں رہتی تھیں کیونکہ اودھائی
 اسے دوسری بیویوں کے مقابلے اس لیے بھی پسند کرنا تھا کہ
 اس کو روایت میں ہی ہوئی دوسری بیویوں میں اسے راز کینڈ
 زیادہ اطمینان اور ذہین تھی۔ اگرچہ وہ تندرست تھی مگر وہ
 جنگ میں خاتون کے ساتھ ہوتی اور جب اودھائی اسے
 خاتون کے سر پر بار کا شرمسار کرتی تو یہ اس کے ساتھ دو بار
 میں بیٹھتی اور اودھائی کے فیصلوں میں اپنی رائے سے چنگی کر
 گئی اس کا۔ اودھائی کی دوسری بیویاں اس سے خوفزدہ
 رہتی تھیں اس واسطے کہ۔

موتی اودھائی کو کھلنے والی در آتی بیویوں میں سے
 ایک تھی۔ وہ بھی تو راز کینڈ کی طرح خیر مزاج تھی اس کی اہمیت
 بات پر بھڑکا کر اسے کی باہرگی جگہ تو راز کینڈ کا سامنا
 اس لیے نہیں کر گئی کہ اس کی سائلے میں اودھائی کا چہرہ
 تو راز کینڈ کی طرف رہے گا۔ تو راز کینڈ کے کیے کے فیصلوں کو
 اودھائی بھی رد نہیں کرتا تھا۔ اس لیے روبرو بھی تو راز کینڈ
 سے ادب سے۔

اودھائی نے خاتون بن کر خاتون زریں کے گزرنے
 پر چند کھپٹا سہارا دیا کہ تین روز تک چیکیز خاں کا تمہا
 جائے۔ اس نے پانڈی لگائی کہ تین روز تک بھر گھس کے

سائے اپنا ہو گرم گھوڑے کا گوشہ، چلا ہوا بکرا کے کا گوشہ اور اپنا ہو گائے کا گوشہ، دکھ دیا جاسے اور گھوڑوں کے دودھ کے علاوہ شراب کے بڑے بڑے بچکے دکھ دیے جائیں۔ اودھائی جانتا تھا کہ چنگیز خاں کی زندگی میں اس کے ساتھ تھیں جو جان اور بیٹا پانچ لڑکیاں ہر وقت رات بھر جوتا جگا کر اسے خوش کر رہی تھیں۔ جس نے مرنے کے بعد وہ اپنی قبر کے نیچے میں پرانے سور کے ہونڈے پر جوتی کے چاکا ہوں کی طرف رخ کیے آگیا پڑا تھا اور لڑکیاں اس کے ساتھ تھیں۔ اودھائی کی بیوی سونج ادا تھا وہ کٹھن دے رہی تھی۔ اس نے اپنے بچے کو اور سونج کو خوش کرنے کے لیے چاہیں تو عمر گھمائی لڑکیاں نہیں۔ اس نے اپنی خاندانوں کے سرداروں کی بیٹیاں نہیں۔ اس نے وہ انہیں بہترین چنگیز پکڑے اور میں قیمت بنگالے ہوئے اور بڑے پیمانے۔ پھر وہ انہیں برخان کا دلورن کے لیے کہا جس کا عظیم الشان سور کے دست کے نیچے چنگیز خاندان کی شہادت کی حالت میں مدفون تھا اور اس کے ساتھ اس کے چنگیز گھوڑے کی بیٹیاں اور جن چاہیں ان کی طرف سے ان کے گھوڑے اور دست کے پاس منگوانے گئے۔ چنگیز نے قرانی کی رسم ادا کی۔ خوب صورت لڑکیوں کا گھونٹ دیا گیا اور گھوڑے مار دیے گئے تاکہ سب دوسری دنیا میں چنگیز خاں کی خدمت انجام دے۔

کہ خان کو اور زیادہ شان و شوکت کے ساتھ لبر کرنی چاہیے۔ اس کی طرف تو چلائے ہوئے اس نے ایک اور بڑے دلار سے اپنی پائیں اودھائی کے گھے میں ڈالتے ہوئے۔

”اب میں بھی دنیا کے دوسرے بادشاہوں کی طرح شان و شوکت سے زندگی بسر کرنا ہوگی۔“

”اب اس سے تمہارا مطلب؟“ اودھائی نے جبرانی سے سوال کیا۔

”بگھڑا پیارے۔ دنیا کے بادشاہ خاندانوں میں رہتے ہیں، جن میں چنگی کاری کا فرض ہوتا ہے۔ اب ان کی خواب گاہیں خوشبوؤں میں بھی ہوتی ہیں۔“ ابھی تو راہ گئی تھی کہ اسی نے اودھائی کو بلایا۔

”تو میں بھی خوشبوؤں کی گھوڑی ہوں؟“

”تمہیں تمہارے ساتھ ہی تو ہی ہوں، چنگیز میں۔ جنکو کے بعد میں نے بادشاہوں کے گل بھی دیئے ہیں جن میں سے میرے زندگی کے نوازے ہیں اور انکو بھی ضرور دیا ہے۔“

”تو راہ گئے کیلئے میں پیادہ اور چاندنی کی ٹھکنا ماناں گی۔“

”ہمارے بھی تو اب نیچے بڑے بڑے ہو گئے ہیں اور ان میں خوب صورت رنگ برنگے ہونے لگے ہیں۔ اودھائی نے جواب دیا۔

”میں میرے ساتھ اپنے آؤ اودھائی اب بہت بڑا خان ہو چکا ہے۔ اسے اسے اپنے آؤ اودھائی کی طرف ان بیویوں میں نہیں رہنا چاہیے۔ اب تو ذریعہ شہنشاہ کے ظلام بھی تم سے اچھے مہروں میں رہتے ہیں۔“

”تو راہ گئے نے تم کو اپنا نام لیا۔ اسے اس احساس دلایا مگر اودھائی نے بڑے کھ سے جواب دیا۔

”دیکھو میری جان! ہمارے بڑوں نے ہمیشہ ہمیں یقین کیا ہے کہ ہم خاندان بدلتے ہیں اور ایک ایک جگہ بیٹھ رہتے ہیں۔ تمہیں بھی چاہیے۔ شہریوں یا تاجروں کی طرح مکان تاننے سے تمہارے باپ کی روح ناراض ہو جائے گی۔ اس لیے وہ کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے والد کی روح ناراض ہو۔ ہم بھی کسی پیادہ اور دلہن کے مکان کے اندر نہیں رہ سکتے۔ بہتر ہے کہ تم بھی اسی راہ میں گنا چھوڑو۔“

”اس کا مطلب ہے کہ ہم ہمیشہ چھوڑوں کی طرح اس گھر سے مندرے بیویوں میں ہی زندگی گزارنے سے ہوں گے۔“

ہفت دھرم

مر جا جائیے۔ ہمیں بھی اچھی اور خوب صورت زندگی گزارنے کا موقع ملے گا مگر میں..... میں ایک بڑے خان کی بیوی ہوں ہوں ہوں اسے ان کی زندگی نہیں گزار سکتی۔“

تو راہ گئے نے فوراً دوسرا جوبانہ استعمال کیا۔

”اس کا بھی تم میرے پاس موجود ہے۔ وقت آنے پر وہی عمل کروادوں گا۔“

”جہنم کی بو۔ بہر حال اتنا شہ تانے دیتی ہوں کاب میں جب میں ہیوت سے نکلوں گی تو میں اپنے سر پر چنگیز محمد سے داروں کی سواری ایسا چتر لگاؤں گی اور پائی میں سوار ہو کر نکلوں گی۔ اس کے علاوہ میری پائی کے آگے ظالموں کا ایک جم فشر ہو گا جو میری مخصوص دروں میں بیٹوں ہوگا اور آج سے میں تمہارے دربار میں تمہارے ساتھ ہی نہیں بیٹوں کی بگھنا بناؤں گا۔“

”تو راہ گئے نے آخرا چنے دل کی خواہش کا براہ اختیار کر ڈالا۔ اودھائی جانتا تھا تو راہ گئے بہت مہم اہم ہے۔ وہ جس بات کو ایک دفعہ ارادہ کر لے گا وہ پھر تیرے پر کرتی ہے۔ اس لیے وہ بھی خاموش ہو رہا۔ اب الیزا اسے ضرور دیکھا کہ اپنے بڑے شہنشاہ کے ستونوں پر سونے کے پترے سے بڑا دیا ہے۔ اس نے چاکا گھس میں اپنی بیٹیوں کی ایک بیوی کو اپنی کھائی دی اور بخود ہی کراس میں کھانا کھائے ہوئے وہ کھار کراس میں بگھنا بناؤ راہ گئے سے کھار کر لیتا۔

تو راہ گئے نے اپنی طرف لڑکی کی۔ وہ جب کسی کام کے لیے اپنی ہیوت سے نکلتی تو اس کے سر پر چنگیز محمد سے داروں کی سواری لگا ہوا ہے۔ سب سے پہلے وہ اپنی دستوں کی ہیوتوں میں جاتی تاکہ ان پر عیب قائم نہ ہو۔ اس کی سوسیں اس کو تیرے سر پر لگائیں تاکہ وہ کھنے سے بچ سکے۔ اس میں سے زیادہ ظالموں کو ہوتا تھا جو اسے بھی تیرے ناکہ چھوڑ جانے لگتی تھی۔ ان کی بات کو تو راہ گئے نے جانتی تھی۔ سچی وہ پیادہ ہو کر ان کی ہیوتوں میں ایک باہر ضرور جاتی پھر وہ اپنی پائی میں اپنی شان سے سوار ہو کر گئی تھی خود خان اودھائی کی سواری لگتی تھی۔ اس کے آگے کاٹے ظالموں کی بھیڑ ہوئی جو اس کی پائی کے آگے آگے آگے آگے آگے۔ انہوں نے سرخ لباس پہنا ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک جلاک ٹوری یاد ہوتا جو جاوے دو فرسے لٹا جاتا۔

تو راہ گئے نے اپنی منہ پوری کرتے ہوئے نہ صرف خانان کے اس طریق کار شوکت کی گل کی بلکہ اس نے اپنے نام کے ساتھ ایک مریڈ اس کی عزت بڑھانے والا لفظ

خانوں کی لگا تھا۔ اب وہ صرف تو راہ گئے نہیں تھی۔ اس کی چھوڑا کر دینے خانوں میں بھی تھی۔ وہ شہنشاہیت کی ظلم خانوں کو کھلانے لگی تھی۔ جیسے اودھائی اپنے ساتھ ایک پادری اور ایک کھڑا کھڑا جوتا اور بیٹا خانوں کی اپنے ساتھ ایک پادری اور ایک خانوں رکھنے لگی تھی۔ اس کی بھی یہ معلوم ہونے لگا تھا تو راہ گئے خانوں کا دربار بھی لگے لگے۔ اب اس نے اپنے اختیارات حاصل کر لیے تھے کہ وہ اس کی حقدار بھی معلوم ہونے لگی۔

☆ ☆ ☆

لیے لوچت سائی ختا کے ایک شہنشاہی خانوار سے تھا۔ اور ذوق جرموں سے زیادہ لبا تھا۔ اس کی موچھ اور ڈاڑھی دراز تھی۔ چنگیز اس کی موچھوں اور کپڑے سے خدمت کے نگرانوں کے نگران خاندان کی بڑی دارواری سے خدمت کی۔ لیے لوچت سائی اپنے نگینوں سے ہی بڑھائی میں رہتے تھے۔ پھر باہر سے کلم میں ماہر اور پتھر کی ساری میں ہر وقت سے لوچت سائی کے مشغلے میں شامل تھا۔ چنگیز نے کلمات لکھ کر دئے تھے وہ خاص چنگیز کی رعنا تھا۔ اس کے علاوہ وہ چنگیز میں بہت مہم اہم تھے کے سبب اپنے لیے ستاروں کا ایک خاص تیار کر چکا تھا۔ خاص لفظ زندگی کا بنا کر اپنی طبیعت اور اپنی زبان پر قابو رکھنا اس نے سیکھا لیا تھا۔ وہ بھی کئی سال کا تھا جس سے یہ اس کا کھ کو زور پانا یا گیا تھا۔

اس وقت اس کی عمر بہ مشکل اتنیس سال کی تھی جب چنگیز خان نے اس کے گھر کو جگ کیا تو اس کے اندر دیکھو اور ذہانت سے بہت متاثر ہوا تھا۔ گھنڈاری کے وقت جب چنگیز خان سے سوال کیا کہ اب کیوں اور اہل ختا آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اس لیے ایک طرف سے میں نے تم کووں کا ختم کیا ہے۔

”تو لیے لوچت سائی نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔

”میرا باپ اور میں ہمیشہ ان خاندان کی خدمت انجام دیتے رہے تو پھر ہمیں ان کے دشمن کیسے ہوئے۔“ چنگیز خاں اس کا جواب بہت نہند آیا۔ چنگیز اس نے جو جان بڑے کرنا جانا ملازم رکھ لیا اور بیوی سونج لگا کر اہل ختا، اہل کن کے وقار دہو سکتے ہیں تو اس پر چنگیز خاں کا دل جاسکتا ہے کہ وہ..... ان کی دود تار سے لگا۔

”چنگیز خاں کے ساتھ دیکھ کر لوگ کہتے تھے کہ سکر اور ہم اور چوٹیجیا جاتا ہے۔ ہم سرخ خرد میں چنگیز خاں لوچت سائی سے صرف ہم کو کمال لگانے تک کا مشورہ لیتا تھا۔ اس..... نے اپنی ہم ذرا ساری



فروری کے موسم کی بے خودی

جاسوسی کے شمارے کی بڑھتی ہوئی

اولین صفحات

بے دماغی کے اجڑل میں دعا باز سامنوں کی

نذر و نہر سے والے خوشیوں کا لورہ.....

اور دشت کا منہنی خیز کمرا.....

زویا اھجاز

کے قدم سے ان سٹ جائی کا اجڑا.....

انگاری

دشوں کے نینے میں آئی انصاف کے مالک بیچیں

کا اختتام۔ بہت اور جنگ کی نصف میں آگے برساتا

ظاہر جاوید مغل کے بارہ طبلے کی ایک اور گزلی

آوارہ گد

چاپ پالی رجب میں پر دم ایک نئی مصیبت

سے برسر پر چکاؤن خیران کی سرسگرتی.....

عبدالرب بھٹی کی گھٹے دار دہکتی

سڑواری کے رنگ

خوابوں کی سرزمین پر ایک ساتھ قدم رکھنے والے

دوستوں کا انجام.....

سردار کی لکھی تہری

زہر چنا کی پندہیں کرتا.....

بھڑکتی کی جھپٹوں

زہر چنا کے بارے میں.....

سردار پر ایک نئی کہانی

جانی نکتہ چینی

تو راہ کیلئے نہ ایک جو ان قیدی اور سیاہ چشم ایرانی لڑکی
 قاطر تک کو ان سے الگ کرتے ہوئے اڑھائی کہا۔
 ”یہ اردوں کی برکتی میں در سے چا بیجا“
 خاقان اڑھائی نے ان دونوں کو پا کھنوں سے پٹھہ
 کر لیا۔ یہ دونوں قیدی تین کی شرن کی لئے یہ پرتال بنانے
 گئے تھے۔ اڑھائی نے ان کے متعلق بتا کر اسے بتایا کیا
 کہ جو ان مہدر انجان سے جو جوانی میں تھی اپنی قدرتی
 ذہانت اور علمی استعداد کی وجہ سے ختا کی سلطنت میں اپنی
 مہدوں پر فخر و جفا کے ساتھ کھنوں سے کھنوں سے
 کر سکتا تھا ایک اسپے اور رمان کی روح کا جھلکا ہوا گی۔
 مہدر انجان لائے قدر اور چڑھے سے نکلے بیٹے کے
 ساتھ مضبوط جسم کا باک بھری جس کی نیلی آنکھوں میں
 نجات کوٹ کوٹ کوٹ کر ہری ہوئی گی تو راہ کیلئے اسے
 دیکھنے کی ذمہ داری اپنی ملکیت میں لینے کا فیصلہ کر لیا جبکہ
 قاطر میں خوب صورتی اور نازک انداز کی وجہ سے تو راہ کیلئے
 کن کوں کھجا گیا۔ مہدر انجان اور رمان کو فکرا تو راہ کیلئے
 اپنی ملکیت میں لینے میں مہدر انجان کو بھی مہلات میں مشر
 رکھا لیکن جبکہ قاطر کو ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ وہ
 ہر ت میں ہوئی تو قاطر اس کے پاس ہوئی اور گرو باگی
 میں چنگر کہیں جانی کوسو تری پادری کے ساتھ قاطر تک
 اس کے سر ہا ہوئی۔

خاقان بیٹے کے بعد اڑھائی کا زیادہ وقت
 پورٹ میں شراب پینے اور جو ان صورت مسرورت لایوں کے
 رسم و رنج دیکھنے اور ان کے ساتھ عوامیوں میں گزرتے کا تھا۔
 اڑھائی کی نظرت کا چٹھی میں اب شراب کے نشے میں ڈوب
 کھنجر یا چشم ہو چکا تھا لیکن ایک مرتلے پر ایک ٹھیلنے
 فرمالی گی۔ انکھن اڑھائی نے انکی سزا دی کہ وہ کسی اسے
 مہلات بنائے۔

اڑھائی ٹھیلنے جو جنگوں اور بابالوں میں رہتا تھا
 اور یہ ان پھیلے قبیلوں میں سے تھا جو۔ ان کی بڑی کیوں
 کر ٹھیلنے۔ انہوں نے یہ فرسخ کی کھا خاقان کی لڑکیوں
 سے شادی کرنا چاہتا ہے یا انکی دور سے ٹھیلنے میں یہاں
 چاہتا ہے۔ یہ میریزہ بڑا بڑا پندہیں آئی کردہ احتجاج کرنے
 سے بھی ڈرتے تھے۔ اس لیے انہوں نے بیٹے کے یعنی
 لڑکیوں کی نکلیاں اور شاہیاں انکھن میں ٹھیلنے میں کر دیں۔
 جب اڑھائی کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے عم دیا
 کہ اڑھائی ٹھیلنے کی ساری کواؤں لڑکیوں کی جن کی سرتا
 سال سے اور پہلے اور وہ ساری لڑکیوں جن کی شادی اس کی

کھلا رہے۔ تھیں انصاف کرتی رہیں تو عوام میں خوش
 مانی آئی گی۔ اس نے کہا کہ:
 ”ہر ن کے لئے کی لمہا کی ضرورت ہوتی ہے اور
 حساب ہر رکھنے کے لیے پڑھے کھے مٹیوں کی ضرورت
 ہوتی ہے.....“
 اڑھائی نے یہ سن کر کہا۔ ”ٹھیک ہے تو ہر نام سے
 کام نہیں ٹھیلنے؟“

یہ لڑکی سائی نے جواب دیا۔ ”زیادہ پڑھے سے
 تئی کی جو بہ انعام دوسے سے ہیں، تھیں میں ہی یا تمام پانے
 کے ہیں۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک برف
 (خرمان) سمارا دیکھا جائے ہے قیدی اور تمام آزار کے ہاتے
 ہیں اور اس کو سوت کے مہدوں پر ماسوا کرنا چاہتا ہے“
 اس نے اڑھائی کو اس پر بھی رضامند کر لیا کہ منتر
 مٹائوں کے نام چھرا ہوں پر اب بھی لائیں اور ہاٹھاپے
 پڑے جانوروں اور ہر دوں کی خوراک کے ساتھ
 پڑے پڑے سولوں سے ہیں۔ یہاں ایسے افراد سول کے جان
 جو اس جھانکے کا کارا کو کھا کر تھرا بہا میں لیکن پاسفر
 فوی نہ ہوں۔ ٹھیلوں کو گلی کی سزا دینے سے پہلے ہمیں
 عدالت میں جانے کا حق بھی دیا جانا چاہیے۔ اس نے یہ سوت
 کہا کہ عوام پر قواعد بھی ان لوگن وصول ہونے سے پہلے
 کھوٹ کے متعلقہ میں زیادہ آڈان ہو سکتی ہے۔

اڑھائی نے اپنے لیے یہ لڑکی سائی کی تمام لڑکیوں کو مان
 لیا کہ سوت کے نیچے ہر ختن کوئی بھلائی کو سوتہ مٹا لیا تاکہ
 یہ عم جاری کر دیا کہ سوت تک کی برف (خرمان) پر چھلائی
 کی سرہت سے دور، اسے اصل نہ سمجھا جائے۔ یہ سب کرنے
 کے بعد اس نے عم دیا کہ سوت کے تمام قیدیوں کو ہر ار کے
 اس کے دہر میں ماسوا کرنا چاہیے۔

قیدیوں کو ہر ار کرنے کے بعد اڑھائی کے دہر میں
 میں ماسوا کرنا چاہتا ہوں میں سے نہ زیادہ پڑھے کھوں کو اس نے
 اپنے خاندان کے بچوں کو پڑھانے یا اسو سلطنت میں اپنی
 مہدوں پر رعیت کر دیا۔ جس وقت یہ فیصلہ کیا جانا رہا تھا۔
 تو راہ خاقانوں میں ہر دہر میں بھی اڑھائی کوسوروں سے سواز
 رہی گی اور تقیب قیدیوں کی فیصلی میں کے بارے سے
 احکامات دوسے مٹیوں کی۔ اس کے نیچے ہر اس کے نگرے میں جو
 اپنا زور دینے لڑکی سائی کو کھائی تھیں کا کوڑ بنا دیا۔ یہ لڑکی
 سائی کو اب اس قدر احتیاط حاصل ہو چکے تھے کہ وہ
 اڑھائی کی باتوں میں اختیار اور فیصلے میں رکھتا تھا۔
 قیدی نظام میں دہر میں کھڑے تھے کہ کما

خرش اسلوبی سے استعمال کیا کہ وہ چنگیز خاں کے تمام
 معاملات میں دخل دینے لگا۔ وہ بھی اس پر بے حد اعتماد
 کرنے لگا تھا۔ اس طرح نے لڑکی سائی کی رقابت کی
 آمدنیوں، حاملہ بھی کے مسائل اور تمام نقش کے معاملات
 میں بھی سچوں والا کئی چنگیز خاں کے مدبر صاف چنگیز خاں
 را ہر کھلا اس نغارت کر دی وہاں سے یہ کسی طرح چنگیز خاں
 کے معاملات کو مدعا مان رہا پھر وہ اس پر اپنا مدعا متاد
 کرنے لگے۔

جب چنگیز خاں مرتوی لیے لوہے لڑکی سائی تھا جس
 نے قاتان کی ہزوری کے بڑے سے ہوئے سکھتے کو اپنی معاملہ
 قبم ت سے عمل کیا اور خانہ پڑھوں نے یہ قسم کھائی کہ وہ
 اڑھائی کی اولاد کے سوا کسی کو تخت پر نہ بٹھا گیے۔ ان
 خانہ پڑھوں کی یہ قسم ان قوم کے لیے جو بھی ہوئی
 دستاویزات کو کھارت کے نقر سے دیکھی گی، باطل پانہ
 وادی سلمی میں۔ مدبر صاف نے یہ بکھارنے کی اولاد
 کرانی کھنوں سے لیں۔
 ان کی اس قسم نے پڑاؤ میں سر ت کی اور دوا دی۔
 قاتان خاقان کے بچاؤ کے بعد ایماں سے ہی ہر کر شراب
 پینے بیٹھے۔

خاقان کے بچاؤ کا سارا معاملہ لیے لڑکی سائی کی
 کوشوں سے حل ہوا تھا۔ اور گزلی اور چٹائی میں سے کسی
 ایک کو قاتان بنایا جاتا ہے زیادہ عمر ایک دور سے کسی
 اطاق دیکر پاتے لیکن دونوں اڑھائی کے بعد کرتے
 تھے اور پھنی اپنی تھی کر دوں اس کی حکومت کی تھرا کر
 کے اور تخت کی حفاظت کے لیے تھیں لیکن کب جان رہا
 کے۔ اڑھائی کے خاقان بیٹے سے تو راہ کیلئے یہ ضرور کے
 پہلے کی تھرا کہ وہ بکھارنے لگی۔

تو راہ کیلئے بھی اس بات کا اور ادھر تھا کہ اگر لیے
 چت سائی کی اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی فرست
 سے اسے نہ بٹھا تو یہ عمل نہ ہوتا تھا۔ اس لیے اس کے
 ذہن میں اس کی عزت و قدر ہوئی تھی۔ لیے لڑکی سائی
 پھر نے خاقان کا بھی اس طرح سے مشر رہا جیسے وہ چنگیز
 خاں کا تھا۔ لیے لڑکی سائی نے اڑھائی کو اس بات پر
 جان کر اس کو چڑھے سے کسی ملک کو ہونا بنا لیا
 اور اس کے نگرے میں اس معاملہ سے۔ اس نے بتا کر
 علم و نقش اور اسو سلطنت چلانے کے لیے چاہتی گی
 ضرورت ہے۔ اس لیے سائی کان لگا یا جائے۔
 گوا اس میں اناج بیخ گیا جائے۔ رسل رساں کا سلسلہ

کے تریب رہے اور اسے جو حام سے زیادہ شرب نہ پیئے
 وے۔ اضعافی اس پر عمل کرتا ہوا لیکن اس نے بڑے
 بڑے جام پیا لیکن وہ اس کی مدد کو شرب پانی نہ کئے۔
 اضعافی کے پوری ہوتے ہوئے رہنے سے تو را کینہ
 کو اس قدر ڈنکوں کی گئی کہ وہ امور سلطنت میں سن نالی
 کرنے لگی تھی۔ اس نے زور پاروں میں اپنی چند اور پند
 کی تدبیریاں کرنا شروع کر دی تھیں۔ ایسے میں ایک روز
 فاطمہ نے تو را کینہ کو خوش گوار دو دن دیکھے کر کہا۔
 ”فاطون! تم اسے اپنے دوستوں سے دور سے دیکھ رہی ہوں
 کہ آپ کی نظر اس پر پائے سے ہوتی گئی ہیں جسے
 عبدالرحمان کہا جاتا ہے۔“

”تم نے درست اندازہ لگا لیا ہے میری بیاری۔ امور
 سلطنت میں اس قدر کیا فریاد ہوئے ہیں کہ ان کو سمجھانے
 سمجھانے میں اس قدر کا وقت نہیں کما سکی اندازہ نہیں
 کر پائی۔“

”فاطون! عہم تو اپنے حال میں اس قدر ہم ہو چکے
 ہیں کہ اس میں خود اپنے آپ کا پتہ اس ”فاطمہ نے دوبارہ کہا
 اور بات امور ہی چھوڑ دی۔“

”کہا جاتا ہے کہ پتی ہو؟“ تو را کینہ نے جلدی سے پوچھا۔
 ”دل کے پتوں میں ہلکی سی آہٹ پر بھی خوف اور اذرا
 کے دوسروں کی آواز ہر طرف سے ہے۔ شک کی چکا چکی
 پھر پھر آئے گئی ہیں لیکن اس فاطون عہم کو تو ایسا ڈر
 خوف نہیں رہا۔ پھر موت کی ٹھکان اور دورانے سے کیوں
 بیز کر دیے گئے؟“

”عبدالرحمان کے دل میں بھی میں نے یہ چنگاری
 ملکہ لادی ہے۔ اب وہ آپ سے ملاقات کا خواہاں ہے۔
 اعزازت طلب کرتا ہے۔“ عیاد خاتون عہم کے لیے۔
 فاطمہ نے اشاروں اور تکانیوں کی زبان میں مدعا بیان کیا۔
 ”فاطمہ! یہ اسے اسے الفاظ کہاں کہاں سے اوصو لاتی
 ہو۔ بیٹھے بیٹھے عبدالرحمان سے ملتا چاہے۔ سن تو اسے ہموں
 ہی لگی۔“ تو را کینہ نے بیٹھے ہوئے جواب دیا۔
 ”کوچمہ؟“ فاطمہ نے باوجود پوچھا۔

”آج ہی سورج ڈھلنے کے بعد اضعافی فاطون جب
 شام کے کھانے سے فارغ ہو کر شرب میں اپنا منہ لگے گا۔
 بیٹھے آج جانا پھر بتاؤں گی۔“ تو را کینہ نے کھانے کے بعد
 یہی اشارہ کیا کہ تو را کینہ نے اضعافی کے ہند
 شرب پیئے جسے تو را کینہ کو فاطمہ کی ہوت میں پہنچی گئی
 نے اشاروں سے تو را کینہ کو کہہ کر تو را کینہ نے اسے دایمیں

جانے کا اشارہ کیا۔ وہ ہار کھلی گئی تو اس کے نموداری پر ہند
 تو را کینہ کی ہوت سے ہار کھلی اور پیچھے چرگا ہونے لگی تھی
 جہاں فاطمہ پہلے سے موجود تھی۔ اس کے ساتھ ایک مردکی
 وہاں موجود تھا اور یہ وہ عبدالرحمان تھا۔
 اضعافی کو فاطمہ نے اصرار کیا کہ وہ اسے اور ایک اور نکلے احموں
 والا عبدالرحمان۔ تو را کینہ کو اپنی جانب بڑھتا ہوا دیکھ کر وہ
 عظیم کے لیے فوراً ہٹا۔ تو را کینہ نے اسے کندھے سے پکڑ
 کر دیکھا کرتے ہوئے کہا۔
 ”دل میں بیٹے دالے۔ ان حد دو توجہ سے باروا
 ہوتے ہیں!“
 ”مگر یہ ”عہم۔“ عبدالرحمان نے دیکھا ہوتے
 ہوئے کہا۔
 ”جس میں طے ہے۔ جس میں طے ہے۔“ تو را کینہ کی زبان
 میں کھلی باروا ٹھوسٹ آن گئی۔
 ”میں جانتا ہوں کہ عہم۔ انسان جس قدر مرضی
 چاہے اپنے آپ کو عیشوں اور پندوں کی زندگیوں کی زندگیوں میں
 بچنے سے کہ وہ اپنے مذہبات کی دلکاش بڑی عیشوں سے
 قاصدے رہے مگر اس کی ”عہمیں بچ بول دیتی ہیں۔ میں وہ
 قید یوں سے میرا توڑ چکا گیا تھا۔“ عبدالرحمان نے اپنے
 نکلے انداز میں جواب دیا۔
 ”میں نہیں جانتی یہ سب میرے شاہین شان بھی ہے
 یا نہیں۔ لیکن میں نے جب نہیں دیکھا تو اپنے دل پر کھانا نہ
 رکھ کر لیکن اس کے برعکس فاطمہ میں ہمارے جو حال تھا اس
 لیے میں اتنی دیر تک اپنی بہت اور اپنی پند کا مل کر افعال
 نہ کر سکی۔ یہ تو اس فاطمہ کا ایسا وار ہے۔“ یہ کہہ کر بیٹھے
 اس نے فاطمہ کی طرف دیکھا۔ وہ ان دونوں سے کفر کرد
 جانے لگی۔
 ”ابری نظر! تو کہاں پہلے؟“ تو را کینہ نے بات
 امور ہی چھوڑ دی ہوتے فاطمہ کو آواز دی۔
 ”بیٹھے مذہب اور غیبت۔ ہند ہندوں سے دلگت
 ہے۔“ فاطمہ نے فطری کہ تو عبدالرحمان بھی ہنس پڑا۔
 ”فاطمہ! تم دوائی ذہن دو۔ آج تک میں
 تمہارے بارے میں صرف سنا تھا۔ آج پہلی بار تمہارا
 سامنا ہوا تو میں نے اس سے بڑھ کر کیا۔ چنتا
 تمہارے بارے میں سنا تھا۔“ عبدالرحمان نے فاطمہ کی
 چہنٹ جواب دیا۔
 ”تم نے درست کہا فاطمہ۔ ہم دیشیا نہ نکلیں کے

دعوت کے لیے رہنے والے خاندن بدوشوں کو پیار اور بہت سے
 کیا لیکن یہ نہیں۔ تریوں سے بیٹھنے کو رکھنا کرنے والیوں
 اور میدان جنگ میں اپنے مردوں کے ساتھ شریک ہونے
 والیوں، پارکار یا جائیں۔“ تو را کینہ نے تقریباً اسیوں زود
 لہجے میں کہا۔
 ”فاطون! عہم! میں تو یہ بات مذاق میں ہی
 تھی۔ میرا مقصد ہرگز آپ کا دل دکھانا نہ تھا۔ اگر آپ کو
 میرے سبب سے تکلیف پہنچی ہے تو میں معذرت خواہ
 ہوں۔ میں تو جانتی تھی کہ آپ دونوں پہلی باروں میں مدد
 ملے ہیں۔ اپنے دل کا ہنس کر لیں اس لیے آپ کو تکلیف دینا
 چاہتی تھی۔“ فاطمہ نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا اور ان
 سے دور ہوتی۔
 ”مگر عہم! آپ سے ملنے میں مجھے کوئی اعتراض
 نہ تھا۔“
 نہیں مگر مجھے اپنی زندگی بہت مزے لائے۔ ایسا نہ ہو کہ اس جرم
 کی پاداش میں میرے کسی کو لڑائی میں ہاتھ لگانے سے
 کڑوائے گئیں۔“ عبدالرحمان نے اپنے خوف کا اظہار
 کرتے ہوئے کہا۔
 ”عبدالرحمان! ہم خانہ بدوش ہوں جس اپنی خدمت کی
 بہت کی ہوتی ہیں اور اپنی پند تو دیکھ کے منہ سے بھی چھین
 گئیں ہیں پھر تمہیں کسی بات کا خوف ہے تم ہنستا ہیوت کی
 عظیم خانوں کی پند ہو۔ تو را کینہ خانوں کی چاہت ہے
 جاندار کی طرف سے آگھا اٹھنے سے پہلے کئی دن کا منے کی۔
 تم یہ مگر ہو۔“ تو را کینہ نے بڑے جوش اور غور سے
 جواب دیا۔ ”ہاں مجھ کو ہوت جا ہمارے ہندوں سے ہو۔
 اب میری تجاہلی تمہارے ہم سے آہود ہو چکی ہیں۔“
 عبدالرحمان بھی تو را کینہ خانوں کی شر پر اپنے
 اختیارات سے قہار کر کے گا تھا۔ اب اسے کسی بات کا
 خوف اور ڈر نہ رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بڑے سلیکے کی چہنٹ
 سالی، جو جس سال سے شیر رہا تھا اور جس کی مزت پر ہو گئی کرتا
 تھا، اس کے حملات اور اس کی ہڈی ہڈی تھامنے پر بھی سلا
 تھوڑ کر نے گا تھا۔ اب خانہ بدوشوں کے منتھے میں سبب ملکہ
 تو را کینہ کا مرضی بڑھتی جا رہا تھا۔ تو را کینہ نے بڑے ہمدرد
 عمل سے اس کی بات سنا اور ہر بات کو پورا کر دیا تھا۔ اب
 تو را کینہ کی خواہش تھی کہ وہ بھی اشدن لوگوں کی خبر اور یوں اور
 گاؤں کی طرح شان و شوکت سے زندگی بسر کرے۔

بہت کچھ کہتے ہیں کہ وہ اپنی تھی کہ تو را کینہ کی چاہت کہ اس کا
 صدر میں نے اپنے ذہن پر بدلے تھا اور اب ہر وقت
 اس کا منہ لگنے کرنے کے نام پر شرب پیتا رہتا تھا۔ اگرچہ
 چھٹائی نے اس پر پابندی لگی تھی مگر اسے کڑھی میں لیکن وہ پھر
 بھی اپنی خواہش کی مقتدر بڑھاتا چلا جا رہا تھا۔ اب تو
 معان حکومت تو را کینہ کے ہاتھوں میں مگر کچھ کہتے ہیں کہ
 اضعافی کے ہونے میں سے حد ہتھرتی کھوس کر نے لگی۔
 اس بارے میں فاطمہ نے بھی ایک دو بار اشارہ کیا اس توجہ
 دلائی کہ وہ جانتی کہ تو را کینہ کی موت سے سینہ زور تھا۔
 ایک بار فاطمہ کی حیثیت سے بری طرح توڑ چھوڑ کر دکھا دی
 تھا لیکن اس نے بیہ ہونے کے باوجود ہاتھ میں اپنی خاص
 آہت نہ اٹھائی۔ اس کے برعکس اس نے اپنے آپ کو
 زیادہ میں پانے کے لیے ٹھیک سے آنے ہونے تک اب
 کے رنگ و روغن سے اپنا آپ جانے سوارنے اور دینا جانے
 وہ بھی کفر سوارنے کی تو را کینہ کی اس کے قریب بھی جب
 ہو چکی تو اس کا چہرہ کچھ عین کی طرح دیکھ رہا تھا۔ اس کی
 آہمیں سن کا کھل کا ہوا تھا اور بال ٹھیک کر کے چھانکنے
 ہوتے تھے۔ وہ شروع سے ہی زہم راز میں بات کرتی تھی۔
 اضعافی اور تو را کینہ کے فیصلے کی تائید کرنا بلکہ اضعافی کو
 دیکھ کر اس کی احموں میں ایک مجب کی چہنٹ آ جاتی تھی۔
 اضعافی بھی تو فطری کو دیکھ کر اور اس کی بات میں کہ بہت خوش
 ہوتا تھا۔

تو را کینہ باوجود ذاتی چالاک ہونے کے سیدو ہفتی
 کے روز بے لگظ انداز کر رہی تھی۔ جب فاطمہ نے اس کی
 حرکات و سکنات کے بارے میں ملکہ عہم کو بتایا جب اس
 نے بڑے غور سے اس کے رویے کو دیکھا تو اسے ہر دور
 معاملے میں سبکدوش نظر آئی۔ تو را کینہ کی وفات پر شاہان
 اور پندوں کا ہر دور سے اس کے پاس آئے اس نے
 خاموشی کے ساتھ انہیں دیکھے۔ تو را کینہ نے اندازہ لگا لیا
 کہ سیدو ہفتی اس طرح خاتم پر بیٹھا کہ تو را کینہ کو اضعافی کا دل
 دکھ رہا ہے۔ وہ بار بار اس کے گرد بھوننے کی طرح سچر
 لگا رہا ہے۔ اس کی احموں میں اس کے گرد آسویں کو صاف
 کرتا ہے۔ جب سبھی دیر تک وہ اسی حالت میں رہنے لگی تو
 اضعافی نے برداشت نہ کیا وہ پانے ہوا اس کے قریب آ کر جھکا
 اور پڑا۔
 ”جو تہراری ہوتا ہے۔ یا کھوس۔“ انکار نہ کروں گا۔“
 سیدو ہفتی نے اپنی تہمت سبوت آ گئیں اٹھائی
 اور بڑے دلا رے دی۔

”فاقان! معلم! آج کی موت اور ہوا ہمدردی پر پھر ہے۔“
 ”یہ نہیں سیدرہو تعلق ہی پر بھی تم جو چاہو گا مگر تم کیوں ہو۔“
 اوزدغانی نے دوبارہ کہا۔ تورا کیڑے دوں دیکھو اور دن برسی گی۔
 اور دیکھ دوں کہ درمیان خاموشی چھائی رہی۔
 بالآخر اس نے لب کشائی کی۔
 ”جو چاہو گی یا محو آپ مجھے بھی دے دیں گے؟“
 ”ہاں بالکل۔“ اوزدغانی نے جواب دیا۔
 ”تو مجھے اپنا خدمت گار دے دیں۔ میں اسے اپنی

خدمت کے لیے رکھنا چاہتی ہوں۔“
 تورا کیڑے دوں کی خواہش تک اسے ایک لمحہ کو شش دی۔
 وہ خاموشی کی کاؤدغانی کا لیے خدمت گار بڑے کام کا آدی تھا۔
 اور فاقان اسے کسی قیمت پر چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔
 ”مجھ اور ناگو سیدرہو تعلق! تم جانتی ہو مجھے یہ
 خدمت گار کی قدر قدر تیز ہے۔ میں اسے تورا کیڑے دوں پناہ پند
 نہیں کرتا۔ یہیں کسی طرح دے دوں۔ اس کے بدلے میں
 مجھ اور ناگو۔“

اوزدغانی کا یہ جواب سن کر سیدرہو تعلق ہیے اختیار
 ہتکلیاں سے کر روئے گی۔ وہ روئی جا گی اور ہتکلیاں لیے
 جاتی گی۔ اوزدغانی سے اس کا روبرو داشت نہ ہو سکا تو اس
 نے آگے بڑھ کر اس کی آنکھوں کے آنسوؤں کو اپنی
 انگلیوں سے صاف کیا۔ تب سیدرہو تعلق روئے ہوئے ہوئی۔
 ”میں تونوئی سے محبت اور مشفق تھی اور آپ کا
 بھی ہے پناہ اڑھام کر لی ہوں۔ آج مجھے دکھ ہوا ہے کہ
 میرے تونوئی نے کسی کی خاطر خود قربان کیا۔ کسی کے لیے
 اس نے اپنی جان دی“

اس کی بات سن کر اوزدغانی کا کوہو پر بڑا آنسوں ہوا۔ وہ
 دروازے کو دیکھ کر اسے قریب بیٹھ گیا اور اس نے اس کا سر اپنے
 سینے پر رکھنے سے ڈکڑھ لیتے ہیں کہا۔
 ”سیدرہو تعلق! تم ایک عظیم تھو۔ میں وہ واقعی
 خود غرض ہوں۔ مجھے تمہارے رنج اور اپنے رویے پر
 سوچنے کی ضرورت ہے۔ جو چاہتی ہو وہی ہوگا۔ آج
 کے بعد یہ خدمت گار تمہاری خدمت پر مامور ہوگا۔ مجھے
 صاف کر دینا۔“

”فاقان! معلم! تم مجھے تعلیم اور پیار سے ہوئی
 سیدرہو تعلق نے کہا۔
 آج تورا کیڑے دوں کی بات میں اسے اور اپنی ہمت میں
 آ کر بڑے ہمت سے اصرار اصرار لگنے لگی۔ اس نے فوراً خدمت
 گار کے ہاتھ ناگو کو بلوانے کا کہا۔ تورا جی رہی میں ناگو پر

ہمت میں آگئی۔ وہ آئے ہی معاملہ مہمائی ہوئی۔
 ”اس کا علم آپ ہی ہے۔ تورا کیڑے تو شیک ہے۔“
 ”ہاں مگر وہ سیدرہو تعلق اور فاقان! معلم۔“ فتنے سے
 اس کی زبان سے لفظ نہیں نکلتا رہے تھے۔

”میں جانتی ہوں ملکہ معلم۔ بڑے عمر سے یہ جانتی
 ہوں۔ اس وقت سے تورا کیڑے اپنی زندہ قاتلہ۔ مجھے
 تھا کہ اس کی بیوی سیدرہو تعلق اس کے لیے بنی سورتولی ہے۔
 اس کو دکھانے اور اصرار سے کہتے ہیں کہ اسے نہیں
 خانوں اصرار میں نے آپ کی ہمراہی میں آتے ہی اس کی
 نظروں کے پیچھا چاہتے تھے۔ میں ہاتوں کو اسے
 میں کی بار آپ کو بتایا میں مگر آپ نے شاید ہی اس کی طرف
 دھیان نہیں دیا۔“

”عورت جب روتی ہے تو اسے سنو نہ پر وہ بیان
 دینے لگے تو اس کے دل میں نہیں اصرار مگر اسے کونے
 کھڑے میں چہر چھپا بیٹھا ہوتا ہے۔ جو دقت آنے پر
 خود بخود غلط کر جاتا ہے۔“
 ”آج کا وقت صبح کے لیے نیا ہو سکتا ہے مگر اسے کبیر
 کے لیے نہیں۔ میں آپ کا تمک گمان ہوں تو آپ کے
 مفادات کا ختم کیا میرے ذمے ہے۔ میں ایسے ہی
 واقعات کی گواہ ہوں مگر آپ کو بتانے سے اس کے گریز
 کرتی تھی کشادہ دل اس کا آپ کو نہیں آئے پناہ ہے۔“
 ”ہوں اور تورا کیڑے نے مجھ سے سوچے ہوئے لفظ ”ہوں“
 کھول دینے ہوئے کہا۔
 پھر اس رات تورا کیڑے نے ایک ہنگامہ کھرا کر دیا۔
 اوزدغانی کی یہ بد قسمتی تھی کہ اس نے بات شروع کرتے
 ہوئے کہا۔

”وہ بہار امداد رحمان آج کل بڑا اڈھال چلا رہا ہے۔
 دربار دیوں کو اس سے بڑی فکرت نہیں ہا۔“
 ”بھلا سیدرہو تعلق کی اڑھام مہمراہ ہے۔ اس کی
 طرف دربار دیوں کی نظریں نہیں جاسکتی۔“ تورا کیڑے نے بھی
 ترکی بڑی جواب دیا۔
 ”مطلب۔“ فاقان! معلم نے زبان ہوتے ہوئے کہا۔
 ”اب اس کا مطلب بھی مجھے سمجھانا ہوگا۔ ناگ کرت
 نی روتوں میں دلچسپی نہیں ہے تمہاری خانمائی لغت ہے مگر ایسی
 بھی کیا۔ دینا کوش کرنے والا اور ایک جہاں پر حکومت
 اور تورا کیڑے نے فاقان خان کو اس کے کھنگے کی طرح کر دیا ہو گیا ہے
 حکومت کی ایک پھونک سے ہی اڑ جاتا ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں سیدرہو تعلق اور پھونک کا آبا میں
 سہن سہن اڈھال

کیا قتل ہے؟ گھنٹہ تم پر تو نہیں کیا جاتی ہو کہ سیدرہو تعلق
 نے شاید ان سے سر کر لیا ہے اور وہ دروں پر پھونک مار
 کر انہیں سر میں کرنا کرتی رہی ہے۔“ فاقان! معلم نے
 وضاحت طلب کرتے ہوئے کہا۔

”مردوں کو کھانا بھی ایک عمر ہی ہوتا ہے فاقان
 اصرار اور سیدرہو تعلق تو بے خبر شروع سے ہی جانتی ہے۔ اسے
 بچوں کی ماں ہونے کے باوجود جب کوئی عورت اپنے جسم
 اور ادا خوب صورتی کو قائم رکھنے کی فکر نہ کرے تو اس
 کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟“ تورا کیڑے نے ہنسنے سے کہا۔
 ”کیا سیدرہو تعلق نے کوئی ایسی حرکت کی ہے تمہارا
 اشارہ اس بات کی طرف ہے؟“ اوزدغانی نے نرم لہجے میں
 استفسار کیا۔

”ہاں ہاں۔ میرا اشارہ تم دروں فاقان! معلم اور
 اور تونوئی کی بیوی سیدرہو تعلق کے اس عمل کی جانب ہے جو
 مارے خانمان کی آنکھوں میں وحولی ہونے کا بیان
 ہے۔ میں نہ جانتی تھی سیدرہو تعلق اتنا نرس کر لیں گے جہاں
 ہے۔ کسی کی خاطر وہ اس قدر اپنے آپ کو سورتولی ہے۔ مجھے
 پتا ہی آج نہ گا۔ آج میری آنکھیں کھلی ہیں۔ وہ دعوتی ہے
 آج آج آج۔ ہمت میرے پر ڈکا ڈکا لال رہی ہے۔ اور فاقان! معلم
 کی بیوی بننے کے لیے پہل کر رہی ہے۔“ تورا کیڑے نے تیز
 بھی ہنسنے میں لاپرواہی۔
 ”کیا ان آنکھوں نے محبت دیکھا کہ سیدرہو تعلق
 تمہارے سینے پر سر رکھے ہوئے بڑے پیار سے کھنگھرتی رہی
 تھی۔ تمہاری اور سیدرہو تعلق کی محبت کے لیے اپنے چہروں
 کو اہواں میرے پاس سجود ہیں۔“ تورا کیڑے کا چہاڑ
 کر لیا۔

”تمہاری یہ باتیں میری سمجھ سے اڑا ہیں۔ میں نہیں
 جانتا تم سیدرہو تعلق نے اپنا کام کرنا پھرنا کونسا مقصد حاصل کرنا
 چاہتی ہو۔“ اوزدغانی نے ہنسنے سے جواب دیا۔
 ”ہاں ہاں چہر چوری کرتا ہوں کسی بچلا جائے تو کب
 مانتا ہے۔ یہاں کے ڈھونڈنا ہے اور جو کبھی جھوٹ پتا ہے
 مٹا ہوتا ہے۔ اگر یہ محبت ہے تو پھر مجھے حلاوت سے کہہ کر
 ہمت سے رخصت کر دو۔ مجھے کیڑے دوسرے کے حوالے کر دو۔
 مجھے یہ خانہ بدوشوں کی گورنری ہے۔ مجھے تمہاری والدہ سے
 کوٹھایا گیا تھا۔ مجھے تم نے نہیں لایا تھا۔ یہ سب ہوتا
 آیا ہے۔ اب بھی تم فوراً کہتے ہو میرے بعد خوب نہیں

ماضی

آغا نے ایک قاتل ماسی کے مرزا دروں
 سے رکھال کر لیر کیا۔“ یادیں بخیر کی بھی ایک ہی
 رہی۔ اپنا توتھیرہ ہے کہ کہنے ماسی یادیں آ جا
 اس کی زندگی میں شاید ہی کچھ ہوا ہی نہیں مگر جو
 اپنے ماسی کو یاد ہی نہیں کرنا پاتا وہ یقیناً لوفر یا
 ہوا۔ کیا کہئے؟“

”تمہیں کر رہی ایک سے دو ایسے بحث کن
 دل اور ماسی سے کر رہی ہوں اسے تجری ہی کتنے
 پر آ کھینچ کر ماسی ہی اہل حقیقت ہے اس لیے کہ
 ایک نہ ایک دن یہ بڑا دو حال اور مستحکم دونوں کو
 گل جاسے گا۔ دیکھا جائے تو رخصت اور کھل کر آج
 اور ہر مل ماسی کی جیت ہو رہی ہے۔ آئے اڈھال
 آج آج اس دن گزارے ہوئے گل میں جل جانا
 ہے۔ اس پر پہلے پردیش نے یہ فیصلہ صادر فرمایا
 کہ ایسا حال اس ضمن جیسا ہے جس نے:
 مجھے تمہاری باتیں خوشگوار کر لی

مشترک نے بھی ہل کے روپ سر روپ سے
 پیار کر رہی ہیں۔ جیسا ہے تو مجھے سر سر سے لے
 کو دکھوں سے بچاؤ۔ مگر اسے لے کر بے محبت
 جمانی سے لگا کر اس کی سوس میں ماسی کو نہیں کریم
 خون روڑ رہا ہے۔ اس کی بیٹی جیتی کوکھ سے مستحکم
 جنس لگا کر رہی ہیں جنس لگا کر خراسی کی طرف
 لوتے گا۔

یہاں جلی ڈاڑھی والے درویش نے
 اچانک ہر ایک لگایا۔“ اس نے ہنسنے سے لے کر
 تجب اظہار ہوئے ہیں میں اسے کیا کام ہے نہیں جیتی ہوئی
 گھڑیوں کی آرزو کرتا یا نہیں ہے مجھے تو محبت نہیں
 کو یادیں نیوٹ میں گھسنا آلا لاکھ یہ دنیا صلت کردہ
 سہی لیکن کیا اچھا ہو کہ ماسی کے ہمتنے لے
 خانوں میں بیٹھنے چھگارتے رنگ بھرنے لے
 یہاں سے مگر تو نہیں کرنا نہیں۔“
 (مستحق اھم دیوئی کی کتاب ”چہر سنے“ سے
 ذرا نرس سلطان کا مطالعہ
 فروری 2018ء

معتاد کر لیا۔ اس خوب صورت بلاسیرو تعلق کے ساتھ،
 تو را کینڈا بکنا حالت کے مطابق دباڑہ ہی کی۔
 ”میں حد سے تھکاؤ رکھی ہوں۔ میں اس سے جس قسم
 دینے کو تیار ہوں کہ تم دونوں کے بیچ ایسا کوئی معاملہ نہیں
 ہے۔“ خاقان نے مزے مزے سے کہا۔
 ”اگر یہ عیوض ہے تو میں سب مالوں کی عیب جبری روی
 شراکت پر غمگن ہوں۔ میں لوں جو تیرا ہمراہی اور اس لیے
 کی آؤ یا نہیں۔“ تو را کینڈے نے اطمینان خاقان میں
 ڈال دیا۔

”ہو۔“ اوندھائی خاقان نے پوچھا۔
 ”تم اس سے کیا خاندان کے بھڑاؤوں سے پیٹھے بغیر
 سواروں قبیلے کے دو ہزار سوار اپنے قبیلے کے حملے کر دو۔ دوسرا
 اگر وہ ہزار پر مشاند ہو جائے تو اس کے دستور کے مطابق
 اپنے بڑے بیٹے تو قوی کی سپرد تعلق کے ساتھ شادی کر دو
 کیونکہ اس کے مرنے کے بعد اس کا بھائی یا بیٹھیا اس کی بیوی
 شادی کر سکتا ہے۔ سپرد تعلق کی دوا یا شادی کرنا اور
 اس طرح میں بیمنوں کی میرے رشتے کا کھاتم ہو گیا ہے
 اور خاقان اطمینان سے ہمتا پیکار کرتا ہے۔“
 تو را کینڈے نے اپنی شراکت خاقان اطمینان کے سامنے
 رکھی تو اوندھائی نے کھجورے جوئے چاہا۔

”تمہاری دونوں شراکت میں سے ایک کا تعلق میرے
 ساتھ جبکہ دوسری کا تعلق سپرد تعلق کے ساتھ ہے۔ میں
 اپنی شراکت پوری کروں گا مگر اس سے تعلق شراکت کا جواب
 اسی سے پوچھتا رہتا جا سکتا ہے۔“
 خاقان نے تو قوی کی بیوہ کو آزمانے کی خاطر اس
 سے یا خاندان زریں کے بھڑاؤوں سے مشورہ کے بغیر
 سولیدے قبیلے کے دو ہزار سوار اپنے ایک بیٹے کی تنول میں
 دینے کے احکام جاری کر دیے۔ جب اس کاظم گھوڑو کو ہاتھ
 اس پر تو قوی کی فوج کے زریں بھڑاؤ اور دو ہزار سوار
 سپرد تعلق کی بیعت میں اس کے بیٹوں اور خاندان کے
 دوسرے بھڑاؤوں کے سامنے بیٹھ ہوئے اور کہنے لگے۔
 ”یہ دو ہزار سواروں کو چیکر خاں کے فرمان کے
 مطابق ہماری فوج کے ہمیں آئے تھے۔ اب اوندھائی
 نے انہیں اپنے بیٹے کے حملے کر دیا ہے۔ یہ کیوں برداشت
 کر سکتے ہیں ہم چیکر خاں کی برائی کے اٹاناک کی کیگر
 نافرمانی کر سکتے ہیں۔ ہم اس کی شکایت خاقان کے دربار
 کریں گے۔“

سپرد تعلق نے کہا کہ تمہیں کان بھی سے نہیں کہا۔

”تمہارا ایک ٹیکا ہے لیکن سوچو تو کسی کان میں جو کچھ
 مال و دولت ملی ہے۔ ہمارے ساتھ ساتھ بات کی کمی کی
 ہے اور ہرگز فوج اور ہم سب خاقان کے تو ہیں۔ ہم سب
 اس کے چکر ہیں اور وہ جانتا ہے کہ کون سا مہم مناسب
 ہے۔ ہم اس کی مرضی سے کچھ کرنا ہوں گے۔“
 یہ سن کر سردار خاموش کھڑے رہے۔ اب ان کے
 ہاتھوں میں کچھ نہ تھا۔ جب اس بات کاظم گھوڑا ہاتھ
 چل بھی نہ سکا۔ اب لگا کر سپرد تعلق نے اپنی رانی اور
 ذہانت سے ایک بار اس کی شکست سے ڈلی ہے۔ اب
 اس کا مطالبہ تھا کہ جیسے جیسے اس کی دوسری شراکت پر غمگن نہ
 کرایا جائے۔ سپرد تعلق نے سرداروں کو یہ جواب خاقان
 اطمینان کے دل میں اس کی عزت مزید بڑھا چکا تھا۔ اس
 نے بھڑاؤوں کے سامنے کہا کہ:

”معاذوں میں کوئی اس کا مقابلہ بھی کر سکتی ہے؟“
 اوندھائی نے تو را کینڈی دوسری شراکت کے بارے میں
 سوچا تو اسے یاد آیا کہ اس کی فوجی ہمیشہ اسرہ اور
 تیار رہتا تھا۔ پادری اس سب اسے ستاتے دیتے تھے۔
 اس نے سوا کر سپرد تعلق اس سے شادی پر مشاند...
 ہو جائے تو یہ تو قوی کے لیے ایک نکتہ بن جائے گی اس
 طرح اس اور تو را کینڈا کا ٹھکر ٹیکہ ہو جائے گا۔

اس نے سپرد تعلق سے اس کا عندیہ معلوم کرنے
 کے لیے کھڑے ہو گیا۔ سپرد تعلق نے خاقان کا بیٹھنا مگر
 اس کا ٹھکر ہی اور اسے ہونے کہا کہ:
 ”خاقان کا دھماکا تمہیں پر اور ٹھکر ہے کہ اسے میرا
 اس قدر خیال ہے مگر میں دواہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔ اب
 تو میری بیٹی تمہارے کہ میں اپنے بیٹے کو پال لوں کر بڑا
 کرو اور انہیں آداب دیکھ سکھاؤں۔ انہیں ایک دوسرے
 سے نفرت کرنے دوں۔ ایک دوسرے سے بیک نہ رہنے
 دوں تاکہ ان کی وفاداری سے سب کو فائدہ پہنچا۔“

اوندھائی مال کی اس آرزو سے بڑا متاثر
 ہوا۔ اس نے بیٹے کی کوئی کڑی کارزار کا سامنا نہ کرنا چاہا۔
 اس نے سپرد تعلق کو گھر... ان کا لاؤ جو اس قبیلوں کا مرکز
 قرار پائی کا زرموہ فوج کا زیادہ تر حصہ اپنا چیا۔
 باہفت بارہ سال خاقان کو دینے کا حکم دیا جو سپرد تعلق نے
 ٹھکر سے سوا کوئی نہیں کر لیا۔ تو را کینڈا اپنی شکست پر ہنس
 کھنٹی رہی۔

☆ ☆ ☆
 سپرد تعلق سے ذہین طور پر شکست کے دربار تو را کینڈا

اندھی اندھنملا نے حتی حال ملک فاطمہ اور دھرو ارجوان سے
 اسے بہت حوصلہ دیا تھا مگر بھر بھی وہ اس کی ذہانت و دور
 اندیشی اور اصرار سے بری طرح شکست خوردہ ہو چکی۔
 اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دلائے گا مگر
 اوندھائی اور کینڈے کے لیے ایک بیٹے کی حیثیت رکھتا تھا۔
 اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت تو کیا انہیں پڑھنا لکھنا تک نہیں
 سکھایا۔ ایک سن میں ہوں جن سے اپنے مقصد کے حصول کی
 خاطر بچہ جو تک دیا ہے۔

ابھی اس صبح کا ذکر تو را کینڈے نے فاطمہ سے کیا تو اس
 نے عین اصرار سے اس کی سوچوں کا رخ ہی تبدیل
 کر دیا۔ ختا کی جنگ کے بعد اوندھائی کا فائدہ جیسا تھا
 اور ہے تو را کینڈا کی ایک ہی زندگی اور اوندھائی نے اپنے
 ایک کل قبیلہ کو روئے جس میں وہ آرام دہ دکنوں سے پیش
 عزت کی زندگی گزار سکے۔ اوندھائی خود ہی ختا کے آرام دہ
 مکانوں میں بھر بھر گزارا یا خاقان اور اس کے اور بھوں
 کے حمل سے بہت پھند آئے تھے۔ پھر سے بیمنوں کی
 زندگی اسے کئی مظلوم ہو رہی تھی۔ یہ بات اس کے ذہن
 میں ختا کی جنگ کے دوران ہی جا چکی تھی۔ اور ہے وہ
 تو را کینڈے کی جنگ کی طرح مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے
 جنگ سے فائر ہو کر وہ ختا کے علاقے سے اپنے ساتھ

اپنے کارگر لے آیا تھا جو اپنے کے ماہر تھے۔ اس نے
 اپنے شہری قیام کے لیے کھیل بیکال کے جنوب میں جہاں
 سے ایک دیریا بھوت لکھا تھا، چراگاہوں کے لیے زمین
 منتخب کی اور یہاں پر بھی سے ایک دیریا اور ایک چتر چھوڑ
 نکالی تھی مگر اس اور جس میں گھوڑے بھی اٹھائے جا سکتے
 تھے۔ اس مقام کو قراؤم کہتے تھے جس کے ختا کی کالی
 دیریا بھی لکھا تھا۔ اس کا اور نام ”اور لوٹا“ تھا جس کا
 مطلب بیمنوں اور لاکھڑا اس کی تعمیر تھا۔ اس نے قراؤم
 دیا کہ قراؤم جہاں اس کی اپنی ہوت کی بیمنوں بنا دیوں
 اور اپنے بیمنوں اور ایک کئی تعمیر کیا جائے۔ یہ کئی ایک تیر
 کی اڑان کے دربار سے جہاں ہوا اور اس میں ایک پیر چیمے اور
 تصویریں نصب کی جائیں۔ اس کے ایک پیر چیمے میں اس کا
 دربار اور ختا کا بنانی جائے۔

بڑی تیزی کے ساتھ یہ کام مکمل ہوا تو اگلا فوراً ہی
 جاری کر دیا کہ اس کے ایک ایک بیمنوں، بیٹے اور دوسرے
 شہزادگان اپنے اپنے محل بنائیں۔ سب سے ان کے محل کی تعمیر
 کی سب سے کئی مکمل ہو گئے تو لوگوں کی ایک بڑی تعداد
 اس لیے ہوئے شہر کو دیکھنے کے لیے آئی۔ ختا خاقان

اقصر اور ملک معظم اب اپنے اس نکل میں دینے کے
 تھے۔ جب قاتان نے قہم دیا کہ بڑے استاد... شراب
 فوجی کے کھینے میں خفاقت کے لیے اوارے بنائے
 جائیں جن کی کھینے میں شربین اور گھوڑوں اسکی ہوں۔
 ان دونوں کے بیمنوں میں شراب یا گھوڑی کا دودھ
 بھر دیا جائے تاکہ ان کے آگے بڑے ہونے چاہیے
 برعکس میں شراب یا گھوڑی کا دودھ مارا کرے۔ اس نے یہ
 بھی حکم دیا کہ گھوڑا اپنے چمکڑے سے جن میں سے ایک
 چمکڑے کو پوچھ کر چل جائے، ہوں۔ ان میں شراب، غلدار
 گوشت بھرا اور اس کے گل پر گروام سے ہر روز یہ سامان
 لے کر آکر ہیں۔

قراؤم میں اپنے بھڑاؤ اور اسلخت سے ایک بھر
 کی مسافت پر اوندھائی نے خفاقت کے لیے کینڈے
 شامانے جتنا مال جوایا۔ جب خفاقت کی منظر ہوئی تو
 وہاں چلا گیا اور ہر ایک کے ایک دو بیٹے وہاں کھیل میں قیام
 کرتا اس نے جس قسم دیکھا تھا کہ گل کے سامنے
 ملازمین ایک ایک ہنگ کے پکڑے تھیں۔ سینا پرول کی
 سروسوں میں گزارنا۔ وہ خزانے کے دروازے کو کھول دیتا اور
 ایسے لوگ اب اس کی فاضل سے مالال ہوتے، حکار کے
 لیے اسے آکر خدمت بنوایا۔

تو را کینڈی کی زندگی پوری ہو چکی تھی۔ وہ اب بیمنوں
 سے کھل کر کھل میں رہنے لگے تھے۔ سپرد تعلق بھی اپنے
 بچوں کو لے کر نکل گیا تھا مگر اسے اب ان کی زندگی میں
 شہروں کی نیکیاں جھلانا پڑی۔
 چراگاہوں میں اوندھائی کے بیمنوں کی تکمیل سے بہت
 پہلے سوڈانی کے بیمنوں کی وجہ سے ختا کے شہزاد کا ذکر
 میں کیے تھے۔ حیرت سے فارغ ہو کر ایک بار پھر اوندھائی
 نے ختا کا کھیل مقرر کر کے لکھنے کے لیے سوڈانی کو ختا
 شہروں اور کھولوں پر کھلے کے لیے کھلے بیمنوں میں تو
 ختا کے ساتھ لکھا جیسے مگر اس بار ان کی خدمت کے لیے
 اہمیت موجود ہے۔ ان کے باپ آگ کی ایسی بیمنیں
 تھیں جن ”ہوایا“ میں لکھا ہے۔ بیمنوں پر سوڈانی کو جسے
 قیامت و کھائی میں۔ وہ اپنی کئی خدمت کی اور تو را کی
 باجہز ”ہوایا“ سے اس وقت تک اور ہے جب تک
 انہوں نے خود ان بیمنوں کو استعمال کرنا نہ کیا۔ اہل ختا
 نے ان کے پورے بیمنوں کا بڑی جرات سے مقابلہ کر
 اور انہیں پچا ہونے پر مجبور کر دیا۔ سوڈانی نے اپنی کئی
 حکمت کی کو کھل کر کے اپنی فوج کو آگام دینے کے

انہی خفا کی نصیبتوں کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ اور اعلان ہو کر ان کے ہاتھ سے بعد دوبارہ مدح لکھ کر شہنشاہ زریں کو شکست سے دو چار کیا گیا۔ اس کے بچے شہنشاہ شہزادہ گزرنار شہزادہ گزرنار۔

بہت بڑی مہارک ہو۔ اب زندگی میں پہلی بار چاہا کہ اس قوم کے پاس شہزادوں کی طرح خوب صورت اور شاندار مہانات موجود ہیں اور اس کے شہنشاہ کے پاس عظیم الشان مہلات۔

لیے جو ساتی پائی چنگ خانی تھا اس لیے اس کی ساری بھور دیں اہل خفا کے ساتھ تھیں۔ وہ اس وقت شمالی چین کا گورنر بننا ہوا تھا۔ اس نے بھی افریقہ بہت سے ممالک میں کنگ کو ان کی دست برد سے بچایا لیکن جب اس نے ان کے ساتھ کے ساتھ ہی جزیرہ آریو اور اصفہان کے پاس پہنچا اور اس کے لیے لاکھ پائی ہاتھ اندازہ فرما کر کنگ میں موجود رہنے والی اس کی بیٹی کے لیے کہا۔

”یہ مہارک بہت خوشیوں کی وجہ سے ہوا یا پھر میری بہت مصیبت نے خفا خان کو مہلات ہونے سے مجبور کر دیا۔ گورنر بڑوں کی طرح ساری عمر ان بیویوں میں گزارتا۔“ تو راز کیسے خوش ہوتے ہوئے جواب دیا۔ اس سے ذرا صحت کر کے مہاراجا کو اعلان کی تکلیف پڑا۔ تو راز کیسے اس سے اپنی تو فریب دہانت سے دوڑتے ہوئے مہاراجا کے گئے جاگے۔ اس نے باہل کی طرح جیسے سپرد تو کھانے کے اصفہان کے سینے پر سر کیا تھا، اپنا سر مہاراجا کی بیٹی پر رکھا اور جوت سے پڑا۔

اور اصفہان نے اسے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے دیکھ دی کہ خفا کی زمین میں اب اس کے شہزادوں کے سوا باقی کیا بچا ہے جو ظلم اور جاہل آگاہے ہیں۔ ریشم کے بیرون اور شہزادوں کے درختوں سے ریشم حاصل کرتے ہیں۔ اور اصفہان کی طرف لگا کر مارنے کے لیے چپ سالی کرتے ہاتھ باندھ کر پڑھا ہوا تھا۔ اس نے اسے پھر تھک کر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”تم نے تو راز کیسے سبکا جانے سے انعام سے خفا خان کو کھینک کر ایک مہارک پر اس نے ہم دیا کہ اس کے لیے چوت سالی کو تیرا کیسے جانے مگر چندوں کے بعد سے اپنی یاد پائی کہ احساس ہوا تو اسے دوبارہ پارکے کا پتلا پڑا۔ لیے کیو چپ سالی نے اس پر احتجاج کیا تو خفا خان نے قہر سے ہاتھ جواب دیا۔

”یہ بھی تو سوچئے کہ خفا میں آپ نے جو خزانہ حاصل کیا ہے، سارا سونا چاندی، جیش جیش ایشا نکو اور تیر کی لوگوں کی بے مثال افرام ہے صرف چند ہزاروں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ اس ہفت کے ڈیڑھ کا خزانہ کریں گے تو آپ کے لیے اور خزانہ کا سامان کیسے ہے؟“

”میں تو راز کیسے سبکا جانے سے انعام سے خفا خان کو کھینک کر ایک مہارک پر اس نے ہم دیا کہ اس کے لیے چوت سالی کو تیرا کیسے جانے مگر چندوں کے بعد سے اپنی یاد پائی کہ احساس ہوا تو اسے دوبارہ پارکے کا پتلا پڑا۔ لیے کیو چپ سالی نے اس پر احتجاج کیا تو خفا خان نے قہر سے ہاتھ جواب دیا۔

”یہ بھی تو سوچئے کہ خفا میں آپ نے جو خزانہ حاصل کیا ہے، سارا سونا چاندی، جیش جیش ایشا نکو اور تیر کی لوگوں کی بے مثال افرام ہے صرف چند ہزاروں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ اس ہفت کے ڈیڑھ کا خزانہ کریں گے تو آپ کے لیے اور خزانہ کا سامان کیسے ہے؟“

”میں تو راز کیسے سبکا جانے سے انعام سے خفا خان کو کھینک کر ایک مہارک پر اس نے ہم دیا کہ اس کے لیے چوت سالی کو تیرا کیسے جانے مگر چندوں کے بعد سے اپنی یاد پائی کہ احساس ہوا تو اسے دوبارہ پارکے کا پتلا پڑا۔ لیے کیو چپ سالی نے اس پر احتجاج کیا تو خفا خان نے قہر سے ہاتھ جواب دیا۔

”یہ بھی تو سوچئے کہ خفا میں آپ نے جو خزانہ حاصل کیا ہے، سارا سونا چاندی، جیش جیش ایشا نکو اور تیر کی لوگوں کی بے مثال افرام ہے صرف چند ہزاروں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ اس ہفت کے ڈیڑھ کا خزانہ کریں گے تو آپ کے لیے اور خزانہ کا سامان کیسے ہے؟“

”میں تو راز کیسے سبکا جانے سے انعام سے خفا خان کو کھینک کر ایک مہارک پر اس نے ہم دیا کہ اس کے لیے چوت سالی کو تیرا کیسے جانے مگر چندوں کے بعد سے اپنی یاد پائی کہ احساس ہوا تو اسے دوبارہ پارکے کا پتلا پڑا۔ لیے کیو چپ سالی نے اس پر احتجاج کیا تو خفا خان نے قہر سے ہاتھ جواب دیا۔

تھنہ دھرم

کی لڑائی بڑا چپ چپائے اور ہے۔“ کاظم نے بھی اس کی بات میں اہل مہلات۔

”میں بھی بڑی بڑے سے محسوس ہوں مگر اس کا کیا کیا ہے کہ خفا خان، انہیں کس پر سے مدد دے۔ وہ اس کی کیا بات اور کس شہزادے کو کبھی پتہ نہیں ڈالنا۔“

”خفا خان انہیں لگا کر عظیم الشان مہلاتوں کا کام لیتا ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اس کام سے کب اور کیا تو راز کیسے خفا کی پشت کو چرایا۔

”یہی کا شہنشاہ تھا کہ فراتر قہر سے بہت سے امراء کے لیے ہاتھ دیا تو ان سے شکایت کی کہ خفا میں حصول کام کیا ہے۔ تو راز کیسے سبکا جانے سے انعام سے خفا خان کو کھینک کر ایک مہارک پر اس نے ہم دیا کہ اس کے لیے چوت سالی کو تیرا کیسے جانے مگر چندوں کے بعد سے اپنی یاد پائی کہ احساس ہوا تو اسے دوبارہ پارکے کا پتلا پڑا۔ لیے کیو چپ سالی نے اس پر احتجاج کیا تو خفا خان نے قہر سے ہاتھ جواب دیا۔

”دن بھر میں میری زبان سے بولنے میں ہزاروں باتیں لگتی ہیں، میں کس کا الزام اپنے سر لوں کہ حق سنا ہے کہ تم نے تمہارے لیے تمہیں اپنے ہمراہ پر ہوا بل گیا ہے۔“



”میں تو راز کیسے سبکا جانے سے انعام سے خفا خان کو کھینک کر ایک مہارک پر اس نے ہم دیا کہ اس کے لیے چوت سالی کو تیرا کیسے جانے مگر چندوں کے بعد سے اپنی یاد پائی کہ احساس ہوا تو اسے دوبارہ پارکے کا پتلا پڑا۔ لیے کیو چپ سالی نے اس پر احتجاج کیا تو خفا خان نے قہر سے ہاتھ جواب دیا۔

”یہ بھی تو سوچئے کہ خفا میں آپ نے جو خزانہ حاصل کیا ہے، سارا سونا چاندی، جیش جیش ایشا نکو اور تیر کی لوگوں کی بے مثال افرام ہے صرف چند ہزاروں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ اس ہفت کے ڈیڑھ کا خزانہ کریں گے تو آپ کے لیے اور خزانہ کا سامان کیسے ہے؟“

”میں تو راز کیسے سبکا جانے سے انعام سے خفا خان کو کھینک کر ایک مہارک پر اس نے ہم دیا کہ اس کے لیے چوت سالی کو تیرا کیسے جانے مگر چندوں کے بعد سے اپنی یاد پائی کہ احساس ہوا تو اسے دوبارہ پارکے کا پتلا پڑا۔ لیے کیو چپ سالی نے اس پر احتجاج کیا تو خفا خان نے قہر سے ہاتھ جواب دیا۔

”یہ اس لیے میں نے چوت سالی کو خفا کا حاکم اپنی مقرر کرتا ہوں۔“ اس اعلان کے ساتھ ہی عظیموں کی صف کی صف نے راگ بھجوا۔

چٹائی، اور اصفہان کا بڑا بھائی جواب دہرا لے کر طرف اٹھا، وہ اس قہر والی سے مطمئن تھا کیونکہ چنگیز خان کے باقی ممالک، حکام اور سورت اٹھنے کے بعد اٹھ کر اصفہان کی تکلیف ہوئی تھی۔ خاندان زریں کے سارے امراء اقوال واضح کرنے کے لیے جئے جئے۔ کزیش چہر سالوں کی لڑائیوں میں خفا کا نام و نشان مٹایا جا چکا تھا اور ایران میں اس مصلحت کی خاطر پھینچ کر آئے کنگ کی بیٹی تھی۔ اور اپنے باندگی کی بھی تکلیفوں کے ساتھ ہی ہاتھ باندھ کر اپنے باندگی کی عبادت آسانی سے تم کی جاسکتی تھی۔

ان کے اپنے دل میں سالہا سال کے اس دور فراغت کی وجہ سے روح کی طاقت بہت مضبوط ہو گئی تھی۔ یہ سال دولت سے بچنے کے دوران اس کی طرح بھرے ہوئے گھڑوں کے گلوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ ان کا ٹھکانہ کھانا نہ تھا۔ یہ ایک کنگ کی چنگی کی تو راز میں اور اصفہان کی تعمیرات پندرہ لاکھ گلوں کے گھڑوں میں کینگے کا قافلہ تھا۔ وہ یہ بات سوچ کر خاموش تھا کہ خانہ بدوشوں کا آئینہ بھی خفا کے شہزادوں کی دولت محرومیوں میں کھینچ لائی جاتے۔ یہ دولت سے دو بار ہیں کے ساتھ اور اصفہان شہزادے کو ہاتھ کر اب تک ہی تم کا وقت آ گیا ہے اور یہ بہت بڑے پیمانے پر ہوئی۔ وہ اب مغرب کی طرف بہت بڑے پیمانے پر پھیلا کر سوج رہے تھے۔ شاہان اور لاکھوں نے بھی اور اصفہان کی اس سوج بڑے زور سے فراد اٹھا۔

تو راز کیسے سبکا جانے سے انعام سے خفا خان کو کھینک کر ایک مہارک پر اس نے ہم دیا کہ اس کے لیے چوت سالی کو تیرا کیسے جانے مگر چندوں کے بعد سے اپنی یاد پائی کہ احساس ہوا تو اسے دوبارہ پارکے کا پتلا پڑا۔ لیے کیو چپ سالی نے اس پر احتجاج کیا تو خفا خان نے قہر سے ہاتھ جواب دیا۔

”یہ بھی تو سوچئے کہ خفا میں آپ نے جو خزانہ حاصل کیا ہے، سارا سونا چاندی، جیش جیش ایشا نکو اور تیر کی لوگوں کی بے مثال افرام ہے صرف چند ہزاروں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ اس ہفت کے ڈیڑھ کا خزانہ کریں گے تو آپ کے لیے اور خزانہ کا سامان کیسے ہے؟“

”میں تو راز کیسے سبکا جانے سے انعام سے خفا خان کو کھینک کر ایک مہارک پر اس نے ہم دیا کہ اس کے لیے چوت سالی کو تیرا کیسے جانے مگر چندوں کے بعد سے اپنی یاد پائی کہ احساس ہوا تو اسے دوبارہ پارکے کا پتلا پڑا۔ لیے کیو چپ سالی نے اس پر احتجاج کیا تو خفا خان نے قہر سے ہاتھ جواب دیا۔



جاسوسی ڈائجسٹ

ایک ادارہ، چار ماہانہ مطبوعہ

جاسوسی ڈائجسٹ سب سے زیادہ شہرت یافتہ اور سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔

جاسوسی ڈائجسٹ سب سے زیادہ شہرت یافتہ اور سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔



جاسوسی ڈائجسٹ سب سے زیادہ شہرت یافتہ اور سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔



طلوں کے ساتھ قلعہ پاس کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس کی دلچسپ داستان کا دورہ تھا جس نے سیدہ قطعی سے کیا تھا کہ اس کے بیٹے قتل ہو گئے تھے۔ یہ زیادہ بہتر استاد مقرر کر کے گئے۔ اسے اس کی پیشین گوئی کے چناؤ پر کسی اعتراض تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ترکوں کو، جو ابھی اسی طرح متدارک نہیں ہوئے تھے، اس کے ملک میں گھسنے پائیں۔ بڑے روڈوں کے بعد 1236ء کے موسم

مگر اس میں ان کی کئی فوج آہستہ آہستہ آ رہے تھے۔ لہذا صرف چیزیں فوج کے لیے مہیا کر کے بلکہ راہوں کا رکاوٹیں بھی دور کرتے تھے۔ ان کے پیچھے تل لگاڑیاں چڑھانی چلی آ رہی تھیں۔ ان کے پیچھے سے لگ لگ کر آواز آئی۔ ان کے گھوڑے سیاہ سیاہ کبکھرتے تھے۔ جن کی آواز سن کر فوجیوں نے تڑپا کر دیکھا۔ سوار بے آواز تھے۔ تل گھڑیوں پر چڑھیں اور آتش بار گولا بارود تھا۔ یہ گولہ کھک اور دوسرے آتش کی بارے تھے ان پر اسرار سے آتھیں اسلئے کے ساتھ ساتھ چلے جا رہے تھے۔

فوج کا ہر دستہ دس دس کی اکائیوں میں بنا ہوا تھا۔ یہ دس دس سپاہی سالہا سال تک ایک دوسرے کے ساتھ رہتے۔ ان دس سواروں کا جھنڈا "اوگ خان" کہلاتا تھا جس کے نئے ان کی حفاظت اور نوبت دینے والی ہوتی تھی۔ اس طرح انتظامی سطر طریقے سے فوج کے دوسرے حصوں کو ترتیب دیا گیا تھا۔ چنگیز خاں کا سب سے بڑے بیٹا جو جی خان ایک عمر سے سے جلاوٹی کے عالم میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس نام میں اوزدانی نے داغی سے کام لیتے ہوئے اس کے بڑے بیٹے باؤخان کو بھی اس نام میں شامل کر کے اسے مغرب کی جنگ والی قوموں کا خاندان بنا دیا تھا اور

اسے اس کی کم کا برائے نام سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ سو یونانی نے دسمبر 1237ء میں شمال مغرب کے بڑے روڈی شہروں پر حملہ کیا۔ ٹرودی کے سینکڑوں روڈی بارہ قلعہ بند شہر تیار کر دیے۔ دسمبر اور مارچ کے مہینوں کے درمیان کے آواز اور ہاتھوں کا خاتمہ ہو گیا۔

جنوب کی طرف روانہ ہوا اور کچھ عرصے تک وہ تازہ شروع کر دی۔ کچھ مہینوں نے قلعہ کو تازگی بلندیوں تک گھر کر مٹی اور ان کی مٹل فوج سے رابطہ قائم کر لیا۔ ان ساری مہمات میں فوج میں تو موات پر تو موات کرتے آگے بڑھ

عبدالرحمان نے دیکھ لیا۔

”جاتا ہوں۔ یہ سب خاقان کو دے تم مجھے جو عیروں کے علاوہ شورے میں جن کی وجہ سے سلطنت صاحب کا شکار ہوئی جا رہی ہے۔“ لیو چت سائی نے اس کاٹے ہوئے سچے میں کہا۔

”تم مر کے اس میں سے جا کر ادا ٹول بیٹھے ہو۔“ حرم خاقان پر اڑام لگا رہے ہو۔ ”عبدالرحمان نے پتہ پڑا۔ ”خیران! میں جانتا ہوں، تمہاری جذباتی عمر ہے اور مجھے پگھلے پگھلے تمہارے سب میں کسی کو بیان نہیں ہے۔“ لیو چت سائی آقا فریخت پڑا۔ ”میں تم کو کھاتے اور آگے بڑھ جاتی کہ لیو چت سائی خود ہی دوسری طرف نکل گیا۔ عبدالرحمان نے ساری باتیں تو دیکھ کر ہی گوش گزار کر دیں۔ اس نے وقت کا طوفر کسی اس کے قریب ہی بیٹھی تھی۔ اس نے اسے نہیں کر فوراً جھڑپ دی۔

اس کی نہ یہ ساری ڈسے ادا کی اسے سوئی جا رہے۔ لیو چت سائی نے لگا لگا کر فرسکا ہے۔ ”ہاں! یہ بھگت ہو۔ میں آج کلک میں خاقان اعظم سے مل کر رہی ہوں۔“ بیکر کو دھسے میں پھینکی گئی شکل میں چلی گئی عبدالرحمان اور فاطمہ ماہیں چلے گئے۔ ایک بار پھر تو دیکھ کر لیو چت سائی کی باتیں خاقان کو بتاتے ہوئے اس کو ہار دے سے بنائے اس خند شریع کر دی۔

”میں! جو پھتا ہوں اس پورے جگتھے سے۔“ خاقان اعظم نے فیضے میں کہا اور گارے دوڑنے لے لیو چت سائی کو دربار میں بلوایا اور پھر میری سے پوچھا۔ ”کہا تم ہادی خاندقت کر رہے ہو؟ کہا تم ان لوگوں کے لیے رو رہے ہو۔ جنہوں نے تمہارے لیے کسی بگھٹن کیا؟“

لیو چت سائی نے جواب دیا۔ ”میں اس لیے رو رہا ہوں کہ اس سے لے لوگوں کے لیے آفت اور مصیبت کا آواز ہو رہا ہے۔“ یہ بیکر کو اپنے جیسے میں چلا گیا۔ ستمبری خیر گاہ میں اضعالی اپنے گھر سے جہاں پڑا تھا تو رو دیکھ چت سائی کے میں یہ پوچھنے لگا کہ خاقان اضعالی تو ہے جس وقت حرکت پڑا ہے۔ اب حکومت کا ہم قسٹ نہیں بچے۔

”تین سال تک میں نے غلطی بہتری کے اصول پر چلایا ہے۔ جو بہتری اور اضعالی کی بات کہ وہ میں نے اسے اور اس کے ظلم کی تو میں نے اسے سزا دی۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی کہ خاقان نے میرا سنے میں مجھ پر اطمینان کیا مگر اب میں دیکھ رہا ہوں کہ ممانعت میرے ہاتھوں

سے بھی نکل رہے ہیں۔“ لیو چت سائی نے مکی ہوتے ہوئے کہا۔

”لیکن آدو تہہ ہمارے علم ریش چلانے کے لیے تالوں کی ضرورت ہے۔“ تو راکین نے تجویز دی۔

”خاقان کے فرمان کے بغیر کسی تالوں میں تہدی نہیں کی جا سکتی۔“ لیو چت سائی نے جواب دیا۔ ”آپ کو اس بات کا علم ہے کہ راکورم کے امراء میں اور دوسری بار میں میں کسی سرگیاں اور مہاراج ہیں۔ آپ کو پتہ نہیں چلتے کہ اس کے لیے کتنے تالوں میں بنائے تو ہے جتنی میں مزید اضافہ نہیں ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ اس نے کہا۔

”بھئی اس کی نہیں۔ میں اس کی تالوں کا پائندوں جس کا ذکر سامیں کیا گیا ہے۔“ لیو چت سائی نے اپنی شکل نعل ستارہ بنا۔ تالوں تو نہ پڑا جا سکا۔ لاپتہ یہ ضرور ہوا کہ عبدالرحمان کو لگان دوسرے کے لیے جین کا انضمام سے جو رشتہ جیسا کہ ہم سامیں چاہیے اور اضعالی کو کی قدر افادہ ہوا۔ اب بھی وہ تیر گاہ چھڑ کر زیادہ آرام دہ گلہ میں منتقل نہیں ہو چکا تھا۔ لیو چت سائی نے اسے باہر نہ جانے کا شور مچا دیا تو اس کے خلاف پھر سردار ہو کر ظاہر کھینچنے لگا لیکن خود ہی یہ بعد ایک وقت سے اس کو دہلا کر رکھ دیا اور وہ اس اپنے جیسے میں آ گیا۔

11 دسمبر 1241 کی رات اضعالی اپنے جیسے کے گھر سے بیٹھا پھر سے شراب نوشی کرنے میں مصروف تھا اس کے ساتھ دو لاکھ ادری تھے۔ جن میں ایک بیرون وطنی تھی اور دوسرا اس کا بھتیجا تھا۔ یہ دونوں ختا سے بطور مہمان آئے تھے۔ اضعالی نے انہیں خوش آمد کہا اور اس کے ساتھ گرم سرد شراب کے جام خالی کرنے لگا اور چھرات رات دوسرے میں سر گیا۔

صبح کو دوسری راتوں میں اضعالی کو مہرہ پایا۔ ماتم شروع ہوا آئے۔ دونوں پر کسی الزام لگایا جانے لگا جو اس کے ساتھ شراب پی رہے تھے۔ بعض نے کہا کہ سیدہ کو ظلمی کی کہن نے خاقان کو ہر دے پایا ہے۔

چلاز خاقان کو ایک طاقتور سردار اور اپنی دانی یوان نے یہ خبر سن کر تو اس نے درشت لیجے میں اس کی تردید کرنے سے کہا۔

”یہ کیا فریفتا ہے۔ خاقان ہمیشہ ضرورت سے زیادہ چور مارا ہے۔“ خاقان کو بتام کرنے سے فخر ہے اس

نے کسی اور کے ہاتھ سے زہر کیوں بنا۔ میں اس کا وقت آچکا تھا اور میرا۔ کسی کو اس کی بیوروہا میں نہیں کرتی پائیں!۔“ سب نے اس کی بات کو سن لیا۔ دستور کے مطابق یہ حکم نافذ کیا گیا کہ راکورم کے راتے بھر گئے جا میں۔ کسی تاجر یا اہلی کو راکورم کے دروازوں کے اندر آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ان کی کم کو کئی گھنٹے تک نہیں گنیمہ گاہ، بے خبر پائیں جا سکتا تھا۔ خیران خاقان کے جنہوں نے بجز خاندان راکورم کے قریب رہتے تالوں کی پھینکانے کا ڈر لیا تھا۔ سرائی پر مسافروں کو روک لیا گیا۔ خیر گاہ میں اور دوسری دروازے چارے کے لیے ایک سے تیز کر کے تو یوں کہ دو ڈھیر تالا کو جلا دینے میں آوارہ گم رہا تھا۔ آواراج جو کہ یورپ کی ہم پر بربر پھینکی اس کی طرف ہی پیغام بھجوایا گیا کہ دروازے کی دہن کو دہاں چلے جا میں جہاں میزوں کی قردانی مستعد ہونے والی ہے۔

اضعالی کی موت سے جو سب کو آذرائی کی تھی۔ سب سے زیادہ راکورم اور اضعالی تو راکورم تھا کیونکہ چنگیز خاں کے خاندان میں سب سے زیادہ بزرگ چنگی تھا جو بہت بڑا ماہو چنگی تھا اور کثرت شراب نوشی سے اس کی موت بھی جواب دے چکی تھی۔ اور دوسری کوئی اس خاندان میں ایسا نہ تھا جو سلطنت کے بار کو اٹھا سکے۔ گھگھوہے یہی خاقان بننے سے پہنچی تھی۔

اضعالی نے دم توڑ دیا تو خاقان اعظم تو راکین کی بگھٹ میں ہی اس کا تھا کیا کرے۔ فوراً لیے لیو چت سائی سے مشورہ کرنے چلی گئی۔ ”اب خاقان باقی نہیں رہے تاج اضعالی کا دربار کے چھ بچے؟“ لیو چت سائی نے جواب دیا۔ ”خاقان نے مرنے سے پہلے ایک وصیت نامہ تحریر کر لیا ہے۔ ہم اس کی نسیل کے سوا اور کسی نہیں تھے۔ ہم انجنیوں کے ہاتھ حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے تھے!“

تو راکین کو اور جواب کی توقع تھی لیکن اس ختانی کی اپنی خجیت تھی کہ اس کو اس وقت کا لوٹھانے کو تھا چنانچہ قہہ جو تو راکین اچھالی تھے سے عالم میں دیکھیں وہی اور اپنے دوسرے مشیروں سے اس کے طلب کی۔ جنہوں نے اس کی یاد دلائی کہ اس کے دوسرے کے مطابق دوسرے اس کی بگھٹ کی اس وقت تک رہا یا اور اس کی اطمینان کی تمہاں ہوتی ہے سب کی اس کا جائز نہیں دیکھیں جاتا۔ اس لیے اب وہ خود اضعالی گھرانے کی مر تاج ہے اور خان حکومت

اس کو ہاتھ میں رکھا ہوگی۔ تو راکین جا اپنی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے آپ کو سربراہ سلطنت بنانے کا چنگیز کرنا ایک اور داغہ دہنا ہو گیا۔ اضعالی خاقان کو اطمینان کرانے کے مرنے کے بعد چو بیواں وراثت میں لیں، میں نے سب سے ایک سو فی گھی تھی۔ تو راکین اور جیز توڑ میں مصروف جب اس نے اپنے سربراہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس نے اندر ہی اندر چنگی کی اضعالی کو اپنا ہم نوا بنایا تھا۔ اس نے اعلان کیا چنگر وہ اضعالی کی بیواؤں میں سب سے بڑی ہے، اس لیے حکومت کرنے کا حق اس کا ہے۔ اور لیو چت سائی کا اپنا استدلال تھا۔۔۔۔۔ سلطنت مردہ خاقان کا حق تھی جو اس کا حق تھا۔ اس پر اس کے حکم دے کر گئیے اختیار حاصل ہو سکتا ہے۔“ اس نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”یہ تو قسٹ ایک ایسا نہیں ہے جن کی ساری اطمینان چنگیوں اور یوزوں پر مشتمل ہو۔ لہذا تمام بڑوں اور اہل ہاروں نے آپس میں مشورہ کیا ہے۔ اب مسطین پورے چنگی سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ جگتہ رتاج کو قبول کرے!“

لیو چت سائی کو ہر سے محاز پر لڑنا پڑا تھا۔ ایک طرف سوئے کے خان حکومت کو چنگی کے بیڑوں کی مدد سے اپنے ہاتھ میں لینے کا اعلان کر دیا تھا اور دوسری طرف لیو چت سائی کا فیصلہ تھا۔ جس کا احترام آج تک چنگیز خاں کا خاندان کرتا پایا تھا۔ اس کی میری کی عادت اور لاپتہ و مت صری اسے بے یقین ہونے لگی۔ وہ فوراً چنگی کے پاس پہنچی اور اسے مارنے حالات کے بارے میں احساس دلایا کہ عیال کہاں تک پہنچ چکا ہے۔ جب پورے چنگی کے بڑے نکل اور یقینان سے جواب دیا۔

”میں اب اپنے بڑے حاملے اور دروہی کی وجہ سے اس دوسرے سے مجھ پر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی خود میں صحت پاروں اور سخت رتاج بڑھا ہوا خفاں۔ دیکھنے کی تھی دستور کے مطابق تمہارا دعویٰ درست ہے۔ جب تک قردانی کی اور خاقان کا انتخاب نہیں کریں گے۔ اس وقت تک تم حکومت کے کاموں کو چلا اور نہ سکتی ہو۔ درہی سوئی اور اسیروں سے بیڑوں کی تو میں اپنے بیڑوں کو تمہاں کر دے گا۔ وہ اس کی عیالت نہ کریں اس پر بھری عورت کو لگا نہیں دے سکتا۔“

”یہ بھری گوت ہے تو میں خود نہٹ لوں گی۔ یہ میں جانتی ہوں کہ سائب کا سرگ طرح چکا جاتا ہے۔“ یہ

کہتے ہوئے وہ چٹائی کے پاس سے اٹھیں آگئی۔ وہاں تک کرب سے پہلا کہ اس نے یہ کیا ایک فرمان کے تحت عبدالرحمان کو اپنی سلطنت کا وزیر اعظم مقرر کر دیا اور یہ پوجت سالی کے ساتھ دوسرے مہم جوئے اور اس کے ماتحت کر دیے۔ اس نے اپنے ہاتھ سے فرمان بردار پڑھ کر دیے۔ اس نے وزیر عبدالرحمان سے خزاوں کے سر رکھول دیے اور خاندان عربی کے عزیزوں کو بھانجے۔ اسے مال کر دیا۔ اس نے قاتان اور انڈالی کے افسروں کو گرفتار کر لیا۔ اس کی زور تھمیں کر کے اتحاد کے زور دیوں کو لگا دیا۔ اس کا مہم جوئے تقریباً ایک سال تک گیا۔ اس دوران میں بھی وہ اپنے ہتھیار باری رہی لیکن تورائین نے اس کی ایک نئی پٹی دی۔ اس کو بچا کر خلیفہ طور پر اہوائی کا مہم جوئے چمکانی اور تباہی پہنچائی۔ لیکن سورن کی مدد کرتے تھے۔ چنانچہ اس نے اپنی فوجیں اس کے گرفتار کر کے لے لیا۔ وہ دونوں فرار ہوئے۔ اس کا مہم جوئے اور تورائین کے بیٹے قاتان کے پاس پہنچے تھے۔ وہاں سلطنتیں پاکستان کی طرف سے مہم جوئے چمک رہے تھے۔ وہ دونوں میں پناہ میں چلے گئے۔ تورائین نے بھی ان کا بچھانا چھوڑا۔ اس نے کیریڈوں کو مقرر کیا۔ اس کو گرفتار کر کے اس کے دربار میں بھیجا گیا۔

تورائین کے ایک بھائی اٹھانکات نے سورن کو ایک لڑکا دیا۔ سورن کو پتا تھا کہ تورائین کی بیٹی سے نکاح ہوا ہے۔ وہ اپنے بیٹوں کے ہم عمر ہو کر نکاح کرے۔ چنانچہ اس کی بیوی کو گرفتار کر کے ہونے چٹائی خانہ کارانے انہیں قید خانے میں لایا اور 1242 تک دہرے لے لیا۔ اس کی طاقت و بارود حاصل کر دی اور خاندان اعظم کھلائے۔ اس کی جگہ عبدالرحمان کو وزارت ملی۔ اسے وہی کی ہے۔ اس نے بڑے بھٹے سے کہا۔

"ان اٹھانکات کی بیٹی نہیں کی جاسکتی کیا وہ ملکہ ہے جانتی ہے کہ کئی سال کی خدمت کے عوض بھٹے مزائے موت ملے۔" بڑھو۔" لیے لیو پوجت سالی اپنی ذمہ داری کا تقاضا تو اس کے مقابلے پر تورائین کی بیٹی ہم کی تھی۔ اس لیے لیو پوجت سالی کے مقام اور اہمیت کا بھی ہم کو پتا تھا۔ وہ اس سلطنت کے بانیوں میں سے تھے۔ وہاں اس نے سلطنت کے لیے اپنی اپنی زمین خاندانوں کو دے دی۔ اور وہ بہت قبول ہوئے۔ اس لیے انہیں ہم تو نہیں ہی نسبت و تہذیب

ہونے سے بچا گیا تھا۔ لیو پوجت سالی کی وجہ سے ہمیں اور دشت کے دربار میں داخلے کا سلسلہ قائم ہوا تھا۔ اس لیے تورائین اس کی تحریف اور عزت کرنی کی ضرورت نہ تھی۔ ہاتھوں اور اپنے طاقت کے ہاتھوں کے ہتھیاروں کے باوجود عبدالرحمان نے حصول اور نگران میں اطمینان کے افسانے کی بجز دوش نہیں کی۔ اسی دوران قاتان ساز چٹائی کی بھی اٹھانکات ہو گیا جس کی وجہ سے تورائین کی اپنی طاقت میں بہت اضافہ ہوا۔ وہ دھم دھم ہوئی۔ باہمی کے عام میں چٹ سالی کی تمسخر سے تکار ہوئی۔ ہو گیا۔ یہ ان کی تاریخ کا پہلا تصادم تھا کہ ایک صورت کا مہم جوئے اس سلطنت کی دینا کے کاروبار کو چلا دیا تھا۔ اور تورائین کی جواب اپنی عمر کے ساتھ سالوں پر پہنچ چکی تھی اور وہ انڈالی کے سوا ہر کسی کو بد چل نظر آتی تھی۔ اس میں دشت میں پیدا اور جوان ہوئے۔ وہ اپنی عمر میں ہی طرح طرح کی پٹیاں تھا۔ بہت مہر کی اور وہ بڑا عہدہ بھی پورا کیا۔ وہ اپنے وقت حوصلہ رکھی تھی۔ اسے اطمینان کی بڑی مہارت تھی۔ وہ نجات کے ایام سے پہلے ہی کئی کئی کھنچ چکی تھی۔ اس بات پر متفق تھے۔

تورائین بڑی دانشمندی اور اپنی خدمت کے مطابق حکومت کرتی تھی۔ عزت ہونے کے باوجود اس میں انڈالی کے مقابلے کے مقابلے میں اپنے آپ کو کمزور دیکھنے کے خلاف اسے اصرار بھی تھا۔ اس کی بڑی شان و حرکت کے اصرار باقی تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑا ہی عاقل اور پختہ تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس سالی سے اپنے بیٹے میں کوئی آگ کے لالہ کے پاس بھی ہو سکتی تھی۔ اس لیے اسے فوراً تم کے میں آرام کرنا پڑتا تھا۔ جہاں اٹھانکاتیں اور خاندان بڑی گاری کے فرسے پر مبنی مورتیوں کو اٹھانکات تھے۔ اسے ایک طرح سے اس مورتیوں کی یاد دہانی اور اس کی یاد دہانی تھی۔ یہ سیکھو کہ انڈالی خاندان کی سرداری تھی وہ بچہ ملکہ نہ تھی۔ خاندان زریں کی سرداری تھی۔ اس بات کو چٹائی نے بھی اپنا ماتا تھا۔ تورائین کی جگہ پر اب مہم جوئے کی منتہی نے جہاں ذوال اردی میں اس کی جگہ کو جھلسا کر رکھ دیا تھا۔ وہ اپنے شوہر سے بھی زیادہ شائبہ مزاج اور آرام پسند تھی۔ اس کی وجہ سے چٹوں کے لیے اطمینان اور طاقت کی خواہش تھی۔ اس کے لیے وہ فریاد کو جابجہ کرتی تھی۔ تورائین مشکلوں اور کاروں سے نہیں ڈرتی تھی۔ دوسرے اپنی قوم کی طرح اس کا دل کافر تھا۔ اس لیے اسے خاندانوں میں فتح ہوجانے تو کیا حرج ہے! فاطمہ نے کچھ سوچنے

پر مہم جوئے کر دیے جو اس کے وزیر عبدالرحمان کی تحویل میں بھی تو اچھی ملکوں کے سوا اور بھی موراہ ہو کے اس کے قتلوں پر بڑی اطمینان اور پختہ بندی سے سونے چاہتی تھی۔ ڈیڑھ لاکھ بڑے ایک لاکھ بڑے ایک لاکھ بڑے ایک لاکھ تھے۔ اس کے حصول کی کوئی دہانتا نہیں تھی اور جو عبدالرحمان کے حسن انتظام سے حاصل ہو سکتی تھی اور جو اس ہوشیار بیوی کی زیر قیادت کے طور سے حاصل کی جاتی تھی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ ایک ناپاک بیٹی اس کے بڑا نیک بندہ اطمینان سے بیویوں سے آگے تھی۔ اس لیے اب وہ لیے... بہت سالی سے بھی مشورہ لینے کی زحمت نہ اٹھاتی تھی جو فوراً تم کے اپنے مکان میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ پوجت سالی کو اس بھی پر اعتراض تھا کہ انڈالی خاندان اس قدر مہولت سے آئی دولت سمیٹ رہا ہے۔ وہ اس کو ہر جگہ پر "مہم جوئے تخت کی جگہ لیتے ہیں۔ وہ ہر بار ہر طرح کا غلبہ ہے۔ حصول کا نظام ہمیں ہے۔ ہر بار ہر طرح سے پڑے سڑے ہیں۔ جن کا واقعہ ہم سے ہے کہ انہوں نے وہ خلاف قانون لوٹ مار کی طاقت ہے!"

لیے لیو پوجت سالی کے لیے یہ بات کسی حد سے کم نہ تھی کہ اس نے تین سال تک چیخے، اٹھانکات اور تورائین کی خدمت میں رہا ہوا تھا۔ اس کے اصل گلا۔ اس سے سب کچھ سمجھ کر اسے قید خانہ کی لٹکا دیا گیا۔ اس کی آمد سے وہ مہرعت (لاڑھے) والے سال کے باچوں میں تھے۔

جب لیے لیو پوجت سالی اٹھانکات اور عبدالرحمان کے ساتھ تھیں تو تورائین سے اشارہ کیا کہ جو بعض اہل علم سے ملنے سے چٹائی کا خاندان بھی اس کے پاس بڑی دلچسپی ہوگی۔ اس کے کرنے کے بعد اس کی یہ دولت خاندان اور انڈالی میں منسلک ہو جاتی ہے۔

تورائین چٹائی... وہ صرف چیخے کی اور اسے زریں کی اور اس خاندان نے لیو پوجت سالی کی دل سے عزت بھی کرنی تھی لیکن لوگوں کے اسانے پر اس نے اپنی بیٹی قیادت سے مشورہ مانگا۔

"تم جانتی ہو کہ لیے لیو پوجت سالی کے کرنے کے بعد لوگوں میں کیا سا لہ زور پکڑ رہا ہے۔"

"اس میں حرج نہیں کیا ہے۔ اس نے اسے اس خاندانوں کے ساتھ گزارے ہیں۔ بیٹیاں نے اسے شہر دولت کی فتح کر دی ہوگی۔ اور اب وہ آپ کے خزاوں میں فتح ہو جانے تو کیا حرج ہے!" فاطمہ نے کچھ سوچنے

تورائین نے کہا۔

اس کی ساری دولت کو ضبط کر لیا گیا۔ اس کے خزانہ یا دولت تو نہ تھی جن کی انہیں تلاش کی۔ البتہ خزانہ سے اس کے ایک درجن کے قریب بائیس لاکھ روپے ملیں جن سے اس کے ایک اپنا دلی بھلا تھا۔ ہمارے مسودوں اور کتابوں کی انار یاں میں کسی ایک کی پلٹریں تھیں جو اس خاندان سے اپنے ہاتھوں سے بھی مقرر ہوئے۔ اس کے خزانوں کا ذخیرہ تھا جن پر کسی اور سیکھ مر مرے نغمے تھے۔ اس کے علاوہ اور کچھ تھا جو تلاش کیے والوں کے ہاتھ آتا۔

تورائین جہاں سے حد بندی تھی وہاں دوسری عورتوں کے معاملے میں بہت ہی مزاج تھی۔ وہ صد کی حد تک ان عورتوں سے بڑھتی تھی جو کسی بھی معاملے میں اس سے آگے نکلنے کی کوشش کرتی۔ خاص طور پر سیدہ زینب بنت علی کو تو وہ اپنا قریب خاص سمجھتی تھی جو خود بھی چیخے خاں سے ایک بیٹے کی بیوہ اور ایک بڑے خاندان کے سردار کی تھی۔ تو اس وقت سے نہیں کرتی اور مزاج بظاہر عورت سمجھنے کے لئے تھی۔ اس نے اپنی جگہ کے وجہ سے یونان کی رومی ہوئی تھی۔ اسے لٹاکر دیا تھا۔ وہ اپنے بچوں کی تعلیم کے سوا اور کسی بات کی طرف نہ دیکھتا اور وہی اور ہی پروا کرتی۔ وہ اس بات کو بھی سمجھتا تھا کہ اس کے بیٹے کی خاندان زریں کا ایک حصہ ہے۔ اس کے بچے کو تو وہ انڈالی خاندان سے لڑا۔ تورائین نے اپنے کرنے کے لیے عرب کی فوج کے ساتھ سودانی کی کامداری میں اس کی بھیجا تھا کہ اس وقت تک وہ... شہزادہ اہل دشت میں عزت حاصل نہ کر سکا تھا۔ جب تک وہ میدان جنگ میں فرج کی قیادت نہ کرے۔

تورائین کی حد کو چھانی تھی اور سوائے کان ورنہ سے اپنے دل فاطمہ کے اور ہر پڑنے دل کا مہم جوئے نہ کر تھی۔ بیوہ کھنڈیش اور بڑے سرداروں سے بھی تھی کہ وہ اس کے قیود کو اپنی اولاد تکبر سے... تخت کا بچے کو بھی اس کی ایک کاٹ تھی کہ خاندان کے لیے انڈالی نے اپنے بچے پے

شیراموں کو اپنا دوست مقرر کیا تھا جو تورا کیز کا کھانا کھنا تھا کہ جب چنانچہ نہ تو کھینچے تو اسے مراد میں منگا کر۔

☆☆☆

قرودا کی اذیت یا تو باقی اس میں شہریت سے انکار کرنا تو فوراً کیز کے دم پر خاتما خان نے زبردستی کی دوری قرودا کی تلخی جھیل کے کنارے ہاتھ بھر منتہی جانے۔ 1245ء میں چند مہینوں کے لیے ایک جھیل کا پرناؤ دینا کا وعدہ کر لیا گیا۔ یہاں دو لاکھ سو روپے کے لیے سرائے اور (شاہی) کے اطراف میں نصب کیے گئے تھے لیکن لوگوں کا رش اس قدر زیادہ تھا کہ لوگوں کو کھینچنے کا ہے پھر گھوڑوں سے اس کے ایک جگہ نہ تھی کسی مہمانوں کی سحر تو یہ جھیل میں شغل کا۔ اس پر چاروں کو کھانا نام تمام مہمان سے خاتما خان کے لیے تحائف لٹائے تھے۔ یہیں تاجدار قویوں کے آگے اطاعت کے لیے آئے تھے۔ ارضیانی تو دل اور پھیلنے کے خاندانوں کے تمام اراکین اپنے دور دراز علاقوں سے قویوں کی قردا کی نشیاتی اور تاج کاٹنے میں حصہ لینے آئے تھے۔

نشیاتی کے دوران تین بڑے خاندانوں کی اولاد کے دل میں ایک طرح کا خوف اور ڈر تھا۔ باقی اپنے عزیز کی قردا کی میں نہیں آیا تھا اور انہیں چکچکر خان کا قول یاد تھا۔ "جو دور دور ہو جائے گا اور تین آئے گا وہ اس پتھر کی طرح ہوگا جو گہرے پانی میں گر جائے گا۔ اس تیر کی طرح جو کسی کسی گھاس میں جا کرے۔ وہ غرلوں سے اوجھل ہو جائے گا"۔

دوب قویوں سے بھی ڈرتے تھے۔ اب جبکہ وہ خاتما خان بن گیا تھا تو وہ کسی کو بااہتمامت اسٹبل کے پاس یا اپنے کنبہ کو نہ تیار اور خوفناک کرنے کے لیے کسی کی اذیت کرنے دیتا۔ اس کا مزاج بھی اپنے رادار کی طرح سخت اور شاندار تھا۔ کچھ بڑے... یہ سمجھنے سے چکچکر خان کی روح کا دل ہواں پر ہم سے کل قویوں کے پانچ تیس میں طلوع کر گئی ہے۔ اس کی محبت میں وہی دوستی نہیں کرتے تھے۔ قویوں کی محبت فکری طور پر ضعیف کسی وہ اکثر نعلیں بنا رہا تھا اس کے بار بار شرم سے تنگ نہ ہو کر شہاب کے سار فرس اور خرب صورت لڑیوں کے گھر میں رہتا اور درویش تھا۔ اپنی لیسے کی تپاری بیڑی چلی چاہتی کسی کیلیں اسے پر ہادیوں۔ دن کو اسے بانگھریا کے دور سے بڑے اور وہ کسی سے بات نہ کرتا تھا۔ یہیں میں دوسب سے بازی لے گیا تھا اور اس کی ترنا کھی کر اس

محلے میں اسے اپنے والد سے زیادہ شہرت حاصل ہو۔ نیا خاتما خان امراض سے پریشان ہوا اپنے ارادے کی پختگی سے کرسم، اپنے ساتھیوں سے الگ ٹھکانہ اور توں کو شہاب و شہاب میں ڈوب رہا تھا۔ اس نے خاتما خان بننے کے اپنے ہی باپت اور درویشیوں کو گہر سے طلب کیا۔ اس کے اس اقدام سے دو پاروں کے حوصلوں کو بلند کیا تو شکستے کلاکت سے کدفا حاصل گئے۔ لوگوں نے سب سے پہلے نالی شہیدہ باز عبدالمحمان کے متعلق اس کے کان

"اس کے تعلقات ملکہ اعظم سے ہیں اور وہی ہے منہ بھی میں سرفروست ہے۔" کسی نے کہا۔ "وہ انتہائی چالاک اور شہیدہ باز ہے۔ اس نے مکاری سے ملکہ کو بے وقت بنا رکھا ہے۔" دوسرے نے بتایا۔ چنانچہ اسے فوراً عبدالمحمان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ پھر اس سے پہلے اس کی مشاورت ملکہ اعظم اور عبدالمحمان کو مل کر اس پر کسی کا ہوا ڈالیا، اس نے عبدالمحمان کو گل کر دیا۔ یہی حال، انڈو ری دزیوں کا چننا ڈر کے آئین

تعلق شہروں کو لگا کر اور خاص طور پر جب اسے عبدالمحمان کے گل کی خبر ملی تو وہ قویوں سے بے حد براہ راز ہوئی مگر قویوں نے اس کی ناراضگی کا وہ ہر خیالی نہ کیا۔ عبدالمحمان کے گل کا قصہ اس کی یاد ہوا تھا اور اس کی گردنوں نے اس سے شکایت کی کہ اس کو نہ کبیر خاطر کا اس کی والدہ تو را کیز بہت اثر ہے۔ انہوں نے سب دور کھینچا تھا اس کے گوں گرا کر دیا۔ وہ مزید زور سے کرتے تھے۔

اگر اس وقت وہ خاتما خان پر اثر انداز ہی تو بہت مجذوبہ وقت آجائے جب اس نے اعظم الشان سلطنت پر اس کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ انہوں نے قویوں کو یہ بھی یقین دہانی پر یاد اور ہمدردی مانگی ہیں کہ اس کے گل کی بیکندہ اس کے جاودہی کے ذریعے تپاری والدہ کو تپا گیا اور ہے۔ قویوں نے حکم دیا کہ فاطمہ کو اس وقت اس کی والدہ کے لیے سے گردنا کرے اور زبردستی بڑا کر لیا جائے اور پھر اسے بہتر کر کے ڈوئے لگائے جائیں۔ اس نے حکم کی عمل کی گئی۔ سوا تو را کیز کے لیے جسے فاطمہ اور تو را کیز کی بات پر پناہ پختہ کر دیا کی اس۔ انہوں نے آگے بڑھ کر فوراً فاطمہ کو بیچ لیا اور

اسے زبردستی ساتھ لے جانے لگے۔ "یہ کیا بڈبڈی ہے۔" تو را کیز نے چناہلی۔ "خاتما خان کا حکم ہے جسے پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔" سہیلوں نے جواب دیا۔

"یہ حکم ہے کہا ہے فوراً چھوڑ دیا جائے۔ میں خود قویوں سے بات کرتی ہوں۔" تو را کیز نے غصے سے کہا مگر وہ اسے زبردستی ساتھ لے جانے لگا۔ اسے لے جا کر اس پر اس قدر تشویر کیا گیا کہ اس نے جاوید گری کا اقرار لیا۔ شکل جاوید گھولنے سے پہلے یہ اطمینان کر لیا کہ اس کے جسم میں جو روح جاچکی ہے۔ وہ اس کے سر سے بے ہوش کر اور اس کو نقصان تو نہیں ہونے دے گی۔ انہوں نے اس کے سر کے تمام بال کاٹ کر اس کے جسم پر تشویر کر کے... اسے ڈوبنے سے... عدلی میں گھس لیا۔ اسے فوراً کیز کو حد پھر آ کر قویوں نے اس کے غصے کی تقاضا پر اندکی۔

اس طرح کر زور سے قویوں نے اپنے سیز اور نورانی فیصلوں سے اس خاندان پر دش سلطنت کے احاطات کا رخ پھیر دیا۔ وہ اپنی والدہ تو را کیز کی طرح چار زین پر بیٹھے بیٹھے حکومت کرنے کے حق میں تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ دشمنوں کے خلاف جنگ کے مسلوں کو برقرار رکھے۔ وہ ہماری دنیا پر اپنی توہم کی برتری تسلیم کرنا چاہتا تھا۔ وہ ان علاقوں میں چکچکا چکچکا چکچکا تھا جس میں ابھی تک ان کے گھوڑوں کی تاپوں کی آواز نہ سنائی دیتی۔

تو را کیز کو اپنی زندگی میں پہلی بار ایسا لذت آہیز گشت ہوئی تھی۔ وہ چار زین نشینی کی اور بہت دھری میں شہر سے بھر کر وہیں آئی تھی مگر پھر وہ اس نے بہت سے ہماری وہ جانچنی کو بھیجے اور فدائی اس سے محبت کرتا تھا اور اس کی وہ دشمنوں کا تھا۔ اس طرح اس کا پیارا... چکچکا بہت کا تھا۔ خاتما خان قویوں اپنی جی اہل فاضل کی باتیں غافل سے چننا چننا ہی اس نے گل چا لیا ہے۔ اس نے فاطمہ کی قربت حاصل کرنا شروع کر دی تھی۔ اسے دور اور اقتدار میں اس نے اہل فاضل کی ہر طرح سے مدد کی تھی۔ اب جبکہ قویوں کا خاتما خان نے حکم دیا کہ چکچکر خان کو اپنے آپ اس جسمی سلطنت میں آویں خاتما خان تصور کر کے قویوں کے خاندانی احاطات میں بڑی زبردستی سے اپنے چاہنے والے کی اسے اپنی خاتما پر غصہ تھا جس نے اس کو تنگ کر دیا تھی

قردا کی میں حصد نہ لیا تھا۔ وہ اسے اس کی سزا دینا چاہتا

تھا۔ اس کے لیے تپاری بھی کر لی اور صومے سے باقوہاں کو گلہ کرنا کرنا چاہا کر سیر طوطی کو اس کے اردوں کا مظر ہو گیا۔ اس نے باقوہاں کو بھیجا کہ وہ اس کی باتوں میں نہ پڑے۔

قویوں نے ہونے کے باوجود باقوہاں سے لڑنے کے لیے آ کر بڑھا۔ دوسری طرف سے باقوہاں کی اپنی سیاہ رنگے آ رہا تھا کہ وہ اپنے اہل کے کنارے تک پہنچا تھا کہ تپاری نے اسے موت کے منہ میں پھینکا۔ قویوں نے چکچکر خان کی پہلی باقوہاں کیز چکچکی اور قویوں کی بیوی سے مشورہ کرنے کی کتاب کیا کرنا چاہے۔ ایک بار پھر وہی عمل دہرایا گیا تو را کیز کی مددی اور بہت دھری سے ایک بار پھر اچھا کام دکھایا۔ دونوں مہرتوں نے صلاح مشورے کے لیے باقوہاں کو اپنے چکچکا خان کا نشان قویوں کی جہہ اولیٰ فاضل حکومت کرے گی۔ باقوہاں کو آ کر انہیں حضور باقوہاں چاہے۔

سیر طوطی جوان دونوں سے زیادہ وادع مشغول تھا اس نے سوچنے سے فائدہ اٹھایا اس نے شگفتاں سے کہا چنگ باقوہاں کی ہر پختہ ہے۔ وہ چکچکر خان کے تمام ہتوں کا آغا ہے اور قردا کی میں کوئی بھی اس کی اسے سے اختلاف نہ کرے گا۔ دوسرے لوگ اس اذیت ہاتھ سے پاس نہیں آ رہا ہے۔ تو اس کے پاس مزاج برسی کے لیے جا۔

اس طرح... اس میں سیاست کا ایک نیا ٹیکل شروع ہوا۔ باقوہاں نے قویوں سے مہرتوں کے پڑاؤ میں پیغام بھیجا کہ شگفتا اور خاتما خان اپنے سر سے پڑاؤ میں آئیں۔ دوسرے ہتوں کو بھی بھیجا اس کا پیارے اور سیر طوطی ان مشفق ہو لی چاہے۔ قویوں کے اور اہل فاضل سے جواب دیا کہ دستور کے مطابق قردا کی صرف اس کے وطن سے ہی منہ بند کی جا سکتی ہے۔ یہی دوران کے معاملے کے کنارے یا مشفق نہیں۔ انہوں نے اپنے حقوق کے جرت کے لیے قویوں قویوں جیش کیے۔ جو زور کر کے اپنا موقف سونائے گی کہ رضی کسی کو کام ہو گا۔

قویوں کے اور اہل فاضل دونوں جانتی تھیں کہ انہیں یہ حق حاصل ہے۔ ان میں سے ایک یہ وہ تمام باتوں کی ملکہ کی دوسری جہہ وہ سراج سے ہمراہی فیصلوں نے ناقص حکم کوئی کی کہ جب تک اعدائی کے خاندان میں گوشت کا ایک ٹکڑا نہیں باقی رہتا ہے گا وہ اس کی اطاعت کرتے رہیں گے۔ اس پر سیر طوطی نے بڑا جواب دیا۔ "کیا مجھے سورت اٹھی ہے نہیں کہا تھا کہ اگر

جوش انتقام

تعمیر پائس

کچھ لوگوں کے مزاج کی تندی کہیں بے کہ مانگے سے کچھ نہ ملے تو جیہن
... اور بہتے پانی کا تھاقا بھی ہیں یہی ہے کہ جہاں رسنہ ملے بہ جاے۔
ضرورت اسی کو کہتے ہیں جسے ہر حال میں پورا کرنا پو اسے ہر حالت
میں پورا کرنا پڑتا ہے۔ اس سے بھی اسمی فارمولوں پر عمل کیا اور اپنے لیے وہ
کار پازگاہیں کوڑ ڈالیں جو اس کی ضرورت کے رستے میں رکاوٹ
تھیں... کیونکہ جب چیز مانگے نہ ملے تو جیہن یعنی چاہیے۔ یہ اس کا
اصول تھا!

مجرورے اور انتقام کے دھوکے میں قہن کی واردات کی دلچسپ روداد

ڈیوڈ ایگولا، پارک لائٹ میں کمزری این بیسٹ
کی کار پر جکا ہوا تھا۔ سہ پہر کے سارا بے چارے سے تھے
اور پارک لائٹ پر یہاں ڈیوڈ ایگولا کی این بیسٹ سے دلچ
کر باہل میں جبران ہوئی۔ شاید وہ اس کا ارادہ بنا پ
چلے اور دل میں نقش میں جتارنے کے بعد اس

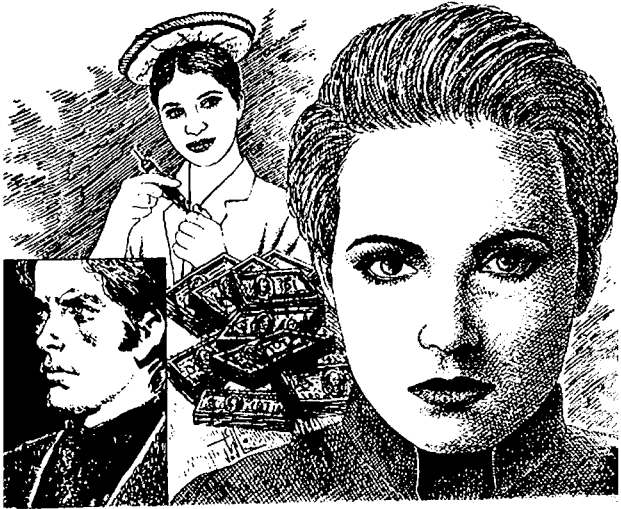
کی سے باتو کو بتایا کہ یہ کام تو وہ بڑی چوہلی
تورا کیسے کرتی ہے جو ہمیں تک خود کو کھینچتا ہے کہ نیم
خاتون کتنے سے ہے۔ وہی اپنی سوانقت یا خالت کے
مسالوں میں ہوت، اپنی پسند ہے۔ اس سے شکل و رنگ میں
پانچ سالوں سے بڑھ کر اختیار چھلا رکھا ہے۔ اس کا بھی
گولی مل سوتا ہوگا۔

بڑھے جزل نے اوائل فائنل کو بڑھ کر کہ اس پر
جادوگری کا الزام لگا یا تو اوائل فائنل میں سے چلا گئی۔
”مجرورے سے تم سے کچھ نہیں ڈال سکتے ہو، تھے سارے ایک
شیشہ ہے کہ اس کی اور آگھوں سے نہیں دکھا۔“
تھگورے سے سارے کھڑوں میں اس کی بڑی پہلی
نکل کر اسے پانی میں ڈوبنے کے لیے پھکوا دیا۔ چر شامان
..... تھگورے میں ان کے تکر سے، ان کا بھی کبھی
حشر ہوا۔ کھوٹے مجرورے سے بھڑکنا اس کے شہزادوں کی
سفر سے اوائل فائنل کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ
بد ذات گورت چرکتا ہے بہتر کی سچ اور چنگ کے مسالوں
کو کیا خاک بھی سکتی تھی۔ وہ اسی عظیم دنیا کو اس اور جہن
سے کسی خوش سکتی تھی۔“

اوردائی کے چاہئین تالانک تھیں تو حجت کے لیے کسی اور کو
تھلائی کروا“
تورا کیسے جاتی تھی کہ تھر خیر باک ہے کہ گردوں میں
خاتون کا خواب ہو۔... روایت کی بنا پر ہوگا۔ وہ چاہتی تھی
کہ خاتون بے جلد اور یہاں وسط ایشیا کے بڑاؤ میں ہو۔
بڑی تھی تورا کیسے تھے اور حسد سے تھلا رہی تھی۔
اوائل فائنل جو سپر تھگورے سے تم ہوشیارگی، شامانوں کی
چین کوڑوں میں رہی تھی مگر تھگورے والہ نہ تھا۔ ہوشیارگی
سے اپنے خاتون کے کی سیاہ اور ختا کے شہزادوں کی سچ
اور گولی کے ریکٹان سے تکر کر پھاڑ کا ورہ پار کیا۔
چٹائی کے دو تھے بھی ساتھ تھے۔ اس نے فیصلہ کھلا بھیجا
کہ تورا کی باتو کے بڑاؤ میں شامانوں کی تھیل کنارے سے
منتقل ہوئی۔

اس شخص میں سپر تھگورے اپنی جہت تورا کیسے اور تو تم
پرست اوائل فائنل کے متعلق ہے جس جیت تھی۔ تورا کیسے نہ
آئی بار بھر پینٹر پھاڑا اور باتو کے تھے جسے اس اوردائی کی
گھر لائے کی لاسر کی کے لیے کام سپر اور کھلا بھیجا۔ ”باتو
شہزادوں کا آقا ہے اور اس کے حکم کی تھیل ان پر واجب
ہے۔ کہ ان کا شہر دھانسنے سے دلچ بچ کرے گا!“

دولوں بیٹوں اپنے ساتھ تھگورے کی لائی لے کر
تورا تو دم روانہ ہوئیں۔ تورا کیسے نے آخری بار بڑی
ہوشیارگی اور چلائی کی بات تھی۔ اسے شک ہو گیا تھا کہ
معلوم نہیں تھگورے کی کیا فیصلہ کرے۔ اب باتو اس کی بات
مان لیتے ہیں ہی اس کی تھلائی ہے۔ باتو اس نے خاتون
ہیتے ہوئے یا اور لایا کہ اوردائی خاتون ہی نے سب سے
پہلے بڑے خاں کی صحبت پر عمل نہیں کیا۔ اس کے بعد
تورا کیسے خاتون نے اس کا تھیل مانا اور ہارے سر پر
تھگورے کو لایا۔ پھر اس نے اپنی تھگورے کو تھے
مخفاں خاتون خاتون بنانے کی تھگورے۔
تھگورے نے خاتون ہیتے ہی سب سے پہلے خاتون
کی روایت تو نے اور سارا سگن کر نے کے جرم میں تم دیا
کہ تھگورے کی بوی کے ہاتھ چرسے کے تھیلے میں کسی دہیے
جائیں اور سپر سالار تھگورے کو تم دیا اور تم خاتون کرو۔



ماخذات:

تاریخ چنگیزی: احوال مدیر (ترجمہ) تاتاری عواظوں کی تاریخ، ابو الغازی، جہاد خان، تاریخ رشیدیہ۔
رشیدیہ الدین (ترجمہ) تاتاری تاریخ، نکولس سالگن (ترجمہ) تاریخ جامع ہند، محمد حبیب، خلیفہ احمد
نظامی، تاتاریوں کی پہلغار، حیدر لئیچہ (ترجمہ) تاریخ ایران، راشد الدین شہدائی (ترجمہ)

بے معمول کے مطابق گرجا کے قافلے کا ایک۔ شاید وہ جانی گئی کہڑا کوڑا کیا پاتا ہے۔ اپنی کار کو طرف جاتے ہوئے وہ پوری طرح ہوشیار ہے۔ اس نے اپنا ہاتھ جینٹ کی سیب میں جوڑ لیا ہے پر رکھا ہوا تھا۔ وہ ان آلات کا استعمال کرنے میں ماہر ہے۔

”ہیں جھڑا کرنے نہیں آیا۔“ ڈیوڈ نے مسکراتے ہوئے اپنے دونوں خالی ہاتھ اسے دکھائے۔
 ”کیسی کڑی پڑو اس کا دوست ہوا کرتا تھا یا اس سے دوستوں جیسی قربت تھی لیکن اس بات پر بھی کافی عرصہ ہو چکا تھا۔ وہ اس سے دل نش کے قافلے پر پرک گئی۔“

”تمہاری غیر موجودگی میں سیب و دیٹ کون دیکھ رہا ہے؟“
 ”کیا۔“ اس نے کہا۔
 ”مجھے یاد نہیں پڑتا۔ پروگرام ہٹاؤ۔“
 ”کلی نظری۔“ وہ ہلکا۔ ”ستمبر سے ہالوں والی۔۔۔۔۔“

”چھوٹی گی۔“
 ”دیو جراثیم آرٹ دیکھنے جانا ہی ہے؟“
 ”ڈیوڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے وہ بھی اچھی نہیں لگی لیکن تمہاری رائے مختلف ہوتی ہے۔“

”ابن اس ہاتوں میں لگا کہ وقت حاصل کر چاہا رہی تھی کہ اسے صورت حال کا اندازہ ہو جائے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ڈیوڈ یہاں کیوں آیا ہے۔ اس کی آدھو نظریا اور ذہنی نہیں کیا جاسکتا تھا۔“
 ”وہ میرے بارہا نہیں ہو سکتی۔“ ڈیوڈ نے کہا۔
 ”وہ تمہارا انتخاب کیوں نہیں ہو سکتا؟“ ابن بولی نے کہا۔
 ”جہاں تک میں جانتی ہوں، میں اسے بدمعاش مانتے تھے۔“

گوشہ آٹھ برس سے ڈیوڈ اٹھو، ایک دیٹ کا سربراہ تھا جہاں جیوسی کی تربیت دی جانی تھی کہ اس کے سخت حالات اور فیکٹس میں زندہ رہا ہے۔ ابن اس کے باغیچہ میں پڑا ہوا ہے جس داغ میں ایک کھیت ہے۔ وہاں کی تربیت اتنی سخت تھی کہ ہر دور سے سال کا ازم ایک طالب علم زندہ بچتا تھا اور جب اس کی سیب میں ایک سینٹری کی بیٹی مرگئی تو ان کو قاتل گرد کیا گیا۔

”میں اسے سمجھا کرتا تھا، جب تک حکامات میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوتی گی۔“
 ”اور وہی وجہ تھی جس نے تاریخ کو بیا کیا۔“
 ”اسے تم بڑی بات نہیں کہتے ہیں کیونکہ ہمیں اس کی تحقیقات ہو رہی ہیں۔“ اس نے ہتھارے پر سکون نظر آنے کی

کوشش کی لیکن اس کے اعزاز سے لگ رہا تھا کہ وہ کافی پریشان ہے۔ ابن کو یاد تھا کہ اس کے معاملے میں اس کا ذوق کتنا نہیں تھا۔ وہ زیادہ تر سبک کی فرسٹ اور ڈیوڈ نے اپنے جینز میں نظر آنے کا تھا لیکن آج اس نے گولف شرٹ اور جاکا پتلون پہنیں نہ تھی۔ اسے ناگوار دیکھنے کے اذیت سے وہ اسے طرح کا لباس پہننے سے روک گیا اس میں اور ایک عام آدمی میں کوئی فرق نہیں رہ سکتا تھا۔

ابن نے اٹھا سوا کیا۔ ”تم یہاں کیا کرتے آئے ہو؟“
 ”میں بھی جانتا تھا۔“ اور نہ ہی تم پر نظریں دگتا لیکن تمہارے یہاں سہا پہلے اچھے لگتے تھے۔“

ابن نے گنہگار سے کہا۔ ”اب اس کے ہالوں میں کوئی قابل ذکر خصوصیت نہیں ہے۔“
 ”ہاں، چھوٹی اور بلیک گی اور چمکیں تھیں ہوئی تھیں میں تاہم اب بھی وہ کافی پرکشش نظر آتی گی۔“
 ”تم نے مجھے دکھایا۔ اب اسے کھو۔“

”اور اس میں اسے ڈالنا چاہتا ہوں۔“ ڈیوڈ نے کہا۔ ”میں نے سوچا کہ پیٹلم سے ملنا ہوگا۔“
 ”اب کیوں یہاں کریمت میں کوئی کڑا پڑا ہے سابق نائب ہوٹل کھلی ہے۔“ ڈیوڈ نے ہولٹ کو این نظر کرنے کے لیے بھیجا تھا جب اسے کچھ لوگوں کی جانب سے ہل کی دیکھا لیکن وہی نہیں ہے۔ اس ازم ہوئے تھے یہی بتایا تھا ہے اس نے ایک کڑوے گھونٹ کی طرح برداشت کر لیا تھا۔

”ٹھیک ہے جاؤ۔ اس سے ٹول۔“ ابن نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اب تک اسے ہم جک رہا ہے۔“
 ”شاید وہ گھر جانے کے لیے نکل پڑا ہو۔“ مجھے امید ہے کہ تمہارے پاس اس کے گھر کا پتہ ہوگا۔“

اس کی نظریں ڈیوڈ پر پڑی تھیں، گو کہ اس کے خیال سے ابن اسے نہیں سمجھتا۔ ہر شخص کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ابن نے پہلے وہ دونوں ہی اٹھا کر رکھیں تھے۔ ڈیوڈ اپنی کار طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ”مجھے اچھا نہیں لگتا کہ اپنے ہاتوں پر کھانڈی مارو۔“

”تجسس سے نہیں۔“ ابن نے کہا۔
 ”کیوں؟“
 ”کیوں کہ جیوں۔“

”یہ بات پرانی ہو چکی۔“ ابن اتنی سے بولی۔ ”پلٹوں کے لیے بہت مایوسی پڑ چکا ہے۔“
 ”ہولٹ کے لیے مایوسی بھی مسئلہ ہے۔“ ڈیوڈ نے کہا۔
 ”وہ چاہتا تھا کہ ہولٹ نے سیب و دیٹ کیوں چھوڑنا کیا۔“ ابن کو اس کی وجہ معلوم ہے؟

ابن اس بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا اور نہ ہی کسی فرق نہیں رہ سکتا تھا۔

اس نے پوچھا۔ ”یہ سیب کہاں سے آیا؟“

”میں اس وقت فارغ ہوں حالانکہ دو سال میں کبھی چھٹی نہیں کی اور ہمیشہ کبھی میں اس کی سیب تک وہ یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے کہا، میں اسے شام پر نہیں جاسکتا۔ میرے پاس کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ اس لیے میں ہولٹ سے ملنے آیا۔“

”یہ خیال ہے کہ وہ ہمیں دیکھ کر خوش ہوگا۔“ ابن بولی۔ ”اس کا فیصلہ کر لو؟“

”بہت جلد، اس وقت آزادانہ آؤٹ ہو رہا ہے۔“
 ”میں ثابت کر دوں گا کہ میرے گناہ ہوں۔ تم تو جانتی ہو کہ مجھے بھٹ پانے میں ہمیشہ مشکل پیش آئی۔ زیادہ تر کام ہولٹ ہی کا کرتا تھا۔ کبھی کبھی جب بات ہے کہ گنہگار نے دانے والے پر شک کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ میں بڑی نفاست سے نہیں کر سکتا ہوں۔“

”ابن کا کام ہی ٹھیک کرتا ہے۔“
 ”ٹھیک ہے، اب میں چاہتا ہوں۔“ ابن نے اپنی کار پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”ہولٹ کا گھر یہاں سے کئی دور ہے۔“
 ”تمہاری پانچ میل جنوب کی جانب۔“ بائیں ہاتھ پر ایک چھوٹا سا پتھریس ہے جس میں سب ڈاؤن ہوس رہے۔
 ”اس کے گھر کبھی نہیں آئے۔“

”تم سے مل کر خوشی ہوئی ابن۔“ اس نے جانتے ہوئے کہا۔

ابن اسے دیکھتی رہی، جب تک اس کی کار نظروں سے اڑنے لگی۔ وہی اس نے ہر سے اپنا تعلق نکالا اور ایک غیر ذہل بن گئی۔

”ہولٹ نے کہا۔“ میں۔۔۔۔۔“
 ”ڈیوڈ اٹھو گیا یہاں آیا ہوا ہے۔“ ابن نے کہا۔
 ”جب میں اس کو اسے باہر آئی تو وہ میرا اٹھا کر رکھا تھا۔“
 ”ہولٹ کو بھر خوش رہنے کے بعد بولا۔“ کیوں؟“
 ”ابن کا خیال ہے کہ اسے ایک سیب کھانے کے لیے کہا گیا ہے جب تک آؤٹ نہیں ہو جاتا۔“ ابن کا معاملہ ہے۔ وہ تم سے مل رہا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ ہولٹ نے کہا۔ اس کے لیے ہے نہیں لگ رہا تھا کہ وہ پریشان یا پھر مجھ سے۔“
 ”ابن سوچ رہی تھی کہ کیا ڈیوڈ کی غیر متوجع آمد نے ہولٹ کو پریشان کر دیا ہے، یا پھر اسے یہ جان کر خوشی ہوئی ہوگی کہ اس کا خیال یا اس شہر میں موجود ہے۔ لیکن ہے کہ وہ اس کی آمد کی وجہ جانتا ہو۔“

ابن کا مکان ایک ایسے سڑک پر واقع تھا جہاں کے گھر ہندو بھالی ہیں۔ اس نے اس دور میں سرخ آنتوں سے بنے ہوئے مکان کا انتخاب کرنے سے پہلے ہی نہیں دیکھیں تھے۔ اس سے پہلے ہیڈ آؤٹ کو دیکھ کر اس کی طبیعت سے بڑھ کر تھا لیکن ہر چہ ہر کے نظروں سے اڑنے والے آدمی کی کردہ جاتی ہے اس کی ڈاؤن ہیٹ سے کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

اسے یہ دیکھ کر ایمان ہوا کہ ان سرس کا عمل اس کی غیر موجودگی میں اس کا کر کے چاہا ہے۔ اسے ہونے کی شک ہو گئی تھی۔ اس نے اسے طور پر پران میں اس کا کرنے کی کوشش کی لیکن اسے سب سے بڑھ کر ملے اور اس کا دینے والا لگا۔ وہ بھی اسے کام اس کی طبیعت سے نکل نہیں تھا تھا۔

جلد یا بابر اور کرد کو علاقہ ڈیوڈ ہونا چاہتا لیکن ان کی اولت جھل سے اس جگہ کو گھیرا ہوا تھا۔ چھوٹا سا علاقہ بہت پرکون اور خوشگوار تھا اور ان کی طبیعت سے پرانی لان سے لڑنے کے لیے آندا ہوا تھا۔

ابن نے گاڑی کی راج میں کھڑی کی، جیسی اسے اپنے عقب میں کوئی قتل و حرکت محسوس ہوئی۔ اس نے گردن کھما کر دیکھا لیکن اپنی کار سے اترا گیا راج کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ ایک کھولنے کے قہر کی صورت میں ہی مرچا جس کے لگ بھگ ہو گئی۔ ابن اسے دیکھ کر حیران ہو گئی۔

”ہیلو سی۔“ ابن نے کہا۔ ”تمہیں دیکھ کر حیران ہو رہی ہے۔“
 ”انجین بڑے کار کے گاڑی سے باہر جاؤ۔ ہم اندر چل کر بات کریں گے۔“

ڈیش بڑے کھانے میں گئی ہوئی تھی لیکن اس کو کھانے سے پہلے ہی کسی اسے کولی مار دی۔ سہر حال اس کی سیب میں چانو جوڑنا۔

”جلدی کرو۔“
 ”تجسس سے میری ہوری تھی۔ ابن نے کسی کی ہدایات پر عمل کرنے کوئے گاڑی کا کھین بڑھایا اور داد دے کھول کر باہر آیا۔

”تم کا عمر سے ہو چلا ہے۔“ ابن نے کہا۔
 ”اتنا زیادہ عمر میں نہیں ہوا۔“ تجسس نے بے ڈرامی سے کہا کہ اپنا ہاتھ اتار دیا۔

ابن نے اس کی سر دھری کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ ”آگرم تم سے بات نہ کریں چاہتے تو یہاں کیوں آئی ہو۔ کیوں کھاتے گئے تھے کسی بات نہیں؟“

”مجھے تم سے ہولٹ کی ضرورت پیش آئی تھی۔“

ہے۔ گمات اس لیے لگا کر کہیں کوئی سوال کرنے سے پہلے ہی گولی نبارو۔ میں نے سب باتوں پر پہلے ہی غور کر لیا تھا۔

”یہ سوچتے ہوئے کو تم نے مجھے بس سے بچے پیچک دیا تھا؟“

جب سٹیڈی پریسن کی ٹینا پہلاڑی پر چڑھنے کے نہایت دور درازانہ کئی توپوں کے ساتھ ساتھ اپنے کے بچوں پر ڈال رہا تھا، اور اس کی تھکن سے سارا ڈالڑا اپنے کے بچوں پر ہی سٹیڈی کئی کو پہلاڑی پر چڑھنے کے لیے کہا تھا جبکہ اس نے بتایا کسی شکار تھا کہ بتا رہا ہے۔ اور بات چینی کی کارلام اس کے سر آئے تو کچھ دیر تک ہلکا ہلکا کی آواز سنائی گئی۔

”ابھی چلا۔“

اپنے نے تعجبی دروازے کا تالا کھولا اور الام کو ڈال دیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی چلا نکلا۔

کبھی اس کے پیچھے کسی اس نے کہا۔ ”کیا حال ہی میں اس پر لڑا گیا ہے؟“

اپنے نے جواب دیا۔ ”وہ دیکھتے ہوئے لوگ روم تک آئی اور کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔“ اسے دیکھ کر مجھے اتنی ہی حیرانی ہوئی جتنی میں دیکھ رہی تھی لیکن میں زیادہ غور نہیں کیا۔ وہ اب بھی فائر مین کا گھر اس ہے؟“

”وہ گھر تھا۔“ کبھی بولی۔ ہم دونوں حقیقتات مکمل ہوئے تک منتظر رہے۔ کوئی بات نہیں۔ میرا اعتقاد ہے کہ وہ وہاں گیا یا پھر وہاں کے ایک کونے پر وہ بیٹھ گیا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ کریک ہونگ میں یاں ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہی لڑاؤ کا آدمی تھا۔“

”یقیناً یہاں ایک مذہبی اور ایماندار تھا۔“

جب خود سب سے پہلے تھا۔ اپنے اہلکار کے ساتھ اس نے کہا تھا۔ ہم ازم کی اپنی کبھی نہیں۔

”میں نہیں جانتی کہ دونوں میں اس طرف سے کتنا بڑی دیکھی گزرا ہے۔“ میں نے کبھی سے اس کے پاس میں ہی تو لوگوں کا ایک ہی گھس میں اس طرف سے سہارا نہیں رکھا۔

”یہاں رہنے کی وجہ یہ ہے کہ میری موجودگی غیبی رہے۔“ اپنے نے کہا۔

”قریب تک پہنچتے ہیں جبکہ تو رگ۔“ کبھی بولی۔

”لیکن میں نے پتا لگایا۔“

”اس کے لیے تم نے کیا کھنڈا آنا یا؟ جو رشتہ دار یا کچھ اور رکھا حرکت؟“ آخری لفظ کا اضافہ اس نے جان بوجھ کر کیا تھا۔ کبھی نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن وہ مجھ پر

اعزاز میں شکر ادا۔

ضرور کہیں کوئی لپک ہے جسے بند کرنا لازمی ہے۔ اس وقت ہی اعتقاد کرنی چاہیے کہ جب پہلی بار اس کے پاس سے ملنے دیکھنے والا پہلی بار اس کے گھر آیا ہمارے بارے کی کوئی کوشش کی تھی اس سے یہ کچھ نظر انداز کرنا یا کردہ کوئی پرانا ڈھنگ تھا لیکن اب وہ کچھ کئی کبھی کے دورے میں کوئی بول رہا تھا۔ بظاہر وہ ایک کمزور شخص ہے لیکن اس کی زبان کھولنے سے پتا چلتا ہے۔

”میری پارٹر جو پہلی بار چھوڑا گیا تھا وہاں ہے۔“ اپنے نے اپنے اعزاز کے لیے پتہ پر کہا تو کبھی کی آہستہ حیرت نے اسے جھٹکا۔

”اس کے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کون ہے۔“ کبھی اب کو ڈھنگ کے سامنے گھڑی ہوئی تھی۔ اس نے سن کر آگے کرتے ہوئے کہا۔ ”کپڑے تار۔“

اپنے کو دیکھ کر اس نے چہرے سے ظاہر نہیں کیا۔ وہ اپنے پاس چلا۔ ”میرے ہی کمر میں کوئی مجھے کپڑے اتارنے کے لیے کیسے کہہ سکتا ہے۔“ تم کہا پوچھنا چاہ رہی ہو۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی چٹوٹی کی زب کوئی بولی۔

”انگڑا لگم کہاں چھائی ہے؟“ کبھی نے پوچھا۔

”جینس پتانا بوجھ کر تم کیا بات کر رہی ہو۔“ اپنے نے کہا۔

”میں اس معاملے سے بالکل بیخبر ہوں۔“

سارے کپڑے اتارنے کے بعد وہ ایک دائرے کی شکل میں گھومتی رہے۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے ہلکا ہلکا سے کوئی کھینچا نہیں ہے۔ ”تم کس نام کی بات کر رہی ہو؟“

کبھی کی نظر میں رہی ہوئی تھی اور وہ بائیں ہاتھ سے اس کے کپڑوں کو تڑپ رہی تھی جب اس نے جیٹ کا ڈھنگ پر چھینک کر اسے توجی کی سوجھ کر کا احساس ہوا۔ اس نے کہا۔ ”میں نے کبھی سے اس کے پاس میں ہی کئی بد حقیقتات نشانہ دہی کی تھی۔“ کبھی نے کہا۔ ”اس کے بعد حقیقتات شروع ہوئیں جیسے جانور کی لاش پر نمایاں ہوتی ہیں۔“

کبھی نے اس کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر اس کی چٹوٹی اور پلٹاؤ ڈال اس کی طرف سے ایک بوجھ تھا۔ جب اپنے کپڑے پہن چکی تو کبھی کی کا ڈھنگ پر بیٹھ گیا لیکن وہ اب بھی بہت چسکی تھی۔

”دونوں تمہیں کس کا آڈٹ ہو گیا؟“ اپنے بازو کے جن لگاتے ہوئے بولی۔

”ہاں۔ ہمارے کا ڈھنگ ٹھیک کر رہے ہیں۔ ہر کوئی ہاتھیں بند رہا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کڑھتے چند برسوں میں پانچ لاکھ لائبرے زیادہ خرید رہے ہوں گے۔“

اپنے کو کر جبران رہی۔ اس پر تکی کبھی کے اعتراضات بہت زیادہ تھے اور اس پر بڑی بڑی برم کے نظر جانے سے مشکلات پیش آ سکتی تھیں۔ اس نے پوچھا۔ ”پریم جیٹ سے غائب ہوئے یا نظر بند؟“

”نہ تو۔“ کبھی نے جواب دیا۔ ”دونوں کبھی اس فٹل میں وہ صاف صحیح کراتے ہیں جو برسوں یا پچھلے لوگوں کے ذہن کا جاتا ہے۔ وہ تو جن امور سے بچاتے ہیں۔ اس فٹل کا علم صرف اعلیٰ افسران یا حکمرانوں کو ہے۔ اس کے علاوہ لیکن کبھی کبھی ہم کے کچھ لوگوں کو بھی اس فٹل سے بارے کے معلومات ہیں جو جرمانہ اور خارج کرنے کا کام کرتے ہیں۔“

کبھی اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔ ”اوپر والے سے ظاہر ہے کہ میں کہاں نہیں لڑے ہو۔ میرے پاس جو کبھی ہوں کہ وہ کبھی اس میں ملوث رہے ہیں۔ میں اس کا کچھ خیالہ وہ سمجھتا پڑ رہا ہے۔ اگر میں اس الزام سے بری ہوئی تب بھی اس خسارے کی وجہ سے گھٹے برس تربیت پانے والوں کی تعداد آدھی رہ جائے گی جس کے نتیجے میں ہم ازم ڈورسٹر لڈو کو فروغ کر رہا ہوگا۔“

کبھی کی ابھی صورت حال نہیں تھی۔ اپنے کی مدد ملازمت کے دوران کبھی نے دو برس بیسیوں کو بھرا ہوا چکا تھا۔ ”دونوں کبھی کے انعام سے اس نے کبھی کے بھرانے کے لیے اپنے سے کہا کیونکہ وہ انوار پہلے ہی کئی برسوں تک اپنی لیکن اب یہ کبھی پر براہ راست حملہ تھا، اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ بہت جیوتیز کی اور ڈروں کبھی ایک دوسرے تو اس کی کبھی بولی۔

”فی الحال اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔“ کبھی نے کہا۔ ”گھبراہٹ کا خیال ہے، میں اس سلسلے میں کارکنوں ہوں۔“

کبھی اس رقم کا طے کرنا اور اس طرف سے سارا ڈالڑا منسل رہیں گے، مجھے سمجھنے سے کہ ڈروں اور گریگ سے ضرورت سے گا۔ وہ دونوں بیوروں کی طرف ایک ہیں۔“

”یہاں میں تین سال سے ہوں جبکہ ہونٹ کو بھی دو سال ہو گئے ہیں۔“ اپنے نے کہا۔ ”میں بہت مشکل ہے کہ کم میں سے کوئی ایک ایک کا ذہن دار ہو سکتا ہے۔“

”اس کے بدل میں سوچنا۔ لیکن یہاں بہت کچھ ہے۔“ اپنے نے اس کے جواب میں کہا۔ ”یہاں کئی بات تو کہہ کر دی؟“

کبھی نے اس سوال کا جواب نہیں دیا اور بولی۔

”میں اسے اسٹور لوں گی۔ کیا تم کچھ کہہ رہی ہو کہ تم نے اسے نہیں دیکھا؟“

”تم کبھی پہلے ہی جا سکتی ہو۔“

”کبھی کا نام کیا ہے؟“

”ہو رہا ہے۔ وہ یہاں میں اس کو بول رہی ہے۔“ اپنے نے ہاتھ جھپٹنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اسے لیکن تھا کہ کبھی کی کہیں بتائے۔“

”ابھی ہوتے ہی ہر کچھ سبب سے ایک مختصر ملاقات کرنے سے جا سکتا ہے۔“ کبھی نے کہا اور وہ بارہ کا ڈھنگ پر بیٹھ گیا۔

اپنے کے پاس سوپنے کے لیے ہاتھ بوجھ تھا۔ وہ اپنی شایستگیات بتانے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اس نے اپنے اسکول کو کبھی بتانے میں ضرورت قایت کا مظاہرہ کیا تھا لیکن کبھی اوقات سے اسے غیر درجائی طریقے اختیار کرنا شروع کرے۔ اس نے کبھی کے لیے

یہ سب کچھ سمجھنے کے لیے۔ وہ کھد مختصر سے اسے فٹل سمجھ رہی تھی اور مختلف امکانات کے بارے میں سوچ رہی تھی جن میں سب سے زیادہ اہم گیری پارٹر سے غیر اعلیٰ ملاقات کرنا تھا۔ وہ جلد از جلد اس سے تامل چاہ رہی تھی۔

”ابھی ہونے میں ایک گھنٹے سے کبھی کا وقت باقی رہ گیا تھا اور اسے وہ وقت کبھی کے ساتھ گزارنا تھا۔“ کیا تم تاشی کلین اپ کو روک کر دیکھنے کے لیے پوچھا۔

اس کے جواب میں کبھی نے ایک ایسی خوش بات کہی کہ کبھی سے اس کی تکیاں سنگ لگائیں اور اس نے چلا تے ہوئے کہا۔ ”شب آتی۔“

”ابھی خود سے کبھی رہی۔ اس کے بعد اس کی جگہ نہیں بولی لیکن وہ ہے کہ نہیں کبھی رہی۔ اس کے پاس منصفیہ بتانے سے بہت بوجھ تھا۔ اس کے لیوگ دوم میں سختی اور جوش ہے، مگر وہ انہیں کبھی کبھی۔“

”یہ تمہاری بات ہے۔“ کبھی نے کہا تو اپنے اپنے خیالوں سے داہیں آگئی۔ یہ کبھی اپنی گن سے بیڑ پر رکھی ہوئی تصویروں کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

”ہاں۔ اپنے نے جواب دیا۔

”یہ تمہاری ممداری بڑی ہی ہے؟“

”ظاہر ہے اس کے اور کے تو نہیں ہو سکتے۔“

”انہوں نے اس شخص کو کہاں سے تلاش کر لیا تھا پھر ہر رنگ و روپ۔ اس کی شکل کبھی اپنی بچائی ہے؟“

کبھی اس تصویر کی بات کر رہی تھی جس میں این اور ادا کا شوہر نیکل کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔ اس کا بیان ادا وین کے کندھے پر تھا اور دونوں سکرما رہے تھے۔
 ”وہ ادا تھا۔“
 ”اس کی کیسٹ کیسے واقع ہوئی؟“
 ”وہ ادا نیکل کر رہا تھا ادا چاہتی ہے پھل پڑا۔“
 ”وہ بڑی کون ہے؟“

این کے دفتر میں ایک نوجوان لڑکی کی اسٹوڈیو جوڑت لگی ہوئی گی۔ این نے اپنے کمرے سے اس کی تصویر ادا کو اور فرم کر دیا اور گھر میں رکھی۔ اس لڑکی نے جس سے یہ خطاوار بیان کیا تھا اور اس کے بعد میں کبھی گفتی تھی۔ اسے سال کی بہترین نرس کا اعزاز ملا تھا۔
 ”یہ میری بہن فریڈا ہے۔“ این نے جواب دیا۔
 ”سان ڈیو ایج میں رہتی ہے۔“

بھئی نے این کو کہیں نہ کرنے والے ادا میں دیکھا اور بولی۔ ”میں اپنے کام سے باہر چلتی ہوں اور کبھی کبھی لپٹی بنانے کی ضرورت میں اور کوئی نیکم تمہیں نہیں سمجھتا تم یہاں ہوسٹیس کی حیثیت سے کس طرح رہ رہی ہو؟“

”میں کسی سے کام نہیں ہوں۔“ این نے کہا۔ اس نے سبھی اپنے آپ کو سوسٹین نہیں سمجھا کہ اسٹریٹنگ لڑائی میں حصہ نہیں لیتے لیکن وہ اب بھی اپنے آپ کو فائو ٹوٹی کسٹ کی ایک باہر سمجھتی گی۔ اس نے اسکل پر اپنی تو فریزر کر لی ہوئی تھی۔ وہ بھی کو اسکل میں ہونے والی جلد توجہ بہتری اور میل کی سرگرمیوں کے بارے میں سنا سکتی تھی۔ کبھی بظاہر خوش نظر آ رہی گی سرتاب باس اس کے ہونے کو کہہ رہے۔ این کو اس پر کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ بھئی ہمیشہ سے اور آ رہے گی خواہش مند اور اس نے بھی اسے چھپانے کی کوشش نہیں کی اور سٹیڈی کی بنی کی موت پر اسے یہ مزاج لگا۔

میں اس وقت فون کی کھنٹی لگی۔ کبھی نے لہو پر توقف سے لہر لہا۔ ”تم فون سن سکتی ہو مگر وہ کہہ لے گی کہ کون بنا۔ اور زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“
 این نے سہلایا اور آہستہ سے جین کا کونٹر کی طرف بڑھی۔ ”مرف وہ قدم کے فالسلے پر ایک فیڈ کونٹر میں جھکی ہوئی اور وہ یہ آسان تک سبھی تمہیں نہیں اس کے بائیں سامنے کھڑی گھرائی کر رہی گی۔ اس نے پرس سے فون نکالا۔
 ”بلیئر“ اس نے کہا۔ وہ دیکھ چکی تھی کون فون کرنے

والا کون ہے۔
 ”کیا تم آج رات مل رہے ہو؟“ ہولٹ نے نما ادا کو کہا۔

این اس کا کال کا شام سے ہی انتظار کر رہی تھی لیکن صورت حال کے پتے نظر نہ ہوئی۔ ”معاذ کرنا۔ میں آج کی ملاقات منسوخ کر رہی ہوں۔ جو شروع طور پر ایک مہمان آ گیا ہے۔ تم میرے بعد سے ملے گی۔ اس نے بی بی آج کی شام اس کے ساتھ گزاروں گی۔“
 ایک گھر خاموش رہنے کے بعد ہولٹ ہولا۔ ”ٹھیک ہے۔ تمہارے ساتھ زنگ نہ کرنا سوسہ۔“
 ”تمہیں نے آہستہ سے کہا تھا۔“
 این نے اثبات میں سہلایا۔
 ”اسے کوکرا جانے۔“ بھئی نے ایک بار پھر گڑھی کی۔
 ”تمہاں نہیں کیوں نہیں آ جاتا۔“ این نے گھر کی نیکل کرتے ہوئے کہا۔ ”میں نے گھر پر ہی بہت اچھی چیزیں بنائی ہیں۔ میں تمہیں اپنا اپنا دوست سے کون اور ان کی۔“
 ”ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔“ اس نے کہا۔
 فون بند کرنے کے بعد اس نے بھئی سے کہا۔ ”وہ آ رہا ہے۔“

”کیا تم کو اس کے ساتھ ڈرگٹی ہو؟“
 ”بھئی سمجھی۔“ اس نے ہالے کے اندر میں کہا حالانکہ وہ ہولٹ کے ساتھ کم از کم پتے میں مرتبہ ڈرگٹی کر رہی تھی۔

”کیا تمہارے اس کے ساتھ جیسا نفلتت کی ہے؟“
 ”یہ پیراڈائی سٹال ہے۔“ بھئی اس سے کوئی فرض نہیں ہوئی چاہیے۔ ”یہ کہتے ہوئے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔
 ”روم کو لیا آ گیا۔ اسے کسی اسٹریٹ سے بنا تھا کچھ ڈیوٹی سمجھی اور ہولٹ ہانگ کھین میں کام کر رہے تھے تو بھئی نے اس پر ادا سے ڈالنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہو سکی۔
 این دن میں بعد روز سے پردک ہوئی۔ بھئی نے این کی شام میں سہلایا تو این نے روزانہ کھول دیا۔
 ہولٹ نے ایک مہمان کی جگہ میں سامان کا قبیلہ چکڑا ہوا تھا جبکہ ادا ہاتھ بائیں کی جیب میں تھا، کوئی اور ایک ہاتھ آ تھا۔
 ”تمہاں ادا نہیں کر سکتے کہ یہاں کون آیا ہوا ہے۔“
 این نے ایک طرف ہر کر اسے راستہ دیتے ہوئے کہا۔
 ”تمہیں نہیں پڑنی یاد ہے۔“
 ہولٹ سرتاب ہوا اندر آ گیا۔ ”میں تم سے ملنے کی

توجہ نہیں کر رہا تھا کبھی۔“ اس نے کہا۔ ”میں دیکھے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا تمہاں کیا کر رہی ہو؟“
 ”بھئی نے کن اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔
 ”مجھے کچھ سوالوں کے جواب چاہئیں کیا تم مجھے روک سکتے ہو؟“

”میں روکوں گا۔“ عقب سے ڈیوڈ کی آواز آئی کبھی تیزی سے گھولی تھی ڈیوڈ اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ این نے عقب سے جھلاک گیا اور دونوں بازو کھینچی کر دون میں ڈال دیے۔ اس نے ایک بازو استہلال کی گرتے ہوئے اپنے آپ کو چھڑا دیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی اسٹریٹ سے چکرائی لیکن ہاتھ میں اس کے ہاتھ میں گمن کا دستہ ادا تو کھینچی کے ہاتھ سے گمن کو ہاتھ نے ڈیوڈ نے فون سے آواز دہنی اور کوئی چلے بغیر ہی کھیل ختم ہو گیا۔

ایک دفعہ این کی اگلی فون ٹپتی گی۔ اس نے لہو جاتی تھی کہ کتنی تکلف ہوتی ہے۔ اس کے جاوید کبھی نہیں چھائی جڑ کہ تمہی ہی سرتاب کی بات تھی۔
 ”تم فریڈا سے کبھی اور ہمارے کنٹرول میں ہو۔“
 ڈیوڈ نے کہا۔ ”اگر یہ صورت حال فریڈا کے دوران نہیں آتی تو تم اپنے آپ سے کیا کہیں؟“

بھئی کچھ نہیں کہی لیکن این کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔
 ”کیا تم کوئی کرنے کے لیے پیراڈیجیا کر رہی ہو؟“
 ڈیوڈ نے کہا۔ ”کیا تم یہ بات کرنے کی کوشش کر رہی ہو کہ تم میں سے جڑا ہے؟“
 ”اور وہ تمہیں سے ہے۔“ بھئی نے ہر سے کہتا تھا۔
 ڈیوڈ نے بڑے انداز سے کہا۔ ”میں نے بھی ایک سینٹ بھی کیا لیا۔“

”اور میں نے بھی نہیں۔“ بھئی نے کہا پھر ایک ہی وہ چھپے ہوئی۔ اپنے کھنٹے اور پھاٹے اور آ کے بڑھ کر ڈیوڈ سے کہنے پر لات ادا کی وہ بھئی کی طرف ٹوکرا۔
 ”میں اپنا اپنے بائیں پاؤں پر گھومنا اور دائیں پاؤں سے سمجھی کی کھنٹی پر لات داری۔ اس کا سر نیچے کی جانب ہولٹ گیا۔ آٹھیں کھین میں اور وہ جین کا گھر پر تھی۔ اس وقت تک ڈیوڈ اپنے سینٹ پر کھڑا ہو چکا تھا اور اپنی سامنے ہاتھ ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس پر کوئی تان لی لیکن چند سیکنڈ بعد ہی اس نے سینٹ ہونگا کہ وہ بھئی

نہلے بہ دھلا

ایک نئی شکل اسٹور کے سامنے ہوئی کے باہر دو انتہائی چاہنے والے رہے تھے، ایک نے دوسرے سے کہا۔

”وہ جو سامنے اسٹور ہے، میں وہاں سے ایک بیسٹ کا ڈیوڈ چھری کر کے لاؤں گا اور دکھانے والے کو بیسٹ نہیں بیسٹ کا ڈیوڈ دوسرے نے کہا۔
 ”میں نہیں ہوسکتا ہاں تو فون اسٹور ہے۔“
 پہلے نے کہا۔ ”اگر میں چھری چھری تو سو روپیہ کی شرط لگاؤ اور دوسرے نے کہا۔ ”اگر میں شرط۔“
 والا اسٹور میں گیا اور بیسٹ کا ڈیوڈ نے آ رہا دوسرے سے شرط جیتنے کیلئے سو روپیہ مانگے۔
 دوسرے نے کہا۔

”میں نہیں چھری کے الزام میں گرا کر لاتی ہوں کیونکہ میں ایک پیرس آ فیروں۔“ پہلے نے کہا۔
 ”تم مجھے گرا کر نہیں کر سکتے کیونکہ میں اسٹور کا مالک ہوں۔“

(سرمل: رما راضوی)

ہو رہی ہے۔
 ”ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ج بول رہی ہے۔“ ہولٹ نے کچھ دیکھا اور رہنے کے بعد کہا۔
 ”کیا ادا بھی؟“ ڈیوڈ نے کچھ لکھے ہوئے کہا۔ ”مجھے پورا یقین ہے کہ میں نہیں اس سے لگا ہے۔“
 ”اور وہ تمہیں سے ہے۔“ بھئی نے ہر سے کہتا تھا۔
 ”ان بولی۔“
 ڈیوڈ کچھ پر بیان اور راضی دکھائی دے لگا۔ ”کیا تم دونوں کو کبھی سے کائنات ہونے کا یقین ہے؟“
 ”اس کے فون کی پڑتا کہ ہم کس سوچ رہے ہیں۔“ ہولٹ ہولا۔ ”تم دونوں میں سے کسی ایک پر الزام آئے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بھی جی ہوگی۔“
 این نے بھئی کی ہونٹی سینٹ شروع کر دی جو گھر میں سے چھیلے سے کر رہی تھی۔ اس میں ایک چوتھی تھا اسے دیکھ کر این سرتاب کی۔ وہ جیت کی جیب میں سے اٹھاتا تو بھی کال چھٹی۔
 ”اس کا نام کیا ہے؟“
 ”میں کچھ ایسٹ فون کرنے کے کہہ سکتے ہیں کہ وہ

آ کر اسے لے گیا ہمیں پھر اس کے ہوش میں آئے اسے انتظار کر رہی تاکہ اس سے کچھ سوال پوچھ سکیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسے دین یا بارادائیں۔ ”اب تم اس سترم کا حیرت میں سے۔“ این نے اپنے اور ہولٹ کے بارے میں کہا۔ ”اس لیے ہمیں کسی حقیقت یا مثال نہیں ہونا چاہیے۔“

”تم اسے جانے کی اجازت نہیں دے سکتے؟“

ہولٹ نے کہا۔

”اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو میں اس کے ساتھ بہت برس اسلوگ کرتا لیکن اس نے مجھ کو مت بٹائی ہے اور این کے جانے کے بعد بہت اچھے طریقے سے کام کیا ہے۔“

ہولٹ نے بھی سہراک نظر ادا کر لیا۔ ”ایک پریٹ اور کسی سے کبھی انکوڑ کھب ایٹ لے جا سکتے ہو۔“

”ہولٹ نے جیسے جھپٹے ہوئے ہوا۔ ”وہ کیوں؟“

”بہت سے کبھی ہولٹ نے کہا۔ ”انہی میں سے کسی نے کبھی کوئی بنا ہوا ہوگا۔ اگر تم نے یہاں سے نکلنا تو ہم دونوں کو اس کو اور معلوم ہوجائے گا۔“ این اذنی بھی لے جاتا تھا کہ اس نے نہیں کبھی کبھی سنا تھا۔

”گہری پار سے۔“ کبھی تو یہ بھی معلوم تھا کہ تم بھی نہیں ہونڈ اس نے سو جا کر ڈیو بھی ڈیو آ جائے۔“

”کتنا کی اولاد۔“ ڈیو نے جیسے سے کہا۔ ”میں واپس جا کر گہری سے ضرور ملوں گا۔“

”اگر تم نہیں تو میں ضرور دوں گی۔“ این بولی۔

”میں وہ سب دوبارہ نہیں کرنا ہستی۔ لگا سے کر گہری سے مجید تمہاری آتے۔“

”تمہاری اس بات سے کیا مطلب لیا جائے؟“ ڈیو نے پوچھا۔

”تم ضرور سے ہی جانتے تھے کہ میں کہاں ہوں۔“

”تم نے ہی ہولٹ کو یہاں بھیجا۔“

”اس لیے کہ میں نے اس کی دیکھا اس لیے میں۔“

”میں نہیں جانتی تھی کہ اس کے یہاں آئے کی صرف یہی ایک وجہ تھی۔“

ڈیو نے ہولٹ کی طرف دیکھے ہوئے کہا۔ ”تم نے اسے کھنکھاتا تھا۔“

”ہوئے ضرور یہاں اس موضوع پر کبھی بات نہیں ہوئی۔“ ہولٹ نے ٹھنکوں انداز میں کہا۔

”مہماہمی کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں کرتے۔“

”اس کا لیکن کیسے سے پانچ میل کے قافلے پر ہے۔“ این نے کہا۔ ”اگر اس نے وہ جگہ اب تک نہیں چھوڑی۔“

”یہ زیادہ دور ہے ہوش نہیں رہے گی۔“ ڈیو نے کہا۔ ”اگر راستے میں پتیس سے روک لیا تو مجھے جواب دینا مشکل ہوجائے گا۔“

”میں اس کا اختیار کر رہی ہوں۔“ این نے کہا اور بیڑیاں چڑھتی ہوئی اور پہل گئی۔ جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں دو بیٹھن تھے۔

”تم نے تمہیں کیوں رکھے ہوئے ہیں؟“ ڈیو جبران ہوتے ہوئے پوچھا۔ ”تمہارے پاس کہاں سے آئے؟“

”کھپ ایٹ میں ایک زیر تربیت شخص کی تاک ٹوٹ گئی تھی تو میں نے اسٹری سے نکلنا تھے چھوچ گئے تھے جس میں یہ سوچ کر اپنے پاس رکھے کہ شاید یہی کام آ جا میں۔“

ڈیو نے بھی پوچھے سے دیکھا۔ ”اس کی ایسا دہائی ہے۔ اس نے ایک بیٹھن سرخ میں ڈالا اور کبھی تو رکھا ہر اہل ان سے این سے پوچھا۔ ”کیا تمہارے گہری میں جگہ ہے؟“

”ہاں۔“ جگہ کے دو دروازے کے ساتھ ہی اس کا نشان لگا ہوا ہے۔ تم اپنی کانڈی اندر لے جا سکتے ہو۔“

اس کے جانے کے بعد ہی وہ بعد این نے گہری کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ اس نے ہولٹ کی طرف دیکھ کر اس کے پاس سے کبھی کوٹھنوں سے گزرا۔ این نے اس کے پاس سے پکڑے اور اسے لے کر گہری کی طرف چل دیے۔ اس نے پکڑی ڈی کوئی اور بولا۔ ”میں چار کھلے ہوئے اور دوسرا انکھن گدوں میں۔“

”اس اور ہولٹ نے جھٹکتا تھا تم کو ڈی میں ڈالا۔ یہی بیٹھن تھا کہ وہ زیادہ کی نہیں گئی۔“ ڈیو نے ڈی بند کر کے کار اسٹارٹ کی اور گہری سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد این نے ہولٹ سے کہا۔ ”یہاں آئے سے پہلے تم کریک تھے۔ تمہاری کوئی بھی ہوگی۔“

”ہاں، اگے، ڈیو کی اور بھائی۔ میرے باپ کو مدد سے کھینچ رہا۔ اس بات سے شاید تکلیف ہوئی۔ بھائی میرے باہر تھا۔ میری اس سے مراد یہ تھی کہ میری اہلیہ کے کئی ایک رنگہ وہ ہسپتال کی نسبت میں نزدیک تھا۔ میں اس سے ملنے کے لیے ہوگی سے روانہ

ہو گیا۔ ڈاکٹر نے لگا دو دوسے دی اور ڈیو کی کا انتقال ہو گیا۔ میں جانتا تھا کہ اس بیماری میں کوئی نہیں بچا لیکن وہ مزید کچھ ضرور زندہ رہ سکتے تھے۔ ماں کو بھی جینا تھا کہ وہ انکھن لکھن کر لے گا۔“

”میرے جتنے اس ڈاکٹر کو پکڑا؟“

”میں نے جتنا ملنے اختیار کیا پھر ایک دن رات کو اس کے گھر گیا۔ اسے سہتر سے اختیار کیا اور مجھ کو غائب ہو گیا۔“

”اگر وہاں تو پتیس کے پاس تمہارے خلاف کچھ ثبوت تھے؟“

”اس رات میں نے اس سے کچھ باتیں کی تھیں جن کی وجہ سے پتیس مجھ پر رکھ کر رہی تھی۔ جب انہوں نے میرا ہنس مطلق مقرر کیا تو ان کا ٹک اور بڑھ گیا۔ اس کے علاوہ کبھی بڑی نے اس کے ڈاکٹر سے سے ایک کافر تھی وہ بھی میری اس کے ڈاکٹر کی۔“

”اس نے کوئی بھی ثبوت تو نہیں نکالا جا سکتا۔“

”نہیں نہیں مجھ سے شخص کے لیے انتہائی کافی قیادور ڈیو نے پتیس کو پتا چلتا تھا۔“

”تم نے باہل ٹھیک کیا اور ڈیو بھی اپنی جگہ ٹھیک تھا۔“

”وہ دونوں گھر کے اندر چلے گئے۔ این نے الماری کھول کر مشروب کی بوتل نکالی اور ایک گلاس میں ایڑی کر کے اسے دیا پھر اپنے کبھی ایک گلاس بنایا۔ گھر دو دونوں خاموشی سے ڈبک کرتے رہے پھر این بولی۔ ”کینئر کا علاج تو جب ہو گیا ہوتا ہے۔“

ہولٹ نے انہاں سے جواب دیا۔ ”کبھی۔“

”طویل عرصے تک پار ہے۔ ایک بار ہسپتال جانے میں غریب ہوتا تھا اس کا قصہ بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ انٹرنس نے ملنے والی بات میں لگنے علاج کے لیے کاٹھی گئی۔ میری ماں اور بھائی کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ قرص دیتا جا رہی تھا جو دوسری ماں پریشان تھا۔ دیکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ میری آمد آئی تو زیادہ نہیں۔ اس لیے وہ مجھ سے کسی مدد کی توقع نہیں کر رہے تھے۔ اس لیے میرے بیٹھے اندر سے چھاری گئی۔“

”ہاں۔ لیکن میں وہ تو ڈنڈ سے تو دردی؟“

”ہاں۔ لیکن میں نے ہی کیا تھا۔“

اس اعتراض کے بعد کبھی کی کوئی کٹھن باقی نہیں رہی تو ام این نے حریفہ فیصل جاننے کے لیے پوچھا۔ ”تم نے بڑی ہوشیاری سے کم کیا اور اس کا دماغ ہماری طرف نہیں کیا۔ یہ جاکر یہ خیال نہیں کیسے آ گیا؟“

”اس کا لیکن کیسے سے پانچ میل کے قافلے پر ہے۔“ این نے کہا۔ ”اگر اس نے وہ جگہ اب تک نہیں چھوڑی۔“

”یہ زیادہ دور ہے ہوش نہیں رہے گی۔“ ڈیو نے کہا۔ ”اگر راستے میں پتیس سے روک لیا تو مجھے جواب دینا مشکل ہوجائے گا۔“

”میں اس کا اختیار کر رہی ہوں۔“ این نے کہا اور بیڑیاں چڑھتی ہوئی اور پہل گئی۔ جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں دو بیٹھن تھے۔

”تم نے تمہیں کیوں رکھے ہوئے ہیں؟“ ڈیو جبران ہوتے ہوئے پوچھا۔ ”تمہارے پاس کہاں سے آئے؟“

”کھپ ایٹ میں ایک زیر تربیت شخص کی تاک ٹوٹ گئی تھی تو میں نے اسٹری سے نکلنا تھے چھوچ گئے تھے جس میں یہ سوچ کر اپنے پاس رکھے کہ شاید یہی کام آ جا میں۔“

ڈیو نے بھی پوچھے سے دیکھا۔ ”اس کی ایسا دہائی ہے۔ اس نے ایک بیٹھن سرخ میں ڈالا اور کبھی تو رکھا ہر اہل ان سے این سے پوچھا۔ ”کیا تمہارے گہری میں جگہ ہے؟“

”ہاں۔“ جگہ کے دو دروازے کے ساتھ ہی اس کا نشان لگا ہوا ہے۔ تم اپنی کانڈی اندر لے جا سکتے ہو۔“

اس کے جانے کے بعد ہی وہ بعد این نے گہری کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ اس نے ہولٹ کی طرف دیکھ کر اس کے پاس سے کبھی کوٹھنوں سے گزرا۔ این نے اس کے پاس سے پکڑے اور اسے لے کر گہری کی طرف چل دیے۔ اس نے پکڑی ڈی کوئی اور بولا۔ ”میں چار کھلے ہوئے اور دوسرا انکھن گدوں میں۔“

”اس اور ہولٹ نے جھٹکتا تھا تم کو ڈی میں ڈالا۔ یہی بیٹھن تھا کہ وہ زیادہ کی نہیں گئی۔“ ڈیو نے ڈی بند کر کے کار اسٹارٹ کی اور گہری سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد این نے ہولٹ سے کہا۔ ”یہاں آئے سے پہلے تم کریک تھے۔ تمہاری کوئی بھی ہوگی۔“

”ہاں، اگے، ڈیو کی اور بھائی۔ میرے باپ کو مدد سے کھینچ رہا۔ اس بات سے شاید تکلیف ہوئی۔ بھائی میرے باہر تھا۔ میری اس سے مراد یہ تھی کہ میری اہلیہ کے کئی ایک رنگہ وہ ہسپتال کی نسبت میں نزدیک تھا۔ میں اس سے ملنے کے لیے ہوگی سے روانہ

”میں جاننا تھا کہ خراج و حساب کتاب میں بہت کمزور ہے۔ ہمیشہ جھٹ جاتا ہے تو بے اس کے بیٹے جھوٹ جاتے تھے اور اسے میری مدد کی ضرورت پڑتی تھی۔ میری ایک ذہن اکاؤنٹنگ سے واقف تھی۔ وہ کاج کے زمانے میں میرا دردمیٹ ہوا کرتا تھا لیکن اس نے اپنی ذہانت کو گولہ کاسوں میں استعمال کرنا شروع کر دیا اور کئی لوگ اس سے حساب کتاب میں ہیرا پھیری کروانے لگے۔ جب یہ بات میرے علم میں آئی تو میں نے اس سے رابطہ کیا اور وہ خوشی میری یاد رکھنے پر تیار ہو گیا۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو کئی کئی سو گھنٹے دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔“

”کیا وہ اب بھی یہی نہیں موجود ہے؟ وہ اس سے بھی تحقیقات کر سکتے ہیں۔“

”گلاب کاسوں کی وجہ سے اس کی ہڈیاں ہو رہی تھی۔ اس لیے وہ ایک سال پہلے غائب ہو گیا۔“

اپنے بے نیچے کے انداز میں ہواٹ کو دیکھا اور بولی۔

”کیا وہ ابھی؟“

”ہاں۔“ ہواٹ مسکراتے ہوئے بولا۔ ”اس کے غائب ہونے کے بعد میں پُر سکون ہو گیا۔ اب کوئی مجھ پر ذمہ برابری تک نہیں کر سکتا تھا لیکن جب ڈیوڈ آج یہاں آیا تو میں نے غصوں کیا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر شہرہ کرے لیکن اس نے ایسا کچھ نہیں کیا بلکہ یہی کوا کر کے نہیں میرا ساتھ دیا۔“

”اور اب تم بھی خود پر دیش ہو رہی۔“

”ج کل تخت گردانی ہو رہی ہے۔ ان حالات میں کوئی بھی یہ عزت نہیں کرے گا۔“

”لیکن شان سے وہ کوئی قربانی کا بھرا کٹاؤں کے خوش ہوں گے۔“

”تم کیا سوچ رہی ہو ان؟“

”میں سوچ رہی ہوں کہ تم جیسی کارکن میں پٹلاٹو کیا تک جائیں اور ڈیوڈ سے آگے نکل جائیں۔“

”نہ کرنا ہو؟“ ہواٹ نے دہکے لہجے ہوئے پوچھا۔

”میں شک نہیں کرتی کہ تم سرور دم رکھ دوں گے۔ سو نے پانچ یا نو سال میں میں جن پتا ہمارا کیا جا سکتا۔“

”لیکن میرے پاس اس کی کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی اتنی زیادہ تم سے کسی سے آہیں نہیں ہو سکتے کہ ہمیں یہی ہی چوری کر لی گئی۔“

”میرے پاس کچھ عورتوں کا ڈیوڈ نے کہا اور دوسری طرف دیکھتے گی۔“

ہواٹ آگے کی طرف بھاگا اور اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔

”تم میری خاطر یہ سب کرو گی؟“

”ہاں۔“ وہ ڈیوڈ پر ہاتھوں میں بولی۔ ”نہ ضرور کروں گی۔“

”چھوٹی چھوٹی باتوں میں ہوگا؟“

”بالکل نہیں۔“

ہواٹ اخبار نمونیت کے لیے مناسب الفاظ تلاش کر رہا تھا کہ این اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔

”اگر نہیں کیجیے کہ تم سرور دم نہ لے سکتی ہو تو ڈیوڈ کو جانے اور یہی ان کے ہاتھ نہ لائی تو وہ پوچھ جائے گی۔ اس طرح وہ مجھ سے آگے نہ بڑھے گا۔“

اور میرے پاس اس کی چابیاں بھی ہیں۔“

”کیف ہے بھائی؟“

ہواٹ نے کہا۔

اپنے لیے ایک فیفہ جگ سے اپنے ٹیڈی آؤ ڈیوڈ تم کٹائی اور دوست سے کم وقت میں... وہاں آئی۔ وہ انہیں کئی کار تلاش کرنے میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ وہ سڑک کے دوسری طرف ایک مکان کے پیچھے کھڑی ہوئی گی۔

شمال کی طرف لاک ڈر پائپر کرتے ہوئے انہوں نے موسم بہار کی خطرات کے لیے کچھ پروگرام بنانے میں گیری کی پارٹر کو بھی سبق لگانا شامل کیا کیونکہ وہ اس سارے ضابطی جزو تھی۔

گل خان اپنی ساعت پر شرمسار تھا۔

وہ ایک سناٹے کی کیفیت میں گھرا ہوا تھا۔ اس کے ارد گرد وہ چلیا.... خود اس کی سستی میں مزید انتشار پیدا کر رہا تھا۔ اس کا ذہن گولوں کی زد میں آئے گا۔ الفاظ کے ٹکڑے ساتھیں ابولہان کر رہے تھے۔ دفعتاً اس نے اپنے ہاتھ کاسوں پر رکھے اور پتلا کر بولا۔

”ہاں کر دو۔ خدا کا واسطہ۔ کس کر دو یہ سب۔“

غاشوش ہوا۔

صیوات

زوا کا ایک باب

زمین کے ٹکڑوں پر حق چھاننا والے محبت بھری دلوں کو روند کر شاید تاج محل تو کھڑا کر لیتے ہیں مگر ان میں شادمانی کو تمام عمر ڈھونڈتے ہی رہتے۔ یہی حال ظالمانہ کارروائیوں کے عادی ان لوگوں کا ہے جو کشمیر جنت نظیر ادا کی حسن کے متوالے تو ہیں مگر قدرت ان اور کھول ان نہیں...

حسابات کا ڈھول اور بے کسی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا..... ماسٹر اور ماسٹری کے لیے

خصوصی تحریر



گل شرابار کا چھتارا در لیکن اس قدر خانے میں طوطی کی آواز سنائی کہ اب ہوتا ہوا مکتوں کے گل بیٹے جینے لگا تھا۔ سا نوردو مکتوں نے اس ہنسا در لیکار اڑنے پر ہوا حرکت پر بھی انتہائی مسدا میں بلاتیں لیکن کسی کو بھی پتہ نہ ہوئی ہی نہیں تھا۔ وہ درود ہوا تھا۔ آگے مکتوں پر رگے دھبے سے ڈھرتے ہوئے نکلتا گیا۔

☆☆☆☆

”انتی در کہاں لگا دی خان؟“ ہم سے انتظار کر رہے تھے۔ گل خان کے کمر میں داخل ہوئی تو روشن خان نے کمر بند ہی سے پوچھا۔
 ”کیوں نہیں آتے؟“ اس نے گل خان سے کہا۔
 ”علیحدت تو فیک ہے؟“...“ روشن کو تیشوں نے گھبرایا۔

”فیک ہوں۔ بیگن یوں جبکہ کر رہی ہو؟“... وہ پچھڑے سے انداز میں بولا تو روشن نے غامضی میں عیالیت سمجھی۔ وہ اپنے مجازی دیکھ کے حراج سے اپنے ہاتھ کی گھڑوں میں ہی طرح وقت کی یاد میں نکل جاتا تھا۔ اور روشی نظر سے ناگ تھا۔ بڑی سے بڑی بات ہی خبر نہ پٹائی ہی سہہ لیا کرتا تھا۔ زندگی ان کے لیے بھی جی آسان نہیں رہی تھی۔ وہ پیدائی پر علیحدت سے شایہ۔ صاحب مشکلات کو ان سے آتی تھی کہ وہ انہیں بھی لیکھا پھرنے کا ناہی نہ دیتے۔

گل خان گل باس کی بالکل نہیں تھا۔ اس کے بیٹے میں چٹانوں کی تھی اور اس نے بھی زیادہ کٹاؤں کی۔ وہ انکو اپنی وہاں کو ایک بات سمجھا کر کہتا تھا کہ رب کریم کی بڑکوں کی استطاعت سے زیادہ زنا میں میں جلتا نہیں کرتا اس ذات اس قدر اس نے اپنی اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ

”ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ جنگ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ تو ہر ایک حقیقت ہے کہ ہر پریشانی اپنے ساتھ کوئی زندگی بھی لایا کرتی ہے۔ اس کا ناکات میں کوئی بھی اور دنیا میں خبر ہی نہیں دیتے۔ کے لیے بات ہو۔“
 ”آج ایسا کیا ہو گیا خان کے ساتھ؟“ اسٹاٹوہ تو وہ بھی نہیں کہتا۔ ”روشن کے ذہن میں ایک بار پھر درد شمار ہوئی کا کھسک رہا۔“

”آج آج کرتے آیا تھا۔ کرنا یہ دھماکے کی بات کر رہا تھا۔“ اس نے شہر سے کہا۔
 ”ابھی اٹھک ہے۔“ وہ پھر اجواب دے کر مگھن میں موجود گئے کی طرف بڑھ گیا۔

یہ ایک اور خلاف معمول بات تھی۔ روئین کی آدھا ذکر نہ کر وہ بیٹھ سانس سے سر جھک کر دکھائیں ہی فخر دہرا دیا کرتا تھا۔
 ”خدا کا خوار گدا کی بنا پر کیا ہے کہ کمر میں پروردگار دیکھا ہی نہیں آتا۔“ جیسے بتلی کی طرح سنا خدا کرنے چلے آگے کر رہا۔ ”دیکھنا ہے کب سے؟“

روشن غمگین نظروں سے شوہر کو دیکھتے ہوئے اس غامضی کی وجہ جاننے اور گل کوڑے کا ایک اور جزا تلاش کرنے کی کج آبتیں جھانکے روشن نے مقررہ وقت پر ملتان نظروں سے ایک اور تہہ لگی فوری طور پر محسوس کرتی۔

گلک بیٹھا اپنا ایک اور زرب آب آیت کا اور دگرے ہوئے وضو کے فریض میں مہربان دیا کرتا تھا لیکن ابھی وہ سر کا رخ کر بھول گیا تھا اس کے ہوش بھی ساکت تھے۔ روشن کے دیکھنے میں دیکھنے اس نے جب پاؤں جوڑے گا تو ناکا تو کیا تھا اس کا داہلا پاؤں اس قدر وہ دھو کر گا بھی کی جانب بڑھ گیا۔ یہ واقع غلطیاں روشن کے لیے اس بات قابل برداشت تھیں۔ وہ تیزی سے اس کی جانب لگی اور تیزی سے کھلا کر بولی۔

”خان! ابھی تو اس کا کیا ہو گیا ہے؟“
 ”ہوش میں ہی تو ہوں۔ تم مقرر تھے تو میں ایک بات کے پیچھے ہی چلا جاتا ہوں۔“ وہ پوچھا۔

”تو یہ علیحدت کب ہوئی ہوں۔ آپ کی ذہنی دباؤ کا فکارت میں نہیں ہے۔ روشن غمگین کی قدر غلطیاں کیے ہو سکتی ہیں؟“ وہ جھٹکا بہت جبران میں گل خان تو مائلو قرآن اور روئین کی بہترین سوجہ ہو گئے کہ وہ والا انسان تھا۔ وہ اس کا متعین کیڑ کر رکھتا تھا؟

اس کی حرکت اس وقت مزید درد ہو گئی جب وہ اس کی بات ان کی کسی کے برآمدے کے ایک کونے میں جاسنے لگا زبے بڑھ گیا۔ اس کی حرکت و شکات بہت بے تاثر اور مشکی تھی۔ ”روشن کی پیچھے مری ایک کسی پر پھینک کر ایک بار پھر اس کا فکرتو شادہ کر گئی۔“

تیسرا ہی ہی تھا۔
 روشن کی برداشت کا پیمانہ بڑھ گیا۔ وہ سمجھتی تھی کہ اس کا جوش خفا خدا کی انکا اٹلا کر دکھار ہو گیا ہے جو اس کا وجود اپنے آسب میں ہی طرح بکڑ جاتی ہے۔ مگر علم اور سیرگی سادی ہی وہ صورت آتی جاتا تو جاتی ہی کی کہ وہ بے درداؤ کا کھلا ہے اور آگے سے مزید کر دینے یا دباؤ

ڈالنے کی کوشش کی تو نتیجہ جھک گیا ثابت ہو سکتا ہے۔ ہی تصور سے روز کر رہی گھر کے اس آخری حصے میں اپنے سر کے تاج سے عروہی کا خیال ہی اس کے لیے بہت ہونا لگا تھا۔
 ”ابھی اپنا کر فرماتا۔“ وہ تاروں ہمرے آسان کی جانب دیکھ کر کڑوا لگا۔
 ”خوردی ہی دیر بعد گلک بھی میں بھی چاہی پانی پر آکر لیٹا اور غائی نظروں سے آسان کی جانب دیکھنے لگا۔
 ”کیا سوچ رہے ہیں؟ کھانا کھانے آ کر آ گیا؟“
 ”نہیں! امیر اول نہیں چاہ رہا۔“ اس نے پھر مرگی سے جواب دیا۔

چندر کون کے لیے غامضی دہلوں کے درمیان مائل رہی اور پھر گلک نے کہا۔ ”نہیں! کے ایصال ثواب کے لیے گلک پر اپنی کوئی کا بندوبست کر لیتا۔“
 ”نہیں! نے پھلی جہرت کھلے کے بچوں میں چاول بانٹتے تھے۔ سہر میں بھی بیٹھے تھے۔“
 ”گلک! سچ بھرتج دیتا۔ روز بہت فرخانی ہو جائے گی۔“ وہ اصرح تھا۔

”ابھی فرمایا چرا کیا ہے؟“ روشن دہلی کی۔
 ”بہت دور دگی ہے۔ بہت طول ہے۔“ گلک کی نگاہیں ہنڈرا سان پھیں۔ ”نہیں! دیکھا تھا۔“
 ”کہاں دیکھ لیا؟“ نہیں غراب میں تو تھیں آ یا وہ۔ ”روشن کی آواز پھینک رہی تھی۔
 ”غراب میں نہیں۔ حقیقت میں ... وہ اصرح تھا۔“ اس نے دایاں اٹھا کر جنونی اشارہ دیا تو روشن کا دل ہل کر رہ گیا۔
 ”وہ وہاں کیے ہو سکتا ہے؟“ روشن میں آگیا خدا را!

”وہیں تھا وہ۔“ گل نے برہمی سے کہا۔ ”وہ وہاں تھا تھے۔ لیکن نامز میں کا نام غلط ہے۔ اور وہاں تو جانتے ہم لیے تو کسی وجہ سے بہت پچھڑتے تھے۔ کیا جھلا نام تھا۔“ اس اندیزہ سے ہلے تھے آج۔ بہت پریشانی تھی۔ ”وہاں بہت ہوسنے لگا۔“
 اس کی ہی حالت دیکھ کر روشن کا دل خون اور تھا۔ ”وہہاں دیکھا نہیں تھی۔“ کیسے گل سے آپ کو؟“ روشن نے گئی۔
 ”روشن کہاں ہے؟“ گل خان نے موضوع بدلا۔
 ”سوئی ہے۔ اس کا پرچہ گل۔“

”اسے کہاں گل مجھ سے ملے بغیر نہ جائے۔“
 ”دوب آ رہی ہے کہ ساتھ تو جاتی ہے۔ بھول گئے ہیں کیا؟“ روشن نے کوشش سے اس کی پٹائی پر پڑھ رکھ کر حراز سے مگر کسی جانی نہیں باکل غلطی کی۔
 ”ہاں! میں بھول گیا تھا۔ میں سچ رستے میں ہی اس سے بات کروں گا تم اس سے کہا بھول جھل کر جائے۔“ وہ ایک بار پھر سے خیالی میں بولا۔ روشن نے کسی کے عالم میں روئے ہی نہیں گلک سے یازدی سے آسان کی دسترس میں جانے لگا کھلا شہار۔

☆☆☆☆

آگے سچ بھی کسی صورت حال ہنڈر برتر آ رہی۔ گلک خان کی حالت میں زیادہ بھری نہیں تھی۔ بڑھتی تو رہے تو کئی تاہم غامضی اور اداسی اب بھی رہے۔ کسی تاہم کسی اس نے پتہ چھٹا کا تھا۔ چائے بھی اڑھا کپ لی ہی ہنڈر کی مائلک جاتے پر افادہ بہت دہرت سے کھا گیا کرتا تھا۔

”روشن! کبھی باس کی ہی حالت دیکھ کر بہت حیران تھی۔ دو سترہ سال کی تھی اور آج کل میزک کے پرچے دے رہی کسی سرخ و سپید رنگت مہذب نظر نقوش اور تیا سب سراپا کی حامل۔ روشن گل خان کی اگلی ذمہ اولاد تھی۔ ہاتھ بائیں اعداد و شریف آئین اور مصروف گفت و گو کی برہی کا دل کو رو لیا۔ کئی خان اسے غامضی سے مگر سے چھایا۔ ایک ایک ساہیل کھانے ساتھ لے سے پھرنے سے آتا تھا۔ دروہوں میں بنی چندو منٹ کے اس سطر میں خوب باتیں کیا کرتے۔ اسے انتہائی سیزن میں چھوڑ کے وہ آگے بڑھ جاتا۔ گلک خان تیرکان تھا۔ صحت اس مرض میں قابل رشک تھی۔

”تھمہارے کتنے پرچے ہائی رو گئے ہیں؟“ اس نے کھو رو آنے کے بعد پوچھا۔
 ”صرف تین پرچے اور ہائی ہیں!۔“ روشن اپنے مخصوص اڑھے اور شاکت انداز میں بولی۔
 ”میں تمہاری شادی کر دینا چاہتا ہوں پر کیا؟“ اس نے پیار سے کہا۔ ”بہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟“
 ”مجھے آپ کی مرضی!۔“ پھر پھر بیٹھ گیا۔
 ”سچ شہر ہے۔“ وہ پھر جھکا کر کہنے لگا۔
 ”یقینی رواد عرضی رواد میں شادی بیاد کے معاملات میں گلک شریعت کے احکام پر چلنے کا قائل ہوں شریعت میں بھی ہے کہ اولاد سے اس کی مرضی

دریافت کر لی جائے۔ کاتبھارے ذہن میں شریک جیات کا کوئی خاکہ موجود ہے؟ اگر ایسا ہے تو مجھے باجنگ بتاؤ نا۔

”بھئی! جان! آپ کی ادراوی کی پندہ میرے لیے حریف آخروہی۔ اس کی مشامندی جان کر مگر فی اس عملوں میں آسوا گئے۔“

مدوش کو نیز چھوڑ کر وہ ٹک دو اور سر چلا آیا۔ اس دن کان کا بائک ملگ حضور تھا۔ چپاس کے پینے میں سوزہ ملگ ملگ خان کو اس کی پیشہ رازانہ بخاری کی بدولت بہت پریشان تھا۔

”صیب رشتان طبیعت تو ٹھیک ہے نا... خان صاحب؟ جو مجھے ہونے معلوم ہے چپاس کے۔“ ملگ کی حلقائی نظروں سے اس کی کیفیت پر شہہ منہ ہو گیا۔

”ٹھیک ہو ملگ۔ بی بیس بڑھایا بڑگان پہنچا ہے۔ اس لیے پہلی تو تالی کیسے برقرار رہی؟“

”اس کا پاس نہ کر رہا ہوں؟ اس کا بیٹے زندگی میں بہت ہی خوشیاں دیتی ہیں۔“ ملگ حضور نے غلص سے کہا۔

”ملگ کی اچھا مدد اور بڑی بات... کیا میں ایک بات بچھینے کی کستا ہی کر سکتا ہوں؟“

”بھئی میں... ایک بڑا کام پاس بچھو۔“ حضور دوس کی ایسا انداز میں فرس شامی اور شریف لہجی کا دل طور پر تال تھا۔

”کچھ موصوفی آپ نے ایک بات کہی تھی... مگنانی جی کی خواہش بیان کی تھی۔ آپ کی وہ پیشش ابھی برقرار ہے؟“

”بھائی برقرار ہے۔ اس سے بڑھ کر خوش نصیبی ہمارے لیے اور کیا ہو گی؟“ حضور نے جوش سے جواب دیا۔ فرط طرست سے اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔

”آپ نے مگنانی جی کو ہمارے ہاشمی کے بارے میں تو بتا دیا تھا۔“

”ہاں اسے کوئی اعتراض نہیں۔ ہم نے بلال کو بھی ساری سچائی سے گا کر باقیاتھا اور ائمہ نے میرے بیٹے سے بھی مجھے پاپس نہیں کیا۔“

”جینا رہے۔“ حضور نے ہمیشہ اپنے والدین کی آنکھوں کا لور اور دلوں کی غلطک میں سرکاست رہے۔۔۔ خان غلص ہمیشہ ہی ہمدان کے امور لہجہ خزانے لایا کرتا تھا۔

فرزعی میں بھول کر لیا ہے؟“ حضور نے خوشدلی سے استنہار کیا۔

”مژندہ نہ دیکھے ملگ کی آپ کی ذرہ تو ازی ہے کہ اس فریب اور بد حال ہونے کو پائیت اور غلص دے کر کھل میں شام کا پونہ لگا گئے۔“ اس کی آنکھیں لم ہو گئیں۔

”جہیں کاتبخبر کہ میں جہاں انسان ادوی اور مازی کی... کتا قدر دان ہوں۔“

”میں ملہاز جلد بیٹی کے فرس سے سکڑھ ہونا چاہتا ہوں ملگ جی! اسی ڈاکر...“

”یہ فخر ہو۔ میں آج ہی مگنانی اور بیٹے سے بات کروں گا۔ اس کا ہاں کی اٹھا میں تو بہ فرس بھی تمہاری سے۔“

”بہت گھر بیگ تھا!...“

”اب تم گھر جانا چاہتے ہو یا نہیں روگے؟“

”میں جواب کرتا ہی حلاف۔ کجا جو کہ وہ گاتا وہ دن آویں پھر گھر جانا چاہتا ہوں۔ اس کا یہ جواب حضور کے لیے متوج تھا۔ نیز کہ روز ایک گرمیوں دیوار گھر حلقی الماریاں بنانے کا کام ملہاز ملگ خان سے ہی عمل کرنے کا بہرہ دیا۔

وہ کئی سالوں سے اس کے پاس ملازمت کر رہا تھا اور اپنی شھمی خوبیوں کی بدولت اس کے دل میں گھر کرنا چاہتا۔ اپنے گرمیوں مشفق ہونے والی ایک حقل سجادہ میں حضور نے اسے اپنی خانہ سیت دھو لگا تھا۔ مدوش اور مدوش کی ساوا کی مشاطی اور اخلاقیات خدر کا اس قدر بھائی کا مشورہ سے اسے اٹھوٹے بیٹے کے مدوش سے شاد کی کامیہ دوسے اٹھوٹے حضور نے چند روز کی سوج بھارے بعد باقی ہمراہی کے ہمراہ قدر سے متال قہارہ ملازم اور ایک کھیت سے متعلقہ تھا۔

”میں مدوش جیتی مالک نہیں ہوں پیارے انھو کہیں کھا کر ہی اس مقام تک پہنچا ہوں۔ اس لیے انسان اور دشواری کی قدر کرتا ہوں۔ میں آج بھی طرح سوج بھولے مجھے حقیقتاً تم سے رشتہ اداری قائم کرنے میں فر ہوگا۔“ حضور نے اس کے قد قضاات اور ہاشمی کی بابت مختصر جان کر کھیلے دل سے کہا۔

”میں اس وقت تو خاموش ہو گیا تھا لیکن آج وہ دلیہ وہ دیکھ کر قبول کرنے کے لیے راضی ہو گیا تھا۔“

”میں اس وقت تو خاموش ہونا چاہتا تھا۔“ حضور نے اس کے قد قضاات اور ہاشمی کی بابت مختصر جان کر کھیلے دل سے کہا۔

”اب اس کا خانہ غلص کا خانہ؟“

”جی ہاں۔“

تو کبھی نہ تھی، مگر کی روایتی کے بعد اس نے اٹھ کر سوجا۔ دونوں ادویوں کے بعد ملگ حضور نے بھی اس کی وہ ہند ہی عجاب توڑی کی لیکن اس ہند ہی کا خاندان تھا؟ یہ ہندو ایک اسرار تھا۔

☆☆☆

دوش شہر کے اس چاکہ فیصلے سے بہت حیران تھی اور اس کی کوئی توجہ نہیں کرنے سے ہراسی۔

”یہ سب چاکہ کیوں؟ تو وہ بڑھ رہی ہے اور آپ ہی تو دیکھے تھے کہ اسے پڑھا کھا کر مٹی لے رہا ہے۔“

”میں زندگی کے ایک ایسے مقام پر آچکا ہوں جہاں انسان اپنی ہی کمی کی باتوں اور بیسیوں میں داخل حقل اور بھول دیکھنے سے قائل ہو جاتا ہے۔ اور یہی ہوتی آتا ہے جب ہم مگر تقدی اپنے اختتام تک پہنچے والے ہوتے۔“ اس نے سچاٹ اعزاز میں کہا۔

”اس کا بھرنی کی باتیں کیوں کرتے ہیں؟ خدا؟“

”کونیش سلامت روگے۔“ وہ وہاں ہاں ہونے لگی۔

”موت ایک حقیقت ہے۔ تمہارے یا میرے کہنے سے کسی نہ تو نہیں جائے گا نا... تم میرے پاس نہیں آ سکتیں۔ اس دنیا میں موجود دیکھو یوں سے میرے لٹو کی بجلا؟“

دوش اس کے اعزاز و الفاظ و کلمہ کرکھ کرکھ ہو گئی۔

”ٹھیک ہے خان! اچھے آپ کی سرسی۔“

”ہاں ہاں کی افغانی شوک ملگ صاحب اپنی امانت لے جائیں گے۔ انہوں نے زیادہ تیار کی کرنے سے بھی سختی سے منع کیا ہے۔“

”اللہ انہیں دو جہان کا سکون اور ہر خوشی نصیب فرمائے۔“ دوش نے چوڑل سے کہا۔ اس کے پاس تیار کی کے لیے اب صرف چند روز ہی باقی تھے۔ اس نے اپنی بیٹی کو اور اسطاعت کے مطابق بیٹی کے لیے سلمان لکھا دیا کہ میری یہ دو بہنیں بہت سے سالوں کے پڑھو اور اسے کھل خانہ نے شادی کے تمام انتظامات خوش اسطولی سے بھجائے تھے لیکن اس کی خاموشی ہرگز سے دن کے ساتھ گہری ہوتی گئی تھی۔ وہ دیکھی روز میں صدیوں کا یوز خا ننے کے ساتھ رہنے کی کہ رشتی کے بعد گھر کے دروازے سے مزید دوست چھٹی محسوس ہونے لگی۔

”اب اس کا خانہ غلص کا خانہ؟“

”جی ہاں۔“

دوش بھوت بھوت کر رہی تھی۔

”تم ایک بہترین شریک جیات ہو رہی تھی۔ تم سے کئی گھنٹوں نہیں۔ میں تمہارے حد متعرض ہوں۔ نہ جانے بیٹے بیٹی کی پریشانی اتار پائی یا نہیں۔“ اس کا اعزاز اب بھی بھویا کھو گیا تھا۔

”اس رات ایسا کیا ہوا تھا؟ خان کو کہاں چھوڑا ہے؟ تمہارے اس رات؟“

”مگل خان تمہارے سامنے ہی موجود ہے۔ اب وہی کے ساتھ ملنا کر رہا ہوگا۔“ اس کے دوڑوگ روکنے پر دوش خاموش ہو گئی۔

”یہ بہت بڑا ہے۔ یہ دیکھیں آج ہی روز کر یہ بڑھانے کی بات کرتا رہا ہے۔“ وہ شہر کا دھیان بنانے کے لیے ایک اور تجربہ دینے لگی۔

”میں نہ پڑھ رہی ہوں ذہنی اسے گھر خالی کرنے کا بتا رہا تھا۔ سلمان کے حوالے سے بھی ایک چاکہ سے بات ہو گئی ہے۔ کجا کو مکان خالی کر کے ضروری بھڑے لے لے سمیٹ لیتا۔“

”مگر ہم جا میں کے کہاں؟“ وہ شہر حقی۔

”وہاں... اپنے دیکھیں۔ اپنی کٹی میں۔“ وہ اطمینان سے بکتا اٹھو کرنے کے لیے اٹھ گیا۔

☆☆☆

چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں؟

”مطلو سوال کر رہی ہو پوری آج نہیں تو یہ پہنچا جائے چاکہ کر ہے۔ آپ تاجر سے کیوں کر رہا ہوں؟ آپ تو مجھے پیسے کر لیتا ہے۔“ وہ کھلی ہاد سکرایا۔ اور یہ کئے سوج لیا کہ تمہیں اس کا چھوڑ کر جانا ہوں۔ اللہ کے فضل سے تمہارے سر پر ایک موصو اسرار قائم کر دیا ہے۔ محرت باپ کے نام سے گئی۔ زیادہ شہر کے نام سے ہمیں گجالی ہے۔ پروردگار ہمیں اپنے شہر میں مسکن رکھے اور دلا دلا سکون کی تھیب فرمائے۔“ اس نے بیٹی کو کھیر پوز کر لیا۔

حضور نے بھی اسے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن خان کے فیصلے ہمیشہ ایسی ہوتے تھے۔ وہ روز بھر وہ سلطان پور روانہ ہو گیا۔ خوشیوں کی سببھی فغاوں اور دلکش نظاروں نے اس کو ادا ہانا ستمال کیا تھا۔

☆☆☆

”ورسٹ کہے دو، لیکن بد وقت آگیا ہے کلاس تاریخ کولیک نامزد ہو جائے۔“

”میں اس وقت تو صدمہ اٹھاتی کی بات بھی میری نہ سکا لیکن جب اس نے مجھے آسان الفاظ میں تفصیل سے اپنا مفہور کہا تھا تو بات میرے دل کو لگی۔ وہ مہی مہی فرادو کہہ رہے تھے جیسا کہ ڈیڑے گھنٹے کے بعد میرے دل کو وہی مہی مہی مہی چاہتا تھا۔ صدمہ تک تھا۔ میں نے ہائی بصری روٹوں کو سمجھنا تو خود مشکل ثابت ہو اور وہ اپنا گھومنا اور لاڈ کی یادیں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی مگر میرے اسرار پر مسلح غم کرنے سے خواہش کے باوجود وہاں لاکر آئی تھی۔“

”صدقات“ میں اپنے شہر آئے۔ اب تم لوگ اس شہر کا نام جانا چاہو گے، میں اتنا جان لو کہ وہ ان کے شہر میں جیسا تھا جہاں عمرائش بڑی اور انسانیت ہوتے ہیں۔ ان کے لوگ بڑے اور بڑی بڑی اولاد رکھتے ہیں جیسا تھا۔ ان کے لوگ اس کی عظمت ثابت ہوئی۔

”میں نے سوچا تھا کہ میری افراد تیز جھیل پر حشرات کروا دیں۔ اپنے بھائی جیوان میرا کہو اور میری سہیلی کوئی عیال دی تو میری سب ایک کھل پیدا ہوئے گی۔ کئی عیال اخبارات نے بھی ان باتوں کو بہت عجیبی سے اظہار کیا۔“

”میں نے کئی روز سے حوازا دیکھا بل رہی تھی۔ فون کا نرا خط لکھ کر بعد ازاں حاصل کرتا ہوا ہے کیونکہ میری کو گاڑی کا تھا قب کی ہونے لگا ہے۔“

”لوگ کہتا ہیں یہ آپ نہیں سے رابطہ کیسے نہیں کرتے آپ؟“

”پر تو ایک آواز دیا بستی ہے۔؟“

”ہیماں یہ سب ہے ہو سکتا ہے۔“

”سب چمک چمک کر دیکھ لیا ہے۔ یہی تو الیہ ہے۔۔۔۔۔“

”ہمارے دور میں ان کا بغیر کسی مروجہ۔۔۔۔۔ ہاتھ کی سادگی کہہ لو گی، ان کا ہم۔۔۔۔۔ میں ان شہر پہنچا مگر صواب تک پہنچانے میں کئی سو گھنٹے کے اور دور میں تھے ہی اپنا دار کر دیے ہیں۔ خواہش کے باوجود میری بہادر نہیں ہوتا اور بڑوں کی ہمیشہ سازشوں کا بھی سامنا سہارا لینا ہے۔ وہ بھی میں سینہ ٹھوک کر میدان جنگ میں سرفراز کر کے دے گا۔ اپنے لیے خضر ہونے والے سبھی میں شخصوں کو ڈرا کرتے سے مہارے گا۔ ہمارا شکر کرم، سبھی ایسا ہی ہے۔ ہم ڈوبنے ہونے کے باوجود اس کی مکاری اور چال بازی سے مات کھا جاتے ہیں۔ ان سے بڑی ہوشیاری سے اسے اس میں خلوص میں نہیں دیکھی ہے۔ ہم کوئی بڑا بان بڑا کر دو کہ جاتی ہے۔۔۔۔۔ اور اب شاید میری باری ہے۔“

”الیہ نہ بدلو صاحب پروردگار آپ کو بھی عمر دے۔“

”میں نے ایک ایچا سے میری۔۔۔۔۔ اپنی بارہائی گاڑی اٹھ کر لیں گی ایسا نہ ہو کہ تم بھی اسی آتش افشاکی لپیٹ میں آ جاؤ۔“ وہ نکتہ خوردہ تھے۔ میں نے انہیں سینہ سمجھایا۔ اپنے لکڑی سا گھین دہانی بھی کر دی انہں وہ ان کے لیے کر دیے۔۔۔۔۔ اور پھر ایک ہفتے بعد ہی ان کے سبب مذلتا خفیہ ثابت ہو گئے۔ ایک شخص کو پروگرام دیا اور بعد میں پروگرام کو گولیوں سے چھلٹی کر دیا گیا۔

صدقات صاحب کے ساتھ وہ دوسرا ایچا جان کی بازی ہارنے جو اس پروگرام کا حصہ بن کر کئی اور حقائق سامنے لانے کے لیے ناکام ٹھہرائے گئے۔

”ان کی وفات کے فوری بعد وہ کھری میں بڑا آتش کر دیا گیا کہ کئی قسم کاتھری یاد باری کی صورت میں کوئی بھی سچ، حکم، عزم پر نہ آسکے۔ ان کی بیوی کا انتقال تو پچھلے ہی ہو چکا تھا۔ صدقات صاحب کی آخری خواہش پر عمل کرنے میں بھی کئی بھارتی ایچا میرے ساتھ تھی اور اب تو شہر چھوٹی جی اور پھر وہ بھی۔۔۔۔۔ میری سہیلی نے اسے اس کی خواہش کا اجرا کرتے ہوئے دیکھا، انے سے بھی تو سرفراز۔۔۔۔۔ لپٹ چار ماہ سا دل کو لیے ایک چھوٹے سے شہر میں آباد۔“

”مجھے علم ہے تم یہ جان کر چمک گی ہو گی لیکن میری بیٹی اعداد اکواہ ہے کہ ہم ماہانہ ہوتی تھیں اپنے بچوں سے بڑھ کر صحت دی۔ بال بلیں کر جواں لیا اور شادی سے قبل تمہارے شریک حیات سے بھی کوئی چٹائی پوشیدہ نہیں رہی۔“

”تجزیہ بات اور دل کو لگو گی۔ میں نہیں ان کھانویوں اور اذیت کے بارے میں تو جتانی میں مکیا جو کرش ایک دہائی سے زائد عرصے میں میری ذاتوں ذات کو دیکھ گی طرح کھولنا کرتی رہی۔“

”میں اس قوم کے افراد کو گرائی کے اندر میری کی طرف بڑھے دیکھا کہ وہ ان نامیوں کے رنگ میں رکھتے ہیں۔ لیکن نظر اتنی تھیں نکتہ شادی یا ایک کے معاملات میں ان کی نقلی ہونے لگی۔ اس خوب صورت میں اپنے حصے کا پرانا مل جاتا ہے۔ میں نے کسی میں گھروں میں سپاہیہ پڑھانے کا آغاز کر دیا۔ مجھے تو کسی ایسی ہی میری نکوشیں ضرور دیکھ لیگیں کہ اور میں ذاتوں میں ساری وقت اور پھر حصر میں تھیں۔ ڈالے میں کا مباح رہوں گا کر کے ہمارے آرزو کر خاک شہا!

”پہلے پہل تو صرف یہ ہوتا تھا کہ مجھے صرف دس منٹ دیے جاتے اور کھانا نہ جانا تھا کہ مولوی صاحب اذرا اجلہ کی طرف چلے جائیں، انہیں جیون بڑھنے کی جات ہے۔ پچھلا سہی سٹنے کی باری آئی تو علم ہوتا کہ وہ تو باری نہیں ہو سکا کیونکہ جیون اور کورنگ سٹیز سے لینڈ نہیں لگی۔ جب میں انہیں کہتا کہ کچھ کو کھیں دہرائے گا میں ہی وقت دیا کر دو تو دل میں رنج ہے۔“

”بچے کھیل کر اور دوران سچ کے لیے ہی تو وقت چاہیے ہوتا ہے۔ آپ ان پر زیادہ دوجھ ڈالیں۔“

”پھر کچھ اور وقت کر لی گا تو تصور یہی یاد ہو جا رہا تھا۔ وہ نماز روزے سے بچے بنائی اور ان کی ادا نہیں کیے۔ یہ نایاب ہوتے جا رہے تھے۔ بلہ ماسام آتا تو دل میں تو جیہہ جیون کر رہے تھے، ایک ببت چھوڑتے۔ یہ کیا ان سبب سخت روزے پر رادش کرتا ہیں۔ میری غمازی بات تو جو دہ اور یہین کی اپنا بگلی ان کے لیے وہ عالیہ کر کے لینے کے مترادف ہیں چنگی کی۔“

”سلمانہا میں سیب و دیگر ہا کر ماستر با اپنی نعت اور فراہم سے بچے ہو کر جب اسلام کی کوکشی کرتا تو دوسرے ہی روز کھینا کر پادشاہ نمازی جاتا۔ والدین

ماسک

ایک بیچیشن کی سرراہ اپنے گاہک سے ملاقات ہوئی تو بیچیشن کی سہیلی نے اس کے مٹائی مٹی کا ماسک گانے کا جو شور مچا تھا اس سے ان کا چہرہ بہتر ہوا۔“

”ہاں ہاں جب ایک ماسک لگا رہتا ہے پھر وہ مٹائی بہتر لگتا ہے۔“

بچے کی تعلیم کا سب سے پہلا سٹی ہے کہ اسے حذر اور خوشی دینے ہیں، اس کی یاد دہانی کو تیز کر دیں، اس کی خوشی اور خواہش کو اجاگر کر دیں۔

سوچ و فکر

- ۱۔ بڑوں کی بڑی بڑی خدمت کرنے کے لیے ہمارے چھوٹے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی ضرورتیں پوری کر دی جائے۔
- ۲۔ آج انسان کو انسان کی خاطر انسانوں کے دروازے کو کھولنے چاہیے۔ لیکن دل کا دروازہ نہیں کھولنا۔ وہ سائنس کے گاڑی میں سیٹ بنے ہیں۔ آپ کا ہدف صاب ہوتا ہے اور جب گاڑی چارتے گا کلچر ہوتی ہے تو وہی انسان اپنی خوش نصیبی پر فخر کرتا ہے۔
- ۳۔ صرف بزرگوں کی یاد مٹانے سے بزرگوں کا کیش نہیں مٹا، بزرگوں کے ہاتھ ہونے راستے پر چلنے سے بنتی ہے۔
- ۴۔ انہوں نے دیکھا مٹا دے وہیں دعا قبول کرنے والا نہیں ہے۔
- ۵۔ اس عمل کو پینڈ کرنا چاہیے جو جس بھی پینڈ اور ماہنگ لگی۔
- (مرسر: روز بھر نجان۔ علی ہزارہ)

کواچے جنوں کے لیے اسی وقتیں ملازمہ دکھاتا۔ تھوڑی راہ کے طور پر میں نے کسی اداروں سے بھی رجوع کیا تاکہ وہاں نئی کمپنی کے سرپرستی پر دراشت آئیں عمل کر سکیں۔ میری ایک کوشش کا نتیجہ بھی مثبت برآمد نہ ہوا۔ تبلی اداروں میں اب گھری ہوئے اور کھانے والے افراد کمر آگھوں پر بیٹھا جاتا تھا لیکن وہاں مجھے مسلم کی ضرورت نہ تھی۔

"ادوات گرتا گیا۔ میں بچی بخوار ہوتا رہا جو تازہ لیل کے طور پر کیری کسٹین کھانڈی میں۔ میں نے وہ وقت بھی دکھا جب پورے ملک میں شادیوں سے ابھار کے لیے عیسویوں کی طرف سے صرف اس بات پر تعلق برآ جاتا جو زمانہ ہرے ہڑے ہوئے۔ کثیر کے کئی کوڑوں میں بیٹے والا خان ایک درانگ مرد۔ کتبہ کا اور خان میں پر کندھے سے اپکا کمر صرف اتنا کہہ بات سمیت دہانی کر رہے۔ "تو آئے روز کا معمول بن چکا ہے۔ اپنی زندگی کے آزار کیا کم جی جی ہوتی اور اخباروں میں بھی ایسی کچھ دیکھا کر پانڈھ پریش برآ جائیں۔"

"یہ سب سن کر میرے دل پر قیامت گز رہاتی تھی۔ صداقت صاحب کی وہ آخری ملاقات بہت یاد آتی جس میں انہوں نے کھڑے کھڑا دعویٰ کیا تھا۔

"سن ایکہر میں ملک دولت اے لیے بھی ہوا تھا کہ راست کے آگے تین ستون ڈرامہ لٹرائے اپنے فریق سے ہجر کرنا کبھی کی نہ ہو۔" اچھا ہے۔ اپنے خبر کی کہ دروغ سازوں میں کتبہ خراب فحلت میں مبتلا کرتے ہیں۔ وہ مل بر ہا تھا اور تیر و پارسی مجاہد اہل آستان ہر وہی تاریخ درج رہتی جا رہی ہے۔ "میں نے ہارا یہ ایسے ریاضی ستون نہایت مکاری اور چالاکئی سے اپنے لیے میں دیکھا ہے۔ وہ اپنا جیلا کر کے ہر دست لوگوں کے ذہن میں اڈیل رہے ہیں۔ ہم ان کی مٹائی بنیاد میں بیٹے ایک گرداب کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ خدا جانے ایسے فحلت ہم سے تیرے کیا کارخانہ وصول کرے گی؟"

"ان کے وہ خدا شدت حرف برف جسم صورت اختیار کرتے جا رہے تھے۔ سب دیکھتے دیکھتے سنتے پیر کی زندگی میں ایک ایسی آرت آئی جب میں سے اپنا کھیل نکل طور پر ہوا۔ اور وہ آگ کا جزیہ مایعی کے سرد میں اپنا آخری نشان بھی گواہ بنا رہا تھا۔

میں نے ایک گھر میں الماریاں بنائے کا کام بھی شروع کر رکھا تھا۔ شام کے ساتے گھرے ہو چکے تھے۔ میں نے اپنے کام آگے روڑ پر چھوڑ کر واپس کارادہ کر لیا۔ اسی وقت گھر سے دو لڑکوں بھی نکلے دکھائی دیے۔ ماہوں نے گھر سے فریب پکڑا اپنے جسموں پر پلینٹ رکھا تھا۔ ان کی باتوں سے مجھے اس کے وہی کسی سیاتے میں آخرت کے لیے جا رہے ہیں۔ بچی بھی کسی سیات سے دیکھی نہیں رہی تھی۔ میں گھر بھی کبھی اور ایک روڑ بڑھا جس نے تمام عزم اپنی نظریہ کو کھینچا لے کر چا ہوا ہے وہ دین سیات سے پروردہ والی ہے چنگیزی..... کیا اس روڑ میں ایسی کچھ چیزیں جو مجھے ان کے پیچھے جانے کے لیے مجبور کر سکیں گی۔ میری کتبہ میں ہی ہیں اس کوڑوں میں جو پر لپٹے گئے اس کپڑے کا کیا مقصد؟ جس جسم بڑا روک ہوا ہے اور لاکھی کو بچی تو نعت فراموش دیا جاتا ہے۔ اسی جسم کی کسٹین کے لیے کسی ایک بہت بڑے گراؤنڈ کے باغ بچھا گیا۔"

"وہ جگہ گھوڑے ٹروٹی۔ وہاں ہزاروں لوگ موجود تھے اور بھی نئے ویسے ہی پکڑے پر منتقل پر ہم تمام رکے تھے۔ تھوڑی اور صدقوں کے آسمان سر ہا تھا رکھا تھا۔ وہ خبر میری سہمت کو کھینچنے کے لگا۔ لاڈ آئیگر پر سٹائی دینے والی آواز میں دوسے از ارات پر آتے ہیں اس سے بھی بڑھ کر کتبہ خراب تھے۔ مجھے ایسا عیسوی سر ہا تھا کہیں فحلتی سے کسی ریاست سے بغیر ملک تک پہنچ گیا ہوں۔ لیکن نہیں..... وہ سب گھر اور کارادہ تھا۔ کیا کتبہ خفت۔"

"اپنی روڑ میں تھیں ہوا کہ بے یارائی ہے کسی ادارتی مفادات۔ رنگ درنگ دماغ سے کل برف ترقی مزاج کا حصہ بن چکے ہیں عیسوی مزاج حکمرانوں کے لب۔ دیکھے اور انداز میں ہم روپ اختیار کر گیا ہے۔ میری چوڑائی کے ساتے ہمارے ان لاکھوں بیٹوں کے کہو اپنا لائے گھنٹے کے جو اس ملک وہاں تکل نظر آج جس کے کن پر سبز پلائی پر ہم لپٹا ہوا تھا اس کے چہرے پر کرب اور غم جو کتبہ میں شند ہی تھا۔

"ابھان! یہ کیا مکمل میلا جا رہا ہے؟" میں اس کے سوال کا جواب کیا داتا؟ تم تو خود اس سے گن گنا کرتے اور آئیٹنگ سواٹوں میں گھر تھا۔ قلم عاقلینہ حریفہ نامی و ذمہ کلم اور ستیز تو وہی ہونے کو نہ کیا تھے۔ لاڈ آئیگر پر قلمین کواکھے مسائے قرار دے کر ان سے ہجر تعلقات استوار کرنے کی بات چڑھی تو میری

آنکھوں نے ان اصصت لڑکیوں کو دیکھا جنہیں ان اردوں نے وادی کی آئندہ لسل میں اپنی لسل کی ملاوٹ کے لیے پال کر رکھا تھا۔

"میرے صبر کے تابوت میں وہ آخری کسی ثابت ہوئی۔ اسی جگہ اور ان لوگوں سے دشمن اور جنیت کا وہ احساس اس کی قدر ہوا ایک قہار کی سر میں اس کی میرے وجود میں ایک غلا پیدا ہوا گیا اور اس رات گل خان کا دوسرا بائی پاسی ہوا۔ گھر مراکھ کی مسرت میں ہوا میں گھر گیا اس رات مجھے یہ حقیقت سمجھی آئی کہ میرا سطر راگن دار تھا۔ خبر اپنی بے نسبت تو جس کی اس کی گھبراہٹ میں اس کا جس اتاجان لو کہ وہاں ایک بہت بڑا۔ غیر ملت تھا جو لاکھوں کر روڑوں کو جوڑاں پر مڑلانا نظر آتا تھا لیکن وہ بے خبر تھے۔ کمن تھے مرٹھا تھے۔ وہ بے لوگ تھے جو بھی میری بات سمجھ ہی نہ سکے۔ ان پر بہت رحمہ آئی پورل جاتا کہ ہر ایک کو سمجھو کہ اس فخر سے آگاہ کروں لیکن وہ میری بات سنتے ہی تب کہتے؟

"وہ کیا فغا میرے دل میں شردہ بنا رہا تھی نے جزیں ہوست کر لیں۔ اسی پہلی میں نے فیصلہ کیا کہ وہاں جا کر ان کو اپنی میراث سوپیڈ جو میری تین کتبے تھے کچھ تھے۔ میں نے سلطان کو پیرا دیا جس چلا یاد اور یہاں اسی کمن کا آغاز کر دیا جس نے ہر سوں وہاں غمور بھی رکھا گیا۔ کامیابی ندم چرنے لگی۔ میراث مکمل ہونے لگی۔ مطرب خواب بھی میرے وجود میں غمور بنائے تک تھا۔ کئی سوچنے سے غلوب ہو کر میں نے اپنا کرب تم لوگوں کو بیان کرنا فیصلہ کیا۔

"میرے بچہ اہم لوگ کسی اسی غمیرت کی زندگی ہوا اور اسی کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم سب اپنی میراث سے من موڑے نہیں ہو گئے۔ میری اراثت ہے چوڑائی اٹھانے کے لیے کیا تیار نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ صداقت ہی جیسے جیسے کے بٹنے سے پار اٹھانے کی۔ ملک شعور میں فرزند منت انسان کا بیٹا اس میں شرس پر قدم ہر اس کا ساتھ دے گا۔

"ابھان! پردا جب میں اس سے فحلت کر کے لوگوں میں جاؤ تو اسیں ضرر بتانا کہ اپنی اصل شناخت بچا نہیں۔ اسی حقیقت سے آفاقی حاکم کر میں کرم لوگوں کے لیے ان کی بے بسی کی فحنت سے کروں گی چوڑائی کر لیا جائے والا اظہار ہور دی۔ یک جہتی کے لیے غمور کی بے بسی والی چھپایاں ریلیاں بلند ہو جائے گی وقت اپنی مسوت مرجاے جب غمور قلمین کی تیار ہو نہیں وہ اپنے سہما

گھر میں چھوڑ کر چیتے ہیں۔ ان کا بھی پیسا ہوا دین سا گھاری کی لسل کی بلاکت میں جا پتا ہے۔ میں اپنی ساہا سال کی کوششوں کے نتیجے میں کھائی نہ سکا کہ اس کشت و خون میں تم کو بھی عملی شریک ہورے ہو میں گھر اپنی کئی اور ایک کتبہ نامہ یوزھا لیکن ہر لوگ اپنی لسل کے لئے کھانڈے سے بھرے۔ بڑے وادی نہما۔ میں میراث ضرر دیکھ کر غمور دیکھ کر کشتیں کھانڈے میں سے کئی کوئی گل خان کا سا کربا لے اپنیوں کے کسی پر اہم نکاں ہو گئے۔ تو وقت سے یہ سوغ نہ دیا ہے۔۔۔

"مہربانی وادارہ اس کی اعانت ہے؟

"وہاں لوگ جاؤ میرے بچہ! ان لوگوں کو اس ہلک تیرے چکا۔ اسی آڈار باسٹ لوگ اور وادی تیرے تھے وہ روک تو سفلت کی بے میراث اپنی منتقل ہوتی رہی تو تھاری وادارہ اتنا تک نہ ہوتی تو نہیں....."

کمرے میں خاموشی چھا گیا۔

بلاال کے ہاتھ میں موجودہ کا کاغذات کھلی کھلی سے آنے والی ہوا کے باٹ پھل پھل رہے تھے۔ ہر برسنے والی ہارن کے ساتھ مدوں اور بلاال کی آنکھوں سے بھی ایک تھڑی رواں تھی۔ خوشدوشی اور حقان کی گئی تھی اسے خود سے کسی ٹھکر میں ملانے سے کھال میں چھوڑا تھا۔ "ہم سب ہمیشہ قوم کس جانب کا مزن ہو چکے ہیں..... لسل لوگ کے تھاری کی تلخ غم ہر اسے کہا؟ مدوں کھٹے گی۔"

"کیا بڑا وادارہ الہامی کی عباد سے من موڑنے کے بعد یہی سب ہوگا..... بہت اذیت جھیلی ہے گل چا پانے..... ہر گردوگان کی آخری کسانڈاز اسارا بنائے۔" "ابھان! جا کر خواب میں تیرے کیسے پائے؟" اس نے افسردہ سے کہا۔

"ہماری منت اور گن سے..... گل چا پانے کا دعائیں بھی تو وادارہ ہوا گی۔"

"فحلت اور بے کسی کی بے میراث تب بھی منتقل نہیں ہوگی۔"

"اللہ..... بلاال نے ایک گھر سے جراب دیا۔ گل خان کو کہو اپنا ہار رکھنے والی کھریاں اپنے دامن میں بھرے۔ وہ ایک نئے گھر پر روانگی کے لیے تیار ہو چکے تھے۔





چمکا حشر

رنگ آسمان Pakistani

ماضی کی تنگ و تاریک مگر خوباناک و اپداریوں سے چتر لپٹنے والے ایسے کردار... جنہیں واقعات و شواہد نے خود ترویج دے کر ان کی زندگی کی بے قراریوں کو ایک ایسے مقصد میں ڈھال دیا جس کا ادھورا پن بے شمار ہلاکتوں کا سبب بن چاہا... لہذا آسمان کی تکمیل کے لیے وہ باغی فطرت آسمان میدان جنگ میں پورے اتر آ کر دل کی بھر پور لڑائیوں کے لیے توجہ کو دینے والے گداز احساسات کو بھی بھول گیا لیکن... عشق تو پھر عشق ہی ہوتا ہے... کڑی کتنا ہی بھولنا چاہے، عشق اپنا مسکن کبھی نہیں بھولتا، جس دل میں بس جاتے اسے اپنی سعادت ہی ہے تو جانا ہے... اور پھر ایک دن اچانک اس کے من کا موسم بھی بدل گیا کیونکہ... وہ فریختی جیسے دل کے اس نوجوان کو دل سے بٹھنسی تھی، جس کا پر قدیم آزمائش اور پر نظر کسی امتحان سے کم نہ تھی، اس کے باوجود... خاک و خون کے اس کھول میں نہ تو اس نے خوابوں کو بکھرتے دیا اور نہ ہی جذموں کو بے لگام ہونے دیا۔ کیونکہ وہ آسمان پر بکھرے رنگوں کا مطلب جان گیا تھا۔

شرق و مغرب کے سبب احتجاج اور تاریکی جنوں تجزیوں کے عبرت

اڑنا شروع شہر اترتی دلچسپ داستان

روایت چنانہ لگی۔ وہ امریکی درود کا دوہ اور اپنی کا بائی کر کے کا لزم کرے ہوئے کسی نہیں پڑھتی تھی۔ یہی رنگے کاٹن کا کھوکھا بولیں اور پلٹ گئے۔

”ہاں کی کامیابی تریب تر ہونے کے بارہو شد یہ قسم کے خطرے کی زد نہیں ہے۔ ایک دور رونامہ کوئے میں غریب نشست مہمان گاہ کے لیے دور رونامہ کوئے میں غریب نشست پریشی نہیں میں سے علی رحمان نے گورکش میں اپنے دونوں صاحبیں شادو ان اور امیر سے خطاب ہو گیا تھا۔“

”اسی جیسے اجنبی مقلد ہو کر بائی رواد کی انجام تک پہنچا ہوں۔“

”تم شاید اس انگریز امیریکی بات کر رہے ہو“ امیر نے استدلال کیا ہوں سے اس کی طرف نہ نکھا۔

”ہاں امیر!۔“ علی کے ہمہاں شادو ان اس سے بولا کہ کون کس وقت اس کی ماراں مود کر کے والی اور پھر ہی دور وہیں چاچے تھے کہ اس سے کوئی ذرا سی کٹلی ہو جائے۔

امیر نے ان دونوں کا ہٹیمیں کر گئی اعزاز میں سکرانی اور بولی۔ ”تھی بندھی ہوئی، یا انگریز امیریکی کی گاؤں کوگی کھانے اور وہ پتہ ہمارا۔ سکوہا کرنے کی کوشش ہی کسی سے چکا۔ اب تم دونوں سے جو کہہ کر ہے وہ کہو۔ کچھ بہا ہوا نہیں نہاں مرہد یہاں نہیں ٹھہرا سکتا۔ اس لیے کہ میں کوئی نہ کہہ بیٹا نہ ہو، میں، میرے پاس شامہ کی کہتا خاندان سے وہ روز مہرہ میں ملی سکتی تھی۔ شامہ کی کہتا خاندان قتل نہیں ہوں۔ اس لیے یہ بہا ہوا مجھے ہے۔ ہلدی آکا جائے گا اور ایک دن ہمیں نکال باہر کرے گا۔ میں ان کے مزاحیہ شہانہ سے خوب واقف ہوں۔“

”ہم ہمارا جادو اس انگریز امیریکی دو ٹکٹوں کیلئے کیا جو ہمارے سامنے ہوئی تھی۔“ علی رحمان تیزی آواز میں کہتا تھا۔ ”کئی ہی ہمارے اس اہم ضمن کی ایجاب اور انتظام برکن طریقے سے کامیابی سے ہم کو ہونے والا ہے۔ جرنل اینگل شاہ کا اپنی جان پان پان ایک پنکٹ اور اپنے مذموم ارادوں کے ساتھ حاصل کیا ہے۔“

”میں..... میں پہلے خاموشی سے گمات کی فکر مہاراجا پنکٹ اور جان پان کی اس ہانگریز جرنل اینگل خود سے سنا ہوں کی کہ اس کا صاحب انگریز جرنل اینگل شاہ کے ایک مہزم کوگی طور پر ہوا رک ہوئے۔“ شاہہ زبان نہ کیا۔

”شاہ کے ارادے ظاہر ہیں۔ وہ ان تینوں ریاستوں کے مابین گھب کر رہا چاہتا ہے تاکہ ”ہڈ“ کی صورت میں وہ اپنی طاقت کو محفوظ کر سکا۔“ علی رحمان بولا۔

”لیکن تہا ری بات تھی دو تہیں کی حاشیہ میں اس کے سچ کی غیر منطقی معاملہ داری کی غرض و نایات سے ناگاہی حاصل کرنا چاہیے۔“

بھول گیا۔ شاہہ زان کے اعصاب ہٹے ہوئے تھے۔ وہ دل کے لیے پیٹے نہ ہاں کی تھکا تھکا کونکر نے کی چٹائی اس کی وجہ کر گزشتگی۔ بلکہ ریشوشی اور ذہنی و باؤ قضا۔ ان کامیابی اب باہر ہل کر مہم جانے والی تھی، جسے انہوں نے اپنے بہادر امیریکی کی قربانی اور اپنی جان خطرے میں ڈال کر حاصل کیا کی۔

لیف و ویرک جاسوں کا ہا بنا، پھوڑنے سے پہلے ہی امداد کا چھوٹا ٹیکن اس کی موت..... ایک نئے تھیے کوئم رہنے کے لیے کافی تھی۔ شاہہ زان کے لیے لاش کو ٹھکانے کا گاٹھا مشکل تھا۔ یہی کچھ عرصہ دکھانے کا قباہ ایک تھوڑا عرصہ ہی تھی جہاں ملازم اور بھرے داروں کی کمی تھی۔ کسی سختی کوئی کمی اسے لاش کا گھر سے بڑا نئے پھینچے ہوئے کو مکہ تھا۔ مہاراجا چندر پتہ کی جو جلی میں ہی تھیں کوٹی ہو سکتی تھی۔ شاہہ زان سے کوٹہ تھی۔ وہ بیاہو دو لاش کوڈ ہیں، ایک کے تھیں شاہہ زان کو ڈاؤں پلٹا۔ آتی علی امیر پر کے چہرے سے دھواں اڑا ہوا ہوں سے تھے۔ ”کہا وہ کھل جانے میں کامیاب ہو گیا؟“ علی نے تقر آبیڑ توشیح سے پوچھا۔

”کی کوڈھی سے اے ہندی با تھیں من کی تھی؟“ امیر نے بھی کسی کوٹھیں سے روایت کیا۔ دونوں کی لڑائی کھینچ گئی شاہہ زان سے ہونے پر ہی کوئی کامیابی نہ ہو سکتی۔

”ہاں اور کوئی تفریحی تھانے میں سے اسے ہلاک کر ڈالا۔“ علی پتیٹا اس فری اس سر جرنے ہی ہمارے پیچھے گیا تھا۔“

”اور..... اور تہو بہت ہو برا ہو گیا۔ مجھے پہلے ہی اس عیثی فری انگریز کٹ گیا کہ وہ ضرور بائی کوئی آدمی ہمارے پیچھے لگا گاگر.....“ علی کے من سے نکلا۔

”تھی تم سے لاش کا کیا کیا؟“

”یہی تمھاری مند سے کاباب تک۔ اب اس کی لاش لایا کریں؟“ شاہہ زان نے ایک ہاں پٹائی نہ کہا۔

”تھک..... کیلاں جاسوں کی لاش باہری فری ہے۔ اور یہیں کسی قدر سوش ہو کر پوچھا۔

”ہاں!“

”کی لاش ہمارے گلے کا پھنداں بن جائے گی، اسے کوئم مہمان گاہ کے اس میں بھیں آنا چاہیے۔“

”لیکن اسے ٹھکانے کا گاٹھا حد تک مشکل ہے۔“

”تم ایک کام کرو۔“ لاشی لکھری عیثیت لاؤ۔

رات ہونے والی ہے پھر پتہ چلے ہیں۔“ امیر نے مشورہ

دیکھنا آسمان

دینے کے اعزاز میں کیا۔

”یہ کیا کر رہی ہو تم امیر.....؟“ زبان میں سا ہو گیا۔ ”تو اپنے ہاتھوں سے اپنی ہی قبر ہونے والی بات ہے۔“

”نہیں اس کا ہر وہ جانا اس لڑکی کا شہدیت ہونے کے مترادف ہوگا۔ ابھی کوئی دور مات ہونے والی ہے۔ ہمارے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے۔ رات کے انہرے میں لاش کو خائب کرنے کی کوئی تہیرہ سوچی جا سکتی ہے۔“

”اور اگر لاش کی ڈھنیا پڑتی تو.....؟“ علی کے من سے نکلا۔

”میر خانیال سے آتی جلدی ڈھنیا نہیں پڑے گی۔“ امیر بولی۔ ”ہم کو آدم کی رات تو تھیں۔ بس اگر بات ہے۔“

”نہیں، دوہان سے کوٹہ ہوئی۔“

”میں چاہا وہاں صحت کر کے آؤ..... اس سے پہلے کہ کسی کی اس کی نظر پڑ جائے۔“ شاہہ زان جانے کے لیے پٹا کو کھل کر بیان کی اس کا ہو گیا۔

علی نے گرد و پیش پر غور کرنے ڈالے۔ دھواں اور شاہہ زان جاسوں چارنگ کی لاشی گھر سے بڑا نئے اندازہ لگایا۔

لاش اب مہمان خانے میں پڑی تھی۔ وہیں مہمان گاہ کے کمن کے آگے ایک ٹھکانہ کا کچی گھر آ کر اسے ان کے خولے تھا۔ اس میں چارنگی ایک کورڈینیٹوری تھی تھا۔ شاہہ زان اور امان سے نہ کٹر کروں کا کچی جا لیا۔ امان کے ارادے نکلے ہوئے تھے۔

جلدی ہی پر پانکھ ہوا کہ بائی دو کروں میں بھی مہمان ٹرکس ہو چکے تھے۔ وہ خود تو نہیں تھے مگر ان کا سامنے رکھا ہوا تھا۔ کوئی لاش کو کچھ ایسا ماننے کا سامنے کرے اور کورڈینیٹوری کے اور کئی نہیں تھی۔ لہذا ابھی فیصلہ کیا گیا کہ لاش کو رات تک کورڈینیٹوری میں رکھا جائے مگر اس کے لیے کوشش کی ایک اور لمہ ہونے لگی تھی۔

کا اظہار ہونے لگا۔

”مہمان کی امید سے کھو گھ مہمان موجود ہیں۔ پتا نہیں ہے کون ہیں اور اس وقت کہاں ہیں۔ ان کی یہاں سوچ دی کسی گاٹھا کو ٹھکانے کا گھر کی شکل ہو جائے۔“

”دو جوگی وہاں اور نہیں سے کئی لوگس، پتیٹا تھے ہونے ہوں گے۔“ زبان سے تھریے کیا۔ ”آتے ہی سو جا سکیں گے۔ رات بوج سے سارا دن کا بھارتی ہی سے اور سلائی تھی سے۔ اس مسئلہ اس حوالی سے لاش تو بے دخل

چلا تو وہ سائے میں آ گیا۔ وہ تو راجہ گویا کر گویوں کے ہمراہ ہے جس جرنل جاسوس (علنی، ایبرہہ اور اوشاد زماں) کے پاس ہے ہیں یہ ایٹمی حرکت ہو چکی تھی۔ لیکن تھا کہ جارج نے ان کی اسلمت بحال کی اور ہر دو ہستی سے ارا کیا ہو۔

انہی باتوں کے بعد ایٹمی فزکس کے بنا ہمارے جاسپوں کو ان تیزوں کو ہوں کی گرفتاری کے امکانات جاری کر دیئے۔ اس نے اپنے جاسپوں کی تعداد صرف جاسپ، ہائی ہائی رینج سے متعلق رہتے تھے جہاں کی کنڈر پر محکم تھے ہم اس کے لیے ایک ہوا دار عمل کے بنیاد پر جاسپوں کے ہاتھ کے امکانات کے پابن رہتے۔ جب انہیں یہ چلا تو انہوں نے سوچ نکھ کر یہ بات بتائی۔ اس نے فوراً لیف بریڈر کو طلب کر لیا۔ وہ دونوں اسرا نے اپنے واڈہ اقتدار تک محدود تھے۔ اس لیے باہم مشاورت کو لازمی سمجھتے تھے۔

”کمال ہے سسرزور آپ نے میرے علم میں لائے بغیر اپنا پلان مجھے کے ساتھ کر دیا؟“ سون نگھ نے اس کے چہرے پر نظر کیا۔ جانتے ہوئے کہا تو جہاں راجہ جرنل اپنی چست تھا اس لیے اس کے واڈہ ہوئے گئے۔

”مجھے انہیں جرنل پر پہلے ہی شہ قہا یہ حرکت ان تیزوں کے ساتھ کر کی تھی ہوسکتی۔“

”کیا انہیں جانتے سسرزور جرنل وہ تیزوں راجہ جرنل کے شاہی کو ہوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور مہاراجا صاحب کی خصوصی تو جہاں ہا جازت سے ہی یہاں نہیں تھی؟“

”جانتا ہوں مگر.....“

”ہرگا..... وہ سسرزور مہاراجا صاحب بہت خست ہرا سنا گیا۔“

”ساتھ میں سون نگھ نے بڑی رعیت کے ساتھ لیف بریڈر کی بات نکھ دی۔ لیف بریڈر جی اسی محنت کے ساتھ تڑکی بہ تڑکی بولا۔

رینا کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑا۔ گاہا سے معلوم تھا کہ وہ اپنے باپ کے سٹن کو اور پھر چھوڑنا چاہتی تھی۔ مگر وہ اپنے باپ کے تو دل کو مگر ہر دو ہستی میں گہا سوائے رینا کے سب کا خیال نہیں تھا کہ یہ لیف ایک ”مادری“ خورہ شوکت ہے جس نے رینا کی اس بات پر بہت غم کر لیا تھا۔ خورہ خورہ ماہانہ نے سٹن کی بنا

پر بھیجے ہوئے تھے جس کی اس کے باپ کی موت کا خیال نہیں بدل سکتا۔ لیکن رینا کی اس سٹلے میں قتل کی اپنی زندگی کے سائے ان کے قافلے کے اتنے لوگوں کو چھوڑ کر ریڈر ہر کوئی کیوں ڈھانسا؟

اس کے سٹلے میں خود وہاں سٹن اپنی جھوٹی تھی۔ لیکن تو یہ کہ ریڈر ہر کوئی کو اور ان سٹن اس بات کا احساس ہوا تھا کہ کچھ سے معلوم لوگ ان کو ظفر خورہ رقیاب رکھتے ہیں۔ ان کے جیروں کے نشانات ہیں انہوں نے سب کے گھوما تھے۔ ان کے الفاظ سب کو یاد تھے، جب انہوں نے کہا تھا تھا کہ.....

”کیوں لوگ ہماری منزل کو ہٹا دیا ہے، لیکن جبکہ ہمارے عقاب میں ان کا ضرور کوئی اپنی استعداد کار کا ہوسکتا ہے، یہ جان لینے کے ہوا بدیہے میں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔“

دوسری بات کے تو تین کو ہوا تھی تھے۔ ایک راجہ، مہاراجا صاحب کا رائلش اور انہیں کو ہوا، جب یہ لوگ ان کے پیچھے بندھے پہنچے تو انہوں نے دوائے پہلے ہی انہیں کی طرف سے اپنی راستے پر چھوڑا ہوتے دکھا تھا سب راستے سے یہ لوگ (شوکی وغیرہ) آئے تھے۔ ان دونوں پہلے ہی کے کاروں پر پہنچنے تک کے سٹیلے ہوئے تھے جس کی تہ میں کوئی کوئی گولی ہی پڑی نہیں تو گھر لگی۔ یہ تھے جہاں پہلے ہی کے سوائے ارا کو ہوسکتی تھی جن میں ساپ رکھے جاتے ہیں۔

یہ سب سوچتے سوچتے اس کی آٹھ گھنٹی کی گئی۔

مگر یہ سب لوگ جاگے اور اسی میں خود جا ہوا۔ لیف بریڈر کے جاسوس جارج کی لاش ایک جگہ جاسوس کے ہونے کو۔ اس پر سسزور..... لے سے اسے ہونے پانچ گھنٹی کو ڈنڈی آڑا کھی جہاں ہا ہوا تھا۔ یہ جرنل یا ٹیکل شا کھوس کی لڑکھہ جان پال تھا جس کی آمد تو جہاں پہلے سے ہی متوقع تھی۔

تیسرا ٹھکانہ..... ریڈر ہر کوئی کی ہلاکت یا اس کی لیک سب سے زیادہ شوکار جاسوس کی لاش پر چھا ہوا تھا۔ لیف بریڈر جو جب اپنے جاسوس کی ہلاکت کا

ہے جس میں اس کے کوشش گزار کر چکا ہوں۔ اب سب کا نظارہ کر لیں۔ سب کے ہمیں کو متعدد رینجوں میں ہے یا نہیں..... اور اس کی نوعیت تو یہ ہے.....

مہاراجا جرنل اپنے پینے کے مشورے پر پڑھو سکی خاموشی اختیار کر دی۔

☆ ☆ ☆

راجہ جرنل کے راجہ ہر کوئی کی رات وہ اپنے باڈی مرک رہی تھی۔ دو کٹاؤں میں پر مشتمل تھا۔ ایک کے سٹن سے دوسروں پر سٹن سے دو رینا اور گڈا سٹن سے ہونے تھے جبکہ دوسرے کے سٹن سے راجہ راجہ اور شوکت تھا۔ راجہ راجہ کے لیے یہ بات انتہائی نا قابل برداشت تھی کہ شوکی کی اسی کے سٹن سے شوکی ہو رہی تھی۔ لیکن اس کے کہ رینا کا شوکی کا بندوبست نہیں اور شوکی کو اس کا سٹن نہیں چھو سوج کر اس کا اور بدل گیا تھا کہ رینا کرنے سے اس کا وہ مشورہ پر نہیں ہوا ہے گا جس کے لیے اس نے ریڈر وغیرہ کے ساتھ رہنے کا کروا دیا تھا۔ مگر کھانا کھانے تک اس طرح وہ رینا اور شوکت پر نظر نہیں رکھ سکتا تھا۔

وہ اپنی سسرری پر کر لیف گیا تھا۔ اس نے شوکی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ آج نہیں منڈے لینے کی اداکاری کیے ہوئے تھا اس کا کشیدنی داغ بہت سے یاد نگھ نے خیال کیا کہ آج کا وہ ہوا تھا۔ پہلا خیال اس راجہ جرنل سے سوجنا کا سٹن لیا تھا۔ آج وہ اس کے سٹن سے ہونے کی کوشش کرنا نہیں کرنا سے نہل کا تھا۔ مہاراجا اس کے ساتھ ساتھ ہی رہا تھا۔ مگر سون نگھ کے سٹن کے مطابق وہ سوجنا کے چہرے پر اپنی گرم نظریں ڈال کر اسے یہ یاد کرنے کی کوشش کرتے ہی رہا تھا..... وہ اسے پسند کرتا ہے۔ جراب میں سوجنا کے سٹن کی کسی چیز نظروں کا جواب اپنی سسرری کی سٹن سے دیا تھا۔ راجہ راجہ کے لیے سوجنا کی طرف سے اتنی حوصلہ افزائی ان کی گئی۔ وہ اپنی دل میں سسرری کو ہوا تھا کہ اب بس..... یہاں ہی رہی ہوگی کھینچی۔

اگر شوکی کی اپنی آرام وہ سسرری پر یہ ظاہر نہیں مندرے لینا اور موجود حالات کے بارے میں خود راجہ راجہ رینا کے کو کو ہوا ہوا تھا۔ کھتا تھا۔ کہ تو اسے کب تھا کہ ریڈر ہر کوئی جاسوس اور اس سے شفقت و مہبت سے جین آئے۔ وہ لایک شریف اور قابل انسان ہیں۔ انہی کی موت کا کٹاؤ ہوا تھا۔ اسے تو ان کی ایسی طاقت و کوشش میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے یہ ہی نتیجہ کر لیا تھا کہ وہ

پوری تاجھ نے آپ کے لیے ایک انگ سے بھی بیخام تھا۔ لیکن خود تو آپ نے خودی مانا چاہتا تھا لیکن حالات وہیہ کر لیں آج کا آپ کی خودی وقت اور صبح نکال کر ان سے جا کر مل جائے۔

”بیخام کیا تھا.....؟“ مہاراجا جرنل نے اپنے شکل لہارے سے لایک ہونے کو سٹن سے پوچھا۔

”جہاں سے لایک ہو گا اور وہاں اپنی نظریں کھلی اور انتہائی ہر گھم کر گئی میں بولا۔

”وہ راجہ راجہ کا اب صورت حال پہلے جیسی نہیں رہی ہے۔ جہاں ہاڑے راجہ کا لے لیے کھانا ہوا اور ریڈر کے لیے ایک کام۔ اب دو دروازے بنا کر ہاڑے گا کہ ہر پہلے کل اس معاملے سے جان بچھڑا ہوتی اور یہ کام صرف ہی کر سکتی ہیں۔“

”جہاں کی اس بات پر مہاراجا جرنل کا ڈش چہرہ ایک دم سوج ہو گیا اور وہ اس لیے جس میں اندرونی جذبات سٹلے تو کھٹا ہے پڑا ہوا۔

”یہی شکل ہے اس سونے ولی ہمد (ہر بات) کی کھلیا تیار کی تھی۔ جی جی جی جی ہوئے کے لیے کچھ اور سوچنا پڑے گا۔“

”تو کہے ہوں مہاراجا صاحب آپ اپنا خودی اور ولی عہد کے معاملے کا اتنا لیا کر ہی نہیں لیں تو میں یہ کار کھوں.....؟“ جہاں بولا تو مہاراجا جرنل اس کی طرف ساپ کی سٹن کا ہاتھ سے گھومتے ہوئے لے۔

”یہ تو فانی اسکی عام آدمی کو بھانے نہیں لگا ہے۔ یہ راجہ کے لیے مہاراجا جرنل کا چتر کھینچنے کے لئے اس معاملے سے بات گلے پڑی تھی اور مہاراجا جرنل کا چتر کھینچنے کی کسی بندہ کو نہیں چھوڑے گا۔“

جہاں کی یہ وحشت دور لے لے گئی۔ جہاں کو گل سا کر دیا۔ یک دفعہ سب کو بولا۔ ”معافی چاہتا ہوں مہاراجا صاحب۔ آپ کی وفاداری میں ایک جرنل سے لطف ہا سٹن سے لکل لکل ہیں۔“

کو مصلحت تو ہوا خفیہ ہونا پڑا۔ اس نے اپنے لہجے میں اس پر حجم سمونے کے بجائے مفاہمت کی فضا کو قائم کرنے کی کوشش میں کہا۔

”آپ کی بات ٹھیک ہے۔ لیکن کیا یہ غلط ہے کہ اگر ہم ان تینوں گویوں پر شہرہ کر رہے ہیں تو وہ آپ کی ریاست کے مفاد میں نہیں؟“

”بالکل ہے، اس پر ہم آپ کے فکر گزر رہی ہیں۔“
 موج سنگھ نے بھی اپنی کڑی گفتگو کے بعد معاملہ نبی سے ہی کام لینا ضروری سمجھا اور آگے بولا۔ ”لیکن اس طرح بغیر کسی غصوں ثبوت کے راج محل کے مہمان گویوں کی گرفتاری، ریاست میں مہاراجا چندر گپتا صاحب کے خلاف لوگوں کے دلوں میں فتنہ دہشی بھی جائے گی جس کا غلغلہ اثر بڑے گا اور مہاراجا صاحب فتن کے دلدادہ ہیں۔“ چندر گپتا صاحب کے بعد موج سنگھ دوبارہ بولا۔

”ہاں ایہ ہو سکتا ہے کہ اگر ہمیں ان تینوں گویوں پر شہرہ ہے تو ہم ان پر یہ سب کچھ ظاہر کیے بغیر نظر تو رکھ ہی سکتے ہیں۔ تب تک تم اپنی کشمکش کو غصوں بنیادوں پر آگے بڑھا سکتے ہو۔“

لیف برادر کو جواب کرنے کے بعد سینیاتی موج سنگھ نے دیوار کی طرف اپنا رخ پھیر لیا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ اپنی بات ختم کر چکا ہے اور اب اس پر مزید بحث کرنا پسند نہیں کرتا۔ لیف برادر جانت پیتا ہوا وہاں سے چلا گیا اور اس نے گرفتاری کے امکانات واپس لے لیے۔

جارج کی لاش کے معنی کو عمل کرنے کے لیے لیف برادر ننگ گیا تھا۔ یہ معاملہ ابھی نہیں پڑھی تھا کہ انہیں راج محل کے خصوصی ہال کمرے میں کھینچے کا مندر یہ ماجد مہاراجا چندر گپتا اور جان پال کی اہم میٹنگ ہو گئی۔

☆☆☆

جان پال اور مہاراجا چندر گپتا کے مابین اہم نشست کا انتظام راج محل کی اوپری منزل کے ایک بڑے ہال نما کمرے میں کیا گیا تھا۔ وہاں جان پال اپنے ساتھ آئے ہوئے چار عدد آدمی سٹل کے فوجیوں کے ہمراہ موجود تھا جبکہ مہاراجا چندر گپتا کے ساتھ، اس کی فوج کا سالار موج سنگھ اور تین شاہی مشیر براجمان تھے۔

گفتگو کا آغاز باغیوں کی شہری سٹل سے ہٹ کر اب شمال ہند کی آزار دہیاستوں میں اپنی خفیہ کمین گاہوں اور ہنگامی طاقت کو سنبھال کر کے نئے سرے سے گروپ بندیوں کے موضوع سے کیا گیا، جو زیادہ طویل نہ تھا۔

اس کے لیے جان پال نے اپنے منہ میں پائپ دہاتے ہوئے جن تھخلات کا ذکر مہاراجا کے سامنے کیا تھا، اس کا جواب.... مہاراجا نے دینے کی زحمت کو اور انہیں کی گئی وہ اس کی ترجمانی کے فرائض انجام دیتے ہوئے سینا پتی موج سنگھ نے بڑے پر عزم انداز میں برٹش آرمی کے ایڈل جان پال کو خاطر خواہ طریقے سے دے دیا تھا، لہذا..... جان پال مطمئن انداز میں سر ہلانے کے بعد فوراً ہی اصل اور اہم موضوع کی طرف آتے ہوئے پائپ کا ایک گہرا کس لگا کر براہ راست مہاراجا چندر گپتا سے مخاطب ہو کے بولا۔

”یور پاس اسب سے پہلے تو بیجھی جزیل بائیکل شاہ کا آپ کی طرف سے ہر ممکن تعاون کی یقین دہانی کے سلسلے میں شکر ہے کا پیغام قبول کیجیے۔ ان کے ایک پہلے سے بیسے گئے پیغام کے مطابق ہم چاہتے ہیں کہ اپنے اس منصوبے کو اب آخری شکل دے ڈالیں۔ پالن پورا اور تربیال کی ریاستیں آپ کی ریاست ناگرہ کے ساتھ ملتی ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی تھی کہ ان دونوں ریاستوں سے معاملہ نبی کی بنیاد پر تعاون حاصل ہو سکے۔ لیکن ان کی طرف سے مسلسل عدم تعاون، ہٹ دھرمی اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی ڈوبنے کی پالیسی کو دیکھتے ہوئے سرکار انگلینڈ نے ان پر چڑھائی کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے۔“

وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوا۔

اس کے لب و لہجے سے جموت، بکروزیب اور دغا بازی کی بو کو سوائے اس کے اپنے چار کار پر دازوں کے اور کوئی نہیں سمجھ پایا تھا جبکہ جس موقع میں مہاراجا چندر گپتا کی آنکھوں میں چمک سی ابھری تھی۔ وہ خود بھی سنبھلی چاہتا تھا کہ ان دونوں ریاستوں پر قابض ہو جائے اور پورے گوہ شمالیہ میں صرف اسی کے نام اور طاقت کا ڈنکا بجے۔ لیکن وہ ان مکارانگر یزوں کی سیاست کو نہیں جانتا تھا کہ وہ پہلے آپس میں لڑتے تھے اس کے بعد ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر انہی پر قابض ہو جایا کرتے تھے۔

گوہ شمالیہ علاقہ ہمیشہ سے ہی انگلینڈ سرکار کی آنکھوں میں کلنگار رہا تھا۔ اس گنجان پہاڑی اور جنگالی علاقے کو وہ باغیوں اور حریت پسندوں کا سن پند خلیہ تھا کا سمجھے ہوئے تھے جہاں وہ اپنی رہی سہی طاقتوں کو سنبھال کر چاہتے تھے۔ چندر گپتا نہیں جانتا تھا کہ برٹش گورنمنٹ کے لیے ایک ساتھ تین ریاستوں کے خلاف جنگ کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے اس نے سب سے پہلے ناگرہ کے مہاراجا کو ساتھ ملا کر اس کے کاندھے پر بندوق رکھ کے چلانے کی سازش تیار کی تھی کیونکہ

وہ ان مہاجرین کی لغزت سے، ابھی طرح واقف تھے۔
 سب ان کے خاصا مزید اخلاقیات میں شامل تھے۔
 سہروردی۔ جان پال کی بات کن چنڈر پتکا کی
 آگھوں میں حرم و صبح کی لوہنگی تھی۔ اپنی سخت
 دہانے ہونے دوستانہ سہراہٹ سے بولا۔
 ”میں نے کیا کئی گھنٹے کے ساتھ ہرگز نادان کی قسم کھا کر
 ہے۔ سرکار اعلیٰ اور سرکاری اور ادارہ داروں کے نام پر
 ہے تو جہاد منسوب۔ بیانی صوبہ چلے ہی تیار کی
 ہیں۔ وہ تم آپ کے سامنے کھڑے ہیں۔“
 ”بھیرا اور منسوب۔ ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم بھی
 اپنے ساتھ جتنی منسوب ہے۔ پری ایک ناک پھاٹ کے کار سے
 ہیں۔ دونوں گولہ دار بھی قسمت کی کوشش کر طور ہر آخری
 دسے ڈاکٹس کے کہتے ہوئے جان پال نے اپنے ساتھ
 بیٹھے چاروں افراد میں سے ایک کی طرف مخصوص نٹروں سے
 دیکھا جس نے فوراً ہی اپنی گولہ میں رکھا ایک چڑی
 تھی اور اگے سے گولہ۔ اور صوبہ گلے نے ایک بڑا سانس
 نکال کر دریاں میں پڑی شکل پر بیٹھا دیا۔“
 ☆ ☆ ☆

مستاز ہرادی ہے۔“ شازمان نے گلے سے
 ”یوں ایک لوگ نہیں کر سکتے۔“ امریکہ کی گوری حیات
 سے بولی۔ ”اس اہم اور خیرہ کام... کے لیے ایک ہی آدمی
 کافی ہے۔ اور وہ بھی میں ہوں۔“
 ”میں...؟“ نہیں، میں نہیں اس خطرے میں نہیں آنا
 سکتا۔ یہ کام میں خود کرواؤں گا۔“ شازمان چلدی سے بولا۔
 ”بگڑ نہیں۔“ امریکہ نے اپنے سرگلی میں بیٹھ کر بولی۔
 ”ست جہاد کی ہم اس وقت راج محل کے اندر بیٹھے ہیں اور کسی
 خیر روگلی کے اور ہونے یا ہرگز نٹروں میں آجانے کا وارہ
 معیوب بھی نہیں ہے گا۔“
 شازمان نے بڑے جوش اعلان میں اپنے ہونے بیٹھے اس کی
 بات پر غور کر لیا۔
 ”میں ایک جہاد ہوں، نہیں بھی آج سچا ہے ہوں۔“
 امریکہ نے بہت جلدی دیکھے ہوئے مزید کہا۔ ”لیکن جہاں
 پائری ہوئی وہاں میں یہ سانی ہے کہ یہ کام انجام دے
 لوں گا۔“
 ”علی سے مشورہ کے بغیر میں تمہاری بات کو عملی
 نہیں کر سکتا۔“ شازمان بولا۔

خدا ہوتا۔
 ”خیر روگلی اور جہاد پر...“ اس نے معنوی لہجے میں
 دیکھا کہا۔
 ”بگڑ نہیں، میں جہاد پر کیوں نظر کروں گا؟“ وہ ایک
 بولی۔ ”وہاں بات جہاد تو میں خود کو بھی اس مقصد کے
 حال میں کی ایک جہاد سمجھنے کی ہوں۔ کیا میں مسلمان نہیں
 ہوں۔ کیا جہاد پر فرض نہیں عاکہ جو کہ میں ان صاحب زنجیوں
 کے خلاف تم لوگوں کی مدد کروں؟“
 شازمان کو دیکھ کر اس نے اس سے اسے مذاق میں
 بھی ایسی بات کیوں کی تھی جس سے امریکہ کا دل ٹاٹا دیکھا تھا
 لہذا وہ اس سے صدمت نہ خانا نماز میں بولا۔
 ”امریکہ خوشی ہے کہ تم ہمارے اس عقیم میں
 ہمارے شانہ بٹانہ اور ہوا ہوا ہوا ہے کہ تمہاری مدد سے
 ہی تم یہاں تک پہنچ گئے۔ جہاں تک تمہارا کام قہار وہ تم
 نے لہجہ میں ہی خوش اسلوبی اور برکت سے انجام دیا ہے لیکن
 اس کے بعد دلا کا بہت خطرہ کہ میں جہاں لکھتا ہوں ہے۔
 محض جہاد میں اس آخری عمل کو نہیں ہے۔ امریکہ
 تجربہ کار اور تربیت یافتہ آدمی کرنے کے لائق ہے جیسے میں
 یا... علی اور عمران کی حکومت جہاد تربیت یافتہ ہوں۔“
 امریکہ سرکار کوئی جواب دینا چاہتی گی کہ یہاں
 آگیا۔ دونوں اپنی گفتگو چھوڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ علی
 کا چہرہ راز درد دکھا رہا تھا۔

”یہ کام تو بہت آسان ہی ہے۔ کیوں شازمان اب تو
 تم معنیوں کو دہراؤ۔“ کہتے ہوئے امریکہ نے سرکار کے شازمان
 کی طرف دیکھا تھا۔
 ”...ہوں۔“ دیکھتا ہے کہ جہاں کی آمد ہوئی ہے یا
 نہیں؟ لیکن تم اس فرنگی افسر پر بڑے جوش سے متلا بہتا۔ وہ
 ہماری کوئی گمراہی نہ ہے۔“ زمان بولا۔
 ”وہی اس وقت دینا دالے سکتا کی وجہ سے جوں بھی
 مارا علی میں پہلی کی اس انصاف سے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں سے
 ان کے ہر بیان کے لئے کسی کو توش کرنا اور بچا جانا جہاں پال
 آیا ہے یا نہیں۔“
 امریکہ اس وقت علی کی تقریر کا بیانیہ کھٹے بعد وہ کوئی
 تو اس کا پھر جوش سے اختیار ہوا تھا۔ وہ بولی۔
 ”جان پال، اس نے چاروں گولہ کے ساتھ آچکا ہے اور
 راج محل کی اوپر کی منزل میں ان کی کشت گئے والی ہے۔“
 دونوں میں کھٹکے گئے اور ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے
 لگے۔ علی اور عمران بولا۔ ”میں فوراً وہاں کھٹا لگا ہوگی۔ ان
 کی کئی میں استیحا ضروری ہیں۔ یہ کیا کئی پلان تیار کرنے
 والے ہیں۔ وہ سب میں مطلع ہوا ہے۔“
 ”یہ کام نے صحت علی تہمیل کر دی ہے؟“ شاز
 زمان اس کی طرف دیکھ کر مستغرق ہوا۔ ”میں جان پال کو
 موت کے گھاٹ اتارنا قہار میرا خیال ہے کہ یہ سبنا ہوتی صوبہ
 گلے کی گزیرہ ہوا چھوڑ جائے۔“
 ”یہ سب بھول گیا، نہیں، لیکن پہلے اس کے حوائج
 تو جان میں اس کا منسوب ہے کہ ایسا ہے اور جہاد کا چنڈر پاس حد
 تک ان کے ساتھ ہوا ہے۔“
 ”فیک ہے پھر تم دونوں اصرار ہی سے اصرار کرو کہ میں
 ذرا اور پر جان کی تھوٹے نیٹنگ کی کارروائی خود سننے کی کوشش
 کرتا ہوں اور جہاں میں جٹے گئے گا میں جان پال کو توبہ
 سے پہنچانے لگاؤں گا۔“
 ”تم دونوں ہی یہ کام نہیں کر سکتے۔“ امریکہ نے کہا۔
 دونوں اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔
 ”میں خود جہاد کر کے کروں گی۔“
 ”کیا تم جان پال کو موت کے گھاٹ اتارو گی؟“
 علی اس کی طرف ہر زمان نٹروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔
 ”نہیں، میں جہاد نہیں کر سکتی۔“ وہ جہاد بولی۔ ”انیت
 میں ان کی نیٹنگ کی کارروائی سے آجاتی ہوں کہ انہوں
 کی منسوب بنانا ہے۔ جان پال کو بعد میں تم دونوں میں سے
 کوئی ایک ایک کر کے سکتا ہے۔“

ان تینوں کو اپنے خلاف کوئی لہلہ ہوتی محسوس نہیں
 ہوئی تھی انہوں نے جہاں کا وہ ہی خود کو دیکھنے
 رکھا۔ ان کے لیے جہاد جہاد یا کیا تھا۔ وہ نٹے میں صرف
 ہو گئے۔ جہاں گا کے دوسرے کرے میں شازمان اور نڈو پان
 کے ساتھ ذرا پھر جہاد میں شامل ہوا۔ جہاد کا کرنے
 میں جن سے جہاں نے جہاد کا چہرہ بولا۔
 ”میں ذرا ساتھ کے کرے میں جا کر پتا کرتا ہوں کہ
 لوگ ہیں۔“
 وہ شازمان کیا کرے میں امریکہ اور شازمان جہاد
 گئے۔ شازمان جہاد کی لائی کی طرف سے گلے نہ قہار
 سوچا۔ جہاد کا کرے جہاد کو توبہ سے پہلے ان کی
 شامت آئے گی کہ کارروائی نہیں کی آئے۔ انہیں جہاد میں
 سے پہلے جہاد کا تھا۔ ان میں صدمت میں بھی ان کے
 سامنے کیے کرتے پر پائی ہر مسکتا قہار پھر جان کا دن تو ان
 کے منسوب سے خولے سے اور کسی نہیں تھا۔
 ”کیا سوچتے گے؟“ امریکہ نے اس کی طرف مسکرائی
 نگاہ سے دیکھا۔
 ”میں صوبہ جہاد کا۔“ لائی سے مطلع میں کیا ہوا اسکی
 تک۔ یہ کیوں جان پال پہنچا نہیں۔ آج کے ہم نے
 بہت... ہم کا فریاد ہے۔ ان کی ذہنیت کا کاہول

”یوں کہ تم تھکا۔“ کیا یہ صوبہ غلط ہے؟“ امریکہ نے
 اس کی طرف دیکھا۔ شازمان اسے کی کھڑے میں شازمان
 چاہتا تھا تو اسے خود ہی ذاتی طور پر امریکہ کا شورہ میرا نہیں
 تھا۔ لیکن وہ بھی چاہتا تھا کہ اپنے اس طرف کا مشن کی تکمیل
 کے لیے کسی دوسرے کے کندھے پر بارڈا لے لیکر امریکہ کا
 جہاں اس کی تربیت پندرہ گولہ پانچوں سے کوئی تعلق نہیں
 قہار وہ بھی یا شازمان شازمان کے ساتھ ایک تعلق خاطر کی وجہ
 سے ساتھ سے بھاگے۔
 ”کیا سوچتے گے شازمان...؟“ امریکہ نے
 رمان سے پکارا اور وہ ایک جھنسی پاس کسی دیکھاری خارج
 کرتے ہوئے بولا۔
 ”جو خود تہماری بری نہیں ہے امریکہ لیکن میں نہیں
 چاہوں کہ میں اس طرف کا مشن کا ہرگز نہ سے سر زوال۔“
 اس کے بعد وہ دل رمان کو اپنا نام دیتا چاہے۔
 ”پھر تو میں تم دونوں کے ساتھ آ کر خطرے
 میں نہیں ہوں۔“ امریکہ نے بولی۔ ”اسے میں شازمان اسے اس
 کے دوش پر ہے کی طرف دیکھا۔ وہ جب بھی اس کی طرف
 دیکھا تو تھا۔ اس کا دل بے اختیار اس کی جانب مٹھتا تھا۔
 ایک جہاد بھی تھی کہ امریکہ کو اسے دیکھ کر جانے کا ڈانٹنے
 سے پیش نہ کرنا تھا جس میں اس کی جان پال کے ساتھ کے ذرا

خبر سے معنوی لہجے میں... اس نے معنوی لہجے میں
 دیکھا کہا۔
 ”بگڑ نہیں، میں جہاد پر کیوں نظر کروں گا؟“ وہ ایک
 بولی۔ ”وہاں بات جہاد تو میں خود کو بھی اس مقصد کے
 حال میں کی ایک جہاد سمجھنے کی ہوں۔ کیا میں مسلمان نہیں
 ہوں۔ کیا جہاد پر فرض نہیں عاکہ جو کہ میں ان صاحب زنجیوں
 کے خلاف تم لوگوں کی مدد کروں؟“
 شازمان کو دیکھ کر اس نے اس سے اسے مذاق میں
 بھی ایسی بات کیوں کی تھی جس سے امریکہ کا دل ٹاٹا دیکھا تھا
 لہذا وہ اس سے صدمت نہ خانا نماز میں بولا۔
 ”امریکہ خوشی ہے کہ تم ہمارے اس عقیم میں
 ہمارے شانہ بٹانہ اور ہوا ہوا ہوا ہے کہ تمہاری مدد سے
 ہی تم یہاں تک پہنچ گئے۔ جہاں تک تمہارا کام قہار وہ تم
 نے لہجہ میں ہی خوش اسلوبی اور برکت سے انجام دیا ہے لیکن
 اس کے بعد دلا کا بہت خطرہ کہ میں جہاں لکھتا ہوں ہے۔
 محض جہاد میں اس آخری عمل کو نہیں ہے۔ امریکہ
 تجربہ کار اور تربیت یافتہ آدمی کرنے کے لائق ہے جیسے میں
 یا... علی اور عمران کی حکومت جہاد تربیت یافتہ ہوں۔“
 امریکہ سرکار کوئی جواب دینا چاہتی گی کہ یہاں
 آگیا۔ دونوں اپنی گفتگو چھوڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ علی
 کا چہرہ راز درد دکھا رہا تھا۔

خبر سے معنوی لہجے میں... اس نے معنوی لہجے میں
 دیکھا کہا۔
 ”بگڑ نہیں، میں جہاد پر کیوں نظر کروں گا؟“ وہ ایک
 بولی۔ ”وہاں بات جہاد تو میں خود کو بھی اس مقصد کے
 حال میں کی ایک جہاد سمجھنے کی ہوں۔ کیا میں مسلمان نہیں
 ہوں۔ کیا جہاد پر فرض نہیں عاکہ جو کہ میں ان صاحب زنجیوں
 کے خلاف تم لوگوں کی مدد کروں؟“
 شازمان کو دیکھ کر اس نے اس سے اسے مذاق میں
 بھی ایسی بات کیوں کی تھی جس سے امریکہ کا دل ٹاٹا دیکھا تھا
 لہذا وہ اس سے صدمت نہ خانا نماز میں بولا۔
 ”امریکہ خوشی ہے کہ تم ہمارے اس عقیم میں
 ہمارے شانہ بٹانہ اور ہوا ہوا ہوا ہے کہ تمہاری مدد سے
 ہی تم یہاں تک پہنچ گئے۔ جہاں تک تمہارا کام قہار وہ تم
 نے لہجہ میں ہی خوش اسلوبی اور برکت سے انجام دیا ہے لیکن
 اس کے بعد دلا کا بہت خطرہ کہ میں جہاں لکھتا ہوں ہے۔
 محض جہاد میں اس آخری عمل کو نہیں ہے۔ امریکہ
 تجربہ کار اور تربیت یافتہ آدمی کرنے کے لائق ہے جیسے میں
 یا... علی اور عمران کی حکومت جہاد تربیت یافتہ ہوں۔“
 امریکہ سرکار کوئی جواب دینا چاہتی گی کہ یہاں
 آگیا۔ دونوں اپنی گفتگو چھوڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ علی
 کا چہرہ راز درد دکھا رہا تھا۔

اس کی بات سن کر دونوں سوچ میں پڑ گئے۔ ان کے
 بڑوں پر گرفتور دے کے کھڑو مار دینے سے اسی پر ہار دینی۔
 ”بھری بات اور... ہمت میں کسی نہ کسی طرح اور پھینک جاؤں
 گی لیکن وہ دونوں کے لیے دراصل کل کے اندر دلی گھٹنے میں
 چائیاں گن نہ ہوگا۔ یہ وقت بھی دن کا ہے۔ دیکھ لے جانے
 کا اندازہ ضرور سوچو۔ یہ لفٹ روکو پہلے ہی تم پر ہر ذات
 گھمے ہوئے ہے اور دوسرے کی تاک میں بھی ہے۔ جلدی
 لیں کرنا۔“

”ہریشیال سے تم عجب کہہ رہی ہو اور یہی باتم جاؤ
 اور..... ہماری کارروائی میں اپنی آنکھوں سے دیکھو اور
 ہمیں آکر کسی تفصیلی بتانا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ولی دھرم ہو۔“ علی
 رحیمان نے فوراً کہا اور..... اور یہی نہ شاہ زمان کی طرف
 دیکھا مجھوڑا سا سرکاری اور پھر گلیں۔

☆☆☆☆

یہ چاروں بھی بیدار ہو گئے تھے۔ ان کے لیے
 خوبصورت نشتریں میں ہاتھ بیکو کیا تھا۔ بڑا اور حرکت سے
 تو بے دلی سے ہاتھ اٹھا گیا جبکہ..... کراشیا اور وارث نے ڈٹ
 کر ہر گھٹنا ہاتھ پر ساتھ رکھا تھا۔

پورے بڑی کی ڈٹ کر نہیں دیکھ رہے تھے متعلقہ سات
 ہی فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ پہلے تو اسے دیکھ جانے پر رنجور تھا
 لیکن تبھی وہ جرات کی باتوں کی لاش کی آواز دینا دیا گیا تھا۔
 متوجع نہیں ہوا (چان پال) کی آواز ہو گئی تھی اور.....
 ہمارا جاکھ چندر گپتا ان کے ہاتھ صرف وہی تھا۔ قدرتی ہنر
 کب آس کے باپ کے سگنل سے متوجع ہو گیا تھا۔ کاپیل کا
 جاتا ہے۔ وہ اسی انگٹھار میں گھبراہٹ اور نہ انے ناگہانی کی
 جانب کوچ کرنے کا فیصلہ کر رہا تھا لیکن اب وہ پہلے اپنے
 باپ کے تالوں کو ساتھ ہی تھا۔ چان پال کی طرف
 راہیں، سرجیکل چلے گا۔ اس کی طرف چلا گیا تھا
 کیونکہ اسے سگنل تھی کہ وہ بھی رہنا تھا۔ کل سے باہر جانے کا
 کوئی ارادہ نہ تھا۔ گارشیان کے ساتھ کسی لوگ سینک فٹ
 ہونے کا انگٹھار کر رہے تھے۔ ہرگز وہی کی کچھ چور ہا
 کمارا شہ دہاں آ گیا۔ اور کھڑو دیکھ کر وہ بھی کچھ
 منتظر تھا۔ اس کی پوزیشن تھی کہ وہ اس خوبصورت گلی میں
 دو چیزوں کے ساتھ کچھ تاملے گزارے، اسے دراصل کل کی
 سیر کرنے کے باہر نکلے گا۔ اس کے ساتھ کچھ ہنر کی
 سیر و فرنگ کرے اور اس کے ساتھ..... تھانی کے کچھ سے
 مستعد ہی کسی چھانے کی کسی کرے۔ وہ اس وقت اس کی
 غرض سے اس کے پاس آتا تھا۔ دیکھ کر یہ تینوں اسکا ازا

اٹھ کھڑے ہوئے۔
 ”دیکھو گوں نے ہاتھ کر لیا؟“ وہ ریٹا کی طرف دیکھ
 کر سسکا کر ہوا۔ ”اور کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟“
 تو معلوم ہی خاندانی اختیار کے رہی تھی، جبکہ گارشیانے فوراً
 ایش ماکھی طرف دیکھ کر کہا۔
 ”سوسا کا کہہ دیتا تھا تو ہم اور کسی زیادہ ہوا ہے۔“
 ”پھر ضرور صاحب کے انتقال کا ہمیں بھی بے حد صاف
 ہے۔ بہت میں انھان سے بھیجواں انھیں سو رک پائی
 کرے۔“ چھوٹے راج کاندے نے کھڑے آفسو اد کر کہا تو اس
 کی طرف دیکھ کر ہوا۔
 ”سوزائش نہیں آپ سے اور ہمارا صاحب سے
 انصاف کی درخواست کروں گی لیکن مجھے نہیں لگتا کہ..... کالی
 کے مندر کے پھاروں کے خلاف کوئی کارروائی کل میں لائی
 جائے۔“ سائے اپنے مندر کے کابھی اٹھار کر دیا حرکت
 خالص تھا۔
 ایش، ریٹا کی بات سن کر ہوا۔ ”آپ لگن نہ کریں
 سر رہنا ہمارا صاحب ایک اہم نشست میں مصروف
 ہیں۔ ان کے فارغ ہوتے ہی اس مقدمے کے بارے
 میں کچھ سوچیں گے۔“

”کیا اب بھی کچھ سوچنے کی گنجائش آپ مجھے ہے
 سوزائش؟“ سائے نے سگنل سے اس کی طرف دیکھ کر
 کہا۔ ”اگر بڑا دیکھا گیا ہے ان معاملات کا کاپیل بھی تجزیہ نہ
 تھا اس کا کاپیل نا لیا جائے۔ میں تو رائے اسے
 علاقائی صلاح دینی اور سرے کوئی ڈھکی نہیں رہی تھی۔ یہ اس
 مستقبل کوئی بھی نہیں گارے گا۔ یہ کچھ سے چٹائی ہو گئی کہ
 سوزائش کالی ریاست بڑا دراز کر مارتا ہے۔ کچھ نہیں خود
 ہے۔ اس لیے اسے اور ریاست بھی کھٹنا چاہیں مگر آزاد
 نہیں لاشوں کی بات تو ایک کان سے سن کر دوسرے سے
 ڈواڈیا کرتا تھا۔ اس کے نزدیک ہمیں یہی پیش و آرام والی
 شاہانہ زندگی تھی کہ اگر بڑا دیکھ کر آقا۔“

ریٹا کی بات پر اس کا پھیلنا ہاناس کی ناچر بہ کاری
 کوئی خاطر کار ہوا تھا۔ دو تینوں نے بنا کر اپنے ساتھ لے جانے
 کی نیت سے آقا تھا۔ مگر دینے اسے مجھے میں ڈال دیا تھا۔ وہ
 اب اس سے اپنا چھڑانے کی کوشش میں تھا۔ وہ ہوا۔
 ”نہیں..... ہمیں میرا مطلب یہ نہیں تھا سر رہنا میں
 متوجع تھے ہی چٹائی سے بات کرواں۔“ ابھی اس نے
 انتہائی کھاتھا کر دلی ہمد پر تآب دیاں آ گیا۔ اس کے اعزاز

داہر اور میں شاہانہ رعب اور پردہ بھاری چٹائی تھی۔ ایش نے دیکھ
 کر سوزائش سے دیوانا سے کھسک گیا۔
 ”میں ہمد کو دیکھتے ہی ان تینوں نے اسے سلام پیش
 کیا جن کا جواب بھی دلی ہمد پر تآب سے نہایت انکساری
 سے دیا۔“

”ہم آپ سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتے ہیں اس
 دینا؟“ پر تآب نے گہری تھیدی کی۔ کہا۔
 ”ہم نے اس کی طرف ایک گا، ڈال اور دو گوارے سے اعزاز
 میں ایش سر جھکایا۔
 ”ہمیں آپ کے دکھ کا کوئی طرح اعزاز ہے۔
 ریاست کے مہمان کے جان و مال کی ہولناکی ہوتی ہے۔ داری
 ہم پر ہمارا ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں آفسو سے کہہ مٹا ہے۔ یہ اسے
 داری ہولناکی کرے گا۔ ہم پر۔“

دلی ہمد پر تآب کی بات سن کر ہی ریٹا کو اندازہ ہو گیا
 تھا کہ راج کل میں صرف ہمارا چندر گپتا کا بیڑا نہیں اس کے
 مقدمے میں بیچو کی دیکھا ہے۔ لہذا ہمد دیر سے بولی۔
 ”آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟“

”ہاں! پر تآب نے ہولے سے کھنکھار کہا۔
 ”لیکن پہلے ہم آپ کی تسلی کے لیے یہ بتاؤ کہ
 ہمارا جاکھ اپنی بعض اہم ریاستی مصروفیات کے باعث شاید
 اس معاملے میں شریک نہ ہو سکیں لیکن ہمارے لٹما پر
 انہوں نے یہ اختیار اب ہمیں سونپ دیا ہے۔ لہذا ہم جانا
 چاہیں گے کہ آپ کا بیچنگ وہ نام ہمیں گوارا میں نہیں رہتا۔
 گوارا کی کاش ہے۔“

دلی ہمد پر تآب ماکھی کی بات پر ریٹا نے ان کی ہو گئی۔
 اس کا اندازہ لگائے تھا۔ اس لیے فوراً اس کے مندر کے
 ہما پھاری جلدی ناگھ کا نام پڑھا۔ ساتھ ہی ان دونوں
 ہما پھاروں کا کاشی ڈکر ڈال دیا۔ تینوں چلے سے نمودار ہوئے
 وقت مارٹ اور ایشوں دھیرے دیکھا تھا۔ کچھ سبکی دور وقت
 تھا۔ مارٹے کے گھڑوں ہی سے دو رعبہ دونوں اپنی پشت
 پر پھلے پال لے کر نمودار ہوئے تھے اور ہمد میں دو ڈیڑھ روپے
 دھیں کھینچے تھے۔ ریٹا کی بات پر چند تائوں کی فرسوزی
 خاموشی کے بعد پر تآب مارتا ہوا۔

”ہم ابھی بڑی ناگھ اٹھ رہی ہیں۔ ان دونوں ساتھی
 پھاروں میں کچھ کچھ کی بات ہے۔ یہ ہمد میں کل
 حاضر ہونے کا حکم صادر کرتے ہیں اور انکسٹریٹوں کے
 گھبرے میں کھڑا کریں گے۔ رعبانک (دلفی) ہونے کا یہ
 مطلب نہیں ہوتا کہ وہ پر تآب اور انصاف کے تعلقوں سے

مشترک اور ہار ہوا ہے۔“
 ریٹا اور حرکت، راست گارہ کے دلی ہمد کی باتوں
 پر ایش کراٹھے تھے۔ خوشی نے ریٹا کے چہرے پر پھینکی
 بار بار سر کی، کو ایک امیدوار شا کے بیٹے دپ کی صورت
 دیکھتے دیکھا تو اسے بھی کچھ گھٹنا تھی۔ کاحناس ہوا کہ
 محبوب کی بات میں اس کی سبک نہ تھا۔

”پہلے میں سبکی گھٹی کر شاید یہاں دراصل کل میں
 انصاف کے تعلقوں کو بھاری کرنا چاہتا ہے اور شاید یہاں اس
 مصطفیٰ کوئی سے کام لیا جائے۔ شاید مذہب کی آؤٹس
 انصاف کو بھاری کرنا چاہتا ہے۔ تمام کابھی آپ کی باتوں سے
 بہت تسلی ہو گئی۔ میں اب مقدمہ بڑی کی تو کوئی نہیں ہوگا
 کہ..... اس کے تعلقوں انصاف کے تعلقوں کو بھاری کرنا.....“

ریٹا نے غنیمت جھرمے اعزاز میں یہ گفتگو دلی
 ہمد پر تآب سے بڑے دلی کی کر اٹھیں اس لیے۔ وہ
 سبکی ریٹا کے مشریم سے چہرے کی ادائیگی کو بھاری کے پھل کی
 چٹک میں سبکی کر تآب نے دلی میں کچھ سوس کے پتارے ہوتی
 چٹک میں اس کی سبک پر تآب نے اس کے چہرے پر کھینچی
 نظروں میں نہیں گھبراہٹیں اس کی ایک ڈرا دقتی ایگری تھی
 اور ہر وہ دہاں اس شاہانہ نکست سے پلٹ گیا تھا۔ جس اعزاز
 سے وہ یہاں آتا تھا۔ بہت سڑکن شخصیت تھی بڑے
 راج کاندے پر تآب کی۔ ”آپ مطمئن ہیں پر تآب صاحب؟“
 دلی ہمد پر تآب کے جانے کی شوکت نے ریٹا سے
 غائب ہو گیا۔ کاپیل کی طرف کی موجودگی میں وہ ریٹا سے گفتگو
 سے اپنی کوشش کر رہا تھا۔ گارشیان بولی۔ ”ہاں ہوسوں کی سڑ
 کن نہیں، کاش ایش کی یہ دہائی ایش بڑی کے تعلقوں
 کو بھاری تینے کے ساتھ ہے۔ تآب کی کرے۔“

”ایگری کی سبک گوارا کد صاحب۔“ شوکتی نے کہا۔
 ایش دلی ہمد ہاں سے صفا چلے گئے۔ خاص
 میں ایڈورکی پر بیچہ کر کسی گہری سوچ میں مشغول ہو گیا اس
 کے بعد کچھ سوچ کر اس نے ایک نام ڈکھلا دیا اور دلی ہمد
 چاری کر دیا کہ ایک مقدمہ میں کل میں نہیں کالی کے مندر کے
 باہر پڑھال کرنا چاہتا ہے۔ گوارا اس لیے ریاست کے ہر خاص
 دوام کو ڈالنے کی اجازت ہے۔

دلی ہمد کے شوکتی فوراً ساری کر گئی۔

☆☆☆☆

مندر کے باہری مقدس گانے کاغم یا ہے اور خود وہ فریقین کے ساتھ چاہے گانے لکھنے کے ہوئے۔
 یہ خبر مہارانی جو بائی پر کل بن کر کسی اس کا چہرہ پیش اور صفحے کی شہرت سے سر ہو گیا۔
 ”میں نہیں، ولی محمد نے چھوٹے راج کار بھی اور راج کار بھی کوئی مقدس کی شرکت میں کامیوں کی حیثیت سے حاضر ہونے کا پابند کیا ہے۔“ چھوڑا دے بتایا تو مہارانی نے اپنی ہمت اپنے پردوں چھل کر گورے میں طلب کیا اور حکما سکا۔
 ”پردوں پر گزراں مقدس میں شرکت کے لیے نہیں جاؤ گے۔“

”تو نہیں جانا چاہا اور مگر پتالہ ہے۔“ چھوٹے راج کار اٹھیں لے اپنے ساتھ گزری لیکن سوچنا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔
 ”میں میں نے کہہ دیا تو نام میں سے کوئی نہیں جانتے گا وہاں۔“
 ”میں..... اتنی ایسے بڑے بڑے کاظم ہے۔“ سوچنا اس سے بولی ”کہہ کر مجھے تو بتایا تخت ناراض ہوں گے۔ وہ ولی محمد کے حکم کرنا چاہتا مگر دانتے ہیں۔“ مہارانی جوابی بری کر کر طرح لگائی۔ چھوڑا دے بولی۔
 ”آخر پر تاج کو کیا اختیار یا سکتا ہے؟“
 ”فکاہ ہے مہاراجا صاحب نے ہی دیا ہے مہارانی صاحبہ! چھوڑا دے دست بستہ جواب دیا۔
 ”ہوں..... تو یہ بات ہے۔“ مہارانی دانت بھج کر بولی۔

”ٹھیک ہے لیکن شرور اور تم نے مہاراجا تو کیا ہواں کاہی کے مندر سے رکھنے والے کی بھی آڑی کے خلاف کوئی بھی گواہی نہیں دینا۔ ہرگز سے کاٹھار کا سوچنا کے لیے اس کی بات مانگیں نہ تاج۔ جبکہ ایش کار بھی سوچ رہا تھا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کی نظروں کے سامنے رہتا گا گلاب سا پہرہ و رقصاں ہو گیا۔
 ڈرتے ڈرتے اس نے بولا۔
 ”لیکن نا تاجی ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ اس وقت دقت سامنے تھوڑا ہی تھا۔“
 ”بے شک ہوگا اس کی کیا حیثیت ہے۔“ جوابی ٹھے ہوئے ہوئے بولی جب ہی سوچنا بھی مہارانی کی حمایت میں ہارے ہوئے۔

سر سے گتے ستانی جاتی اور زردار پر بعد کے بڑھ جاتی۔ ایسے میں اس نے دیکھا تو ایک برف بردار کے دو طرفی سپاہی اسے مسلح لڑائی نظروں میں لے ہوئے تھے جبکہ خولیف بردار اور پورے والی خصوصی نیٹنگ میں شریک تھا اور اس کی ان تینوں کوچوں سے متعلق کوئی سپاہی اس کی طرف نہ بڑھا رہا کرتے ہوئے تھے۔ اس پر یہ کوئی انہوں نے اپنی نظروں میں لے لیا تھا کہ چاہے یہ اس میں کسی اسکرپٹر کا رہتی تھی شامی اور سر سے کیوں کار بڑھاتا ہے کسی کی کوشش کی گورہ اس کی مدد بھی پر دھتے کے کہا اسے سمجھتے رہے۔
 ایک چٹوڑا ہم کے کھل سے اس کی دوستی ہوئی۔ اس ”دوستی“ میں اس پر یہ بھی خصوصی جواب اور اوقات کا تھا کہ وہ اپنی اور اس سے اس کی کیا تھیکہ تھیکہ کو پورے راج کل میں تمام اٹھی کی حمایت سے ماضی کی۔ وہ اس پر یہ ایک ہی دل میں سوئے والی اسکرپٹ کے گے کہ ریشی کی ہونے کا ہے تو کسی خاصا دل جیت سکتا ہے ہوا تھا وہ ایک ٹنگڑا اور دست آدمی تھا۔ قدرت کار ساتوں کی اور چہرے سے بڑھ چکے اور اسے صورت کا پیش تھا مگر ہاتھ سے معلوم نفرت تھا۔ جلد ہی اس پر یہ اسے اپنی مدد اپنی اور دل میں ہونے والی اسکرپٹ سے چاروں شانے چت کر دیا تھا۔ وہ اس کا پورا دانت بن گیا اور اس کی نیت کا کام کرنے لگا تھا۔
 اس پر یہ اپنی نل کھائی گلا سنبھالے اپنی منڈ بڑے قریب چاروں کی مدد سے ایک فام کرش اور پری نڈی کی طرف جاتی اور دیکھیں بڑھتوں کے اس کی طاقت ہوتی۔ اس دن خوب جنگ اور رقابت۔ نئے آسمان پر باروں چھانے ہوئے تھے۔ نرم ہوا کے جھوکوں کی لطافت نے لٹخا خاصا خوشگوار اور ری تھی۔
 اور یہ دانت نبیاں اور ایک ستون سے لگ کر کوڑی کی گئی، وہ ایک گیت بھینچ کر گئی۔ لیف بردار کے دونوں سپاہی..... کے نظروں میں لے ہوئے تھے اور اس وقت بھی وہ اس کے تقاب میں بیٹھے تھے ذرا فاصلے پر ایک نبیوں کے پاس کورسے ہو کر پرتائیں میں ہاں کرنے لگے۔
 اور یہ دانت سے لاقط ہی کسی بھی ٹنگٹھاری کی تمام اپنی جگہ کے کاؤن تک اس کی مدد ہی اس کی تھی تو وہ بے چین ہوئے کو پکے ہوا دے گے بندھا اس طرف کوچا آیا۔ اس کو دیکھتے ہی اس کے سیاہ و دو چنگی نہ رہے چہرے سے پربہت ہی سکرپٹ شورا ہو گئی، وہ تیری طرح اس کی طرف لپکا۔
 اور یہ دے حسب سابق اس کی طرف سکرپٹ کر گیا تھا کہ

”چھوڑا دے راج کار دیا صاحبہ راج کار صاحبہ گمانے ہی نہ دیا جائے وہاں۔ میں ان کی حیثیت کی خرابی کا پابند نہ بن سکتے ہیں۔“
 ”ایسا کیسے ممکن ہے ہوا کہ انکار اپنا مقدس زور بڑھے گا۔“ سوچنا بولی۔ ”بڑے سپاہی خندی حیثیت سے کون واقف نہیں۔ دیکھنا آؤں گی کتنی کڑی نہیں ہے جاگے۔ کم اور کم میں تو ہمت نہیں ہول سکتی۔“ یعنی کے اس جواب پر اس کی طرف شہلہ باروں کے سے گھورے گئی تو سوچنا غوراً خفیہ ہوا کہ بارہا اس نے بولی۔
 ”نا تاجی! میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہماری گواہی سے ہو گیا ہوا ہے۔ اسے ضروری تو نہیں کرنا تھا مقدس جیت جا سکتی لیکن ہماری عدم شرکت اس کیسے گوارا سمجھو بنا دے گی۔“
 سوچنا ایک چھوڑا ہی تھی۔ اس نے اپنی طرف سے بار بار لٹخاں کی مہارانی جو بائی نے بڑے بڑے ہرگز کی بات پر جھٹکی۔ اور وہ بھی اس کی ایشل کار کے کسی اس کی کسی کیسے کہہ دے۔ اسے شرکت نہ کر کے اور جھوٹی گواہی دے کر گیا کا پائی طرف سے خراب نہیں بنا چاہتا تھا۔

”سوچنا! تقدروا اپنی اور اس حسن نظر کا پورا ہی اور اس ادارے کی صورت اور ادارہ مرنے.....“
 اور اس میں ایک لک کر اس کے الفاظ ادا کیے تو چنگو پر بے انتہاری مسلا ہو گئی۔ وہ ریشی کی ہونے کے اعزاز میں اسے چھوٹے لیے بڑھا مہاری تھا کہ اس پر نہ ہونے سے حکما کر اس طرف اشارہ کر دیا اور دوں فرنگی سپاہی پر ظاہر آئیں اس میں بائیں کر بے تھے مگر ان گھوڑوں سے اس پر بڑھا بھی رکھے ہوئے تھے۔ اس اشارے سے چنگو کے چہرے پر ایک بھرت جرت گئی۔ اس کے بعد اس نے اپنے اشارے کی نیت دیکھا تو ایک دم اس کے چہرے پر کئی ٹوکرا لے۔
 دوںوں فلڈ اور دوں سپاہی خادم اپنی جان میں گھورتا یا کہ اس پر اس طرف سے لاقط ہے انہیں میں ٹھکرتے لگے۔ ایک سپاہی نے اپنی جھپٹ پانک سے سگریٹ کا پیکٹ اور اس پر کئی نکالا تھا۔
 چٹوڑا دونوں کو باہر میں پٹی کھ کر ان کی جانب بڑھا۔ ایک بیٹے گلا سنبھال اپنا اور پھر نکلتے کی۔ یوں جیسے اسے اس طرف کی کوئی پروا ہی نہ ہو۔ پھر ایک سوئچ لے کر اس گھوڑوں سے اس طرف بھی دیکھا۔ چٹوڑا دونوں سپاہیوں کے پاس جا کر اور ہوا تھا اور ان سے بڑے باہر اعزاز میں چنگو کر رہا تھا۔ دونوں سپاہی بیٹھے کا کھارے۔ اور یہ ماضی کی اس کا جاہد وہاں گیا تھا اور چٹوڑا بنا کر نہ چاہتا تھا۔
 وہ اپنی تاجی رہی۔ اس نے دستا پئی اور دوںوں اور بلڈنگ کر گئی۔ جیسے گتے کے سوا کسی پر وہاں

”ٹھیک ہے لیکن شرور اور تم نے مہاراجا تو کیا ہواں کاہی کے مندر سے رکھنے والے کی بھی آڑی کے خلاف کوئی بھی گواہی نہیں دینا۔ ہرگز سے کاٹھار کا سوچنا کے لیے اس کی بات مانگیں نہ تاج۔ جبکہ ایش کار بھی سوچ رہا تھا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کی نظروں کے سامنے رہتا گا گلاب سا پہرہ و رقصاں ہو گیا۔
 ڈرتے ڈرتے اس نے بولا۔
 ”لیکن نا تاجی ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ اس وقت دقت سامنے تھوڑا ہی تھا۔“
 ”بے شک ہوگا اس کی کیا حیثیت ہے۔“ جوابی ٹھے ہوئے ہوئے بولی جب ہی سوچنا بھی مہارانی کی حمایت میں ہارے ہوئے۔

سر سے گتے ستانی جاتی اور زردار پر بعد کے بڑھ جاتی۔ ایسے میں اس نے دیکھا تو ایک برف بردار کے دو طرفی سپاہی اسے مسلح لڑائی نظروں میں لے ہوئے تھے جبکہ خولیف بردار اور پورے والی خصوصی نیٹنگ میں شریک تھا اور اس کی ان تینوں کوچوں سے متعلق کوئی سپاہی اس کی طرف نہ بڑھا رہا کرتے ہوئے تھے۔ اس پر یہ کوئی انہوں نے اپنی نظروں میں لے لیا تھا کہ چاہے یہ اس میں کسی اسکرپٹر کا رہتی تھی شامی اور سر سے کیوں کار بڑھاتا ہے کسی کی کوشش کی گورہ اس کی مدد بھی پر دھتے کے کہا اسے سمجھتے رہے۔
 ایک چٹوڑا ہم کے کھل سے اس کی دوستی ہوئی۔ اس ”دوستی“ میں اس پر یہ بھی خصوصی جواب اور اوقات کا تھا کہ وہ اپنی اور اس سے اس کی کیا تھیکہ تھیکہ کو پورے راج کل میں تمام اٹھی کی حمایت سے ماضی کی۔ وہ اس پر یہ ایک ہی دل میں سوئے والی اسکرپٹ کے گے کہ ریشی کی ہونے کا ہے تو کسی خاصا دل جیت سکتا ہے ہوا تھا وہ ایک ٹنگڑا اور دست آدمی تھا۔ قدرت کار ساتوں کی اور چہرے سے بڑھ چکے اور اسے صورت کا پیش تھا مگر ہاتھ سے معلوم نفرت تھا۔ جلد ہی اس پر یہ اسے اپنی مدد اپنی اور دل میں ہونے والی اسکرپٹ سے چاروں شانے چت کر دیا تھا۔ وہ اس کا پورا دانت بن گیا اور اس کی نیت کا کام کرنے لگا تھا۔
 اس پر یہ اپنی نل کھائی گلا سنبھالے اپنی منڈ بڑے قریب چاروں کی مدد سے ایک فام کرش اور پری نڈی کی طرف جاتی اور دیکھیں بڑھتوں کے اس کی طاقت ہوتی۔ اس دن خوب جنگ اور رقابت۔ نئے آسمان پر باروں چھانے ہوئے تھے۔ نرم ہوا کے جھوکوں کی لطافت نے لٹخا خاصا خوشگوار اور ری تھی۔
 اور یہ دانت نبیاں اور ایک ستون سے لگ کر کوڑی کی گئی، وہ ایک گیت بھینچ کر گئی۔ لیف بردار کے دونوں سپاہی..... کے نظروں میں لے ہوئے تھے اور اس وقت بھی وہ اس کے تقاب میں بیٹھے تھے ذرا فاصلے پر ایک نبیوں کے پاس کورسے ہو کر پرتائیں میں ہاں کرنے لگے۔
 اور یہ دانت سے لاقط ہی کسی بھی ٹنگٹھاری کی تمام اپنی جگہ کے کاؤن تک اس کی مدد ہی اس کی تھی تو وہ بے چین ہوئے کو پکے ہوا دے گے بندھا اس طرف کوچا آیا۔ اس کو دیکھتے ہی اس کے سیاہ و دو چنگی نہ رہے چہرے سے پربہت ہی سکرپٹ شورا ہو گئی، وہ تیری طرح اس کی طرف لپکا۔
 اور یہ دے حسب سابق اس کی طرف سکرپٹ کر گیا تھا کہ

”سرکار ایک ڈرامہ جگاؤ میں اپنے ہتی جموت سے لے آؤ، ہمیں دیکھ لٹا ہوا ہر طرف ہی نظر آئے۔ پھر کئی ہوں۔“

اس کی بات سن کر لیف بروجیوگر اور پوجا رام اس کے بعد ایک ٹھنڈی سی ماسٹ خارج کر کے اسے گھورنے کے انداز میں بولا۔

”غیب ہے..... لیکن کیا زمانہ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ زیادہ رو نہیں مانی ہے۔ دو دن میں سانس بھی نہیں بولواؤں گا، تمہاں گاہ ہے۔“

اس پر کو اس کے بوجھلے انداز اور اس کی گھیبے۔ وہ کہہ رہا ہوں..... تمہاں گاہ ہے تمہیں اصحا لوں گا۔“

”میں اس کی پھر..... اپنی رائی بہت غصے والا ہے۔ گھوڑی دیر اس کا لگانے کے بعد تمہارے پاس آئی ہوں گا سنانے۔“ وہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

”غیبہ..... گانا سنانے۔ میں اسکی خرافات میں پاتا۔“ وہ زرب عادت سے بڑبڑایا۔ ”میں تو تیری قربت سے اپنا سزا کا ڈھاکا زما کرنا چاہتا ہوں۔“

اس پر جب ان ماری ڈراما خوں سے زکر کہہ رہاں گا، پتھنی تو علی رحمان اور شاہ ذکر ابن زبئی سے اپنا منظر پایا۔ وہ اس کے لیے خاص سے بیٹان اور توشیوں زدہ نظر آ رہے تھے۔ اسے بے خبر و عافیت دیکھ کر دونوں نے ملاینت کی ماسٹ لی۔

اس پر نے جھٹکوا لیا۔ بروجیوگر خرافات چھوڑ کر..... انہں جان پاں اور دھار دیا کہہ کر گیند کے درمیان ہونے والی اہم بیٹنگ اور کھٹکوں ان کے آئندہ کے خوشی بھی سزا کے بارے میں بتھنا پاتا۔

علی رحمان اور شاہ ذکر ان بڑے نور اور توجہ سے اس کی باتیں سنتے رہے۔ اور بیٹنگ بات ختم کرکے تو دونوں کافی دیر تک چوڑی کرتے رہے۔

”میں جان پاں کوئی وقت میں کے کماٹ اتار کر ماراں عمل کے کون کرنا چاہیے۔“ پلا ٹھیل رحمان نے کہا تو شاہ ذکر نے فوراً زما لیا۔

”اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ایک آدمی کے مرنے سے وہ اور اسکا خرم خرم نہیں ہو سکتا جس کا منہ بولنا بیادوں پر کیا جاتا ہے۔“ شاہ ذکر نے کہا۔ فرماؤں ہوں۔ اس کی پروج نظر ہی کی فیمر کی نظر پر مڑوئے۔ علی رحمان کے ہنسے پر اسکا ہر گاہ ہے کہ چرسے سے مڑوئے کے تازات ہوئے۔ وہ شاہ ذکر ان کی بات پر اپنی غلط پروج

فروری 2018ء

اس کے چکراتے ہونے کا تھ کوئی ہے۔ جہاں سے اس کی گلازیت اور ہوش گوسٹا ہواں گلاس اس کی اپنا تھ اس کی گرفت سے چرانے کی کوئی خاص کوشش نہ کی۔ کسی ایک خوبصورت گیند کے انداز سے یہ جازانہ سے وہی طرح بے نظارہ زورنی کی گڑھی رہی۔

”واہاں کیا کر رہی ہو؟“ لیف بروج نے پوچھا۔ اس کا اندازہ اسکل ہونے لگا تھا۔ حسن و شباب کی قربت نے اس کا شہو آشکر کر دیا تھا۔

”میں وہاں گیت گار رہی تھی۔“

”ہوں..... تیری قربت میں تو بہت ہی جیسا مگر شبہ ہے۔“

یہ کہہ کر جہاں جہاں اور پھر اپنی جیوں کے ماسٹ ہوں..... لیف بروج نے اپنے دو ہاتھ لائے لی گڑھی کہا۔

اس پر کے سوانا کی ودھان سے لہرا کر مٹوس کہتا.....

اک اور اسے دل آرا سے اس کی طرف مگر سکر لیا اور بولی۔

”سرکار نے اس کی تیز کے قوت کوئی تو نہیں سن رہی ہیں تو پھر جاسوں ہونے کا شہ اس کی ریب پر یوں کیا جا رہا ہے؟“ سرکار اب ہم تو جی پستی کو بے گناہ گانا پاتا پیتہ پاتے ہیں۔“

”تو پھر جیوں سے ساتھ ہم جی تمہارا انتظار میں کے۔“ لیف بروج بولا۔ اس نے اپنی کیا یہ کا تھ بڑے رکھا تھا۔

اس پر سو گئے۔ لیف بروج نے اسے یہ اتنی سی قربانی دینا پڑا۔ اس کی بے خبری بھی تھا اس سخت مزاج کی فری اس کے فرس کی دین میں اس آرزو لائے سزا لے رہا تھا تو یہ اس کے اور اس کے ماسٹوں کے مناد میں قاتلہ مگر گریو۔

”سرکار میرا تھ تو چھوڑے۔ کیا اس کی طرح مجھے لے کر جاؤں گے؟ اسے ساتھ؟“ اس پر یہ کہی اس ادا پر بروجیوگر بوجھلے چند ہونے لگی۔ اس نے تھ چھوڑا۔

”آؤ میرے ساتھ..... بروج نے کہا۔“

”آؤ میری خوشی بھی ہوگی کہ آپ سب کے ساتھ چلوں اور آپ کو گیت اور شاعری سناؤں لیکن کیا آپ اردو عدی شاعری سمجھ سکتے ہیں؟“ اس پر نے چلائی سے کہا۔ وہ اسے اپنی وقت میں ہار لیا بھی نہیں کی گڑھی۔ بروج بولا۔

”بھئی کھنکھرا کر رہی ہوگی اور انہوں نے جھٹکوں ہوں..... آؤ میرے ساتھ۔“ وہ اسے اپنے ہیرک تاکر سے شہ جانے پر بلاندا تھا۔ اس پر خراب اور اس کے حسن و شباب کا شہ چسنے لگا تھا۔ یہ پشینان کی ہو گئے۔ بولی۔

فروری 2018ء

ذکرِ اسماعیل

دہاں سے بھاگ کر گری ہوئی۔

”اکی وہ اپنی مطلوبہ راہ گزر کر چند منوں کے فاصلے سے پڑی کی کر سکی تھے۔ گامی ڈرونگی اس پر وہ تھا اس سے گمراہے وقت اور یہ کہ اس سے شراب کی بوتلی گئی۔ وہ اسے دیکھ کر ڈرونگی کی۔ بروجیوگر اس کا شہاک بنا کر پھرا۔ اسے سراب بولی سے دور..... پانے بولے اس کے انگشتان میں آئے تھے۔

”جیہ انہں ہر دو میں دن کی جی پر مگر پاتا تھا۔ اس بار ہاں نے اپنی جاتا تھا مگر ہمیں اس وجہ کی بنا پر اسے چینی نزل کی گئی۔ اسے باعد وہ چرچا کر رہے تھے۔“

اس پر جب اپنے شاب آوار اور سہا بن و جدو کے ساتھ اس سے کھلی توروں کے تخت اور کرسی و جھنڈ میں ایک گلازیت کی سرایت کر گئی۔ پیش اور غصہ اس کا بھی بھاگ بن کر لگا دیا۔

خود اسے یہ کہ انسان نکلا ہو گئے۔ جس سے وہ زیادہ ڈرونگی رہی اس سے کھرا گیا تھا۔

”حق..... میں اس کا رونا“ وہ حزم اور سرتی آواز میں لیف بروج سے بولی۔ ”میں..... میں آپ کو کچھ نہ پانی۔“

لیف بروج جتنا کثرت مزاج ہی، آخر ایک رکھتا اور مری کی کیا ہوگی۔ اسے ایسے ذاتوں بھرے کس سے دور بھی قاتا۔ پھر اسے کس نہ مجال کی بھی تو کیا بات تھی کہ وہ تو ایک جسم رعبانی و گلازیت کا شاہکار کی۔ اس کے دروازہ کسو اس کے بروج کے پھرے سے بھی گمراہے تھے جس کی کجبت نے لیف بروج کے شراب میں بھیے حواس کو ہار دیا۔

دونوں کو جھکا لگا تھا۔ اس پر گھوڑ اور دہائی کی۔ صرف ایک بولی کے لیے ہی بروج کے پھرے پر یہ بھی کی تیز چک امر کی تھی مگر دونوں نے بسے یہ جگ اس کے دل اور حواس میں جلی کر گئی۔

اس نے اسے کھانہ پکھلا اور یہ بھاگ کر دشت روٹی سے بولا۔

”کہاں کی میں اور کہاں سے آ رہی ہو؟..... اسے اپنے اختیار اور اس کی کھلی میں اپنی بیٹھ کا خرم اور دہائی

”تھ.....“ اسے وہ اور بھی..... اس پر نے اس کی طرف اپنی گھیری چلوں کو گھاسے ہونے دیکھ کر ماسٹے ایک آئینل کے ریب کٹاؤہ کو گئے کہ شہ طرف شاہ ذکر سے ہوئے۔ بروج سے وہ واقف خود ہوئے تھی۔ اس کی ہوں مائل تھا۔ اس کا پانیا با مارا کا مڑوئے کی مین ساتھ ہی اس کی گھووں کی نظری کہہ رہا تھا۔ اس نے اس فرنگی اسکر دی تھی۔ اس کے خاص ایک خاص گوی کی مٹوں کیا۔ مین بھی

فروری 2018ء

ذکرِ اسماعیل

”غیب ہے مگر کسے مجھے اس فرنگی کے حوالے۔“

تو وہ پاتا ہی جی تھا۔ ہی تو ڈار دے کہے اور پڑ گیا۔ مجھے کیا پتا تھا کہ اس کے سر میں سے اپنی شاہ ذکر آوار اور مگر خوب سے بھی گھوئی ہوگی۔ پتھنی تو یہ کہ اسے کھی لگ گئی۔ اسے کل تو گھوئی تھی اور مجھے ہوسٹے گئی۔ اسے سراب تیزی بری تھی۔ تمہاں سے بھی تو اپنے ہوسٹے سے وہ نقل کا غمور لے کر گھبے سے دوستی لگائی گئی۔ بروج کا پانیا لگا لگا، وہ ہنسے..... اس پر اس کی جان ملے وہ آہن سا جگنوورا آیا۔

اس نے اس پر یہ کہا کہ گرن چھوڑی اور مجھے سے دوستی کی ماسٹ کرتے ہوئے بولا۔

”اچھا تو تو آج ہا کے سو گئی؟“

”ہاں..... اس نے بڑے دلدار سے چلوئی طرف لڑ لگا تو وہاں سے دیکھتے ہوئے کہا۔“

”مگر یہ ہیں نا۔“

آج تک میں نے پھر یہی سوئے آئے تھے۔ روری کی بھی کئی سی عیب ہوئی تھی۔ اور پتا تھا کہ سرتی تو میں بھی پتھنی کی کر سکی۔ لیف بروج اور ایک کر سکی کہ یوں، پھر بروج تو سنی آگیا ہی لگ گیا۔ اس پر یہ تو لیکھاں جا رہی تھی۔ بروجیوں نہیں اور پتا آئے؟“ پتھنی تھے چاکن ہر لیاں سنانے کے لیے کوئی اور جمل ہوں۔“

”اچیس..... میں..... میں تو تیری انتظار کرتا رہا تھا۔“ وہ اس کی چلوئی کر میں آئے ہونے چلری سے بولا۔ ”جھا لے جاؤں پھوڑا۔“

”میرا گراؤ مجھ، وہ بھی آوار اور ہوں وہاں بھی بہت آرام ملے گا۔“

اور پتھنا سے اس کا کسرتے ہوئے بولی۔

”مردور چلوں گی، پڑائی نہیں دیکھ نا..... مجھے دیر ہو گئی بہت جموت سے پانیا لگا رہا ہوگا۔“

”میں نے کئی تو وہ مجھے ڈروئے جاتا اور ہی نہ آتا تھا۔“ وہ اور کسرتے سے ملنے کے لیے صحا اور ہی آئی ہوں اب تو یہاں سے مست پانیا.....“

”تھوں کی چلائی ہی کرتے ہوں گے بولا۔“

”جھا غیب ہے، جاودر تہٹ ٹوٹ۔ میں امر ہی گواڑوں تیرے ساتھ انتظار میں.....“

”کیتے ہوئے ہیں اس پر یہ کازم و گلازیت پھر چکر چم لیا۔ اس پر یہ کو اس سے ملنے آئے گی۔ کازم بروجیوگر..... سرکار سے دیکھتے ہوئے اس کے اپنا تھ واپس کھینچا اور توجہ سے گھوڑی اور مت بکڑی اور ادراہے کو گئے سے لگانے لگا۔

”دوسے..... یہ کیا کرتے ہو رہی آؤ جاؤں گی۔“

اسٹے سے میرے دو بیٹوں جموت اور نہ آج ہوا۔“

اس پر یہ نے فوراً خود کو اس دست دلائی سے پچا ہونے کے بارے

فروری 2018ء

ذکرِ اسماعیل

شراکت دار

محمد اسرار کوثر

مغرب ہوا یا مشرقی... روزگار کے لیے ہاتھ پاهوں مارنا سب کا حق ہے مگر... حقدار کو حق سے محروم کرنے کو بے اسے مرحوم کر دیا جانے، یہ تو کبھی کا انصاف نہیں ہے... لیکن وہ نادانی میں اس ناتواں فیاض کامر وکب پوچھتا تھا اور سامنے ہی بے قصوب دوست کو بھی اپنی دفعہ زہد دوستی کی چادر میں لپیٹ لیا... کوہا... ہم تو ذہیب ہیں صنم، تم کی بھی...

ریا کار دوست اور ناجائز تجربے کا بھرم کی خطاؤں کا قصہ



”گھر یا ہسپتال پر نہ دلائں جا رہے تو ہل جائے۔ میں کئی ہی تم سب کی دہلی کا، جو بھی جانا چاہے، ہندوستان کرائے دیتی ہوں۔“

”اور تم دونوں یہاں کیا کرو گے؟ کب تک یہاں رہو پاؤ گے؟ میں نہیں لگتا کہ مقدمہ ہارنے کے بعد تمہارے اب یہاں رہنے کی کوئی جگہ بھی بچے گی۔ کیا جنگوں کی خاک چھاتے رہو گے؟ میرا بھائی داربست لینے پر آمادہ ہی ہے۔ وہ شوکی اور تمہارے بیچ کے تعلقات کو جان چکا ہے۔ جھوٹی لوٹائی اس کی دیکھنا چاہتی ہے۔“ گاروشیا بولی۔

”داربست کو بھی میں نہیں روکتی۔ بے شک چاہا جائے وہ بھی نہ رہتا۔“

”اور تمسو جانے گا۔ وہ ایک بھڑا ہے۔ میں اس کی بہن ہوں اس کی نفرت سے واقف ہوں۔ دو ٹوٹی ہے۔ بلا کا۔ اس نے تم دونوں کو اپنی ضد بنا لیا ہے۔ براہ، پر تم دونوں کا راستہ کھولنے کے لیے اس نے اتفاقاً مزم کر رکھا ہے۔“

☆☆☆☆

لیف بروجرفانی وریک اپنے کمرے میں بیٹھا ہے۔ کاپڑی سے بیٹھے سے انتظار کرتا رہا تھا۔ اب یہ کہ تم کا گوریا ہوا اس کے اندر مستیاں سمیر رہا تھا۔ وہ جام نلڑ جا رہا تھا، اس کا انتظار کرتا تھا لیکن جب غاسمی دروہی کی طرح اچھا لگا۔

لیف بروجرفانی وریک اپنے کمرے میں بیٹھا ہے۔ کاپڑی سے بیٹھے سے انتظار کرتا رہا تھا۔ اب یہ کہ تم کا گوریا ہوا اس کے اندر مستیاں سمیر رہا تھا۔ وہ جام نلڑ جا رہا تھا، اس کا انتظار کرتا تھا لیکن جب غاسمی دروہی کی طرح اچھا لگا۔

وہ دن میں خواب دیکھنے والا ایک نپل پینڈ فیس تھا۔ اس کی زندگی کا زیادہ حصہ سوچنے کے گزارا تھا کہ کھٹ کا مال کیسے اور کیا سے حاصل کیا جائے۔ سہیلی اس عادت کی وجہ سے وہ کسی بھی لیے اپنا اور پھر مرزا ذہبی کو کر لیتا تھا۔ جرات نہیں ہونے کی وجہ سے کسی اسے بڑا ہاتھ مارنے کی دلتز میں سب اسے نہیں سمجھتے تھے۔

ایک دن وہ اپنے خاص دوستن بیکرن اور کئی کے اس اطلاع پر اس کا ہاتھ ڈکا۔ جازن پال اور ہارما کی اہم بیٹلگ بھی آج ہی دن ہوئی تھی۔ اسی وقت میں اس نے اور بیکرن کو صرف متلائے بھی دیکھا تھا۔ کڑی لڑائی تو اس کی سمجھ میں بہت کچھ آئے گا۔ اس کا ذہن بیکری سے بگڑ چکا ہے۔ (جاری ہے)

بھرا ایک فرانسیسی ریسٹوران میں کافی پی رہا تھا۔ اس ریسٹوران کے ہر ٹیبل میں کسی آرٹسٹ کی پینٹنگ اور بڑا مال کیسے اور کیا سے حاصل کیا جائے۔ سہیلی اس عادت کی وجہ سے وہ کسی بھی لیے اپنا اور پھر مرزا ذہبی کو کر لیتا تھا۔ جرات نہیں ہونے کی وجہ سے کسی اسے بڑا ہاتھ مارنے کی دلتز میں سب اسے نہیں سمجھتے تھے۔

اس کے ذہن میں خواب دیکھنے والا ایک نپل پینڈ فیس تھا۔ اس کی زندگی کا زیادہ حصہ سوچنے کے گزارا تھا کہ کھٹ کا مال کیسے اور کیا سے حاصل کیا جائے۔ سہیلی اس عادت کی وجہ سے وہ کسی بھی لیے اپنا اور پھر مرزا ذہبی کو کر لیتا تھا۔ جرات نہیں ہونے کی وجہ سے کسی اسے بڑا ہاتھ مارنے کی دلتز میں سب اسے نہیں سمجھتے تھے۔

ایک دن وہ اپنے خاص دوستن بیکرن اور کئی کے اس اطلاع پر اس کا ہاتھ ڈکا۔ جازن پال اور ہارما کی اہم بیٹلگ بھی آج ہی دن ہوئی تھی۔ اسی وقت میں اس نے اور بیکرن کو صرف متلائے بھی دیکھا تھا۔ کڑی لڑائی تو اس کی سمجھ میں بہت کچھ آئے گا۔ اس کا ذہن بیکری سے بگڑ چکا ہے۔ (جاری ہے)

”اوہ ہرے خدا! اس حق کو چاہے تھا کہ آئی ہی اپنا تقاریر کر دیتا۔“ گرگیک نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔
 ”تمہارے کام کی بنیاد ہی غلطی تھی۔“ میرن بولا۔
 ”جی نہیں! اگر ہم سوچنا چاہے تو اس کے لیے ہم ہفتے میں ایک آدھ بار ضرور اپنی پینٹنگ چیک کرنا ہوتا۔ اس نے غلطی نہیں کہا تھا۔ تم اس کی برسرے کی محنت سے ہمارا نامور خاکہ اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کی پینٹنگ پر ہاتھ اٹوانا بہتر گھنٹا سب سے بڑی بات تھی۔“

”زیادہ ظاہر نہ ہو۔“ میسن نے کہا۔ ”اس کی موت اسے یہاں بھی لٹائی تھی۔ اگر یہاں کے لڑکھٹے دادور جڑواں کی جیب میں ڈال دو۔“ میسن میں میں جا کر یہ خواہش کی لاش کے پاس پھینک دیا۔“

میرن نے ٹوٹ کر میرن کیس کو اچھے اور بخیر اوتھوڑی کی جیب میں ڈال دیا۔
 ”ایک دم؟“ میسن نے کہا۔ ”بخانا کواڈرنا۔“
 ”کیا ہوا؟“ میرن نے جڑواں کالتے ہوئے پوچھا۔
 ”اسی! جڑوے پر سے اپنی انگوٹھ کے نشانات صاف کر دو۔“ گرگیک میسن نے کہا تو میرن نے حیرت اور خوف سے ہنسنے لگا۔

”داہنی بازو بڑی خطرناک لٹھی ہوئے تھی۔“ اس نے بخونا لال کر اسے اپنے دوہا سے اس کی طرح صاف کیا اور وہاں لاش کی جیب میں ڈال دیا۔ ”میں بھوک پر کم ہوں؟ پارٹی اور چیرونگ کرنا ہوگا۔“ شٹاپا نے کہا۔ ”کی جڑو کی جیب؟“ اور۔۔۔ قرعہ کاری چاہتیاں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کارپس فکری ہے۔“

”میرن نے کہا۔“ لاش کا میں ڈال کر لے جاؤں گے۔ تم ایسا کرنا کہہ کر ادا کر دو۔ جڑو کی دستاں سے خریدیے لاف۔ اب ہم کی چیز کو دستاں کے بغیر ہاتھ نہیں لگے گی۔ ان چاہتیاں کو وہاں سے صاف کر دو۔“

”میرن نے کہا۔“ لاش کا میں ڈال کر لے جاؤں گے۔ تم ایسا کرنا کہہ کر ادا کر دو۔ جڑو کی دستاں سے خریدیے لاف۔ اب ہم کی چیز کو دستاں کے بغیر ہاتھ نہیں لگے گی۔ ان چاہتیاں کو وہاں سے صاف کر دو۔“

میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے کہا۔“ اس نے دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا پھر کہہ گیا۔
 ”درآمد کی جگہ سے کون آ رہا ہے۔۔۔ وہ ڈی اے سلطوم ہوتے ہیں؟“

میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے کہا۔“ اس نے دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا پھر کہہ گیا۔
 ”درآمد کی جگہ سے کون آ رہا ہے۔۔۔ وہ ڈی اے سلطوم ہوتے ہیں؟“

میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے کہا۔“ اس نے دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا پھر کہہ گیا۔
 ”درآمد کی جگہ سے کون آ رہا ہے۔۔۔ وہ ڈی اے سلطوم ہوتے ہیں؟“

میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے کہا۔“ اس نے دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا پھر کہہ گیا۔
 ”درآمد کی جگہ سے کون آ رہا ہے۔۔۔ وہ ڈی اے سلطوم ہوتے ہیں؟“

”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“

میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“

میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“

میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“

میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“

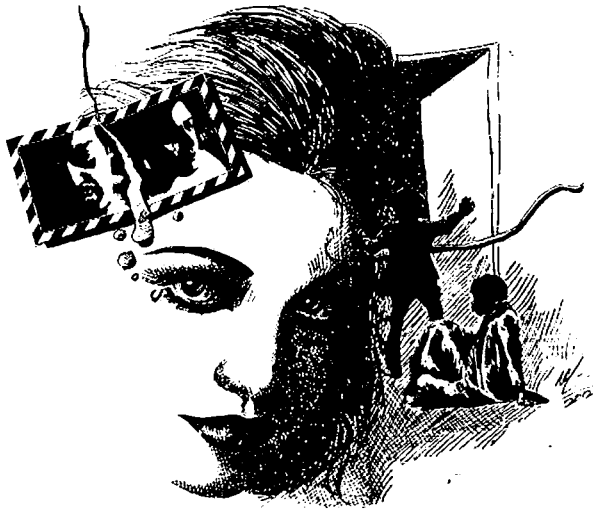
میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“

میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“

میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“

میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“

میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“
 ”میرن نے اشارے کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دو پولیس آفیسر گیٹ کی طرف آ رہے تھے۔“



بے خبر

ٹائید سلطنتِ اختر

کبھی کبھی بعض معاملات میں لاعلمی، حق میں فائدہ پہنچانی ہے مگر کچھ ایسے پہلو بھی ہیں زندگی کے جن میں اگر کوئی نگاہ رکھے لی جاتی ہو تو بہت ہی افسوس، تپت پھار سے رکھنے چاہئے ہیں جو... ان کا حق بھی ہے لیکن... افسوس ہم ذرا سنی غفلت سے انتہائی قریب کے منظور کو فراموش کر دیتے ہیں... یہی بات ان کی ہتھی خطن میں تھی۔

والدین اور اولاد... کے بیچ دورے والے قاصدوں کا گرا گریز پہلو

اس نئی ذہنی رابطہ کی ایک جانب میں تھی دوسری نہایت احترام مائل تھا۔ طرف ڈاکٹر وہی جنہیں ان کی سٹیڈی اور پیچھے رہا۔ سائیکالوجسٹ... وہ ڈگری یا ڈگری سے نکل ڈاکٹر اور ماٹی لیاقت دھارت کے باعث شہر کے سبھی عطلوں میں

اٹھا کر رہے ہوں گے۔ ستر پر لیٹے کے بعد گرگ جس کو چہرے تک نیچر ڈی آئی۔ اس نے سو جا کر ڈی وٹن کے بیوی کے ہوئے تو وہ اپنے جرم کا پوچھنے کے لیے ضرور جان کی دھڑکنے لگا۔ کئی دن روز روز کھٹکانے کی آواز سننے کی آواز سننے لگی۔ کوئی زور زور سے روز روز کھٹکانا تھا۔ اس نے کھڑی پر نظر ڈالی تو اسے پتا چلا کہ وہ کافی دیر تک سوتا رہا ہے۔ اس وقت دن کے پورے تیار ہوئے تھے۔ اس نے اٹھ کر روز روز کھٹکانا اور باہر کی چٹک میں اٹھنے میں جاتا ہوا اور دو گھنٹے کو دیکھنے لگا جو پیرس کی بیٹھارہ میں تھے۔ جس کو ہاتھ لڑو بتاتا ہوں۔ اتنی جلدی میں اس کے روز روز سے تک پہنچ گئی؟

ایک پیرس آفیسر نے اپنا نام سارنٹ میگلے بتایا اور جس سے اس کا نام پوچھا۔
 ”م... میرا نام گرگ جس ہے۔“
 ”سزوسن ایک نام آرسٹ ہے؟“ سارنٹ نے پوچھا۔
 ”ہیں آرسٹ؟“ نہیں، میں آرسٹ تو نہیں ہوں۔“ وہ لڑائی ہوئی آواز میں بولا کہ گرگ جس نے پیرس آفیسروں کے پیچھے دیکھا تو پیرس میں اسے پکھار دیا اور اسے نظر آئے۔ ان میں سے ایک چٹک پیرس میں اس کا ساتھ کر رہا تھا۔
 ”کیا تم اعداد آکتے ہیں؟“ سارنٹ نے کہا۔ ”ہم آپ سے چند سوالات کرنا چاہتے ہیں۔“ جس نے تامل کرنا ہوا دونوں آفیسروں کو اندر لے گیا۔ جب اسے احساس ہوا کہ وہ پیرس کے ساتھ رہی ہوئی پیٹنگ اور ایزل اسے مشکل میں ڈال رہی ہیں۔

سارنٹ پر خیال نظروں سے گزریں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ”سزوسن گرگ جس! کیا تمہارے ساتھ کوئی آرسٹ رہتا ہے؟“
 ”آرسٹ؟“ نہیں، میں اکیلا رہتا ہوں۔
 ”دراصل میں آرسٹ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“
 ”کیا یہ تصویریں تمہاری بنائی ہوئی ہیں؟“ سارنٹ نے پوچھا اور آکے کے بڑھ کر ایزل پر مٹی تصویر کو گھومنے لگا۔ ”بہت خوب! بہت عمدہ تصویر ہے۔ تمہارے ہاتھ میں تاشی ہتھی ہے۔“ آفسر کی بات اور ہے مگر میں نہیں سمجھتا کہ تو آرموز ہو۔“
 ”جس نے ڈاکٹر کر سکا تھا اور ڈاکٹر اور... اگر ڈاکٹر آتے تو یہ بتاتا تو میری تصویروں اور ایزل کی ماہر جرنل کا کیا جواز تھا۔ اگر آتے تو ایک معمولی ٹیسٹ اس کے

و ذہنی امراض کی صورت میں باطنی علاج سے اور اپنے مریضوں کو دواؤں سے علاج کرتے تھے۔ میں ماہر نفسیات تھی۔ میرا دائرہ کار انسانی جذبات اور دینی تھے مجھے اپنے مریضوں کا علاج ان کی نفسیات پر تو چہ روز و رکھ کر کرتا ہوتا تھا۔ سائیکو تھراپی کے ذریعے ان کے جذباتی مسائل کی تیک پہنچانا ہوتا اور بحران مسائل کا علاج مریضوں کے جذباتی مسائل کا علاج بھی کسی دواؤں کے استعمال کا متقاضی ہوتا اور مجھے سائنس فزسٹ کی مدد کی ضرورت بھی پڑ جاتی تھی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر وحسی اور میں اکثر رابطے میں رہتے۔ ڈاکٹر وحسی کے کلینک پر مریضوں کا تاجن بندھا رہتا۔ جتنے مریضوں کو سائیکو تھراپی کی ضرورت ہوتی انہیں وہ اکثر میرے پاس بھجوواتے۔ ضرورتی صورت میں تو مریضوں کو میرے پاس بھجوواتے۔ یہ عمل خون بھی کر دیتے تھے عیساکہ اس دور کا۔

ڈاکٹر وحسی کی جانب سے نظریے کے کوئی صاحب مجھ سے ملتا چاہتے تھے۔
 ”ابن خلدون..... اسی تھے لوگ وہ گئے ہیں؟“
 ”سید“
 ”شک ہے۔ ان کے بعد انہیں بھجوا گیا۔“
 ”راست۔“
 جن مریضوں سے پہلے سے وقت لے رکھا تھا، ان سے فارغ ہو کر میں نے ڈاکٹر وحسی کے بھجواتے ہوئے سوال کو کیا۔
 ”ڈاکٹر صاحب! میرا نام سعید اللہ ہے اور یہ میری وادف ہے۔“ آئے والے شخص نے اپنا اور اپنے ہمراہ موجود خاتون کا تعارف کرایا۔ چلیے اور چہرے مہرے سے دونوں سادہ سے لباس پہنی ہوئی تھیں۔
 میں نے دونوں کو بیٹھے گا اشارہ دیا۔ وہ میری میز کے پار کرسیوں پر بیٹھے اور دو بیٹھے گئے۔
 ”جی..... میں حیران کی ہی جانب مت بھونٹی۔“
 میں نے بیوی کو دیکھا۔ دوسرے سے لکھنیا کا پھر اس نے کہا۔ ”ڈاکٹر صاحب! میرے چار بچے ہیں۔ دو بیٹے، دو بیٹیاں۔ میں سولہ گریڈ کا سرکاری ملازم ہوں۔ شام کو ایک جگہ تک مجھے پارٹ ٹائم چاہی کرتا ہوں۔“ میری بیوی اسی وادف سے..... بیٹھی گئی اور جہاں میں رہتی تھی وہ بھی اس کی بیوی کی حد تک تھی۔ وہ بھی گریڈ کا سرکاری ملازم تھی۔ وہ بھی اپنے بچوں کو بڑی سخت سے پالا تھا۔ انہیں میری بیوی کی حد تک ہی نہیں تھا۔ ان کی ضرورت تھی کسی طرف سے۔ پڑھا یا لکھا۔ بڑی بیٹی ان کی بیوی کو پھر پھری پھری بیوی تھی۔ اب ایک بیٹی گھبرا رہی ہوں۔ والدہ بے چارہ معمولی ملازمہ تھیں جس کی مکمل عانت دیکھتے گئے۔

”نو براہم۔ آپ بھجوا دیجئے۔“
 ”شک ہو..... شک ہو..... بڑی ناچ..... بسے میں یہ کہتا ہوں کہ بچوں کو آپ کے پاس لانے سے کل کیس ہوشی آپ کے گوش گزار کرنے کے لیے پہلے والدین کو آپ سے ملنا بہتر ہوگا۔“
 ”جواب بہتر نہیں ہے۔“
 ”مہربانی۔“ انکساری ڈاکٹر وحسی کا خاصہ تھی۔

☆ ☆ ☆
 اگلے دن شام کے وقت جب میں حسب معمول مریضوں کو دیکھ رہی تھی میرے سامان کار نے مجھے بتایا

اس نے ایک نظر مجھ دیکھا۔ اپنی آنکھوں کا پانی اٹھیں گی پرورد سے پوچھا پھر سچا کر لانا۔ آپ سوج نہیں سمجھیں ڈاکٹر صاحب میں نے ان بچوں کے رات کو وہاں لوٹا ہوں اور یہ میری بیوی..... سچ سے شام تک گھر کے دھندل میں ہی رہتی ہے..... بتائیں کیا ہوا؟ ڈاکٹر صاحب..... کسی نے جاہد کو دیا ہے یا بڑھ کر کھوکھو دیا ہے، ہمارے بچے اداور دکن ہو گئے ہیں۔ میرے بچے زیادہ ہی مخراس کے بھی ہو گئے۔ سعید اللہ نے کرون کی بیٹس سے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کیا۔
 ”ہاں؟“ میں نے سوال کیا۔
 ”میں نے بتایا۔ مجھے تو پہلی سبیل دور دور اور رہتے تھے۔ کوئی کدورت کی بات ہوئی تو کرون ورنہ ایک تھلک..... اپنی ماں سے البتہ بہت نزدیک تھے۔ ان کی بیٹی سے بڑے بڑے ہوتے تھے۔ اب اپنی ماں سے کسی ان پہلے ہی کسی تربت میں رہی بلکہ بہت بڑی کرنے کے گرجو مہرے سے جو حالات بہت ہی خراب ہو گئے ہیں۔“
 ”کیا خراب ہو گئے؟“ میں نے پوچھا۔
 ”ڈاکٹر صاحب! وہ ہم دونوں کے دین میں گئے ہیں۔ نفرت کرتے ہیں ہم دونوں سے۔ میری تو خبر وہ صورت کی نہیں دو لگتا چاہتے۔ جب میں مخراس ہوتا ہوں تو وہ اکثر گھر سے اور کسی گھر کی بہت سے بیٹھے رہتے ہیں۔ حالانکہ مجھے اس سے بہت محبت ہے۔“
 ”آپ ان سے اپنی بہت کا اظہار کرتے ہیں؟“
 میں نے پوچھا۔
 ”جب چھوٹے تھے تو میں انہیں جوتھا جوتا تھا۔ چھٹی والے دن باہر گھر لے کر لے جاتا تھا۔ فرصت ملنے پر اپنی وادف کے ساتھ لے کر ان کے لیے ان کی اپنڈ کے کھانے بھی بنا تھا۔ میری چھٹی بیٹی ساک بہت شوق سے کھاتی ہے۔ اب بھی کوئی نہیں اس قدر یاد دہا رہا۔ ابھی کڑی کڑی کسان سے میرے اچھک کا پکا پکا بھکا تھا نہیں۔“ سعید اللہ کے لیے میں دل فرسکتی تھی۔

”یکہ ڈاکٹر صاحب۔“ سعید اللہ کی بیوی نے جو فرقی میں پڑا۔

سپس سن ڈاکٹر صاحب نے فروری 2018ء

گزری ہیں ان میں تو ایسا ہوا ہے جی کہ انہوں نے بڑے شوق سے بیٹی کے لیے ساک پکا یا اور دوسرے نان لینے کے کراچ میں جن اپنی چھٹی کے لیے ساک بنایا ہے۔ روٹی کالے لے آؤں شوق سے کھانے کی مخر یہ بازار گئے اور میں نے اس سے کہا، اٹھ تیرے اہونے تیرے لیے ساک پکا لے۔ بہت کمال نے سب آٹھے بچہ کھانا کھا گیا۔ وہ آج ہی اور اس نے ساری ہاڑی گھر کا پرگندہ بنا دیا میں اٹھ لی۔ ”کیوں؟“ مجھے خاتون کی یہ بات قدرے حیرت انگیز لگی۔
 ”ہاں لے لو آپ کے پاس آئے ہیں۔“ سعید اللہ نے کہا۔ ”مجھ میں کسی آٹا کیا ہو گیا ہے میرے بچوں کو۔“ بڑا چٹا نورات کو چھری اپنے سر ہانے کو کہہ سوتا ہے۔ اپنی ماں سے کہتا ہے کہ روتم دونوں کو گل کر دوں گا۔
 ”دونوں؟“ میں نے سوال کیا اور اپنے دور دور بیٹھے حیاں بیوی میں سے کسی کی طرف سے جواب کا انتظار بھیر گیا۔ ”یعنی آپ کو اور اپنی والدہ کو؟“
 ”جی ہاں۔“
 ”آپ نے بھی اس کے ساتھ کوئی زیادتی کی؟“
 میرا مطلب ہے راجیٹ کا لگوج۔“
 ”تم بتاؤ ڈاکٹر صاحب کو۔“ سعید اللہ نے بیوی سے کہا۔
 ”ڈاکٹر صاحب انہیں تو زیادتی کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ سچ سے رات تک گھر سے باہر رہتے ہیں۔ چھٹی والے دن سوکا ہوتے ہیں۔ انہیں۔“
 ”میں نے یاد کیا تو بے چارے ڈاکٹر صاحب کے بچوں نے مجھے بھی زیادتی کا موقع نہیں دیا۔ پڑھائی میں پیشہ ٹا پڑے۔ خاندان میں ان کی تحریف رہی۔“
 ”تو پھر ایسا کیوں؟ میرا مطلب ہے بچے اسٹے بدن کیوں ہوئے آپ سے؟“ میں نے کہا۔
 ”مجی تو مجھ میں نہیں آ رہا۔“ سعید اللہ نے کہا۔
 ”ان کی ماں تھی سے کسی نے خودی کڈنے سے کہہ دی ہے ان پر۔ تو تو کے لیے ہے ہم نے دی گھر کرایا بچوں پر ان کی بڑی صاحب سے خودی کڈنے سے کہہ کر ان کے گلوں میں۔ مزاروں پر بھی لے گئے۔ مگر کوئی فرق نہیں پڑا۔“

فروری 2018ء

”ڈاکٹر ویس ہمارے تھے آپ کی شادی شدہ بیٹی بھی پراہم بلدی ہے؟“ میں نے کہا۔
 ”اس کی وجہ سے تو ہم میان ہمیں زیادہ پریشان ہیں۔ کوئی سات ماہ ہو گئے اس کی شادی کو..... اس کی اپنے شوہر سے نہیں رہی۔“

”بہن! سید اللہ نے یہی ہی طرف دیکھتے ہوئے کہا پھر دوسری طرف پھیر لیا۔
 ”یہی صحابہ۔“ یہی کھانگی۔“ اس کا سسل سسل عجیب ہی ہے۔
 ”کیا؟“
 ”مرڈی لڑکی سے شادی کر کے یہی ہو چکی تاکہ کیوں نہ جاتا ہے۔..... اس لیے تو نہیں تاکہ اس نے اسے ماں بہن بنا کر رکھا ہوتا ہے اپنے گھر میں.....“

سید اللہ کی یہی نے توقف کیا پھر بولی۔ ”ہم دبا دبا کو لازم کیوں دینے گا وہی ہماری بیٹی کی ہے۔“
 ”کیسی لعلی؟“
 ”وہی..... مات کو اپنے شوہر کے کر سے میں سونے کے بجائے اپنی ساس کے کر سے میں سونا جاتی ہے۔“ اس نے لگاتارے ہوئے بتایا۔
 ”کیوں؟“ میں نے پوچھا۔
 ”خاتون خاموش رہی۔
 ”شادی اس کی مرضی سے ہوئی ہے؟“
 ”شادی تو میری ہاری مرضی سے ہوئی ہے۔“
 ”وہ آپ کی مرضی سے خوش ہی یا ناخوش؟“
 ”خوش ہی کی۔“
 ”کہیں اور تو اعتراض نہیں ہی وہ؟“
 ”نہیں ڈاکٹر صاحب! میں کوئی بات نہیں تھی۔“
 ”خاتون نے جلدی سے کہا۔
 ”ہمارے دونوں بیٹیاں بہت شریف بیٹیاں ہیں۔“
 ”سید اللہ بولا۔
 ”پھر کیا مسئلہ ہے جو آپ کی بیٹی اپنے شوہر کے کر سے میں اس کے ساتھ نہیں رہنا جاتی۔“
 ”اللہ ہی بہتر ہے۔ وہ شوہر کو اپنے نزدیک ہی نہیں آئے دیتی۔ بہت سسل بنا ہوا ہے اس کی سرسراں میں اور ہمیں پریشان ہیں۔“

”بہن! سید اللہ نے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا پھر دوسری طرف پھیر لیا۔
 ”یہی صحابہ۔“ یہی کھانگی۔“ اس کا سسل سسل عجیب ہی ہے۔
 ”کیا؟“
 ”مرڈی لڑکی سے شادی کر کے یہی ہو چکی تاکہ کیوں نہ جاتا ہے۔..... اس لیے تو نہیں تاکہ اس نے اسے ماں بہن بنا کر رکھا ہوتا ہے اپنے گھر میں.....“

”پھر آپ کے ساتھ میرے پاس کیڑھا میں گئے۔“ میں نے کہا۔
 ”بڑا بیجا چھوڑوں گے کر آ جائے گا آپ کے پاس۔“
 ”شک ہے نہیں بھیا میرے پاس۔“
 ”کب ڈاکٹر صاحب؟“
 ”آپ ہر روز میں سے اپنا سینٹ لے لیں۔“
 ”ڈاکٹر صاحب! بہت پریشان ہوں گی۔“ سید اللہ دونوں ہاتھ بانہہ گھر کر لگا لیا۔
 ”اللہ بڑا بہتر کرے گا۔“ میں نے تسلی دی۔
 ”شہر ہے۔“
 ”میاں، یہی دونوں جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔“

سید اللہ کے تینوں نے نہایت خوش شکل خوش لباس اور مزہب تھے۔ میری ہر بات کا انہوں نے بہت اطمینان سے جواب دیا لیکن جوگی میں ان سے ماں باپ کی بابت ان کے رویے پر آؤ وہ ایک دوسرے کو تسلی تیر کھوں سے دیکھتے گئے اور انہوں نے کچھ تانے سے اجرا کر لیا۔

حیرت انگیز ایسر ہے تھا کہ انہیں والدین سے کوئی خاص شکایت بھی نہ تھی۔ ان سے میری بات بہت حد تک مطابق ماں اور باپ دونوں بن ان کی سب کا کوئی خیال رکھتے تھے۔ مکمل نہ تھیں بلکہ بعض اوقات تو اپنی حد سے مزاجی بڑھ کر ان کی ضرورتیں پوری کرتے۔ باپ کے عیاز میں کچھ دوسری ضرورتیں کو بحیثیت باپ وہ اپنے فرمائش سے غافل نہ تھا۔ بڑی بیٹی کی عمر تیرہ لوگوں میں شادی کی تھی اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر لیا دیا گیا تھا۔ چچن کو ماں اور باپ دونوں کی ان لکھنوں اور صوبوں کا بھی احترام تھا چچر دونوں نے بحیثیت والدین ان کے لیے برداشت کی تھی اور ہونڈ کر رہے تھے۔

پھر دھنی اور نفرت کا سبب؟
 تینوں بچوں کے ساتھ کی کشمکشوں کے باوجود میں وہ سب محاسن نہیں کر پاری تھی۔
 ”جب تمہاری والدہ والدین تم بہن بھائیوں کے تم لوگوں کا اتنا خیال رکھتی ہیں، سب سے سب تک میں لوگوں کی خدمت میں کی رہتی ہیں۔ ایک بہن ماں اور باپ باؤس وانگ ہیں اور والدہ سہا سے ایک نئے دے اور سب ہیں۔ تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھتے ہیں۔ تم لوگوں کے لیے دوا دوا نہیں کرتے ہیں اور تم کو لوگوں کی اتنی محنت کی وجہ سے ان پر ترس بھی اس کی ضرورت۔ تمہاری بڑی بہن کو انہوں نے ہمیشہ میں اس کی ضرورت سے کی چیز دینے کے لیے ادھر ادھر سے امداد لینے سے بھی دریغ نہیں کیا پھر کیا وجہ ہے کہ تمہاری والدین یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ تم لوگ انہیں اتنا دیکھتے ہو، نفرت کرتے ہو ان سے؟“ میں نے نہایت تفصیل سے پتلا سوال ان کے سامنے رکھا۔
 ”وہ دزدیدہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے تھے۔“

”بناؤ کیا بات ہے؟“

”بڑے لوگوں کی بڑی باتیں“

- 1- اسے انسان لہاؤں، ہوا، چاند، سورج اور آسمان کا علم ہے۔ ماں تاکہ تیرے ہاتھ میں روٹی آئے اور تیرے گم نہ کھائے۔ سب تیرے لیے صرف مکمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بھلا رہے ہیں۔ یہ انصافی نہیں کر رہے سب لڑاں ہر برادر ہیں اور تیرا نران ہے۔
- 2- اٹھتے اور کھڑے دوست بدعا میاں میں آتے ہیں۔ مخرخان پر فوجن کی دوست نظر آتے ہیں جو تیری خوشحالی کے وقت تیری رفاقت کا دم بھرتے ہیں اور بہت بد بھالی کی گرفت میں آ جاتا ہے تو مجھ سے ملنا بھیر لیتے ہیں۔
- 3- جس کا دل کالا ہو چکا ہو، اسے فصیح کرنے کا کیا فائدہ ہو۔ یہ کی کی جانتا نہیں کس سکتی۔
- 4- اولیٰ دین کے بے حقیقت کہنا ہے۔ جیسے تمہاری کسی آگ بھسکا کر دینا۔
- 5- عورتی اگر کچھ نہیں ہی پڑا اور تیری سوتی ہے۔ اگر کردہ خراب آسان پر ہی کچھ جانتے تو کردہ خرابی ہے۔
- 6- دنیا کا روزن ہے کہ گھر میں یہی بد مزاج ہوتا ہے۔
- 7- میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس کے اہم اس شخص سے ڈرتا ہوں جو اٹھ سے نہیں ڈرتا۔ (مدرسہ: ریاضیات۔ سن ابدال)

کھڑکیاں

- ☆ پر غلطی سے کھڑکیوں اور تختوں۔
- ☆ آرزو نصف زندگی ہے اور بے حسی نصف موت۔
- ☆ خاموشی دانا کا پورا اور احمق کا برم ہے۔
- ☆ دوستی کا وہ چول ہے جو غلطی کی کھیل میں کھلے۔
- ☆ سونے کو آگ پر بھکتی ہے اور انسان کو صباغ۔
- ☆ نیک کام وہ ہے جو دوسرے کے پیر سے پر خوں کی گرفت میں بھرے۔
- ☆ کسی کی زندگی میں اس کے لیے نذر نہ بنے کے اسباب پیدا کرنا، اس کی قبر پر قاعدہ پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ (مدرسہ: ریاضیات۔ سن ابدال)



”آپ آبا کو بلا گیا وہ تو ہمیں گی آپ کو؟“
 سعید اللہ کے بڑے بیٹے نے کہا۔
 اگلی نشست میں، میں نے سعید اللہ کی بیٹی ماری
 کو بھی بلوا لیا۔ وہ چھوٹے تینوں بہن بھائیوں سے زیادہ
 کھجور کا کھانسی دیتی۔

”مجھے بتایا گیا ہے کہ تم اپنے گھر میں خوش نہیں
 ہو..... کیوں؟“ میں نے اس سے اصرار اور کڑی باتیں
 کر کے دیکھنے کی راہ ہوا کر کرنے کے کہا۔
 ”مجھے دیکھنے کی ہر گز ہر گز ایک اس کی آنکھوں میں
 آواز نہ آئے اور دوسرے جھکا کر اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو
 بیجا بنائی کی کیفیت میں ہم بزم روز نے تھی۔“
 ”کیا مسئلہ ہے؟“ میں نے اس کے کندھے پر

ہاتھ رکھ کر ہونے اور نہ دیکھنے میں کہا۔
 بڑی بہن نے چھوٹے بہن بھائیوں کو دیکھا۔
 چاروں کی سنی تھیں نظر پڑیں، ہمیں باہم نظر نہ آنے ایک
 دوسرے سے نظریں چڑھیں۔
 ”ہاں.....“ میں نے بڑی بہن کی جانب
 دیکھتے ہوئے اپنے سوال کے جواب کا ہاتھ نکالا۔
 وہ کسمپاسی اور اس نے آنکھوں یا آنکھوں میں

بتایا کہ وہ چھوٹے بہن بھائیوں کے سامنے نہیں تانا
 چاہتی۔
 میں نے دوسرے کرے میں نے تھی۔
 ”ابھی کیا ہے؟“
 ”ابھی کیا ہے؟“

میں نے اس کے سامنے یہ بات کرتے شرم آتی ہے مجھے۔
 اس نے کہا۔
 ”کوئی بات نہیں، اب یہاں تم ہو اور میں.....“
 تیسرا اور چوتھا تو ہاتھ سے گلے کر لیا میں نے بتاؤ۔
 میرا خیال تھا وہ شادی سے گلے کسی اور سے اور پہلی کا
 اعتراض کرے گی۔

”ڈاکٹر! ہمارا بچپن ایک عجیب سے خوف میں
 گزارا ہے۔ وہ کوئی جانتے ہوئے شرم آتی
 ہے۔“ اس نے قدرے تامل سے بتایا۔
 ”بعض باتیں کہا ضروری ہوتی ہیں۔“ میں نے
 اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
 وہ چندتا ہند جب خند پڑا وہی ہمیں نے دہی
 آواز میں کہا۔ ”ہمارا بچپن بڑے عجیب سے خوف میں

گزارا ہے ڈاکٹر۔“
 ”کیسا خوف؟“ میں نے پوچھا۔
 ”کچھ ڈاکٹر کا تھا..... ابھی وہی جی گھر ہے۔ دو
 کروں کا گھوڑا سہا رایت۔ ایک ماٹے کے جانے والے
 سہاڑوں کے لیے ڈرائنگ روم سما ہوا تھا۔ دوسرے
 میں ہم سب سوئے تھے۔ اہی، ابو اور ہم چاروں بہن
 بھائی۔ رات کو کمرے کی لائٹ آف ہوئی غرا کر ہم
 بہن بھائیوں کی رات کو کمرے کے گھب اندر میرے میں آنے
 کل جلی جاتی تھی۔ ہماری جگہ میں کچھ نہ آتا..... میں
 آپ کو صرف اپنی جگہ بلی بگ چاروں بہن بھائیوں کی
 بات بتا رہی تھی کیونکہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ ہی
 باتیں شیئر کر رہے تھے۔ اہی..... ان دنوں جب ہم
 چھوٹے تھے اور با بچھو۔ ایک روز میں نے اور مجھے
 چھوٹے بھائی نے تہہ کیا کہ ہم اہی کو الوداع سے قدرے
 آگے پھرنے والے ایک کو مارا بات تاپوں کے گھر ہوا
 یہ کہ ہمیں والے اگلے کی مدد لینے سے تھی جہاں
 ایک کزن جو ہمیں ہم بھائی بہنوں سے بڑی اور بھجور
 تھی چلیوں میں ہمارے گھر رہنے آگئی۔ رات کو
 ہمارے ساتھ ہی سوئی اور ہماری طرح رات اور ہم
 آگے بھی چل گئی۔ اس نے مجھے جانتے دیکھا اور ہم
 مارے بڑے ڈرے۔ سچ ہم بھائی بہنوں نے اسے
 پسپا کرنے والے اگلے سے مدد حاصل کرنے کا پروگرام
 تھو اس نے تہہ کیا کہہ دیا۔

”ہے دو تو فریسا کر رہی تھی..... ہمارے گھر
 میں بھی ای کی با بلی کھڑے۔ پھر اس نے ہمیں کہا
 کہ میں چاہتا ہوں..... ہمارا سارا بچپن ای طرح
 گزارا ڈاکٹر..... چاہے چاہے اور وحشت میں.....
 شام ہوتی تو ہمیں ای خیال سے وحشت ہونے لگی تھی
 کہ اندر اور اور اپنی باتیں آتی ہے۔“
 ”اور ای کا؟“ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
 ”پھر ہم بڑے ہوتے گئے۔ کمرے میں چکر
 پڑ جانے کے لیے اور بھائیوں کے بسز لاؤنج کے فرش
 پر چھانے جانے کے گھر اب بھی وہی مسلما کٹر و پشتر
 چٹا کرتا ہے۔“ دہنا اس کے گلے میں تھی آگئی۔
 مسلما ابھی بھی چٹا کرتا ہے ابو اور ای کو یہ خیال نہیں کہ
 ان کے بچے جوان ہو چکے ہیں۔ بچپن کے خوف کی جگہ

بچنے اور رایت سے لے لی ہے۔ میرے بہن بھائی مکمل
 کرائی ہو گئے ہیں جانتے کہ انہیں ان دنوں پر خیر
 کیوں آتا ہے۔ وہ ان سے نفرت کرنے گئے ہیں۔ میرا
 ایک بھائی تو چھری سے اپنے سرانے دکھارے کھڑا ہے
 ہے کی زندگی میں آگیا تو اہی، ابو اور ان دنوں کاموں کا۔
 ڈاکٹر میرے بہن بھائی تینوں بہن بھائیوں نے بہت ذہین
 اور لیڈنگ ہیں ہمیں سے لے لیا ہے اپنی باتیں بتا دیا ہے۔“
 ”نفسیاتی تو چھری ہو.....“ میں نے کہا۔
 اس نے چکر بگھڑے کیا۔
 ”اپنے شوہر کے کمرے میں سونے کے بجائے
 ماس کے کمرے میں کیوں سوتا ہے؟“
 اس کی آنکھوں میں آواز نہ آئے۔ ”اس لیے
 نا۔“ وہ دہرایا ہوئی آواز میں ہوا۔
 ”کس لیے؟“ میں نے سوال کیا۔
 ”مجھے رات سے ڈر لگتا ہے ڈاکٹر.....“ وہ
 آنسوؤں سے چھلکی آواز میں بولی۔
 ”بگل لڑکی۔“ مجھے اس پر یاد آئی لگا وہیں
 سے ہو رہی کسوٹ ہوئی بگدا اس کے بہن بھائیوں سے
 بھی جنہیں میں اپنی مشورہ گاہ میں بیٹھے چھوڑ کر ان کی
 بڑی بہن کو دوسرے کمرے میں لے آئی تھی۔ میں نے
 اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ دیکھو بیٹا۔ بے اللہ کا
 نظام ہے۔ جب تک اللہ چاہے سب انسان کی چلانا
 ہے کہ نظام چلتا رہے۔“
 تو اس نے بھی اپنے نظروں سے دیکھنے کی بھر
 قدر سے توقف سے شاک لیے میں بولی۔ ”چاہے بچے
 گھٹ گھٹ کر نفسیاتی سر میں مل جائیگا۔“
 ”میری بھی بات کمال نہیں ہوتی تھی۔“ میں نے
 کہا پھر اپنی بات میں مل گئی۔ ”بے ساختہ اس کے اس
 نظام میں پر اپنی سلیکٹرز اور ہے۔“
 اس کی آنکھوں میں چمک سی بھری۔ ”بے باطل
 کوئی بات ای اور ابو اور دونوں کو بھی تو سمجھا چاہیے نا.....“
 ”صرف تمہارے ہی ای ابو ہی کو کہیں..... تمام
 والدین کو..... اور ہمیں بھی۔“

”مجھے! وہ بے ساختہ چنگی۔“
 ”ہاں۔“ میں نے سکرٹ سے ہونے اسے دیکھا
 اور کہا۔ ”نظام نفرت سے ملتا ہے اپنے شوہر کے ساتھ
 یہی خوش رہا اور جب اس بہن جا ڈر پچوں کو کھانے

گئے تو اپنے اور اپنے شوہر کی کھانسی کے لیے گھر میں کوئی
 علیحدہ اور پردے کا گوشہ ضرور بنانا۔“
 وہ عجیب سی بھر گزرا کر بولی۔ ”بلینڈ ای ابو کو
 بھی سمجھانا ہے..... مجھ سے اپنے بہنوں بھائیوں
 کی ذہنی حالت میں نہیں جانی۔“
 ”بہلی فرصت میں تم سے فکر رہو۔“ میں نے
 اسے زبان دی۔
 ”بھیک ہو۔“

اپنی بیٹی و رات دن زندگی میں نہ جانتے تھی لاغیل
 نفسیاتی نفسیاتی تنہائی ہوں گی میں نے مگر اس کو کھینچا
 کر کے جو سرت، علمائیت اور کریف حاصل ہوا اس کا
 اعزاز وہ ہی کر سکتی تھی شاید اس لیے کہ اپنے بچپن
 میں، خوشی تو کسی کھانسی کا شکار ہو گیا۔ چھوٹا سا گھر
 رات، اندر ہمیں بھائی اور ای ابو

میں نے سعید اللہ اور اس کی بیٹی کو بلوا یا اور ان
 سے کہا۔ ”آپ دونوں رات کا اپنے سوئے کا بندوبست
 بچوں سے علیحدہ کر میں..... چھوٹا سا تو ڈرائنگ روم
 میں ہی کسی..... ڈاکٹر اسے چمک ہو جائے گا۔“

دونوں نے جہاں کو بھی دیکھا پھر ایک کمرے کو
 بیان دیکھنے کے لیے جیسے کھینچ کر سچ اگلے ہونے میں جگہ
 ”بات ہے کہ کھانا کے بعد بند سے۔“
 سے جہاں اونٹ اور قندس رشتہ اپنے باں باپ سے ہوتا
 ہے۔ اس اقتدار کو کسی بھی حال میں گن نہیں ہونا چاہیے۔
 خانوٹ اور ای ابو آگے بڑھ کر اپنے اگلے جاتے ہیں جیسے
 آپ کے بچے۔ میری خواہش ہے کہ بچوں کی نظر میں
 دونوں کا خوش طبع حال ہو جائے۔“ میں اپنے درو پیٹے
 مردوزن کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلانے کے لیے اور
 کہا کہ کوئی سوائے اس کے کہنے اپنے والدین کو اپنا
 آئیگی اور دن جاتے سے زیادہ مضبوط خصوصیت اور
 باشعور کھینچے ہیں کچھ کا دم ہے ہوتا ہے کہ ان کے والدین بھی
 اچھا کوئی فلسفی یا ظلم کا نہیں کر سکتے۔ ایسے میں جب
 اچھا کوئی والدین ان دنوں میں سے کسی کی کو ڈوری یا
 کمزور بہلا سائے آتا ہے بچوں کے ذہن میں سماج یا پیش
 عمل گھر سے لگ ہے اور جیسے میں ذرا بھی راز آجاتے تو پھر
 وہ تو جاتا جاتا ہے۔ اس بیٹے اور شیش گل کو کسی پر گشت
 روکتے سے بچانے رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔

جرم زادہ

ملک صحف و صحافت

قانون کی بات ہو یا عشق کی... دونوں کو ہی اندھا کیا جاتا ہے مگر... بھانسی سے محروم ہے دونوں احساس دانائی کے عروج پر لوگوں کی زندگیوں پر مثبت یا منفی کسی بھی طرح اثر انداز ہو کر ان کے سفر کی سمت ہی بدل دیتے ہیں۔ ان میں بھی ایک محبت کے پودے کی آبیاری میں مصروف تھا تو دوسرا قانون کے تقاضوں کو پورا کرنے میں غرق عمل... لہذا جب وہ اپنی چاہت کی حفاظت میں قانون شکنی کا مرتکب ہوا تو قانون کے رکھوالے بھی اسے بخشنے پر تیار نہ ہوئے... محبت جیسے گداز جذبے کے ہاتھوں کوئی اتنی سنگدلی کا بھی مظاہرہ کر سکتا ہے... یہ بات گہری سوچ میں ڈال دیتی ہے، شاید یہی راہ روی کہی در سمت سمعت میں نہیں چلا سکتی۔

محبت کے نام پر بے حیائی کا سہیل کھینے والوں کا
قیاساًئے عبرت

خبر تھی ہی اتنی راہبیت اور شرمناک کہ پارے گاؤں میں سہیل بچ گیا کی جس نے بھی سہا، بہت، ہے جینی اور ٹھوسے سے راتوں میں انگلیاں رہائیں۔ ہر طرف بکنا چہ بیگیاں اور ہی جس.....

"ہاے راجو نے یہ کیا کر ڈالا۔ چتا جھانے مثل دا گھاٹ۔ پڑھے پارے اسے ذرا بھی حیانت آئی۔ سگی تو اس کی بیٹیوں سے بھی دس پندرہ سال چھوٹی ہے۔ اس کم بخت یا بے سے تو مقدس رشتے کا سواستیا ہاں ار ڈالا۔ ہائے رہا یہ دن بھی در گھاٹا....."

الغرض، جیتے مدہ اتنی بائیں۔ سوئچ کڑیاں والا کے طول و دائیں میں اسی لوبیت کے تھمے گردن کر رہے تھے اور اس تمام تر سستی خیزی کا مرکزی کردار تھا ستر سالہ

سپینس ڈائجسٹ ۱۱۱۱ فروری 2018ء



میں نے وہاں چند افراد کو پیشہ دیکھا تھا۔ مجھ پر گناہ پڑے
ہی ان کی آنکھوں میں امید کے پتھر تڑپ رہے تھے۔
میں نے اپنی کرسی سنتھالی ہی تھی کہ کھینچ لیا فیاض میرے پاس چلا آیا۔

اسی نے حسب معمول مجھے سلٹیٹ مارا۔ میں نے
گردن کی پٹیلی سے اس کے اسلام گلاب و پمپر پھرا۔
"یہ ہا کرکون لوگ تیرے ہیں۔ سب تحریر تیرے ہیں؟"
"پڑ پڑا ہی ہلکے صاحب۔" اس نے کہا۔ "تو کھیلنا ہے بتایا۔
"ادھر کڑیاں والا میں ایک مسئلہ کھڑا ہوا گیا ہے۔"
"کیسا مسئلہ؟" میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔
میرے استفسار پر فیاض نے ایک لمبی لمبی جھنجھوڑا ہوا لہجہ
میں رمضان عرف رب رجوع کے کار نامے" سے آگے گام
کر دیا یہودی بات سننے کے بعد میں نے کہا۔

"فیاض صاحب کو اعداء نے
خود ہی دیر کے بعد میرے سامنے موجود تھے۔
فریادیں بولی تھی کتنا عداوت پاؤ چکا تھی۔ دو صدی اور تین سو برس
میں ایک تک کہ ہماری اطفال صرف ظانور دور کڑیاں والا کا
دیکھنا صرف کا تھا جبکہ عورتوں میں ایک کھی کی ماں
برکت لی بی بی دوسری کھی کی بی بی کا بیوی زاد خود خیر تھیں ہمار
تیسری ایک بیوہ عورت تیراں الی گی۔ ظانور اس کی ماں
موجودوں والا سے آئے تھے جبکہ تیراں، خود خیر اور کا کا
تعلق کڑیاں والا سے تھا۔ یہاں ہی مجھے تازہ ترین حالات سے
بارے میں بتایا تھا۔ اس کی آسٹوناسک والے کی آگامی میں
جوری تھی کسرنگی وہاں لوگوں نے پوری کر لی۔

میں نے پوری توجہ سے ان کا رکھنا سنا۔ واقعات
کے مطابق ظانور روز گیارہ بجے ہوا بلات سے پھینکے
کوٹھڑی کی تھی ہوا سہ پہر مضمون ارادے میں کامیاب نہیں
ہوا یا تھا جیسے تھی کی کوٹھاس ہوا کہ نہ تھی تھیں
اور وہ اسے ہی برہانہ کر دان کی کاٹھنا بنا چاہتا ہے کسی
سب خوشی کر کہ اس کی کوٹھاس ہوا کہ نہ تھی تھیں
پیار پر دیتے ہی دیکھتے تھف درجین مردوں مگر کے اندر
تھیں ہو گئے۔ وہ دور بہر کا وقت تھا کہ جسے دوتے ہوتے
سب کو بتایا کہ اس کا سر کس طرح شیطان نے کیا تھا کھین
اس نے رنج کے ہا بک مزاح کو پڑھیں ہونے دیا۔ موقع
پر جو روز ارادے روز کو کھین کی گئی کا کیا خود مرزاں والا
میں تھا۔ گوروں اس اندک ہوا دانے کی جڑ جو مرزاں والا
تھیگی کی۔ خود مرزاں والا سے برکت لی بی بی نے ظانور والا
ایک مرتبہ پھر کھی پھیکی گی اور برکت لی بی بی نے مطالبہ کیا

کہ وہ اپنی بیٹی کو ساتھ لے جانے کی۔ ظانور نے اپنی ماں کی
حاجت میں ایسا ہی چاہتا تھا کھین کی کڑی دانے سننے کی
حالت میں تھے۔ دونوں سے اسی موضوع پر بحث گذر کر اگل
چلی گئی۔ جب یہ بحث ختم ہوئی تو اس کی ماں
اور ہماری انصاف کے حصول کے لیے میرے پاس چلے
آئے تھے۔

"قائدے دار صاحب! مجھے انصاف چاہیے۔" برکت
لی بی بی نے بڑے جوش سے کہا۔ "اس گھر میں میری بیٹی کی
عزت محفوظ رکھیں۔ میں اسے اپنے ساتھ مہوڑوں والا لے
کر ہی نکالوں گی۔ اس کی سہیلیوں میں میری مدد کرنا چاہیے۔"
"میں اسے لے کر اپنے گھر میں ہی رکھ دوں گی۔ وہاں میں
صورت حال کو پوری طرح سمجھنے کے لیے میں نے سوالات کا
سلسلہ شروع کیا۔ "برکت لی بی بی" میں نے سنی کی ماں کی
آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس آسٹوناسک دانے کی
مرکز کی مراد کہا جا رہی ہے جسے ہم نے تھماری بیٹی میں ہی
کے ساتھ دست دراز کی تھی۔ تھماری بیٹی کی خوش قسمت
رہو ہے۔ باپ کا ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ قانون
کی نظر میں باپ رجحیم سے تم اس کا تو کوئی دار لے
نہیں کر رہی ہو۔ اگر تھماری کو اپنے ساتھ مہوڑوں والا لے
کر جانا ہے تو اس سلسلے میں، میں تھماری کیا مدد کر سکتا ہوں۔
پتہ خالعتا تھمرا اگھر لیتے معاملہ ہے۔"

"بابا! تجھے دن در دن میں سنی۔" وہ فرخت مجھ سے
لیجے میں بولی۔ "اسے کوئی مرادوانے کا کھینے کی جاؤ نہیں
ہے۔ سنی میں جس سے چاہتی ہوں کہ میری سنی کی عزت محفوظ
رہے اور ظالموں سے بے کام کڑیاں والا میں دور ہوتی سنی۔"
"ظانور صاحب! یہاں تو کئی چیزیں ہیں جن کا جواب
مجھے نہیں ہے۔ سنی میں بولا۔ "سنی میں شادی کے تین
دن سے چلا گیا اور میری بھلت رہے ہیں۔"

"تیراں نے کھینے میں شامل ہوتے ہوئے کہا۔
"قائدے دار صاحب! اب دست دراز سے کہہ کے کو تو برک
اپنے ساتھ مہوڑوں والا لے لے ہی جائیں گے۔ آپ کے
پاس آں کا مقصد ہے کہ کھیاں کوئی اونچے ہو جائے تو
ان پر الزام نہ آئے۔"

"ان لوگوں کی آمد کے سبب کا یہ عداوت جواب تو
تھا کہ۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ برکت اور ظانور
گئی کوٹھاس تھیں جا۔ خود مرزاں والا سے جانا ہے۔
واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد ہائو کے ساتھ رہتے ہوئے

برکھیں کو خاطر والا تھیں کھیاں سب سے اہم سوال یہ پیدا ہوا
تھا کہ۔۔۔۔۔ میں کو کون ہوتا ہوں یہ اجازت دینے والا؟ اگر
میں پر فرخ میں سنی بابا رجحیم موجود ہوتا اور وہ سنی کے
مراسلے کی رکاوٹ میں رہا ہوتا پھر تو ان اس مخالفت کھر لیا
مخالصے میں معاملات کا تین رکھتا تھا کھیاں ایک کھی میرے
سامنے جو کھیکر پہاڑوں کھر تو۔

"میں نے باری بار اپنی ان پانچھی کے چروں کا جائزہ
لیا پھر میری رائے سنی کے سوال کیا۔ سنی کی عزت کا رکھوالا
کہاں ہے؟"
"آپ کس کی بات کر رہے ہیں قائدے دار
صاحب؟" وہ کھانچا کھو کر کھینے لگی۔
"میں سنی کے خاندان کو چھپا کر چاہوں۔" میں نے ایک
ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "وہ اس سطر میں نہیں
وکلانی کیوں نہیں دے رہے ہانگی کے ساتھ ایترا اول وقت
آ گیا اور دور دور کہاں کھیاں چھپاتا ہے؟"

"خوش خیر سنی کے ہر سے سوال کے جواب میں بتایا۔
"جہیل گھر میں ہوتا۔"
خوش خیر کے بارے میں مجھے پتہ چلتا تھا کہ وہ برکت لی بی
... کی چھوٹی زاد گی۔ کھیل سے اس کی مراد کھیاں کی کا شوہر
تھی گی۔ اس بات پر کھو کہ واضح ہو رہی تھی کھیل کے ٹیاب
میں بابا رہنے اپنی بہو پر ہاتھ ڈالا تھا۔
"ادھر کھیل تو کھر کھر ہوتا ہے سنی کا کھر والا؟" میں
نے تیز آواز میں مستندار کیا۔

"کھیل کو جرنوالہ میں ہوتا ہے قائدے دار
صاحب۔" برکت لی بی بی نے بتایا۔
"جب سنی کڑیاں والا میں ہے تو جرن کھیل کو جرنوالہ
میں کھیں ہوتا ہے؟" میں نے پوچھا۔
"وہاں پڑنے کی ایک ٹیکڑی میں کام کرتا ہے۔"
اس سے جواب دہی ہو گئی تھی کھیاں کا پورے کے لیے کھیل
کڑیاں والا تھا۔ یہاں کھیل کو جرنوالہ چلا جاتا ہے۔ آج
کھی کوئی دو ہاں ٹیکڑی ہی میں ہے۔"
میں نے ایک نہایت ہی اہم سوال دیا۔ "اللہ رکھی ہی ہے؟"

"جہاں جہاں ہے چلے کر کھیں جرن کھیاں
کے ہا بے تھیں سنی کے ساتھ کھیا راٹھولک کہا ہے۔ خوش خیر
تھیں نے ایک خوشی سا ساس خارج کرنے ہوتے ہیں۔" اسی
لیے میں نے برکت لی بی بی سے کہا ہے کہ وہ کڑیاں اپنے ساتھ
مہوڑوں والا لے جانتے۔ جب کہاترات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

فروری 2018ء

"ہوں۔۔۔۔۔ میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لے
میں کہا۔ "نہیں کھیلنے سے نہیں سمجھتی ہوں؟"
"ہرینے کی سات تاریخ کو اسے ٹیکڑی سے خود اپنی
ہے۔" برکت لی بی بی نے بتایا۔ "اس کے بعد ہی کڑیاں
والا کا کھیل کا ہے۔"

سات تاریخ آئے میں بھی داس بارہوں ہا تھی۔
میں نے برکت لی بی بی سے پوچھا۔ "کیا کھی کو مہوڑوں والا
لے جانے سے کھیل نہیں روکا ہے؟"
"ہا کہ ہے۔ اسی لیے تو آپ کے پاس آئے ہیں قائدے
دار صاحب۔" وہ اذیت میں گردن ہاتھ ہونے بولی۔
میں نے پوچھا۔ "کون کا کھیل ڈال رہا ہے؟"
"وہی ٹیوں جہا ہار جو۔۔۔۔۔" وہ کھی سے بولی۔
"کیا کہتا ہے وہ؟" میں نے کھیلنے والے انداز
میں پوچھا۔

"وہ ایک ہی بات پر اٹھتا ہے کہ جب تک کھی گھر
تھیں اٹھتا ہے وہ سنی کو نہیں سمجھتا ہے۔" خوش خیر
نے بتایا۔ "وہاں ہے، مرادی بات کھیل کے سامنے ہوتی پھر
وہ خوش خیر کر کے گھاسا کھتا ہے۔"
"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہا بے رنج کے پاس بھی
اس کے لیے کھیلنے کے لیے ہوتے ہوتے۔" میں نے کھیلنے
بھی اٹھ رہا تھا۔ "وہ دن وہ خود اور گھاسا کے کے باجوہ
تھی اس خیر کے اڑا رہا۔"

"اس کے پلے کھوں نہیں ہے قائدے دار صاحب۔"
برکت لی بی بی نے فرخت میرے انداز میں کہا۔ "صرف
کھیا جاتا رہا ہے۔ اس کا کار کھاتے سب کے سامنے سب
چکا ہے۔ شاید اس کا خیال ہو کر وہ اپنے بننے کے ان پھر
گرا سے کھی کے ظلاف کر دے۔ لیکن میں اس کی بے کوشش
کھی کا جواب نہیں ہونے دوں گی۔"

"جہاں میں نے پڑے مردوں کی حقد کی حیثیت نہیں
ہے۔" ظانور نے غصوں کا انداز میں کہا۔ "میں جانوں تو کسی
اور اسی وقت کی کہنے کے ساتھ مہوڑوں والا لے جاؤں۔ کسی
کی کھیاں نہیں ہے۔ اس کے کھیل میں کھیاں کو کھ
میں نہیں لیا جاتا رہا۔" میں نے ہم آہنگی سے کہا کہ
آپ اس سلسلے کا عمل کھیاں کا ہے۔
"تو بہت بات ہے کہ آپ لوگ اپنے سلسلے
کے عمل کے لیے ہر سے پڑے ہوتے ہوں۔" میں نے باری
بار بار ان کے ہر سے کھیاترات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔
فروری 2018ء

نے کہا۔ "میرا ہر کسی کو اپنے ساتھ ہی لے کر جاؤں گے۔"
خوشیہ حکم نے برکت میں ہلکی ہلکی جھنجھکی سے اور اس.....
اپنا منہ مائل ہو گیا۔

حسد کی ہر چاہ میں سے تھوڑی سی تاہم اس نے بھی اپنا
خیال نہیں رکھا تھا کہ اسی کے آس پاس دکھائی دے گی۔
اس کی رکت سائلو کی ہر جگہ پر اور دن کے خال و خد
میں ایک خاص نوعیت کی کشش پائی جاتی تھی۔ وہ اپنی
تخصیص اور بات چیت سے سامنے والے کو بے آسماں
محرور کر لیتی تھی۔ حسد نام کی ذات پر بہت چلی تھا۔
اس کے انداز اور آہستہ آہستہ میں خود ہونے والی دلچسپی
سے مجھے محسوس ہوا تھا کہ وہ اس سب سے بچو نہ زیادہ ہی دلچسپی
لے رہی ہے۔ ایک نئی نئی خیال کے تحت میں نے اسے چھوڑا۔
"کیا تم باہر بیرون کو پھیلے سے جانتی ہو؟"

پھر وہ نے اسے متحسوس ہوا تھا کہ میں کہتی ہوں۔ اس کے
حوالے سے اس طرح کا خیال ہی آیا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ
بہر اور سر کا رشتہ ہی اسی نوعیت کے تعلق کا حامل ہوتا
ہے۔ سامنے بھوکے رشتے میں تو پھر بھی اتنی ہی پائی گیا تھا
تھا۔ یہ سب کی سب کی نوعیت کے رشتے میں خاصا مائل پائی گیا تھا
تھا۔ اسے تو رنج کے بارے میں اسے محسوس کیا تھا شراعت
تھی؟ میں نے اسے ٹھونڈے والے انداز میں سوال کیا۔ "کیا اس
کی اس مصلحت پر حرکت کی تو فتح بھی جاسکتی ہے۔"
"اس کی حد تک رنجی جاسکتی ہے۔" اس نے گول گولے
جواب دیا۔

کہا۔ "میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"

میں نے حسد کو سورت سے حال سے آگاہ کرنے کے بعد
کہا۔ "میں اس وقت کی حقیقت جانتا جا رہا ہوں۔ تم اس
مسلے میں میری کیا مدد کر سکتی ہو؟"
"دقت کتنا ہے آپ کے پاس؟" اس نے دلچسپی
بھرے انداز میں پوچھا۔
"میں نے جواب دیا۔ "ایک سے دو دو۔"
"یہ تو اچھا خاصا وقت ہے ملک صاحب۔" وہ
سرشاری ہوئی آواز میں بولی۔ "میں نے ابھی تک اس کے لیے زیادہ

میں حیرت اور انہیں کے لئے جملے تاثرات کا
ساتھ اسے دیکھتا رہا کہ وہ پورا پورا قدموں سے چلنے ہوئے
میرے سر سے نکل گئی۔ وہ جس حزم کے ساتھ میرے
تہ مبارک کر بولنے لگا!

حسد کی باتوں نے میری سوچ کو ایک نئے مدارے
پر ڈال دیا تھا۔ اگر ہمارا رنجوئی اس کا ہی باہر تھا جیسا
حسد نے بتایا تھا تو پھر برکت کی اور اس کے ساتھ ہے
والے افراد کے گم کردار آسان بن گیا تھا۔ جب باہمی میں
رہے جو سنا کہ پھانسی کے تکیہ دور میں باہر تھا تو پھر اسے
ایک ہیپوٹھاسا دہلی یا ہندوستان سمجھا جاسکتا تھا لیکن پتا نہیں
کیوں، رنجو کے بارے میں اس انداز میں سوچنے سے
میرا دل ٹھٹھکیٹا نہیں تھا۔

بعض رشتے اس قدر متحسوس ہوتے ہیں کہ ان کے
حوالے سے اس طرح کا خیال ہی آتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ
بہر اور سر کا رشتہ ہی اسی نوعیت کے تعلق کا حامل ہوتا
ہے۔ سامنے بھوکے رشتے میں تو پھر بھی اتنی ہی پائی گیا تھا
تھا۔ یہ سب کی سب کی نوعیت کے رشتے میں خاصا مائل پائی گیا تھا
تھا۔ اسے تو رنج کے بارے میں اسے محسوس کیا تھا شراعت
تھی؟ میں نے اسے ٹھونڈے والے انداز میں سوال کیا۔ "کیا اس
کی اس مصلحت پر حرکت کی تو فتح بھی جاسکتی ہے۔"
"اس کی حد تک رنجی جاسکتی ہے۔" اس نے گول گولے
جواب دیا۔

کہا۔ "میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"

میں نے حسد کو سورت سے حال سے آگاہ کرنے کے بعد
کہا۔ "میں اس وقت کی حقیقت جانتا جا رہا ہوں۔ تم اس
مسلے میں میری کیا مدد کر سکتی ہو؟"
"دقت کتنا ہے آپ کے پاس؟" اس نے دلچسپی
بھرے انداز میں پوچھا۔
"میں نے جواب دیا۔ "ایک سے دو دو۔"
"یہ تو اچھا خاصا وقت ہے ملک صاحب۔" وہ
سرشاری ہوئی آواز میں بولی۔ "میں نے ابھی تک اس کے لیے زیادہ

میں حیرت اور انہیں کے لئے جملے تاثرات کا
ساتھ اسے دیکھتا رہا کہ وہ پورا پورا قدموں سے چلنے ہوئے
میرے سر سے نکل گئی۔ وہ جس حزم کے ساتھ میرے
تہ مبارک کر بولنے لگا!

حسد کی باتوں نے میری سوچ کو ایک نئے مدارے
پر ڈال دیا تھا۔ اگر ہمارا رنجوئی اس کا ہی باہر تھا جیسا
حسد نے بتایا تھا تو پھر برکت کی اور اس کے ساتھ ہے
والے افراد کے گم کردار آسان بن گیا تھا۔ جب باہمی میں
رہے جو سنا کہ پھانسی کے تکیہ دور میں باہر تھا تو پھر اسے
ایک ہیپوٹھاسا دہلی یا ہندوستان سمجھا جاسکتا تھا لیکن پتا نہیں
کیوں، رنجو کے بارے میں اس انداز میں سوچنے سے
میرا دل ٹھٹھکیٹا نہیں تھا۔

بعض رشتے اس قدر متحسوس ہوتے ہیں کہ ان کے
حوالے سے اس طرح کا خیال ہی آتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ
بہر اور سر کا رشتہ ہی اسی نوعیت کے تعلق کا حامل ہوتا
ہے۔ سامنے بھوکے رشتے میں تو پھر بھی اتنی ہی پائی گیا تھا
تھا۔ یہ سب کی سب کی نوعیت کے رشتے میں خاصا مائل پائی گیا تھا
تھا۔ اسے تو رنج کے بارے میں اسے محسوس کیا تھا شراعت
تھی؟ میں نے اسے ٹھونڈے والے انداز میں سوال کیا۔ "کیا اس
کی اس مصلحت پر حرکت کی تو فتح بھی جاسکتی ہے۔"
"اس کی حد تک رنجی جاسکتی ہے۔" اس نے گول گولے
جواب دیا۔

کہا۔ "میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"
"میں تمہاری سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔"

میں نے حسد کو سورت سے حال سے آگاہ کرنے کے بعد
کہا۔ "میں اس وقت کی حقیقت جانتا جا رہا ہوں۔ تم اس
مسلے میں میری کیا مدد کر سکتی ہو؟"
"دقت کتنا ہے آپ کے پاس؟" اس نے دلچسپی
بھرے انداز میں پوچھا۔
"میں نے جواب دیا۔ "ایک سے دو دو۔"
"یہ تو اچھا خاصا وقت ہے ملک صاحب۔" وہ
سرشاری ہوئی آواز میں بولی۔ "میں نے ابھی تک اس کے لیے زیادہ

کی ہر ذریعہ، ہر ہر کھنڈہ پہلے انتقال ہو چکا تھا، زیادہ سے زیادہ ساتھ ساتھ کسی عمر میں دو تہائی کی ماں کے بعد سے رنج اور کسی عمر میں اکیلے رہنے کے۔
 "ہاں بچی۔۔۔ کوئی کڑی پندوی آئی یا تا نام خانہ گیمہا۔۔۔؟"
 "اس پرانی شیادوں سے دل کھول کر تقسیم لگائے اور چلیں، کون ہوتی ہے بڑھ گئیں۔ بابا رنجو، ایک لمحے کے لیے جھپک کر رہ کر بیٹھنے لگے، اسے جو کے ساتھ بھی ایلانڈ کی تھی۔۔۔؟"
 "بابا رنجو، تمہیں کس قسم کی راحت باہے کو اکثر دیکھو، جس قسم کی راحت سے گزرتا پڑتا تھا، دن وہ قابا زراحت سبب مزاج۔۔۔ وہ گردن کے ایک گھٹنے سے ساری بزمیت اور کوفت اور جھکا کر اپنے کام میں مشغول ہوجاتا تھا۔ اس کا ناسخ ایک آدھ بڑھ چکا گردن اور ہرٹانے میں پایا جاتا ہے۔ گزریاں والا کے باہر رنجو پر ایک بڑا زمین اثر آگیا تھا۔ یہ محض دل پھری کرنے اور آگے پیچھے کے معاملہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ بے خبر دو ہاں کی گفتگوں گردش کر رہی تھی، وہ اس بڑھ چھری کیا کہا، اس کی کسی نہ کسی۔ اس نوعیت کے شوق ایک دن انسان کو بری طرح ڈھیل کر دیتے ہیں۔ رنجو کی مصیبت میں آگیا تھا۔
 "خوش تو ہوں ہی۔۔۔؟"
 "مطلب یہ کہ، وہ دو گنا کا شوق کرنے کی کوشش کر رہا کہ اس نے اپنے سامنے بھروسے ہوئے بعض کو نصف نگاہ کے سبب چھلکا نہیں لگایا، اگر صرف کا مبالغہ ہوتا تو باہر رنجو سے دل کا تاشی بہت ہی کمزور اور جاگتا رہتا تھا۔ وہ دوسرا سا ساتھ اور مرکز کے قافلے سے گزرنے والی صورت کو دیکھ کر فوراً سے پتھر پھرا تھا۔"
 "اسے پھر سے تمہاری ذات کا کھرم چارے اے۔۔۔؟"
 "ابنائیں، وہ دل یا نامزدی کی راہ سے۔۔۔؟"
 "اسی نوعیت کے لاتعداد پھرسے باہر رنجو کی زبان سے جاری رساوی نکلے تھے۔ اس مرتبہ گزریاں والا کی چند لڑکیاں گاؤں سے نکل کر تھیں، کی طرف جاری شہر تو ایک عجیب و قدر دلچسپ آیا۔ ان لڑکیوں کو باہر رنجو کے قریب سے گزرنے کو دیکھ کر میں جانا تھا۔ بابا بہت دیر سے بیٹھ کر کارہائے آنکھوں کو ان شیادوں پر لگا تے بیٹھا۔ لڑکیوں کو باہر رنجو کی عادت کے شوقی تھے، ان کے منوں میں کھری کہ بابا بے شعور و خوش حال سے آپس بائز رہا ہے۔ جب وہ

ہا بے کے سامنے سے گزرتی تھیں تو ان سے ایک شوق و شگفتگی لپٹ کر ماہی آوری اور رنجو سے شہادت بھرے انداز میں استفسار کیا۔
 "کونسی کڑی پندوی آئی یا تا نام خانہ گیمہا۔۔۔؟"
 "اس پرانی شیادوں سے دل کھول کر تقسیم لگائے اور چلیں، کون ہوتی ہے بڑھ گئیں۔ بابا رنجو، ایک لمحے کے لیے جھپک کر رہ کر بیٹھنے لگے، اسے جو کے ساتھ بھی ایلانڈ کی تھی۔۔۔؟"
 "بابا رنجو، تمہیں کس قسم کی راحت باہے کو اکثر دیکھو، جس قسم کی راحت سے گزرتا پڑتا تھا، دن وہ قابا زراحت سبب مزاج۔۔۔ وہ گردن کے ایک گھٹنے سے ساری بزمیت اور کوفت اور جھکا کر اپنے کام میں مشغول ہوجاتا تھا۔ اس کا ناسخ ایک آدھ بڑھ چکا گردن اور ہرٹانے میں پایا جاتا ہے۔ گزریاں والا کے باہر رنجو پر ایک بڑا زمین اثر آگیا تھا۔ یہ محض دل پھری کرنے اور آگے پیچھے کے معاملہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ بے خبر دو ہاں کی گفتگوں گردش کر رہی تھی، وہ اس بڑھ چھری کیا کہا، اس کی کسی نہ کسی۔ اس نوعیت کے شوق ایک دن انسان کو بری طرح ڈھیل کر دیتے ہیں۔ رنجو کی مصیبت میں آگیا تھا۔
 "خوش تو ہوں ہی۔۔۔؟"
 "مطلب یہ کہ، وہ دو گنا کا شوق کرنے کی کوشش کر رہا کہ اس نے اپنے سامنے بھروسے ہوئے بعض کو نصف نگاہ کے سبب چھلکا نہیں لگایا، اگر صرف کا مبالغہ ہوتا تو باہر رنجو سے دل کا تاشی بہت ہی کمزور اور جاگتا رہتا تھا۔ وہ دوسرا سا ساتھ اور مرکز کے قافلے سے گزرنے والی صورت کو دیکھ کر فوراً سے پتھر پھرا تھا۔"
 "اسے پھر سے تمہاری ذات کا کھرم چارے اے۔۔۔؟"
 "ابنائیں، وہ دل یا نامزدی کی راہ سے۔۔۔؟"
 "اسی نوعیت کے لاتعداد پھرسے باہر رنجو کی زبان سے جاری رساوی نکلے تھے۔ اس مرتبہ گزریاں والا کی چند لڑکیاں گاؤں سے نکل کر تھیں، کی طرف جاری شہر تو ایک عجیب و قدر دلچسپ آیا۔ ان لڑکیوں کو باہر رنجو کے قریب سے گزرنے کو دیکھ کر میں جانا تھا۔ بابا بہت دیر سے بیٹھ کر کارہائے آنکھوں کو ان شیادوں پر لگا تے بیٹھا۔ لڑکیوں کو باہر رنجو کی عادت کے شوقی تھے، ان کے منوں میں کھری کہ بابا بے شعور و خوش حال سے آپس بائز رہا ہے۔ جب وہ

اس دن کیا ہوا تھا؟"
 "جب تک میری سانس زبیرہ زندہ تھی، سب کچھ معمول کے مطابق چل رہا تھا۔ چاہیے! تم جانتی ہو، سبیل گڑھا کر، ناناوالدش ہوتا ہے اور دیکھتے ہیں وہ کونسا ہے، کیوں ڈاکو آتا ہے لیکن زبیرہ کی آواز سے مجھے بڑا حوصلہ رہتا تھا۔۔۔ کسی نے کھانی توفت سے ایک گہری سانس لی پھر اپنی بات کو آدھے بڑھا کر ہٹے ہوئے تھی۔
 "ہاں بھروسے کے بارے میں، میں نے بہت ہی باتیں سن رکھی ہیں لیکن میں نے کسی کے لیے قصور پر دھران نہیں دیا۔ میں نے ہمیشہ رنجو کو بڑھ چھری کی جگہ سمجھا ہے، مجھے کیا پتا تھا کہ اس اٹھل کھل والے بڈھے سے ان کے دل کو ٹھیک ٹھیک جیسا چھپتا ہے۔"
 "بولتے ہوئے کئی کئی آنکھوں میں آسٹو آئے اور وہ اپنے دہنے سے ایک آنکھوں کو خشک کر گئی۔
 "خوش چلتا تھا، تک اس کی طرف گہری نظر لگتی تھی۔
 "کیا اس سے پہلے ہی رنجو نے اس کو تمہاری کرت کی؟"
 "نہیں!۔۔۔ کئی نے کسی کو کر دیا بلاتے ہوئے جواب دیا۔ "اتنا حوصلہ رکھو جس پہلے میں پہنچیں ہوا تھا۔۔۔؟"
 "میں نے اس کے الفاظ پڑھے۔۔۔ میں نہیں سمجھتی۔ "اتنا حوصلہ سے تمہاری کیا مراد ہے۔۔۔؟ کیا پہلے وہ اس سے تم کو خصل کا مظاہرہ کر چکا ہے؟"
 "چاہیے! بات دراصل یہ ہے کہ رنجو کے میری سانس کی عمر میں موجود تھی، مجھے کسی قسم کی گھٹیا میری ٹھیک کسی پہلو کی آواز میں وضاحت کرتے ہوئے تھی۔
 "لیکن اس کے بعد سے مجھے اپنے غیر محفوظ ہونے کا احساس رہنے کا تھا۔ ہر وقت یہ دھڑکا رہا تھا کہ کبھی کبھو ہو جائے۔۔۔"
 "خوش نصیب کیا کرتے ہوئے کہہ رہے والے انداز میں استفسار کیا۔ "کیا اس وجہ سے کہ سب بابا رنجو کی ماں سے؟"
 "ہاں!۔۔۔ وہ بڑھتی گئے ہیں۔۔۔۔۔ میں نے رنجو کے رویتے میں بڑی واضح تبدیلی محسوس کی تھی۔ مجھے دیکھنے اور بات کرنے کے حوالے سے اس کا انداز بدل گیا تھا۔ میں اس تبدیلی کو محسوس ہی نہیں کرتی تھی، لیکن مجھے پس آتا تھا کہ رنجو ایسا کیوں ہو گیا ہے۔ بس۔۔۔ مجھے اس کی طرف سے ایک ڈر سا لگا رہتا تھا۔"
 "کیا تم نے بھی اس سے ڈر اور خوف کیا ہے؟"
 "میں قہر سے کہتا ہوں، ہر وقت بہت ڈر ہوا تھا۔ کیا۔۔۔ ایک آدھ بار میں نے ہمیل سے اپنے احساسات کا

ذکر کیا تھا۔۔۔ وہ سر کا ہنسی بخشا دیتے ہوئے بولی۔
 "بھروسے۔۔۔ چھریاں کیا بولا؟"۔۔۔ حسنے نے کہہ کر یہ کلمہ جاری رکھا۔
 "میں نے میری بات سن کر بہت مذاق اڑایا تھا۔۔۔" حسنے نے بتایا۔
 "مذاق کیوں اڑایا تھا؟" حسنے نے کہا۔ "یہ تو خاصا عقیدہ و ستیا تھا؟"
 "نہیں!۔۔۔ ہمیل نے اس معاملے کو عجیبہ لیا ہوتا۔"
 "میں نے دیکھی تھی کہ وہ۔۔۔"
 "ہمیل نے کسی طرح تمہارا مذاق اڑایا تھا؟ حسنے نے پھر سے اسے انداز میں پوچھا۔
 "مطلب، اس نے کیا کہا تھا؟"
 "یہ بولا، میں پاہلی ہوئی ہوں۔ میرا دام و خراب ہو گیا ہے۔۔۔ کئی گھنٹہ قبل سانس خارج کرے وہ ہوتے بولی۔ اس نے کہا، بابا بھروسے کے پاپ کی طرح ہے۔ مجھے اپنی بیٹی سمجھتا ہے۔ اس نے مجھے ایسی فنون ہاتوں کو پتہ نہیں دیا کہ کس طرح نپا چاہا ہے۔ میں نے ہمیل سے پوچھا اور وہ جو پورے گزریاں والا کے لوگ باہے کے بارے میں سامنے کرتے ہیں اس کا کیا؟ وہ بولا، ہمارے پورے پنڈا کا خصل نہیں لیا ہوا ہے۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم کے سامنے میں محفوظ ہوا تھا، لیکن گھمبند ہو کر ضرورت نہیں۔۔۔ کھانی توفت کر کے اس نے ایک گہری سانس خارج کی پھر اپنی بات مکمل کر کے ہوتے ہوئے بولی۔
 "ہمیل کی کئی اور شوقی عمری ہاتوں سے میں مطمئن ہوئی اور دیکھ کر رنجو اور جگلا گیا پھر چھروڑے بعد یہ واقف ہو گیا۔"
 "میں کھان پیچ کر گئی دکھ گئی، حسنے نے بڑی اپنا تیت سے سوال کیا۔ "واقف کے ذکر کیا ہوا تھا؟"
 "اس دن میں مگر کے کام سے خائف سے کہ ہوسودا سبزی کے ناکا کو پر پھیلائی۔
 "ٹھوڑی دیر کے بعد میں داپس آ گئی۔ میں نے سودا اور بیٹی خانے میں گیا، رنجو اور نانا اپنے کمرے سے آ کر چارہ پانی لیا۔ کئی۔۔۔ ہمارے مگر میں پہلو ہو جاوے کر سے ہوتے ہیں، ایک میں رنجو اور دوسرے میں ننانا اور میں ہوتے ہیں اور دلکی کی عمر جوڑی میں اس نے کمرے میں، اس کی ہاں رقی ہوں۔ گھنٹہ بارہ پانچ پانچ ہوتے چھتھی مرتبہ گزرے گئے، پھر رنجو نے کمرے میں آ گیا۔
 "بھروسے؟"۔۔۔ کئی کے توفت کرتے ہی حسنے نے

دونک بات کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اسی روز یہ واقعہ پیش آ گیا تھا جس کے مطابق، بابے رجب کا بیان تھا کہ وہ سگی کو سمجھانے کا ارادہ رکھتا تھا اور اسی نیت سے وہ اس کے کمرے میں گیا تھا جبکہ دوسری جانب سگی کا یہ دعوئی تھا کہ ہوس پرست بڑے سے موقع پاکراس کی آرزو بڑی کرنے کی کوشش کی تھی۔ حقیقت جو بھی تھی، سردست وہ دونوں ایک دوسرے کی کردار کشی کرنے پر تے ہوئے تھے۔

”مجھے تو لگتا ہے، یہ کسی عورت کی بددعا کا نتیجہ ہے۔“
اپنی رنج بھری داستان کے اختتام پر رجب نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔

”کس عورت کی بددعا؟“ حسنے نے چونکے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”وہ عورت تم بھی ہو سکتی ہو.....“

”رجب براہ کیا کر رہے ہو۔“ حسنے نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ ”میں تمہیں بھلا کیوں بددعا دوں گی؟“
”یہ ٹھیک ہے کہ کچھ عرصہ پہلے تک میں کافی پکر بازیاں کرتا رہا ہوں۔“ وہ عداوت آمیز لہجے میں بولا۔

”میں نے اپنی حرکتوں سے جن بہت سارے لوگوں کا دل دکھایا ہے ان میں تم بھی شامل ہو حسنے لیکن میں بڑی سے بڑی قسم کھانے کو تیار ہوں کہ زبیدہ کی موت کے بعد میں بالکل بدل گیا ہوں۔ اب میں وہ پہلے والا رجب نہیں رہا ہوں جس کا نام سن کر عورتیں اپنا راستہ تبدیل کر لیا کرتی تھیں۔ تم کافی دیر سے میرے پاس بیٹھی ہوئی ہو۔ کیا اس دوران میں تم نے مجھے کوئی سچ اور چھوڑی حرکت کرتے دیکھا ہے یا میری کسی بات سے تمہیں محسوس ہوا ہے کہ میں کسی غلط روش پر ہوں؟“

”نہیں!“ وہ صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔ ”اس وقت میں ایک بالکل مختلف بابے رجب سے ملاقات کر رہی ہوں ایک سنجیدہ، بے ضرر اور عمر رسیدہ شخص۔“

”کسی نے بالکل درست کہا ہے کہ انسان کا نامی اس کے تعاقب میں رہتا ہے۔“ بابا رجب خلا میں گھومتے ہوئے خواب ناک لہجے میں بولا۔ ”انسان تمام تر کوشش کے باوجود بھی اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ جب میں بہت کچھ کر جاتا تھا تو بھی مجھ پر ایسا سنگین الزام نہیں لگا اور اب..... جبکہ میں سب کچھ چھوڑ چھا کر سیدھی راہ پر چل پڑا ہوں تو بیٹھے بٹھائے میری بہنے عزت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ میرا اللہ جانتا ہے کہ اس معاملے میں، میرا کوئی گناہ، کوئی قصور نہیں ہے لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میں کسی کے سامنے اپنی صفائی پیش نہیں کر سکتا۔ جو بھی اس واقعے کے بارے میں

سنتا ہے، اس کے ذہن میں پہلا خیال یہی آتا ہے..... ہاں، رجب نے یہ حرکت کی ہوگی۔ وہ تو سدا کا ایسا ہی ہے۔“
اچانک رک کر اس نے بڑی گہری نظر سے حسنے کو دیکھا پھر سر راتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

”تم بھی میرے بارے میں ایسا ہی سوچ رہی ہو؟“
”گھر نہیں!“ وہ دونک انداز میں بولی۔ ”اگرچہ تمہارے حوالے سے ماضی میں میرا تجربہ خاصا سخ رہا ہے مگر موجودہ صورت حال میں مجھے تمہارے الفاظ سے سچائی کی خوشبو آ رہی ہے۔ میرا خیال ہے، تم غلط بیانی سے کام نہیں لے رہے۔“

”اللہ تمہارا بھلا کرے۔“ وہ حسنے کی طرف دیکھتے ہوئے دعا دینے انداز میں بولا۔ ”میرے لیے بھی دعا کرنا۔ میں تو بس جیل کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ آئے تو اسے ساری کہانی سناؤں گا۔ پھر اس کے سامنے تین راستے رکھوں گا۔ آگے اس کی مرضی، وہ جس بھی راستے کو چن لے۔“

بابے رجب کی بات نے حسنے کو الجھا کر رکھ دیا۔ اس نے تشویش بھرے لہجے میں سوال کیا۔ ”کون سے تین راستے؟“
”نمبر ایک.....“ وہ اٹھ بیوں پر گھومتے ہوئے بولا۔

”جیل گوجرانوالہ کو چھوڑ کر ادھر کڑیاں والا ہی آ جائے اور یہاں پر کوئی بھی کام کاج کر لے۔“ نمبر دو..... اگر وہ گوجرانوالہ کو خیر باد نہیں کہہ سکتا تو پھر سگی کو بھی ادھر ہی لے جائے اور اپنے ساتھ رکھے۔ میاں بیوی کو زیادہ عرصے کے لیے ایک دوسرے سے دور نہیں ہونا چاہیے۔ اس سے ساری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔“

”بات تو تمہاری سولہ آنے درست ہے بابا۔“ حسنے نے تائیدی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”میں تم سے مکمل اتفاق کرتی ہوں۔ اب تم مجھے تیسرے راستے کے بارے میں بھی بتاؤ.....!“

”تیسرا راستہ یہی باقی رہ جاتا ہے کہ وہ سگی کو فارغ کر دے۔“ بابے رجب نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے جواب دیا۔

”فارغ کر دے.....“ حسنے نے حیرت بھرے انداز میں استفسار کیا۔ ”اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے بابا؟“
”مطلب بڑا سیدھا اور واضح ہے حسنے۔“ وہ نمبر سے ہوئے لہجے میں وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ ”اگر جیل اپنی نگرانی میں سگی کو کنٹرول نہیں کر سکتا، اس کی عزت کی حفاظت نہیں کر سکتا تو پھر اس رشتے کو ختم کر کے کسی کو دھوڑاں دلا دوانہ کر دے۔ ندر ہے گا پاس اور نہ بیچے کی بانسری۔ میں اس امر

معلومات کے مطابق طاقتور اور برکت لی لی خوشخبرہ ٹیکم کے کہیں میں سے ہے۔

میرے علم کی مجلس میں ایک بندہ لی انٹرنیٹ خوشخبرہ ٹیکم کے گھر گیا، روزانہ ہو گیا۔ ایک بات پر مجھے حیرت ہوئی، وہی کہیں میں نے اس کا پتہ لا کر لایا اور کہا ہوا ہے کہ اس کے پاس ایک گھر کی موت کی گین خوشخبرہ ٹیکم کے ہاتھ میں ہے اور ایک ایسی ہی کہیں سے وہی کہیں میں سے ہوا ہے۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ سوال ہی پیدا ہوا کہ کیا خوشخبرہ ٹیکم کو باہر کی موت کی خبر سے کیا ہوا ہے؟

اسی سوال جب میں نے وہاں موجود لوگوں سے کیا تو پتا چلا کہ اس کی موت کی اطلاع خوشخبرہ ٹیکم کے کراچی جلی سے اور خوشخبرہ ٹیکم برکت لی لی کے ساتھ دھڑا ایک چکر چلی گئی تھی۔ یہ تاہم گلی یا خانوے اس طرف آئے کی موت گوارا نہیں کی اس لیے

میں نے اس کی تلاش کی جس میں باہر ہو گیا لاٹھوں اور ہر ایک ایسی بات تھا۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا۔ "سب سے پہلے برکت لی لاٹھوں کو سناؤ؟"

"ہاں، میں نے دیکھا تھا؟"

میں نے پوچھا۔ "میں ہاں میں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"کہیں نہیں ہے۔"

"وہ اپنے خور ہو گیا۔" میں نے اس کے اٹھنے کے باہر سے ایک خبر کو سنا ہے کہ وہ اس کے گھر سے باہر ایک خوردگاہ کے پاس گئی اور وہاں گئی۔

مجھے پتا چلا کہ میں برکت لی لی کی اس اور طاقتور اور خوشخبرہ ٹیکم کے ساتھ ہوا ہے۔

اس کا خیال کرنا تھا۔ ہاں ایک بندہ موت کی۔ یہ آج جب وہ رہو کے لیے ہائے کا سامان لے کر آئی تو رہو اس مردہ حالت میں چڑا ہوا۔ اس نے گھر سے باہر آ کر لوگوں کو اس بارے میں بتایا۔ خود ہی دعا دیا میں باہر ہو گیا کہ جس خبر میرے ذہن میں تھی کہ اس اور پھر مجھے یہ اطلاع تھی کہ خوشخبرہ ٹیکم کی میری خوشخبرہ ٹیکم اور میں ہاں میں اس شخص کو سنا ہے۔

میں نے گھر سے باہر آ کر لوگوں کو خبر دے کر گھر سے نکلا گیا۔

میرے دل کو کئی سوالات تھے کہ جب آج میں وہاں ہاں سے رہو کے لیے ہائے لے کر آئی تو گھر کے بیرون روزانہ کے گولا گولا گھر چل گیا۔

"کیا مطلب؟" میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ "کیا میں نے گھر کو روزانہ دکھا دیا تھا؟" جی ہاں، وہاں صاحب۔ "وہ اس وقت میں گھر میں جھنگے ہوئے۔ میں اس وقت میں گھر میں گھر نے میرے لیے روزانہ رکھ دیا ہوا گا۔"

"پھر... پھر... پھر کیا ہوا تھا؟" میں نے پوچھا۔ "کیا تم نے روزگاہ کو دیکھا؟"

"میں گھر کے اندر داخل ہوئی اور کئی بلاتے اور وہاں رہو گولا گولا۔" میں نے بتایا۔ "لیکن میری نگاہ کے جواب میں گھر کی اور وہاں سنا ہی نہ دی اور نہ وہ گھر میں نظر آیا۔ میں دو قدموں میں سے پرانے میں اور برآمدے سے باہر کے گھر میں پہنچ گئی۔"

میں نے اس کے گھر سے پرگاہ جھانسنے سے سوال کیا۔ "گھر سے اندر آئے کیا دیکھا؟"

"میں نے اس کے اندر آئے کیا دیکھا۔" میں نے جواب دیا۔ "میں نے اس کے اندر آئے کیا دیکھا۔" میں نے جواب دیا۔ "میں نے اس کے اندر آئے کیا دیکھا۔"

رخوت ہو گیا تھا تو پھر گھر کا روزانہ دیکھا۔ "ہاں، میں نے دیکھا۔" میں نے جواب دیا۔ "میں نے اس کے اندر آئے کیا دیکھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ "کیا میں نے گھر کو روزانہ دکھا دیا تھا؟" جی ہاں، وہاں صاحب۔ "وہ اس وقت میں گھر میں جھنگے ہوئے۔ میں اس وقت میں گھر میں گھر نے میرے لیے روزانہ رکھ دیا ہوا گا۔"

"پھر... پھر... پھر کیا ہوا تھا؟" میں نے پوچھا۔ "کیا تم نے روزگاہ کو دیکھا؟"

"میں گھر کے اندر داخل ہوئی اور کئی بلاتے اور وہاں رہو گولا گولا۔" میں نے بتایا۔ "لیکن میری نگاہ کے جواب میں گھر کی اور وہاں سنا ہی نہ دی اور نہ وہ گھر میں نظر آیا۔ میں دو قدموں میں سے پرانے میں اور برآمدے سے باہر کے گھر میں پہنچ گئی۔"

میں نے اس کے گھر سے پرگاہ جھانسنے سے سوال کیا۔ "گھر سے اندر آئے کیا دیکھا؟"

"میں نے اس کے اندر آئے کیا دیکھا۔" میں نے جواب دیا۔ "میں نے اس کے اندر آئے کیا دیکھا۔"

رخوت ہو گیا تھا تو پھر گھر کا روزانہ دیکھا۔ "ہاں، میں نے دیکھا۔" میں نے جواب دیا۔ "میں نے اس کے اندر آئے کیا دیکھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ "کیا میں نے گھر کو روزانہ دکھا دیا تھا؟" جی ہاں، وہاں صاحب۔ "وہ اس وقت میں گھر میں جھنگے ہوئے۔ میں اس وقت میں گھر میں گھر نے میرے لیے روزانہ رکھ دیا ہوا گا۔"

"پھر... پھر... پھر کیا ہوا تھا؟" میں نے پوچھا۔ "کیا تم نے روزگاہ کو دیکھا؟"

"میں گھر کے اندر داخل ہوئی اور کئی بلاتے اور وہاں رہو گولا گولا۔" میں نے بتایا۔ "لیکن میری نگاہ کے جواب میں گھر کی اور وہاں سنا ہی نہ دی اور نہ وہ گھر میں نظر آیا۔ میں دو قدموں میں سے پرانے میں اور برآمدے سے باہر کے گھر میں پہنچ گئی۔"

میں نے اس کے گھر سے پرگاہ جھانسنے سے سوال کیا۔ "گھر سے اندر آئے کیا دیکھا؟"

"میں نے اس کے اندر آئے کیا دیکھا۔" میں نے جواب دیا۔ "میں نے اس کے اندر آئے کیا دیکھا۔"

”کہو مجھے نہیں۔“ اس نے لگا کر کہا۔ وہ بولا۔
 ”اور تم؟“ میں نے سوالیہ نظر سے خوشیہ بیک کی طرف دیکھا۔
 ”مجھے بھی اس بار سے کوئی علم نہیں ہے قاتنے دار صاحب۔ وہ ساری سے بولی۔“ یہ بات تو ابھی ایسی ہی تم نے آپ کے منہ سے نکالی ہے۔“

میرا اس بار سال کا تجربہ یہ بتانا بہتر حکمت کی فی اور خوشیہ بیک مجھ سے غلط خیالی نہیں کر رہی تھی۔ ان کی آکھیں اور چہرے کے سنے حوالے سے مجھ کو نہیں جانتی تھا کہ وہ واقعہ کو جو کس کے گل کے حوالے سے مجھ کو نہیں جانتی تھی اس میں کسی میں نے ایسی گھسیاتی گھسیاتی کے فرض سے غفلت میں ہر بتا بھی لپٹا میں نے پیشیاں مکمل جباری رکستے ہوئے کہا۔

”فیک ہے، رجب کے قبل اور کسی باسلام قاتل والی بات میرے یہاں آنے اور ایش کا ماسٹر کرنے کے بعد سامنے آئے ہیں کہ رجب کی موت کی خبر تو اسی ہی صبح تمام لوگوں تک پہنچی تھی۔“
 ”ہاں،“ میں نے بولا۔ انھیں۔“ اس بات کا یقین حاصل ہے یا نہیں؟ یہ سچ ہے یہاں ایک ایک چکر لگا کر بھی گئے ہیں۔“

”ہاں، میں جانتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ ”مجھے تم دونوں کے پھر کہانے کی خبر کی تھی لیکن اس سوال یہ بیڑا ہوتا ہے کہ تم دونوں ہی کیوں؟“
 ”میں مجھ کو نہیں جانتے دار صاحب؟“ برکت بی بی نے کہا۔ ”اس کا جواب تو یہ ہے کہ میرا یہاں کون تھا؟ کیا ہے؟“
 ”ہاں،“ میں نے کہا۔ ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“

میں نے کہا۔ ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“
 ”میں نے کہا۔“ ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“
 ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“
 ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“

”اب ذرا یہ بھی بتائیں کہ ظافو کے ساتھ ایسے کون سے جذباتی معاملات تھے جو وہ اور نہیں آیا۔ کیا اس کے پاس میں اور نہیں بیٹھی ہوئی ہے۔۔۔۔۔“
 ”اسی کوئی بات نہیں تھی قاتنے دار صاحب۔“ خوشیہ بیک ہم جلد ہی سے بولی۔

”پھر کسی بات ہے؟“ میں نے فوراً سوال درج کر دیا۔
 ”یہ اس کا پہلا کیس تھا۔“ میں نے کہا۔ ”اسی میں تھا۔۔۔۔۔“
 ”ورنہ وہ جگہ بھی اور پھر کا ماسٹر کرنا اور ابھی کسی معاملے کے ساتھ ہی ہوتا۔“

”ظافتے سے اسے گورا۔“ وہ کہاں چلا گیا؟“ میں نے پتھر سے اسے گورا۔ ”وہ کہاں چلا گیا؟“
 ”پھر وہ بھی وہاں ہی چلا گیا۔“
 ”وہ کیا کرتے ہوئے بولی۔“ ”جب تم آپ کے پاس سے جا رہا تھا۔“

”اسے ایک تک صوفوں والا جانے کی ضرورت تھی۔“
 ”کیوں چٹن آگئی؟“ میں نے کہہ دینے والے انداز میں سوال کیا۔

”وہ بات دراصل یہ ہے قاتنے دار صاحب۔“ برکت بی بی نے پھر سے سوال کے جواب میں بتایا۔ ”آپ نے اس معاملے کی تک پہنچنے کے لیے دو دن کا کام لیا تھا۔ ظافو نے کہا، میرا یہاں کوئی کام نہیں۔ میں اور چند دن گزار کر یہاں آ گیا۔ میں صوفوں والا ہی چلا جاتا ہوں۔ ایک دن ظافو میری کیوں؟“
 ”میں نے کہا۔“ ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“

”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“
 ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“
 ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“

”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“
 ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“
 ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“

”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“
 ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“
 ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“

”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“
 ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“
 ”یہ تو آپ کا پہلا کیس تھا۔ موت کی آگھوں میں بھجن کر تے تے۔“

ساتھ جو دنیا بھر کی حرکت کی ہے اس نے ظافو کے دل کو دروازہ میں ایک فوجیوں کا شمار کیا ہے۔ اسے درحقیقہ کم۔ اگر وہ اپنے جذبات سے پروردہ کرنا تو یہاں تک لڑائی والے کوئی پانچا تھا ہو جائے گا۔“

”اسی میں ہے سب سے بھی ظافو کے حروفوں والا جانے کی حیاتیت کر دی تھی۔“ برکت بی بی نے ایک پورے سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔ ”برکت بی بی نے ظافو کے ساتھ دار صاحب اور معاملے سے بکھن کے کہنے کا۔ آپ اب پھر اور افسانہ ہیں۔ آپ اس بات کو ابھی طرح فراموش کر سکتے تھے ظافو کو۔“

”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“
 ”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“

”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“
 ”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“

”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“
 ”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“

”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“
 ”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“

”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“
 ”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“

”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“
 ”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“

”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“
 ”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“

”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“
 ”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“

”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“
 ”یہ لے کر اس کے ظافو کو کوئی مطلع نہیں کی۔“

اسے ایک فریق دار فانی سے اچھ جدا ہے۔ اس معاملے کو بند
 نہیں دیکھا جا سکتا ہے..... میں نے کھائی تو تھک کر کے
 ایک کچی ماسن کی کھجاری بات کر رہی تھی اور وہ ہے کہا۔
 ”تھرا اب اس دن دینا میں کڑی نہیں رہا ہوں اس
 میں اس کوئی شے نہیں کڑی ہوگا، اب کمرت سے کھات اٹارا
 کیا ہے میری کھلی پڑھ اور میں سوچ رہی ہے یہ ہے کہ میں بدل
 از بدل تمہارے سے، یہ ہے کہ تمہارے ساتھ جانے کو اور اس سلسلے
 کی اسے اس بندے کی خاتھی سے ہو گی جس نے زکشت روز
 اٹھ رہی کہ تمہارے باپ کی موت کی اطلاع دی۔ موت
 کے لئے کتنے پہلے اس کا مطلب ہے ہوا کہ اطلاع کتنی ہو
 اسی طرح معلوم تھا کہ کچھ رات تمہارے باپ کی زندگی کا
 چرچا کر رہا تھا۔ جسے تمہارے باپ کا قاتل گذرہ
 اطلاع کتنی ہو سکتا ہے یا اطلاع کتنی قاتل کو جانتا
 ہے۔ یہ اطلاع کتنی دیر سے پتھے چڑھ گیا تو میں اس کے
 بعد سوچ کر کوئی سمجھتا ہے میں اس کو لڑوں گا۔“
 ”لیکن آپ اس بندے کو کھینچیں گے کیسے؟“ میرے
 خاتھی ہونے پر نکل لے، میں میرے انداز میں پوچھا۔
 ”تمہارے ذریعے.....!“ میں نے کہا۔
 ”میرے ذریعے.....“ اس کی بھی سزا ہوگی۔
 ”تم اس کو اس بندے سے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نے تو
 اسے دیکھا تھا تھا!“
 ”تمہاری ناکہ مکان اٹھ رہی تھی اس بندے کو
 دیکھ رکھا ہے۔ میں نے ایک ایک کھلتے بندہ دیکھے ہوتے
 کہا۔“ اٹھ رہی اس پر نگہ پڑتی ہی پہچان لے گی۔“
 ”آپ کی بات تو میری کچھ نہیں آ رہی ہے.....“ وہ
 حذب بہ انداز میں بولا۔ ”کیا اب اٹھ رہی کو کھانے
 کے لئے اس بندے سے ڈھونڈ کر لیا گیا ہے؟“
 ”تم اس کی فکر نہ کرو۔“ میں نے گہری سنجیدگی سے
 کہا۔ ”مجھے بتاؤ کہ اٹھ رہی کو کہاں لائے گا۔ وہ ہدف
 ہی تو کھلی ہیں، میں ہونے کا چاہتا۔“ وہ ہمدردت
 فرما رہا تھا انداز میں بولا۔ ”اگر میں ابھی گورنور اور دانہ
 ہو جاؤں تو کھلی دو پہر تک میں اٹھ رہی کو اپنے ساتھ لے کر
 یہاں آ سکتا ہوں۔“
 ”کل شام تک بھی لے آؤ تو کام چل جائے گا۔“ میں
 نے کہا۔ ”کل دو پہر تک اسپتال سے تمہارے باپ کی لاش
 بھی آ جائے گی۔ مگر کچھ نہیں ہے، مجھے تمہارا یہاں
 کڑیاں والا نہیں مجبور ہوا ہوا ہوا ہے۔ یہ اتنے معمولی واقعہ
 نہیں ہے کہ ہفتہ بندوں سے پہلے کھلی کی کارنگ کر سکو۔“

”میں ابھی گورنور اور جا رہا ہوں۔“ وہ بڑے نرم سے
 ساتھ بولا۔ ”یہ بھی آج میںاں تک کر گیا ہوں۔“
 آپ نے بتایا ہے کہ لاش کو اور پہر تک ہی آئے گی۔“
 ”تمہارا یہ اسے بتانا۔“ میں نے دیکھ کر بڑے گورے
 کہ اٹھ رہی کس مقدمے کے لیے یہاں لایا جا رہا ہے۔“
 ”میں نہیں جانتا۔“ اس نے اثبات میں گردن ہلانے
 میں نے کہا۔ ”اٹھ رہی کو سیدھا کہاں جانے لانا
 ہے۔“ اور کڑیاں والا بھی میں کو کٹوں کا ان کی خبر نہیں
 ہونا چاہیے۔“
 ”میں پائل۔“ میں نے آپ کی بات کو ذہن میں رکھوں
 گا۔“ وہ فرما رہا ہے برسی ہے بولا۔
 میں نے ایک کا پھیلنے کو اطلاع دی اور جہاں ہمارے
 کے لئے نہیں کے ہوا اور گورنور اور دانہ گردیا۔ یہ کام نہیں
 کے بغیر کسی ہو سکتا تھا لیکن میں نے ایک خاص مقدمے
 قتل کیا اور دو پہر تک کے لئے کڑیاں والا کی نفاذ سے
 روک دیا تھا۔ رات کو لاش آئے سے پہلے اور کڑیاں والا
 میں میری بات تو خاتھی بات ہے کہ وہ مقدمہ قتل کی ساتھ
 ہی کرنا اور اس کے لیے پارتیشن کو خورشید بنگر کے کمر
 میں قائم کرنا پڑا اور پھر میں کو وہاں رہنا دینے میں
 جانا پڑتا۔ مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ وہاں کو وہاں
 کے لیے برکت لی لی آسانی سے جان نہ ہوئی تھا لڑکیاں
 دانہ میں کڑی بڑی پھر میں کو اس کا تھا۔ میں نے ایک لڑکی
 بدلی ہے۔ پتھے پر گورنور کو کھتا نہیں آ چاہتا تھا۔ میں
 نے اٹھ رہی کی مدد سے جس خاتھی پڑنے کے بارے میں
 سوچ لیا تھا اس کے لیے سب سے اہم موقع وہاں تھا۔
 ترجمان کے قتل کیس کے تمام مرتبہ میں موجود
 ہوتے۔ اس بات کوئی اس کا کھاتے مجھے اطلاع کتنی کا
 اس وقت کڑیاں والا بھی سے تھا۔ میں اٹھ رہی کو پھیندے اور
 اس وقت ہر شخص تک رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا مگر
 بات کا خاتھی علم تھا کہ اس کے گورنور اور اطلاع پہنچنے
 کے چند گھنٹے بعد ہی گورنور اور اعلیٰ بن جائے گا۔ یہ تو کئی
 بہت ہی پہلے کا واقعہ تھا۔“

ابتدائی رپورٹ تک کھل جائے گی؟“
 ”جواب دیا ہے کہ لاش کی موت کسی اسپتال
 سے تھانے پھینچا دی جائے گی۔“ اس نے اکتشاف انگیز
 انداز میں بتایا۔ ”لیکن ابتدائی رپورٹ میں اپنے ساتھ
 لے کر آیا ہوں۔“
 ”یہ کس کمرے کے ہوا عارف۔“ میں نے نئے نئے والی
 نظریے اس کی طرف دیکھا۔ ”میں نے کہا کہ بتاؤ تمہارے ذہن
 میں اٹھ رہی کی موت کی سبب کیا ہے؟“
 ”کہانی ذہن میں نہیں میری جب میں سے ملک
 صاحب۔“ وہ اپنا ہاتھ پیس کی جانب بڑھاتے ہوئے
 ڈرامائی انداز میں بولا۔ ”آپ سے پرہیز نام رپورٹ
 کبھی نہیں۔“
 ”پرہیز نام۔“ میں نے چھکا اٹھا۔ ”میں ہاں ہے رجز
 کی لاش پر چھڑا ہے۔ پہلے کی رپورٹ۔“
 ”میری جرت ہماری کیسے ہے؟“
 ”ابھی جب میں سے ایک اٹھ رہی نکال کر میری سمت بڑھاتے
 ہوئے کہا۔“
 ”یہ کس کی پرہیز نام رپورٹ آف باہر۔“
 گذرہ اٹھ رہی پر نگہ پڑتی ہی میرے ذہن میں ایک
 جھماکا سا ہوا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں نے اسے حال ہی میں
 کہا تھا کہ اٹھ رہی میں دیکھا ہوں۔ میں نے عارف سے پوچھا۔
 ”میں نے اٹھ رہی سے اور اس کا بے رنجی تو
 سے کیا تعلق ہے؟“
 ”میں نے کہا۔“ عارف نے گفتا ہے، آپ نے اس اٹھ رہی کو
 پہچاننا نہیں۔“ وہ میرے چہرے سے نگہ رکھتا ہوا بولا۔
 ”کل ہاں رہی کو شکایت کے لئے گورنور قاتل ہے۔ مجھے
 اس میں سے ایک بندے کے ہاتھ میں ہی اٹھ رہی جو جی۔“
 ”میں نے اٹھ رہی کو اس میں سے گذرہ اٹھ رہی کو لٹاؤ کے
 ہاتھ کی ایک اٹھ رہی میں دیکھا تھا۔ میں نے عارف سے پوچھا
 ”تمہیں یہ بات یاد ہے؟“
 ”ہاں رہی کو لاش والی چاروں کے اندر سے جواب۔“
 کا پھیلنے سے جواب دیا۔
 آج جب میں منتقل رہی لاش کو پوسٹ نام کے
 لیے اسپتال بھجوا رہا تھا تو میں نے لاش کو رتوں کے سبز پر بھی
 چاروں میں سے لپٹا دیا تھا میں ہاں رہی کو لاش لاش لاش لاش
 چاروں پوسٹ کا اسپتال پہنچی گی۔ یہ چارو ہاں بے اعتبار
 تھیں۔ ”جواب دیا ہے کہ ابتدائی
 ”جب ہاں بے لاش کو اس چاروں میں لینا گیا اس

وقت تو ابھی نہیں میں سے کسی کو کھنچیں آئی تھی۔“ میں نے
 گذرہ اٹھ رہی کا ہاتھ لیتے ہوئے کہا۔
 ”میں صاحب۔“ اٹھ رہی اس چاروں کے ایک کو نے
 میں بھی کسی کو نے۔“ عارف نے بتایا۔ ”اس چاروں کا ایک کو
 بیٹا ہوا تھا جس سے دھماگے نکلے ہوئے اور یہ
 اٹھ رہی ان دھماکوں کے اندر بھی ہوئی تھی۔ جب اسپتال
 میں ہاں بے لاش کو چاروں میں سے نکالا گیا تو میری اس اٹھ رہی
 پر نظر پڑی اور میں نے سب کی نگہ جاکر اٹھ رہی کو پارک
 اور اب یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔“
 ”میں نے اٹھ رہی کے بارے میں کس کو چاروں میں اٹھ رہی
 ہوئی تھی ہے تو اس کا مطلب ہے ہوا کہ طوفان ہاں تھا۔“ میں
 نے پرتھالی انداز میں کہا۔ ”اور پھر یہ بات ہے کہ
 طوفان ہاں کی موت سے کوئی گہرا تعلق ہے۔ ہو سکتا ہے،
 ہاں نے جو خرابی انداز میں ہوتے اٹھ رہی طوفان کی تھی
 ہویں کہ طوفان کا ہوا ہے اس کا اس کا ہوا ہوا۔ اس نے اپنا نام
 نسا دیا اور گھر سے نقل کیا۔“
 ”میں صاحب۔“ میں نے فوراً کڑیاں والا چاکر کو
 گرفتار کر لینا چاہیے۔“ عارف نے تجو بڑے دے والے انداز
 میں کہا۔ ”چاہو تو اس کی تشریح پر لکھیں گے تو سب کچھ
 اگلے دن آ جائیں گے۔“
 عارف جب لاش کے ساتھ اسپتال کی جانب روانہ
 ہو گیا تھا تو اس کے بعد ہی میرے ہم سفر آئی کسی طوفان
 تو کھلی میں مڑواں والا طوفان کا۔ طوفان کو دانہ کے بارے
 میں عارف کو کھلی تھا تو اس لیے اس نے اسے کڑیاں والا
 چاکر گرفتار کرنے کی بات کی۔
 ”میں نے عارف کو سوسٹ حال سے آگاہ کیا پھر
 حوالدار یعنی عارف اور عارف کو لاش والا روانہ کر دیا جیسے
 ہی طوفان کوئی میں ذہن ہوا۔ وہ اسے گرفتار کر کے سیدھا
 میرے پاس لے آئیں۔ برکت لی تھی نے بتایا تھا کہ آج
 ہوا اور عارف والا سے دھماکا ہوا۔“
 ”اس کی کڑیاں ایک ایک کر کے کڑیاں والا میں
 جمع ہو رہی تھیں۔“ چھوڑنا سا گاؤں اب جب محضوں میں کڑیاں
 والا بن گیا تھا۔
 اس دن تینا میں آؤر بھی۔ میرے پاس یہ کس کل
 یعنی چھین کر گورنور کا ہاتھ اور میں نے اس میں کو تھپتھپ
 ہانے سے لے کر فریڈا اور فریڈا سے جوہلیت میں اس میں
 سے ایک دن لڑنے کا فریڈا کا دن کیا تھا مجھے ہی کسی
 حال میں اس میں کس کو حسیہ عدت کے اندر کل چاروں کا

حالات اس ریح پر آگے تھے کہ اپنی کامیابی مجھے چھینی دکھائی دیر سے لگا۔

تاکسی انکوٹر کا سورج غروب ہونے سے پہلے طافو میری کمری میں چکا تھا۔ وہ دیکھی کہ لڑکیاں دلاں دلاں میں ہوا میرے پیچھے ہوئے الگ الگ رہے اسے فوراً گرفتار کر کے قاتلے پھینکا ہوا تھا۔

طاغوا اپنی گرفتاری پر خاما برہم تھا۔ اس نے کلمے ہونے سے نہیں کہا۔ "قاتلے دار صاحب! آپ میرے ساتھ فریادیں کر رہے ہیں۔ مصیبت ہم فریاد ہی سے اور آپ بھی انہی میں سے ہیں۔" وہ فریادیں کرتے رہے۔

"ہیں انکاراؤ! میں لڑائی پر بیٹھا ہوں اور مصیبت کا ہونا ہے۔" میں نے فریادیں بند کر دیں۔ "مگر نہیں کرو۔ اگر تم نے فریاد سے زبان نہیں مٹو تو میں ان تینوں چیزوں سے تمہیں انہی طرح آگاہ کروں گا۔" وہ بیچارہ آپ کو قسم کھاتی کہ ہاتھ نہیں ہیں۔ "وہ اپنی جگہ کی کوبول کر قدر سے نرم پڑے ہوئے بولا۔ "میں نے کیا کیا ہے؟"

"نہیں۔" وہ ہمیں زود انداز میں بولا۔

"میں نے تمہیں یاد کیا کی۔ تاکہ کسی بھی صورت میں تم نے قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔" میں نے اسے گھورا۔ "پھر تم نے کیا کیا؟"

"میں نے کیا کیا ہے قاتلے دار صاحب۔؟" اس کی لہجہ میں حیرت اور بے بسی کی کسی مثال ہوئی۔ "کچھ مجھے بھی بتائیں گا؟"

یاد رہے وہ بے کمالی کی اداکاری کر رہا تھا یا پھر وہ بے رحمی کی موت سے عملی ادا تھا۔ میں نے طاغوا کی اصلیت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے طاغوا کی آنکھوں میں دیکھنے کو بے بسی خیز کیے۔

"میں نے اپنے بھروسے کو توڑ لیا ہے۔"

"م۔۔۔ میں نے۔۔۔" وہ لگت زود انداز میں بولا۔ "کیا۔۔۔ پھر میرا دار صاحب۔۔۔"

"تو تمہیں یہ نہیں پتا کہ جو کچھ اپنی موت بے رحمی کوئی کیا کب سے ہے۔" میں نے ہر دستہ اس کے پیچھے سے تاثرات کا جاتا دہلیے ہوئے پتہ چما۔

"جناب! میں تو کبھی دن ہی دن میں موزوں والا چلا گیا تھا۔ وہ اپنی صفائی چیت کر کے ہونے لڑا۔ اور میں اس

آویا ہوں لیکن لڑکیاں دلاں میں داخل ہونے سے پہلے ہی آپ کے بندے مجھے پکڑ کر قاتلے لے آئے ہیں۔ میں باہل نہیں جاتا کیوں کہ وہ دہرے سے اب تک ادھر لڑکیاں دلاں میں کیا دلاں دلاں چیت کر رہی ہیں۔"

"تم کلم کر رہے ہو یاں سے رخصت ہونے کے بعد موزوں والا روانہ ہو گئے تھے۔" میں نے اسے ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں شیک کب رہا ہوں؟"

"خالد! اس وقت میری نظر میں ایک ایسا رنگ بام تھا کہ میں انگوٹھی کا موزوں استعمال کر کے ایک ہی ضرب میں اسے توڑ کر اندر سے اپنی مرضی کا موزوں نکال سکتا تھا مگر میں اپنی امانت اسے اس وقت کے ساتھ نہیں کر سکتا تھا کہ اس کے خول کو کوزر کر رہا تھا۔ اسے اسلحہ کے مستعار کے جواب میں کہا۔

"آپ باہل شیک کب رہے ہیں جناب۔"

"میں لڑکیاں دلاں سے نکل کر موزوں والا جانے کے اہل تھا۔" وہ فریادیں کرتے رہا۔ "میں نے غصے سے انداز میں بولا۔

"کو جو والا میں میرا کیا کام قاتلے دار صاحب!" وہ بے چینی سے مجھے دیکھنے لگا۔ "میں تو یہاں سے بیجا ہوا موزوں والا ہی کیا تھا۔ آپ چاہیں، کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں؟"

"مکان کو جا کر نوالہ میں تمہارا کام یہ تھا کہ کبیش کی مالک نے پیچھے ہٹنے سے نہیں مانا۔ تاکہ وہ کبیشی فرمت میں لڑکیاں دلاں چیت کر رہے۔"

"میری کچھ باتیں نہیں آ رہی آپ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔" وہ دونوں طاغواں سے اپنے ہاتھوں سے سرو تھا ہے ہونے لگا۔ "میں ایسا کیوں کروں گا؟"

"پھر تم کو جو والا سے (اپس لڑکیاں دلاں آئے اور رات کی تازگی میں تم نے اپنے بھروسے کا گارڈ اسے موت کے حاکم اتار دیا۔" میں نے لڑکی نظر سے اسے گھورا۔

"اپنا کام نہ کرنے کے بعد چاہے چاہے موزوں والا روانہ ہو گئے اور اب وہ دوسرے وطن کر رہا ہے۔"

"جناب! میں بڑی سے بڑی قسم کھانے کو تیار ہوں کہ میں کل کو جو والا نہیں کیا تھا۔" انہوں نے کہا۔ "میں بولا۔

"چاہیں، آپ کیوں مجھے اس معاملے میں ملوث کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟"

"میں نے قسم کھانے میں مسئلہ مل نہیں ہوگا طاغوا۔" میں نے اس کے کانوں کے کپڑے جھانڈے۔

"اگر تم کو جو والا نہیں سمجھتے تو پھر تم نے اس مقصد

کے لیے کسی اور بندے کو وہاں بھیجا ہوا؟"

"میں خود کیا کرتی ہیں نے کسی اور کو وہاں بھیجا۔" وہ آہٹ مانتا ہرے لیے میں بولا۔ "آپ نے خود انہوں اس چکر میں پھانسی کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"میں نے اس وقت میں جھل اور اللہ رکھی یہاں پہنچ جائیں گے۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "پھر دوسرا دوسرا پانی کا پانی لگ ہوا جائے گا۔"

"ہو جائے الٹ۔" وہ بے پروائی سے بولا۔

"جب میرا ان معاملات سے کوئی واسطہ ہی تو تمہاریوں پریشان ہوں۔"

طاغوا کا حضور نے انہیں میں ڈال رہا تھا۔ ابھی تک اس کی کسی بھی ادا سے مجھے یہ عکس نہیں ہوا تھا کہ وہ دوسروں کوئی کام کر رہا ہو۔ میں نے قدرے غصے سے کہا۔

"تم کو جو والا لگائے گا انہیں ہے تم نے کسی اور بندے کو جو والا بھیجا یا نہیں بھیجا اس کا فیصلہ اللہ ہی کا کارہ نہیں کرے گا۔"

"میں نے بڑے شوق سے وہ انگوٹھی چوٹی تھی۔ کسی اللہ والے نے مجھے بتایا تھا کہ میں جانا نہیں ہے مجھے بہت فائدہ دے گا۔"

"تم نے اس اللہ والے کی بات پر عمل نہیں کیا اور مصیبت میں پھنس گئے۔" میں نے سختی خیز انداز میں طاغوا پر چوٹی کی پھر تڑور اور انگوٹھی کو اپنی بڑی دراز میں سے نکال کر لڑکی دکھانے کو اسے ان الفاظ میں امانت کیا۔ "اب زبردستی جانا ہی کرنا ہے۔"

"میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کی پھینکا ہے یا پتا ہے مجھے فائدہ کیا ہے؟"

"وہ گلہ نہیں چھکتا ہے ہوئے حیرت ہرے لیے میں مستحق ہوں۔" قاتلے دار صاحب! یہ انگوٹھی آپ کو کہاں سے ملی ہے؟"

"بتایا گیا ہے جانے دار دات سے۔" میں نے زہر میں لگے ہوئے الفاظ میں کہا۔ "میں نے انگوٹھی متول رہو گئے سزے سے امانتی ہے۔ جب تم گارڈ باہر بھروسے کے کام لیا اور پتے سے پتے سے انگوٹھی تمہارے ہاتھ سے نکل کر وہاں کر گئی۔"

"میں ہوسکتا۔۔۔" وہ نلی میں گردن دیکھتے ہوئے بولا۔ "میں نے پتہ چما۔" کہا۔ "کیا نہیں ہوسکتا؟"

"میں نے اپنے بھروسے کو توڑ لیا۔" وہ ہر دستہ اس میں گردن ہلانے سے بولا۔ "میں تو وہاں گیا ہی نہیں۔"

"جب دوسرے ہی نہیں اور تم نے اپنے ہارے کو نکل نہیں کیا تو پھر تمہاری انگی میں کبھی کوئی انگی وہاں کیے

"میں تم سے وہ جانتا ہوں کہ وہاں جہاں تمہارے

"میں نے اپنے بھروسے کو توڑ لیا۔"

"میں نے اپنے بھروسے کو توڑ لیا۔"

"میں نے اپنے بھروسے کو توڑ لیا۔"

"میں نے اپنے بھروسے کو توڑ لیا۔"

"میں نے اپنے بھروسے کو توڑ لیا۔"



جمہوریت محمد ایس

ملک چاہے جو بھی ہے... عوام کی عید والہ جشن کے زمانے میں ہی ہوتی ہے... عوامی مسائل کا انبار... سیاسی اعتبار کی جالیوں کو کامیاب کرنے میں مددگار ثابت ہونا ہے... جلوہ بھی ظہرت ہے کہ اقتداریات کا زمانہ کسی حد تک قوم کو بوجھ کو تو ہٹا کر دینا ہے۔

ایکشن کا حوالہ اور سیاستوں کے مسائل کا اجرا

قوام دوستوں نے کئی روز تک باہمی مشاورت کی لکیر پھری تک تک کے گورنر مارکٹ واسطہ کرنے کے بعد نتیجہ اخذ کیا کہ ان کا تعلق دوست، محمد امین صادق موجودہ دور کی سیاست میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مظفر کہنے لگا: ”یہ دور نہیں، جب سیاست کو عمارت سمجھا جاتا رہا۔ مفاد پرستی کی سیاست جب بھی ہوئی رہی اور تمدنی طبقے کی غالب رہے۔ اس لیے جب کوئی مجلس ایسا میدان میں آیا، سارے مفاد پرست گردہ تھم ہو کر اس کو راستے سے ہٹانے میں

شامت پر یزید کی ضرورت تھی یا مذہبی۔
شاہنشاہ اللہ رکھی کو اپنے ساتھ لے کر حالات میں بیچ گیا اور دونوں حوالوں میں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
”اس میں سے کسی کو بیچنا ہوتی ہے“
اللہ رکھی کی نگاہ کا کارجم کرو گئی۔ وہ چند لمحات تک ساکت نظر سے اسے دیکھ رہی پھر بھری ہوئی آواز میں بولی۔ ”... یہ بندہ آیا تھا... ہر سو میرے پاس اور... میں اس سے بتایا تھا کہ... کرایا و لا میں نہیں کے باپ کا انتقال ہو گیا ہے۔“

میں نے اللہ رکھی کو داہن اپنے کمرے میں بیچ دیا اور حالات کے اندر داخل ہو کر... حریف کرب کا پرہیز پڑا۔ اس وقت مجھ پر ایک جنون سا ماحول ہو گیا تھا۔ میں نے آؤ رکھنا نہ جاؤ اور لاتوں ٹھوس کی ضربات سے میں نے کا کا کی حالت خیر کر دی۔ صحت میں اس مارا مارے کے بعد کا کا کا چہرہ دلہانہ ہو گیا۔ اس کی پٹلیوں، ہینڈ اور کمر کے مختلف حصوں پر جو اندرونی چمکیں آئیں اس کا حساب سر دت نہیں لگا گیا جا سکتا تھا۔
کا کا نے ہاتھ اور کپتے ہوئے میرے قوسوں پر سر رکھ دیا اور دست ریز لکھ میں بولا۔ ”آپ مجھے اور نہ ماریں... میں بیچ لوں گے کیلئے تیار ہوں۔“

حوالہ داری بخش نے بھی کا کا کی اونچی غاسی... ”ناظر داری“ کی کی لکین وہ اس کی دستانے کے خول کو توڑ نہیں سکتا تھا تاہم اللہ رکھی کی شامت کے بعد کا کا اپنے قوسوں پر ہم کر ہوا نہیں، وہ سنا تھا اور اسے اتنا قابل جرم کرتے ہی تھی گئی۔

کا کا کے استرازی بیان نے منتوں پر بار بوجھ کی سرخرو کردی۔ یہ بات سنی ہے نہ حد کوئی کی غیر نصابی سرگرمیوں کا جرم تھمہ بتایا تھا وہی پر حقیقت تھا۔ کا کا اور رکھی کے سچ قابل امتزاج معاملات کا سلسلہ جاری تھا۔ کا کا نے بتایا کہ اس سے کسی کے اپنا پر ہی باسے رجب کو توئی کیا تھا لیکن بعد ازاں جب میں نے کسی کو شاپی پیش کیا تو اس نے کا کا کے الزام کی تردید کر دی۔

میں اور کا کا کے درمیان جیل کی عدم موجودگی میں ہی بھجوری رہتی تھی، مجھے اسے کوئی غاص و دیکھی نہیں تھی۔ یہاں دونوں کا اور اللہ کا معاملہ تھا۔ میرے چٹپٹا نظر صرف یہ بات تھی کہ میرے قاتنے کی حدود میں ایک ستر سال بڑے کو گاد باکر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا اور میں نے اس بڑے سے قاتل سے تقابل جرم کر دیا تھا۔

کا ماب ہو گئے۔ اب تو اس ملک کو کسی اور نگرانی ہے کہ چوبلی آئے گی اور یہی گناہ ہے....."

سوائے نیت آگے بڑھنا تو ہے کیا۔ "اب کوئی خونی انقلاب ہی اس فاطمی خاندان کے چنگل سے اقتدار نہیں کھینچ سکتی تھی کیونکہ ان کے پاس تھے تمام اسلحے کی سکی عیسویت کو گھمسا کر دیا ہے۔ چند خاندان ہیں جو حکوم بصر کے ہر بادشاہ پر قابض ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے ہی تمام تر قوی دساک لوٹ کر غیر ملکی بینکوں میں جمع ہے کسی کوئی اور دولت کے نکل جاتے ہیں یا برعکس۔ یہ تمام اقتدار آئے ہیں۔ تمام کو یکجا کر دیا۔ قوی اور طاقتور تھے۔ ان کا جواز نہیں کیا۔ جہاں عام آدمی، کسی کا ڈاکو آئے۔ انہیں چھوڑ دینے سے ڈائے، وہاں تہذیب کے خواب دیکھنا، انصاف کی جس جنت میں رہنے کے سزا دینے ہے۔"

ایئن بول پڑے۔ "میں آج آپ دوستوں کی محبت اور اطمینان کی دال سے قدر تھو لیوں، ایک ہائیڈروجن مشین شروع کر دوں گا۔ میں دوستوں کی خدمت کر رہا ہوں۔ میں آپ کا ادارہ ہے۔ مجھے جلدی نہیں۔ بلدیائی اینجن لڑ کر مشورہ آگے بڑھنا ہے۔ موجودہ سیٹ میں برسات بنا کر ناکھانا سے ممکن ہی ہے۔ لیکن کوشش شروع کر ہی جائے۔ لہذا تو قوی دولت کو رہے درج فرج کر کے اس نیشن خرید لے جاتے ہیں اور جہاں خریدنے سے مشکل، وہاں ڈاکا ڈالنے سے گریز نہیں کیا جائے۔ اب تو ادارہ اسے کر پت کر دینے گئے ہیں۔ میں دو بارہ برس اس وقت کے فرج کی اس دولت میں اس نامناسٹ کے دوبارہ لوشل جاتی ہے۔"

محمد ایئن نے اپنی ہر بات میں عمارت کے اگوائے ذاتی پارکٹ کی دوستانہ دلی وردہ کاغذ خالی کر رکھا اور ان میں آرام و تفریح کا نمونہ کار کرتے تھے۔ محرم کا ایک کونے کے سلیٹے میں کئی شہریوں نے نو لوگ آکر بیٹھے تھے۔ مسال پر تنگبو گئے۔ محققہ میسرکاری ایئر لائن کے لیے کام پڑے وہاں کے سنیے میں پتھر کی صنوبری کی کہلا کیے آ رہے تھے۔ وہاں بیٹیں شیل اسٹی، لیڈون گھوڑے سے بھی بری حالت میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ بنیادی شہری سکولوں کا نفعہ ان ہودہ کرنا لوگ نفعہ تھے جو جبروں میں کیلا مارا ہے۔ یہاں اور ان سے محبت کا راستہ بھائی بندھا۔ محظف کینے لگا۔ "میرے چاہئے ان کی ہتھیاری مثال اس مضمون جو پاس ہے۔ جو پھل میں مٹی کی گھنٹے کی بجائے کھلے چوڑے چنگل میں پھر کر لارہی ہے۔ ہوا بڑھانی ہے۔ ایک ہی حال ہے۔ اس کے قدرتی راستوں پر آباد ہو گیا ہے، ایک ہی حال ہے۔"

کر آئیں بلڈ کر کے شہ آ باد ہے مایں۔ جلی تھو کہ منہ نے ملک دو م کروری رکھ دیا ہے اور خود باروں میں مٹی کے باہر جالے جائے ہیں۔ ان لوگوں نے بیرون ملک اپنی بزنس اپنا زندگی کر لی ہے۔ گھر نہیں کر سکتے۔" جہاں سنے کے لوگ سنجیہ معاملات پر گھنٹہ کر دیاں وہیں آ جاتے، جن کے سنیے لظرف ذیالی افراط ہوا کر سکیں۔ جہاں تک ممکن ہو، انہاں ان کی مدد کی جائے۔ لارہی اور شاعر کو لکھ سکا ہے۔ اس ناسوہ لکھ لکھتا ہوں ہے سونج آ کر میں بیماری نادیاری اور فادہ کنی کا حذر گھمکر کچھ نہ لکھ سکھی کہ صورت میں اٹھنا ہے۔"

جبوری اور ہوالی کروری پتلی زرد و کوہ زرد صورت کی ہے۔ کچھ کوہ میں آئی۔ ہالوں ہالوں میں تیار کیا لہڑ ہو مرتبہ روٹ لے جاتے رہتے لیکن بعد سے کر کے مٹی کو خاص مدد کر۔ خاندانہ عمارت سے۔ ساہ سسر اور ماں باپ پڑو ہے میں میں اس وقت کوہ عزت کے مدد کر کے نہیں لکھتے۔ فریبی کی وجہ سے ان کی شادیاں نہیں ہو سکیں۔ لارے چھوٹی چھوٹی مزدوری کرتے ہیں۔ ان کی مٹی کر ہی م کی کا سوال کرتے آئی ہوں۔"

نوجوان ساتھیوں کے علاوہ محمد ایئن خود بھی صورت کی معیت زرد و کچھ کرتا ہوں لیکن محرم باب کے ہاتوں کا مقرر تجیر کار مدت سے قہقہہ ہو کر پچھا کہاں کے تنھے ہیں۔ وہ لچارت آ میرے لینے میں بولی۔ "اللہ کی دولت ہے۔ مٹی ا فو ہیں۔ چلے بیٹیاں اور پانچ بیٹے ہیں۔" گو میں سو نے ہے تھے۔ خیر شاکو چلا ہے۔ چوکو کر رہی ہوئی۔ "آئی سمٹ سائے بیٹے چھو نے ہیں۔" محمد ایئن نے اس کے پت پر نکال دیا اور کہا۔ "گو میں اور کچھ۔ مٹی پر مٹی ہوئی یازلا۔ اللہ کی اور دولت ہے۔"

محمد ایئن نے اپنی ہر بات میں عمارت کے اگوائے ذاتی پارکٹ کی دوستانہ دلی وردہ کاغذ خالی کر رکھا اور ان میں آرام و تفریح کا نمونہ کار کرتے تھے۔ محرم کا ایک کونے کے سلیٹے میں کئی شہریوں نے نو لوگ آکر بیٹھے تھے۔ مسال پر تنگبو گئے۔ محققہ میسرکاری ایئر لائن کے لیے کام پڑے وہاں کے سنیے میں پتھر کی صنوبری کی کہلا کیے آ رہے تھے۔ وہاں بیٹیں شیل اسٹی، لیڈون گھوڑے سے بھی بری حالت میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ بنیادی شہری سکولوں کا نفعہ ان ہودہ کرنا لوگ نفعہ تھے جو جبروں میں کیلا مارا ہے۔ یہاں اور ان سے محبت کا راستہ بھائی بندھا۔ محظف کینے لگا۔ "میرے چاہئے ان کی ہتھیاری مثال اس مضمون جو پاس ہے۔ جو پھل میں مٹی کی گھنٹے کی بجائے کھلے چوڑے چنگل میں پھر کر لارہی ہے۔ ہوا بڑھانی ہے۔ ایک ہی حال ہے۔ اس کے قدرتی راستوں پر آباد ہو گیا ہے، ایک ہی حال ہے۔"

کے چکر لکھنے شروع کر دیے۔..... میں سال ہو گئے، سیکھی مٹھی میں دولت دوبارہ سے کر میں نہیں آتی۔ بلکہ اب میرا بھی ایک بیوی کی مٹی میں غرض ہے۔ "آپ کی سہو ہونگی کیا؟" عورت نے محمد ایئن کو لڑک دیا۔ بزرگ دلاور مایں ہٹا کر نے اپنے شروع میں سو ہو گیا تھا۔ عورت نے سنے کے ہمائے، اشتہار دینے سے وہ پتے کر دیں، مایں عورت کی طرف سوچہ ہر سوال کر لیا کہ تمہارا نانا کون سا ہے؟ محمد ایئن نے جھٹ بول دیا۔ "تمہاری ہے۔ ہا کہیں ہے۔"

عورت بولی۔ "شکر ہے اللہ پاک کا....." وہ ریاو راست محمد ایئن کو قہقہہ کر کے بولی پڑے۔ "آپ کیوں نکل عمل کے کو کر رہے ہیں؟" محمد ایئن نے حاضرین کو اس دلچسپ مایں کے پھرنے سے ایک ایک طرف سے لکھنے میں مشورہ کر لیا۔ ایک ایک گھر چلا گیا۔ چائی کی چند ماٹھ لوے اسٹور پر جا میں اور اس کے مطاق این کو روکاں تو دریں۔ وہ عورت نور الدیئن کی طرف سوچہ ہوئی اور بولی۔ "چٹ بیٹھے دیں۔ سوڈا میں خود لے لوں گی۔" ہٹھل سے سڑیل ہیں۔ ایک مہربانی اور کر رہی۔ میرے پاس ڈاکو کی بھٹی ہے۔ اس بیچے کے دوڑھ اور گھوڑا ڈال کر اسے کھانا ڈال کر نکل سے مل جا سکیں گی اللہ آپ کا رکھ لے گا۔"

محمد ایئن نے سنیے لکھے۔ "یہ ایئن صاحب بڑے بولے ہٹا ہوا۔ ان لوگوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ ایئن کے انا کے درالیاہ اور ایک کے دوست، عاتق محمد صافی کے بڑے پتے ایک پٹھن بندہ میچان جاتے کون پیشہ ور سکا ہے اور کون سفید پوش محنت دار ضرورت مند....."

عورت کی جبوری آ تھیں چند لوگ لے لے باؤ پتہ پر آ کی آ گھوں کو اس پار دو ہزار ہیں۔ اس کے زور پھرنے سے خون کی مٹھی روٹنے سے کہا ہے۔ ایسا ہی اللہ کی مٹی لکھائی دی۔ ایئن کے ہاتھ سے پر مٹی ایک برہاوت اس سے اس قہقہہ مٹی پر یوز حال آ گیا۔ وہ میں سو ہوا رہے۔ وہاں اسٹور کا بھی رکھ گھڑا ہے۔ سو وہی نفعہ دے لوں گی۔ اللہ آپ کو دوزخ لکھ جائے۔ سو وہی نفعہ دے دیں۔ سامان خود تھا نہیں میں کر میں جہاں جہاں یاڈو سے اسے بیٹھا ہے۔ کسی آدمی میں ہے لیجان ہیں۔ ڈرنا سنا قاصد ہے۔ گزرتا چکر ہو کر ہوا تک نہیں کے....."

پڑتے ہیں۔ میسارے لوگ بننے جا رہے تھے۔ ایئن چیرائی سے اس عورت کو کھینچے لگا۔ سو رہے کونٹ اس کی طرف بڑھا کر کھینچے لگا۔ "میں سڑیل اسٹور پر فون کرتا ہوں۔ وہ پر مٹی کے مطاقین دوڑھ لگا باؤ اور دوڑھ دے دے گا۔ آج آپ کی سہو ہوگی۔"

دوڑھ پڑ کر گوا میں دہتے ہوئے بولی۔ "دوڑھ کے دوڑھے لوں گی اور ڈاکو کر رہی ہوں۔ دوسری میری لہٹی ہے۔ پتے گئے۔" عورت نے جاتے جاتے اس کو تیز دھڑکنوں سے دیکھا اور بولی۔ "آپ اب کر میں شرف (rest) کیا کرنا؟" ہٹھل آفت کی فتواہ اور ڈب کے چواہا کر گیا۔ اور کوئی پتہ ہی اس بار کر رہی نہیں تھکے۔ وہ فخر سے لکھنے لگئی مٹی اور ہوا بیٹھے سارے لوگ ہٹھنے لگے۔

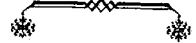
محمد ایئن بول پڑے۔ "میں کیا کروں، کچھ نہیں آ رہی۔ اس طرح کا ملک کہا جاتا ہے۔ مجھ پر بڑے اساتذت ہیں۔ مرحوم سائڈ صاحب کے سائڈ سے بیٹھ سے بڑے بھائی کا پیلار اور اشتہار کیا کسی کو کر رہا تھا....."

محمد ایئن کو لگتا تھا کہ اس میں بول پڑا۔ "چاہا گیا ایم ہے۔ آپ کو بیٹھنا بزرگ سمجھا ہے۔ کسی لقاہت سے تو تھا میں۔ آپ کی گرفت کا کسی بڑے ایئن کر اور کہا گیا ہے۔ میں اس انسان کا کرکٹھی ہی ہتا۔ چلا گیا، چلا جی، کرکٹیب، جموت، فریڈ، لظف، چھری چھری ڈاکو، ڈاکو، سہو چھری کچھری لظف اور سہو چھری بیکار ڈوہرہ سارگی کی سہو برائیاں اس نامزد مٹھی کی اولاد ہیں اور مٹھی اس غیر مشافت خاندان سے۔ مٹھی کی مقامی نظام کی پیداوار ہے۔ ایسے غیر مشافت نظام حکمت میں آ کر خراج رو سی بیٹے بنا جاتے ہیں۔ ایک چوٹوں کے دوڑھے آئے خزانے بڑھا تے۔ قوی زمین گن کر کے اور دوزخ لکھ لکھ کر ہوا جاتا ہے۔"

فاطمی اور ایک نظر محمد ایئن پر لایا اور ایئن سے کہا۔ "محمد ایئن نے مائی زندگی محمد صاب کے ساتھ دو قادری مائی بنائی ہے۔ دوا ہے کہ محمد صاب کے کس طرح میں کر رہے ہوں، بہت جلد خود ہی دوسرے طبقے میں تیار ہونے لگی ہے۔ محمد ایئن کو جوبانی میں تیرے باپ کے نام ملازم ہو اور جوبانی اس کے ساتھ تھیں ان کی زندگی جلا جلا کر تھیں۔ محمد صاب کے بھائی میں تیرے باپ کے ہمراہ داتا اس نامے میں آیا ہے۔ محمد ایئن نے داتا سے ملنا سے تو سونا توے مسلمان فریب ہوتے تھے۔ تمہارے باپ نے بڑی داتا سے



© گلزارِ خان کہنے
 وہ جب بھی جنت میں بارش کا مزہ دیتے ہیں
 اور مجھ سے کہتے ہیں کہ برسات سے رنگتا ہے
 مجھ پر حضورِ مہدی خاتون
 پہلے خوشبو کے مزاج کو سمجھ لو دوست
 پھر گلستان میں کسی گل سے محبت کرنا
 ایسا رشیدیال نیر اور میر کی سندھ
 کسی کے قرب کا احساں بھی مجب نہ ہے
 جو ہر گزری مری سائیں بحال رکھتا ہے



© حسین مہاسن کبیل مہاسن گلزاریان
 بیگنی ہوئی آنکھوں کا یہ سحر نہ لے گا
 کمر چھوڑ کے ست جاؤ نہیں گرتے لے گا
 پھر یاد بہت آنے کی دلتوں کی گنتی شام
 جب وہ چھپ میں مایہ کوئی گری رہ نہ لے گا
 © بابر مہاسن مسز بابر مہاسن گلزاریان
 کہاں آنسوؤں کی یہ سومات ہوئی
 بے لگ ہوں کے تھی بات ہوئی
 میں ہر حال میں سکرانہ ہوں گا
 تمہاری محبت اگر ساتھ ہوئی

© اورس احمد خان ہائم آباد کراچی
 ہر ایک بات پہ کہتے ہو غم کہ تو کیا ہے
 غم ہی کھو کہ یہ انداز کھٹو کیا ہے
 © طاہر الدین بیگ میر پر مہاسن
 پہلے تو اس کو مال سے بے مال کیجیے
 پھر اجنبی شوق میں دھماکے کیجیے
 جہولی میں ڈال دیجیے رشاد وہاب کی بیگ
 چپے کسی غریب کو خوش حال کیجیے

© میوش نوزین خان بقول ہائی پاس
 میرے پیسے تیری بھر پور نہایت کے لیے
 مانگ لائی ہوں ذلت سے لادھی آنکھیں
 © کاشف خان اڈال ڈاکٹن پی ایم بگر
 لکھے کاشف خاک کے کھر جاکے ناک مالہاں میں
 تو سوس میں سے ہیں اگر نہ سے تیری کھانہ میں
 © ناہید یوسف اسلام آباد
 قیو طرب میں رنگ سیمائی جا ہے
 دل کو ہر ایک حال میں سلفائی جا ہے
 © ناصر حسین کراچی
 مجھ کو پاؤں لگاؤں سے نہ دیکھو کہ چراغ
 بجتے بجتے بھی انہی مردوں میں فیاض دیتے ہیں

© شاکر سلمان کورنگی کراچی
 جگہوں پہ میں رہے ہیں گناہات کے نقوش
 چہرہ دکھا رہا ہے تیرے آب سے بھی وہ
 © لطیفی وکیل کوئٹہ
 انہاس میں کچھ ایسی جنتی حدت کرکھ کی شب
 افک دوسرے کے جسم کو شعلہ بنا لیا
 کردی شب دھماکے میں روشن دن کی لو
 مکل ہو گئے چراغ تو خود کو جلا لیا
 © تنظیم احمد جھنگ شہی
 میں کیسے اپنی راج سے اتر کے بات کروں
 وہاں ہے تو کہ جہاں روشنی نہیں جاتی
 © راجہ شیخ سندھ ہونٹ
 دوا کی حلاش میں رہا دعا کو چھوڑ کر
 میں چل نہ سکا دنیا میں خطاؤں کو چھوڑ کر
 حیران ہوں میں اپنی حسرتوں پر
 ہر چیز خدا سے مانگی مگر خدا کو چھوڑ کر
 © شیر گلگت وہاڑی
 کاش تجھ کو دکھائی دے جائے
 تجوی چمکتے پہ آ پڑا ہے کوئی
 اس قدر ٹوٹ پھوٹ تھی تجھ میں
 چار دن بھی نہ رہ سکا ہے کوئی
 © عبدالجبار دروی انصاری قصور
 ہونٹوں پہ ساتلوں کی طرغ کھجوری
 میں چھپ ہوا تو میری اتا بچھی رہی
 سڑکوں پہ سرد رات وہی میری سمسر
 آنکھوں میں میرے ساتھ مسکن جاگتی رہی
 © سائرہ نواب پٹنہ
 چھپ کے دلدار سو گئی ہے مجھے
 مڑوں بیوہ کر گیا ہوں میں
 © نازیدہ یاش لاہور شاہ
 آگ تھی انکھوں کو چاٹ گئی
 اور دھواں داستان میں تھا کہیں
 © عمران شیروانی لاہور
 میں کب تک درد میں بہتا رہوں گا
 کوئی کہہ دے سکارا آگیا ہے

© طارق خان اسلام آباد
 ایک سورج جو دن کا شائیں تھا
 کھڑکیوں سے اتر گیا ہوگا
 © عامر خان کراچی
 اس کے سنی بھینڑوں کے نہیں
 اس نے سوکھا گلاب بیجا ہے
 © صاحبزادہ ٹنڈوالہار
 یہ بچل میں جو سامو ڈھونڈتے ہیں
 بڑی آنکھوں کا جامہ ڈھونڈتے ہیں
 ہمیں بھی مائی دستے میں رکھ لو
 کہ ہم بھی دست و بازو ڈھونڈتے ہیں
 © جنید ملک کراچی
 چاہے چکا نہ ہرے ساتھ سویا نکلا
 رات کی لوت سے پتھر اٹھیرا نکلا
 پھر برے دل پہ لٹائی لے گیا ہے قبضہ
 پھر بڑی آس کے ہاتھ سے لیکرا نکلا
 © مہتاب احمد حیدرآباد
 تمہارے دائرے میں قید ہوں میں
 عمل ہاتھ ہوتے ہوئے بھی
 نہیں کوئی یہاں آگاہ و آخر
 اگرچہ رات ہوتے ہوئے بھی
 © عرفان احمد لیٹل انور چاندین شاہ
 محبت سیٹھی ہے زمانے بھر کے رب و دم
 سنا ہے دوست اچھے ہوں تو کہانے بھی نہیں چھینے
 © سنی محمد عزیز وہاڑی
 ہمیں ہی جانتا اٹھد کا پلیٹ ہے
 صدا کا قند چڑے گا تو ہم ہی بولیں گے
 © شاہ علی لیٹل آباد
 سائل سے گرانے والی دشتی موتیں بھی
 زخم پہنے کی خواہش میں سر نہ لگتی ہیں
 © نسیم قاد سیالکوٹ راجھا
 آیا ہے بڑا دل میں ہمیں راس کچھ ایسا
 بھرتے ہیں بڑے بھر کو لوگوں سے چھپا کر
 © شمیمہ نازب ملتان
 دیکھ لے ہمازد دل حیرا گواہ بن گیا
 روزِ بڑے خلاف تو میرے ہی فیصلے رہے



مجرم کون

استیلاز سلیم وسیلی

گوہر کی چار دیواری اور محبتوں کے حصار سے فرسار کہیں کسی کو راس نہ آیا اور جس نے یہ کوشش کی اس نے یقیناً بے شعمان ٹھوکریں کھائیں... اب بالآخر لوٹ کے بدھو گوہر کو آتے کے مترادف انہیں اپنے مرکزی طرف پھلنا پڑا... ان کا حال بھی کچھ ایسی جیسا تھا جو بولے زعم میں گردن اکڑا کر گوہر سے نکلے ہیں اور سسر چھانک کر گوہر میں داخل ہوئے ہیں۔

گردش زانہ میں خود کو گھاس کرے اور دیکھنے کی خواہش کا میرم

سائون کے درمیان حجاب دیا۔
 ”یہ تو میرا پتا ہوگا۔ میں تو سوراہا اور تڑپ پریس کا
 کانفرنس کر رہا تھا۔“ وہ حیرت سے دیکھنے لگا۔
 ”ہاں پریس کی گاڑی وہاں رکھی تھی، میں سمجھا میں
 بگلے آئی ہے۔“ پچھلے والے نے بصورت سے حجاب دیا
 پھر وہ ہڑلے لگ کر برتاؤ دیا۔
 ”اوک، اوک، تو جا رہا ہے یہ پتا، پتلا لاش کا کیا کریں

مگر بازار میں دس کم تھا۔ بازار کے اختتام پر شروع
 ہوئے دالی گئی سے وہ دونوں سر پٹ دوڑتے ہوئے برآمد
 ہوئے۔ ان لیے تو گئے جو جانوں کو دیکھ کر نماز پھر لگے۔
 بازار کے اختتام پر سڑک شروع ہوئی تو ایک ٹھک کر رک گیا۔
 دوسرے نے بھی بریک مارا اور پاپتے ہوئے پھلا۔
 ”ٹھک... کیا ہوا؟“
 ”میں بھاگ گیاں رہے ہیں؟“ کے دالی ہمدار

© صاحبہ... کراچی
 اس نے اپنی آنکھ سے ہانے موسم زندہ کر کے
 اور ہماری آنکھ میں تپا، ایک ستارہ روشن تھا
 © زویب ملک... گلستان چوہدر کراچی
 تمہارا نام لب پر تھا بندھی سے کرا تھا جب
 ہمارے دل کے ہونٹوں سے کوئی سسکی نہیں تھی
 © احم کمال... حیدرآباد
 مجھ میں رہے وہ اپنے اندر وہ تہ پائے
 اس لڑکی کو اتا ٹوٹ کے چاہا جائے
 © امتیاز احمد... بہاول
 یہاں باہر ہیں جب بٹھرے ہی بٹھرے
 تو ہمیں کیوں بھارت کر رہا ہے
 © شاہد خان... شاہنشاہ کالونی کراچی
 ہجرت کر کے سامنے شور مچاتے تھے
 گویا رہی ہے ریل کی سیٹی خالی گھر میں
 © خان سعید... لاہور
 تیرے ہر کی مٹی میں تم نے رکھی اپنی مٹی میں
 تیری آنکھیں ہونٹ چھو رہی تھیں لگا کر لگتے ہیں
 © نسیم احمد... بہاولپور
 نیک ہے عشق کر لیا صاحب
 یہ خطا بار بار مت کرنا
 © آذین رضوان... کراچی
 ایک آنسو ہوں آگے میں اس کی
 اس کا رخسار میرا سماں ہے
 © عاصم سعید... سرگودھا
 جبر میں چلتے کھو تم یا رہو تو اتا تارا
 کتنے چاہے گل کر ڈوے اور کتنے تہار گئے
 © عاطف علی... میرپور خاص
 رشتہ تجاں میں گئی جب عداوت بازگفت
 دور تک گھرا ہوا ہستی کا شہزادہ گا

مختل شعرو سخی

نام: _____

پتا: _____

کوئین
 ہوائے
 نشانی
 صاف
 2018

کر ماسہ کھولا۔ اندر ایک بیکٹ میں باج تھی تو میری جس میں
ٹوٹی رہی ہو۔ پتے پر ہوشِ وحاش سے بچنا ضروری ہے۔ لیکن امیر شہزاد کا
خون کھول لیں۔
”دیکھا ہوئی لڑائی کی گرفت۔“ اس نے تصویر پر
سینکڑی طرف پھینک دیں۔ لفافے میں ایک پب شدہ خانگی
پیکر دکھایا۔

”بہنی کہاں حال میں دیکھ کر تھپ تھپ سے ہوری ہو گی آپ
کو۔۔۔۔۔ کچھ لوگوں کے لیے اس پبس اسٹیشن کے سامنے
علی بچے وہاں بھی منہ پر اشرا واجت مانتے تھے۔“ پتہ پتہ کو رو
تیکر کھانے کے بغیر شہر کے پش علاقے میں واقع اس پبس
اسٹیشن میں آئے۔ پبس اسٹیشن کے باہر ان کی گاڑی
رکھے ہی سامنے والے اسطر اور جل پر کام کے والا ایک
ٹوکرا پھل پھیلانے سے عین لفافہ لے آیا۔

”سراہل کا منی کل ہمارا مکان میں پھینک گیا تھا۔
لوہر آپ کی گاڑی کا گھر کھرا ہے، نوکر کیا ہے۔ آپ کب تک وہاں بٹا
جائے۔“ امیر شہزاد نے جلدی سے لفافہ کھولا۔ پیلے کی طرح جہاں
سب ایک بیکٹ میں باج تصویر ہے۔ دو کئی کے سینے میں
خبر جیہت قصور قادر ہو رہی گئی۔ وہ چکرا گئے۔ اسٹور کے کلام
نے مستہلہ کی کوشش کی کر وہ پتے ہوش ہو کر دیکھ کر پڑے۔

کر سے میں داخل کیجیے ہیں۔ امیر شہزاد نے ہاں پر ہنس بڑا۔
”بھئی کھلا گیا، گا۔ وہ سامنے والے پبس اسٹیشن کی
گاڑی سے اردو لڑتی جہاں سے نزلتی ہے۔“
”قونجے کیا پتا تھا۔۔۔۔۔ میں تو سبھا بیکٹ ہولڈ اس کے
ساتھ ہماری تصویر پر شام کے اخبار میں لکھی گئی۔“ وہ
صمیمیت سے بولا۔ شہزاد نے لگاہے سامنے کر سے کے
دروازے کے نیچے ایک ہردھ خانے پر پڑی۔ اس نے آگے
بڑھا کر سے۔ ان لفظوں میں ایک بیکٹ مجرور تھا جس میں چند
تصویر پر تھیں۔ بجلی تصویر میں کئی تصویریں میں اس ہوری
تھی۔ باقی تصویریں شاد اور لڑائی کے ہوش ہوسر پڑے تھے
تیکر آخری تصویر میں لاش کو دکھائی گئی جس کے ساتھ
شہزاد مرے سے سو رتا۔

”دوئی۔“ تصویر پر دیکھنے کے بعد شہزاد نے
آواز لگی۔ اس کی آواز میں گھبران ہمارا۔ اس دردان
شہزاد اندر سے چہل شدہ خال پکتا تھا۔ اس پر درج
مہارت کچھ تھی۔

”ایسے بے ہوش جامل اور بیوقوف میرا خدو دیکھ بیٹے
ہوں گے۔ اس سے پہلے کہ میرے گوشہ عمل خیمت کے ساتھ
سپینس ڈائجسٹ 156

امیر شہزاد ایک بیٹے، اگلے ایک دو کو شام پہنچے ہیں لاکھ دوپے
کر کر درج لیل میں ایش پرس پکھی گاؤ۔ باہنی کی ہدایات وہ اس پکی
کر لیں گے۔ نیچے پش علاقے میں واقع پبس اسٹیشن کے
سامنے ایک جٹر لاسٹورکرا لڑے۔ امیر شہزاد
”آج رات نکلنے سے ہیں لڑ کر۔“ شہزاد کچھ سوچتے
ہوئے بولا۔

”بہنی نہیں جانے والا تیرے ساتھ۔ خود جاہت تک
میں کرے گی معافی کرنا ہوں۔“ توئی کرے کی جانب بڑھا۔
رات امیر شہزاد کے شہزادہ ہادی میں پورے کئی ایک
دوسرے بھانجھ بھانجھ کر گاڑی لے آیا تھا۔ دروازے پر گاڑی
رہ کر دروازہ لگا ہوا۔ دونوں لڑ کر جاہت بڑھے۔ فریزر
کوول کر دووں نے اندر غور سے دیکھا۔ ”کہاں گئی؟“ سراہر
لنگل شہزاد سے توئی کی طرف دیکھا جسرت سے منہ
کوئے خالی بڑھے فریزر کو دیکھ کر ہاتھا۔

امیر شہزاد کا ہسپتال میں ہوش آیا۔ ہوش میں آتے ہی وہ
چاہا۔۔۔۔۔ ٹوٹی ہوئی بیٹی۔۔۔۔۔ لڑا لڑا اس کا منہ سے
ساتھ ہی یہاں سے کھرب پھرت کر وہ شروع کر دیا۔ پینڈنگ
درہمی تھی۔ اٹھوئی اولاد کی سوت کا دھک لٹکھا ہوا ہے۔ صرف وہی
پاتنے میں تھیں۔ بڑے بچلا ہوئے۔ شہزاد کی طبیعت اگلے کئی من تک
بندھنگ نہ کی۔ لوہنگ کی لاش اور اس کے کان کی کھوج میں علاقے
کا پیریزن ایک کھوپڑی حرت کر۔ یہاں توئی کی لاش اور تصویر کے
ساتھ ایک اور بیٹا تھا۔

”ایسے بے ہوش نہیں کہاں حال میں دیکھ کر بہت خوش
ہوئی ہو گی باہنی پتی کی لاش کو مپڑتی ہے تو کچھ کچھ استہلال
کر۔۔۔۔۔ ایک انٹرا ہاں گناہوں کے ساتھ ہی وہ انٹرا درج سے
کچھ میں شکل گیل سے ایلان لگا ہوا۔ انٹرا۔ شاہ۔ کچھ جیل
تھا۔۔۔۔۔ 26+10+13+1+14=۔۔۔۔۔ کھانے کے ساتھ اس نہیں
میں مدد سے والا بچکرا امیر شہزاد۔
”کہاں؟“ اس نے پھاڑ کر طرف دیکھا۔

”بھی نہیں آتا ہے۔“ امیر شہزاد نے اس کا منہ سے ہاتھ کرنا
”بھی توئی نے لاش کو دکھائی نہیں لگا۔“ توئی نے اس کا منہ سے
ڈوئی نہیں کی۔
”امیر شہزاد پر نہیں والے ہیں ان کے ضرور دوش
ہوں گے۔“

”کہاں طرح بیٹی کی لاش کی تصویر دکھا کر اور یہ
فوروی 2018

اشارے سے تا کر آخر وہ کاپیت گناہ جانتا ہے؟“
”ہاں سراجا لاندہ اور وہ بھی کے غیر ہیں کہ یہ بیٹا
ان کی نگاہ میں ان کو دکھایا ہے۔“ اجاڑتے ڈولائی۔
”اور توئی کے کال کیکڑا کر کیا ہوا؟“ اس نے پتہ چما۔
”بھی مگر آج حاصل کیا ہے۔“ لاسٹ ٹابل کے شہزادہ
جسٹین کوئی کئی تھی۔ وہ بھی اس رات جب توئی قابل ہوئی
تھی۔ ”وہ کال کیکڑا سامنے رکھے ہوئے بولا۔
”چلا گھبراہٹ شہزاد سے کچھ فریٹے ہیں۔“ دونوں اٹھ
کر گاڑی کی جانب بلائے۔

”مجھے کچھ نہیں آ رہی آخر بیاں کوں ساجاد کر پتہ پتہ ہو گیا
ہے جو ہمارے سے آتا ہے، ہمارے کرے میں ایک توئی کوئی
کر کے تصویر میں پتا ہے۔ مگر دوسرے اس کی لاش ہی کے
جاتا ہے۔“ توئی کے منہ سے بجلی باگل مندی کی بات کرتے
تھے۔ امیر شہزاد اٹھا۔

”اور توئی کی بات بے جھی ہے کہ میں دن ہم نے لاش
فریزر میں رکھی گاں کے بعد ہم نے توئی نہیں اور پھر ان میں صرف
ایک گھنٹے کے لیے کرے نہیں میں سے باہر مہارت میں سے رہے
ہیں۔“ شہزاد نے کوئی لاش کے ساتھ باریک بینی۔
”میں توئی سے توئی کی نیکڑیا تھا جس کو ایسے کیا تھا کیا
ہم نے اس رات؟“ توئی نے سوچا۔ ایک جاگ دو اٹھ پڑا۔

”اور سے رات توئی کی ہوئی اس رات تم نے بھی
کچھ کھا نہیں تھی۔“ دوسرے دن میں نے ہوئی کچھ کھا
تھی۔ میں کچھ کچھ ہے بیٹھے کی گلیاں؟“
”مطلب یہ کچھ نیک۔“
دروازے پر دوپکٹ میں کر توئی پتہ پر گیا اور ایک کیکڑا
پتہ پتہ۔۔۔۔۔ ہاں فریٹے۔“
”تھی پتہ پتہ اٹھنا نہیں لے۔ آگے ہم گھرا دوئیں، میں
ہاتھ کر لوں گا ان سے۔“ دونوں تو کھانے لگے۔

”ہم ایک کام کر رہے ہیں، تو نے مجھ سے سوال کرنا ہو
جا سکتی۔“ شہزاد سے ترکیب کھانے لگا۔
”اگر توئی اور وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ
کھلتے ہی اندر ایک کچھ لاش اور اجازت اٹھل ہوئے۔
”توئی کر لوں گئی۔ دروازہ کھولنے میں؟“ توئی
خاموش رہا۔ ”شہزادہ نہیں کہاں ہے؟“
”وہ سامنے سے بیڑوم میں بیٹھ گیا ہے۔ اشارہ کیا۔ اسے
میرا شہزاد اپنا کر گیا۔

”تو توجاب ہیں شہزادہ نہیں۔“ اجازت کی غمیت
سپینس ڈائجسٹ 157

کا جاہت کے گھر بولا۔
”توئی کو کجا ہے؟“ گھلے سے پتلا سول پر چما۔
”میں جاتوں۔ کجاں فیٹھ کی کاج میں میری۔“ وہ
سادگی سے بولا۔

”وہ تو ہے۔ اور اس کی لاش کی تصویر میں اس کی جگی
عمل لاش کہاں ہے کچھ معلوم نہیں۔“ ایک کچھ گھلنے سے اس کی
معلومات میں ان کا فیکل کی گور کی راسٹے کر بولا۔ ”ہماری
آخری باہاس سے سب اور کیا بات ہوئی؟“
”سراسر اسے ہفتے کی شام کا کام کر کے کہا تھا کہ اسے
اسٹی میں کچھ ہببب کی ضرورت ہے اور تواری شام مجھ سے
لنے آئے گی، مگر آئی نہیں لیونر اس کی سوت کی نڈیا رہا میں
پر ہی کی اسٹوں ہوا۔“ شہزاد نے سے جھوٹ اور کچھ کا بچہ بنا
کر چکیا۔

”میں کجا نہیں ایک اشارہ دلا ہے، اس کے بارے میں
کیا جانتا ہے؟“ اس نے شہزاد سے کو کافر پتہ لگھا ہوا
1+1+10+1+14=26۔“ مکھلا۔

”توئی نہیں جانتا۔“ شہزادہ ذہن میں اسے عمل
کرے لگا کر توئی کوئی اور کجا میں کے چھینے کے
بہرہ لکھنے سے توئی کی طرف سنی۔

”بہنی چاہا آپ کہاں سے ہیں۔ اور شہزاد سے کہا گئے
ہیں۔“ ابھی ان کا سوال ڈران پے آیا تھا کہ اچانک توئی نے
ایک لائی اور سب کچھ کیا کیا جانتا ہے کچھ پر نکال آیا۔ وہ اچھل
کر بیٹھے ہوا۔ اسے میں توئی کوئی اور کجا میں جیٹا گیا
کی ادھار توئی نے جگہ کی شہزادہ بھی کچھ نہ رتا۔ دیکھا۔
”میں سراسر ان کا مدد آج خوب ہے۔ میں پاتا
ہوں اس کے خلسے۔“ امیر شہزاد ہی اس نے توئی کی ہنسی لائی۔
”ہوں۔“ اگلے ایک ہفتے کچھ تم دونوں شوکرے
ہاں پر نہیں جاسکتے۔“ گھلے میں کرا کچھ ہوا اور کرے سے ہاہر کر
ہلا۔ ”ان دونوں پتہ پتہ کچھ ہو گئے تھے۔“ اجاڑتے
ابھی تک سے جو نے صاف کر پتہ اٹھا اہات میں سر ملانے لگا۔

”میں اس شام کو خالی میں معمول مروی زیادہ تھی۔ غصہ ہی
ہوئے موسم خوشگوار بنا تھا تھا۔ اور شہزاد کے دل کے موسم پر تو
فصل کے لیے کجاں ہوئی گی اس روز میں کسی ڈال کر بیٹھا سلطوم
کرانی۔“ آپ کی طبیعت پیلے ہی کچھ نہیں امیر شہزاد میں
آپ نے فیسول شہزاد کی سادات سے کہہ بیٹھے تھے۔
”فیسول نہیں اس اشارے میں میری اٹھوئی بیٹی کی
فوروی 2018

موت کا راز چھپا ہے۔ ان کے سبجے کو دکھاتا آیا۔ جائے
کاب کا ہاتھ ملے گا۔ وہ بار بار اس اشارے کو تفریق
کرے ہے کہ مجھ کو دکھانا۔ ایک شخص نے چھوٹا کلاس
”گھر وہ اب سے۔“ اسے ہی سے پرسنے والے بیچے
لگ رہے ہوں۔ انہوں نے کاغذ اٹھایا اور تھوڑا کچھ سوچے
ہوئے چرچک گئے۔ ”اسے ہی کسی..... انہیں الفاظیت.....
کے الفاظ کا تھوڑا کچھ ہے۔“ اس کاغذ وہ پارہ
سکیڑے کے ہاتھ سے جھٹ لیا۔ اس کے ساتھ ہی پھل اٹھا کر
کانڈر لگے گئے۔ جہز اب سامنے آیا۔ دیکھو کہ جہز
کے گروے سمندر میں ڈوب گئے۔

☆☆☆☆

بقیے کی اس رات دونوں گری سوچ مگ گئے۔ میں
تو اپنے دونوں گروے میں بیچوں توں لاکھوں لاکھوں لاکھوں
ایسے ٹیک سکرے کہ مجھے جسے ایک کام پر بلک کر رہا ہے
جو میں نے کیا نہیں۔ ”تو میرا اشارے کی طرف دیکھ کر وہ بھی
”میں اس سے ٹھیک کیا ہے۔ اس راز کو سامرا کا میرا
ہے جو میں لاکھوں کا۔“ وہ ہنسا ہنسا گیا۔
”مجھ کو سمجھو کہ کیا کریں گے نہیں سے ہزار
لکھے۔“ وہ گھمندی ہو گیا۔

”ایک آجینڈا ہے۔“ اس نے جہاز میں اور سامنے لے
کر لیا۔ ”میرے گاؤں کی طرف بھاگ چلے ہیں۔“
”ہاں ہی۔ یہ نہیں والے اورے جاؤر ایک ملر
بیوقوف ہیں جو میں یوں بھانڈے کے۔ آپ کی اطلاع کے
لیے عرض ہے کہ جب آپ کی طرف سے کسی بھی ایسے اشارے
ہے۔ سامنے ہزاروں سال کی عمر کی ایک بچیوں کے ساتھ
لباس میں ہلیوں ہو کر سامنے تار رہا ہے۔“ توئی نے پیٹلی
سے آگے کہا۔

”اب ایک ہی رات سے چھپا کا۔“ وہ اٹھتے ہوئے بولا۔
”وہ کہہ گا؟“
”بلکہ سٹیکوٹاں کا جائے۔“ میر پر ایک کاپی
اور پھل رکھو اور اشارے لکھو گا۔ ایک سٹیکوٹاں کا تھا۔
”بارش..... اگر پیسے کوئی کیا جائے تو ڈونٹ
بنتے ہیں انہیں صاب اتھائیں نہیں کے برابر کیسے ہو سکتا
ہے۔“ وہ اٹھ گیا۔
”اللہ سے دو پیکرے تو یہ ہائیں ہے۔“ اس نے
سر کھینچا۔ اشارے کوئی ایک ہمارا کچھ بھونٹا۔
”میرے پاس اتھائیں ایک پیسے ہر قسم ہاں جوتہ پیوں
کا نظام ہو سکتا ہے۔“ توئی چاک بولا۔

بہرہ وہ اس کے کلاس میں چائیک تانے لگا۔ مردانہ
کے بعد شہزادہ بولا۔ ”ہائیں..... ایک کراہی نہیں کھیں
”کوشش کر کے کر دیتے ہیں بلکہ انہوں ہی جرنل اسٹور
کے سامنے چائیکس کے کھیں۔“ اس نے اصرار کیا۔
”ہوں..... چائیک سے آج زندگی میں کبھی بارش
بات کیے ان کے لیے جیتا تھا۔“ شہزادہ گہری سانس لے کر بولا اور
بزرگی جانب بڑھا۔
”گولی تم سے میرے پاس۔“ توئی نے پہنچا۔
”ہاں ایک بڑی ہے پرانی میرے ہم کھیں۔“ اس
نے جواب دیا۔
”پتل احمد راہی سے پلان پر مل کر تے ہیں۔“ اس
نے ہاتھ بڑھایا۔
”الہدی میں بڑی ہے افغان پتا گیا۔“ وہ اٹھ کر
الہدی کی جانب بڑھ گیا۔

☆☆☆☆

ملاحت کی رول اس سے لگے ہی کسی بچپن سے غربت کی
تکلی میں ہنس کر بیٹھے اور ان کی لڑکی کی اس آج ہسپتال کے بیڈ پر
بڑی گی۔ آپ کی شکل اس نے نہیں دیکھی گی۔ ایک ماں
کا سامرا تھا۔ وہ بھی ہاتھ سے جا رہا تھا۔ سرکاری ہسپتال کے
بیڈ پر بڑی اس کی ماں کی بیٹی کے ہنسی سے لڑی ہوئی تھی۔ وہ اس
نے اپنے پاس سوچوں کئی مگ مگ کی۔ فریڈ ڈیز ہر دورہ سے
تھے جبکہ سرکاری ہسپتال کا ڈاکٹر بار بار ہر دوری کی نظروں سے
چھوڑا کرتا تھا۔ ”بچہ اسے کسی بچہ مانتا ہسپتال میں مل
جاؤ گا۔ کلاس آج ہے۔“ چہ چہ کھین کر کہنے۔ ”چھٹی سال کی
عرض کا کھن اس کی باور مہرے والے کو بار بار مجھے پر مجبور کرتا
قد اس رات کاپی اور سوچنے کے بعد آخر وہ ایک بیچے
پر پہنچی۔ جس دوری میں کئی ماں گر جا سکتا تھا۔

”کے کچھ چھپ چھپا جاتا تھا۔ ماں کو تھا چھوڑو کچھ کر کے
سوچے لے ہسپتال سے کھل آئی۔ رات ساہی۔ ہسپتال سے
کچھ ہی دور جرنل اسٹور کی لائٹ میں ہی کسی دو ہلاکارانہ اندر
داخل ہو کر بچہ پڑی دیکھنے گی۔ کاؤنٹر پر بیٹھا لاکھ ہا تھا۔ وہ
”بارش..... اگر پیسے کوئی کیا جائے تو ڈونٹ
دے پاؤں کھوم کا ڈاکٹر کی دوری جانب آئی۔“ بچہ پھرتے ہوئے
بجری میں چلی دیے ہی ہوئی گی۔ دو پیسے کی پانسہ پٹیشن
پائلٹ سامنے ہاں سے بیٹھا۔ وہ کان کا ناگ ہے پر اس کا
نے پلاؤ اور جبری کھولی۔ کسی بچہ کے اٹھانے اور بیچے بننے
کی گئی کی لڑکی کے ٹوکھن گی۔ وہ بڑ بڑایا۔
”کک کون ہے کیا ہے؟“ اسے دیکھ کر چٹایا

”چہرہ چہرہ اور اس کی جانب لپکا لپکا لے آئے بڑھ کر زور
ہے اسے سے مٹا باور ہر کی جانب بھاگی۔ کسی اپنے عروج
پر کی۔ مٹا باور ہر کی جانب بھاگی۔ کسی اپنے عروج
ہے پہلے سے کھڑیل دیوں تو چکر کے اسٹارڈ گئے۔
”یہ چہرہ کی کسی کسی۔“ ملازم کے نے جواب دیا۔
”ہاں۔ اور عرض ہے سے سورہے ہو گئے۔“ وہ کان کا
ہاگ ٹرایا۔ لڑکی رونے لگی۔
”مجھے چھوڑ دو میری ماں ہے۔“
”ہوت دیکھی تھی نہیں..... کئی کھینک رہا ہوں تیری
ماں کو اور مجھے بھی۔“ وہ اسے گھبت کر اسٹور کے بیچے واضح
کر سے میں نے آیا۔ اسے ہاتھ سے لڑکی کے ہاتھ سے اس کی طرف
لے۔ ”ہاں اتنا ہو نہیں کے پاس جاؤ گی یا؟“ وہ قہقہہ خراخرا
میں اس کے کھم کھینکے گا۔
”نہیں..... کئی ماں کھنک کا راضی ہے معاف کر دیں۔“

☆☆☆☆

دو روز درود سے گئی۔ وہ کان کا ناگ اس کے قرب ہو گیا۔
”اپنی کسے معاف کر دیں۔“ شہزادہ بہت سزاؤں کی
ہا ہے۔ اس کے ہاتھ لڑکی کے جسم کو گھیننے لگے لڑکی نے
بیچے بتایا گھر میں پریشان اور تھا۔

☆☆☆☆

اکٹوڑے بیٹے کے اٹھو کی چھوڑنے حسین کے
گھر میں چکھ کر اٹھو کر دیا۔ دو گھنٹے کے اندر اندر تینوں شادی
شدہ بیٹیاں اپنے شوہروں اور بچوں کے ساتھ حاضر ہو گئیں۔
حسین کی ماں کا صدر سے ہر مال تھا۔ بار بار ان کے کند
تھے کھل رہا تھا۔ ”بچہ رانگا ہے۔ دسے وہ میرے شہزادے
کو وہاں سے آؤ۔“ سب سے بڑا انداز جڑی ہی گاؤں
کا گھبر رہا تھا۔
”ادان کی ماں کا بیٹا ہے کہ کسی نہ چھوڑیں بھلا کر
جا گئیں۔“ رو پائی بیٹی کا شوہر چھوڑا اور جس عورت تھا۔
”کھیں..... ایسے ہیں ہو گئے ہم شہزادے کو کچھ کر ہی
پیدا کریں گے۔“

اب تیرے گھروالے کی ہاری آئی۔ ”نہیں کو بلائیے
تھی میرا خیال ہے۔“ چہرہ ہی حسین جواب تک غناش تھا،
بول پڑا۔
”اب میں نہیں، اس نے کہا ہے مجھے ہی نہیں اس اطلاع
دک اور شہزادے کو بار بار لگا۔“ ان کے بیچے میں خوف تھا۔
”کسے خوف سے چاکا ہے شہزادے کو کہہ کر سے
ہے؟ نہ وہ کسی نے فنا کیا وہ ہاں ساتھ۔“ تیرے
گھروالے سے سوال اٹھایا۔

”ہاں کیا ہے جہاز سے کر کے میں اس کا دوست
تھان سے کسی نے جواب دیا ہے کہ شہزادہ جن میں سے غائب
ہیں۔ اس کا لاکھ سٹاپٹاں۔“ پائیس کا کوئی توں سے کئی کی شکل
ہے کیا ہے۔ دو سٹاپٹاں میں۔ میں بچہ شہزادے کا توں سے وہ میں
مجھے میرا پتا چاہئے۔“ آخر چہرہ ہی صاحب فیصلے پر تھکے گئے۔
”میں شہزادوں کا ہے سے شہزادہ کر۔“

☆☆☆☆

”ناچ منٹ میں میرے گھر پہنچو۔“ شہزادہ انے کا
ٹلا کر اپنے شکل نگہم بگانی کی گٹ کے باہر ہی رومک وہ
اندروا رھل ہوا۔ آخر شہزادہ ہاتھ میں کاپی لے پر پٹیال میں اصر
اور کھل رہے ہے۔ کھیل کو لڑکی کے ہاں کی طرف
مڑنے۔ ”میں ایک ایک ریس دے رہا ہوں اس اشارے کے
مطابق ٹی ٹی ہوں گی۔“ اس نے کاپی سے کاغذ کا کھنکا پڑ کر
ایک گیا۔

”آپ میرے ساتھ میں کے سر؟“ کھیل نے جلدی
کے کاغذ کو پکڑ لیا۔

”نہیں، وہاں کاپی ایسا جو ہے جس کا سامنا شاہی میں
سازری زندگی پر سکون۔ اور اس میں میرا کسٹیشن وہاں اس
عزم ہو گا کسی کو گزرتا نہ کرنا۔“ ان کی آنکھوں میں غمی
آئی کھیل اٹھ گیا۔ کہہ کر باہر نکل کر اس نے نہیں پڑنی کو
کاپی کی اور جھونکی کی طرف روانہ ہو گیا۔
یہ ملل کاس کوں کا کاغذ تھا۔ دو سٹاپٹاں سے
لازم بیٹھ لوگ ہار ہر کی شکایت سے چہرہ میں سڑوں کی
طرف لگا کر اسے ہے۔ کھیل کو کس کر مٹا پتا ہوا تھا ہے
دو کھوں کو ان کا دے سے مت کر مٹا س گیا۔ پوس پائی
کا کاغذ کار کیا۔ آدے گھنٹے ہو نہیں ہو سکی آئی۔ انہیں
لے کر وہ کان کی جانب بڑھا گیا۔ سب سے پھٹا گھر خانی
لگ رہا تھا۔ سیاہی نے اور ہار چھانک کر کٹ کھلا۔ سب
اندروا رھل ہوئے۔ اندر کر کے کسی کھانسی لینا شروع کر کی
ایک گھٹا حاشی لینے کے ہوا سانس کھلا۔ کھیل کج کی طرف
فریزر کا سوک لگا ہوا ہے۔ اور یہ پتھر وہاں رہا ہے حالانکہ
گھٹا اشارے کوئی کھینک رہیں۔ اس کے ہسپتال کے گاس
نے آگے بڑھ کر فریزر کھلا۔ چاروں میں ٹوٹی مردہ بڑی
تھی۔ کھیل نے گوری ماس کے راجہ کو ایک پوسٹ لانے
کا اشارے کوئی۔ پائیس نے بعد اور دونوں کی کڑواہاں سے
دراں ہو گئے۔ اس دوران ایک کھیل نے کوڑے سے کان سے
ایک کام کی چیز دریا تے کرنی گی۔ یہ ایک پرائیوٹ ہسپتال

☆☆☆

جزر لی اسٹورڈ کا کاجن نام رائل تھابری
 کو اپنی جانب چھ رہا تھا مگر اپنی جڑت بچانے کے لیے
 لڑا جا رہا ہے اور وہاں سے ہڈیاں نکالنے کے لیے اپنی
 ملاکت ہی ہوتے ہیں پھر پڑا کر کوچے گا اور پڑا کر چلائی۔
 جھک اسی وقت جان کنوئی داخل اورد رائل چونک
 کر بڑی سے انگ ہوا۔

”کون سے وہاں؟“ اس نے لازم سے پوچھا۔
 ”میں ایک ادھاب ہنسی میں اس کی بات سن کر وہ
 بھاگا ہوا جاکر پلکا کے سامنے لاطھ کر بیٹھ گیا اور کھانا۔
 ”اورد یہ کتنے گنا ہے؟“ اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔
 ”تھی..... چور سے امدار سے چوری کر رکھی تھی،
 میں نے پڑائی لیا، رائل تھابری بھلا۔“
 ”تو کچھ سامان لینا ہے وہ پیک کرو اور اس چور کو
 میرے حوالے کر دو۔“ اس نے اشارہ کیا۔ رائل اندر سے لڑائی
 کسلے آیا پھر فریاد کر پٹا اور وہ کہا کہ اس نے
 دوبارہ روٹا شروع کر دیا پڑا کر لاسٹن دیکھ کر اس کے منہ کی آبی
 آٹھیں لگا کر کہیں وہ کونسی کی تصویر کی۔ اس کا جسم کی
 بھی مرد کو بھانسا تھا۔ بھلا کھانس ایک اورد سامان لیا اور لڑائی
 کار میں غما کر پٹے قیٹ پر لے آیا پڑا کر پوٹا گیا اس
 نے فری سے پوچھا۔
 ”تو کچھ سامنے، کون چوری کی تھی؟“ اس نے روتے
 ہوئے رائے بھری بتائی۔ اس کی بات سن کر اس کا بیچ ابرو ابلو۔
 ”مجھے پتہ نہیں ہے، پوچھ لوں جو جہاں کی ایک مات
 میرے نام کر دو۔“ اس نے ہاتھ بڑھایا پڑا کر نے روتے
 ہوئے نئی میں سر لپٹا اور گردو سے حاصل کرنے کا فیصلہ کر چکا
 تھا۔ وروں اس تک ریب بہت ہمواری کی۔ دوسری شکل اجڑتی
 ہوئی اس لڑی سے ایک اسپتال کا ایڈریٹس کو پتا نہیں اچھے
 اور جہاں لی کوجیت پیا اور اسے وہاں لے آیا اور گردو ہو گیا
 تھی۔ اس کی اس کی لاش اس کے سامنے پڑی اپنی غیرت
 پر زندہ کی۔ اس نے لپٹ کر ہونے پونے کر کے لے گئی۔
 ایک کچھ دن میں وہ سوشل کی عمر وہ اندر سے سر تکی
 تھی۔ پتہ نہیں والے سے اسے مکان سے کر دیا گیا اس نے
 شادی نہ کی۔ کئی بھی وہ اس کے ساتھ رات گزارنے کے
 آجاتا تھا۔ اس اس مرد ہو گیا تھا، تو اب کارنک محسن
 نہیں ہوتا۔ وہ کسی چپ چاپ سمجھ سکتی ہی۔

☆☆☆

تو اس کی شاہد اعجاز اور شہزادہ جزر لی اسٹورڈ کے پاس
 ہی گھر سے تھے۔ وہ گھر جان کرنے والے سہا کی گھنٹا سے
 کر کہاں آتے تھے۔

”میں نے گاڑی انچھڑا کر آئی۔“ ٹولی سے کہنے سے بولا۔
 ”یہ اس کا تپنیاں پھر کھنڈیر سے سلطانوم والدی جانب
 سے یہ رخ دکھایا ہے۔“ شہزادے نے جب سے ایک وہاں پہ شہ
 نکل لیا۔

”پھر جزر لی اسٹورڈ کے ساتھ واقع پیک دو اور دس میں
 ہوتے ہوئے پیک دو کے کھیل جزر لی اسٹورڈ میں داخل ہونا۔“ شہزادے
 ٹھانڈے لے دیا کہ پیک دو اور اور جزر لی اسٹورڈ کے ایک
 کے چہرے پر وہ چھوڑ دیا کہ پیک دو منٹ ابھریں تمام
 تصویر میں جا چکیں گی۔
 ”پاٹنی بائیں تو ریب ٹھیک اپنی عمر بہ جزر لی اسٹورڈ کے
 مالک کو نارہ ہو کر جان گئے۔“ وہ بے بیٹائی سے بولا۔

”یہ میری تھی تو کئی افسانوی شہیں ہوں، یہ ہے کہ
 تصویر میں افسانوی شہیں اس کی تو بڑی اسٹورڈ انداز میں بولا۔
 ”اورد وہ دیکھا کیا؟“ شہزادہ جلدی سے ساکنہ پر
 ہوا ٹولی سے چوری ختمین کو کھال مائی۔

”میں دیکھ رہا ہوں چوری صادق، اب آج پیک کے
 لہجے سے سامنے گھنڈے پھر۔“ پانچ منٹ بعد شہزادہ آپ
 تک گفتا جانے گا۔“ چوری ختمین نے اورد اور دیکھ کر کہنے
 وہاں رکھ دیے۔“ وہ اب میں میں اور دیکھ دیکھے لیبر سامنے
 پائل راکٹ میں چلے گئے۔“ چوری ختمین نے اس کی ہدایت
 پر عمل کیا۔ بڑی کیچے سے چھوڑا آیا اور جہیزوں سے مہر ایک
 اٹھا کر وہاں چلا۔ ساکنہ پڑا اور موجود تھا۔

”میں نے پیک دو اور دس میں شہزادہ کا آواز تم جزر
 اسٹورڈ کے اورد چھوڑ دیا کہ رپ کے پاس پہنچے۔“ ٹولی نے جلدی
 جلدی اسے کہا۔ جتنے میں میں میں میں اپنی تھی شہزادہ
 ست قدموں سے چلا ہوا اور جزر لی اسٹورڈ میں وہاں سے شاید یہ
 معلوم نہیں تھا کہ جزر لی اسٹورڈ کے مالک رائل کی پوری کھانا کھانا
 دے چکا ہے کہ رائل کا اس وقت سے پھرے جس کا کوشش وہاں
 اسے دیکھا تھا۔ اس نے آکر کھڑے لے گا۔ رائل کی پاس کوشش وہاں
 موجودی شہزادہ اور ڈال ہوا۔ رائل اپنی تھی سے اچھے
 رہا تھا۔ وہ اپنے صاحب کی جہاں۔“

”میں میں ہوا تو اچھے؟“ شہزادے نے وہ چھوڑ د
 سے اس کے منہ پر لے اورد جلدی سے باہر جا چکا۔ لیگا۔
 رائل کی تھی کی گونے والی اطلاع روت سے ہوتی تھی۔

انگے ای لھے و د مزید کر مارے چھوڑا رائل کے چہرے
 پر پڑے۔ وہ شہزادے کے پیچھے لگا کر رپ کے پاس
 باقی باقی پائل راکٹ میں موجود چوری ختمین کی گاڑی میں
 چوری ختمین تینوں داد موجود تھے۔ شہزادے نے پیچھے
 آنے والے رائل کا ستارہ کر میں شہزادہ اپنی تھی سے
 بیان کر رہا تھا اور سب لگا کر پٹ پڑے۔

☆☆☆

”دو کروں کا مکان آج آج تھا۔“ وہ پیچھے لگا کر رائل
 ہوا کر سے میں موجود پیک کے ایک اچھے میں پڑا تھا۔
 نہیں لے گا اس کی گاڑی میں اس کے بچوں کو لے گا تھا۔
 اس نے جلدی سے وہی اچھے میں کھولا اورد روتے ایک اچھے
 بیگ نکال کر پیچھے اس میں ڈالے۔ وہ باہر لگا اور ایک اچھے کے
 ایک بیگے اسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسپتال کے کمرے سے
 اور ڈال ہوا اور جلدی سے ایک روم کی جانب لپکا۔ وہ اسی کو
 کر سے میں داخل ہی ہوا تھا کہ رائل نے اپنا اچھے کھینک لیا
 آ رہی تھی۔ ”آ جاؤ جہاں بہت لہا اٹھا اور ایتا ہے۔“
 ”گلگ..... کھا مطلب؟“ وہ بولا۔

”آج آج ایک ماں کی ڈونہ ہوئی ہے، بہت بچانے
 کی کوشش کی کہ جگر کے لیبر کھانا تقریباً ممکن ہے۔“ انہوں
 نے فری سے کہا۔

”آپ مجھ کو بول رہے ہیں۔“ وہ چلا گیا اور اندر کی
 جانب لپکا۔ سامنے بیلے پر سفید پاور مجر کا سڑا پٹ ہے
 تھی۔ وہ دو چنیاں ہواں سے پگ لہا۔ ٹھیلنے نے فری سے اس کے
 کان سے پراہمہ رکھا۔ اسپتال کے عمل اور ایک کھلم کے
 اشارے سے اسے اصلی چرک میں لپکا تھا۔

☆☆☆

تیل میں موجود اعجاز عرف ٹولی سے احمد شہزاد
 اور شہزادہ ختمین لئے آئے تھے۔ ”کون کیا تم نے یہ سب؟“
 جب تھرا پ تھام تھوڑوں روڈوں کا سارا تھا، اٹھا اور کٹار کی
 طائی کر رہا تھا کہ مجر پر مارا مائل کھنڈیر چلا آیا۔ احمد شہزاد
 لہجے میں بول رہا تھا۔

”تو..... تو قویا ریا تھا، اگر تو کب تو میں ایسے ہی تجھے
 لاکھ کا بندوبست کر کے دے دوں گا تو میں کیا ہی سب.....“
 شہزادے کی آنکھوں میں بھی کی ٹولی دیکھنے سے سرگرایا
 اور بولا۔

”میں اور میری ماں ایک دوسرے کے ہیں، تم سے
 بہت مجر کرائے سے میں نے مگر اس نے میرے پاس کا پتہ مجھ سے
 بتایا۔ جب میں نے اپنی اس کی کیا تو ایک دن اپنی کی طبیعت

اچھا خراب ہو گئی۔ میں انہیں اسپتال لے گیا تو پچا ہوا اس
 جان لیا مرض میں چلا گیا۔ جب انہوں نے مجھے اپنی ماں سختی
 مرنے والی کی موت سے کراہیں گئے احمد شہزاد کی یاد دہانی
 تک سب بتا دیا۔ میں نے اسی وقت سوچ لیا تھا کہ اپنی ماں
 کو بھی گاؤں کا اور بڑے کیوں گا۔ احمد شہزاد کے متعلق تمام
 معلومات سبھی میں اور ٹولی تک گیا تھا۔ اب باقی باقی میری
 خوش قسمتی کی کہ شہزادہ اس کا بارے نہ فریڈ تھا۔ میرے کام میں
 آسانی ہوتی تھی۔ شہزادے کے ساتھ مرد چھوڑ کر گیا۔

نئے مجھے اس بیگ کا ڈونڈ نہر بتا دیا جس احمد شہزاد میرے
 ہوا ہوا ہے، شہزادے نے کہ رپ تک پہنچ کر دوا پٹا تھا مارے
 شاید یہ معلوم نہیں تھا کہ پیچھے سے زیادہ ہمارے کی ضرورت
 ہوتی ہے اور اولاد کے ہمارے کی، ان اب کے ہمارے کی وہ
 فری میں لاکھ ہے، میں نے ڈاکر صاحب سے بات کی۔
 انہوں نے ایک ماں میں ڈاکٹر کا بندوبست کر دیا تھا۔
 مجھے ہی شہزادہ دستہ لگا اور میں نے اپنا اچھے کا مایہ
 چاہا تو کئی طرح کن شہزادے کے پیچھے گیا، بتا اور ٹولی
 کو دیکھ کر منگوں لگا..... احمد شہزاد کو بھی پتہ چلا ہوا کہ رشتوں

سے محرم ہوتا ہے، اترا بڑا اعزاب ہوتا ہے۔ البتہ اس کی لاش کو
 ٹھکانے لگانے کا کایہ ہی طریقہ مجھ میں آیا تھا کہ اشارہ تھا،
 مجھے جن جن تھا احمد شہزاد اس تک پہنچنے گا مگر آتی جلدی، یہ
 پانچ تھا۔ قسمت نے میرا ساتھ دیا اور میں بولے ہوا کر نے
 لگا۔ باوجود اس کے جینا کھا..... ٹولی رو نے لگا۔ دونوں کو کچھ نہ
 آئی اس سے نفرت کر رہی باہروردی۔ وہ دونوں چپ چاپ
 داخل ہوتے گئے۔

”مرزا آپ کا ستارہ کیسے ہوا آیا؟“ شہزادے سے باہر
 آ کر پوچھا۔
 ”میں اس کی کام نام تھا، اشارے میں بھگت العالیبت
 کی تعداد اور اس کے کردار تھے..... مطلب چور بہرہ پر N
 نمبر ایک پر A..... اس طرح وہ ایک مکمل کام بن گیا.....
 Najma احمد شہزاد سے تفصیل بتائی۔“ اب تم کی کو
 گے؟“ انہوں نے پوچھا۔
 ”میں اس کا جان چلا جاں گا۔ اپنی ذات میں سبھیماںوں
 گا، جہاں سے لوگ ضرورت کریوں کے بارے ہوتے
 لا لگتی اور دوسروں کی زندگی سے ٹھیلنے لگے نہیں ہیں.....
 بہت بیگ لیا اس شہر میں، بہت گناہ کر لیں..... اب
 نہیں..... اس کے بعد وہ رکائیں، چلا گیا۔ احمد شہزاد چپ
 کھڑے سے جا ہاڑ بیٹھے رہے۔

وقت بادشاہ اور کائنات کی پریشانیوں کی دعا ہے لیکن ... اس کی نہ کوئی شکل اور نہ ہی وجود ہے۔ اس کے باوجود یہی وقت روپ بدل بدل کر سامنے آن کھڑا ہوتا ہے۔ جس کی گردش آسمان کی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ایک ہی پل میں کسی کو بادشاہت سے نوازتا ہے اور کسی کو زمین کی خاک چاند پر مچھوڑ کر دیتا ہے۔ کبھی دن اور رات میں ڈھل کر عسروں کا نام پاتا ہے اور موسم کی طرح گزر جاتا ہے۔ کبھی مہربان اور مخلص دوست بن جاتا ہے اور کبھی سفاک دشمن کا کردار ادا کرتا ہے۔ کبھی محبت بن کر پوشوں پر ہنسی بکھیرتا ہے اور کبھی درد کی صورت آنسو بن کر دلوں میں گھاؤ ڈال دیتا ہے۔ چونکہ یہ کسی کا غلام نہیں اسی لیے کسی کی پروا بھی نہیں کردالیکن ... اتنا سنگدل ہے جو اس کی پروا

قلمبر 11

وقت

حسام بہت

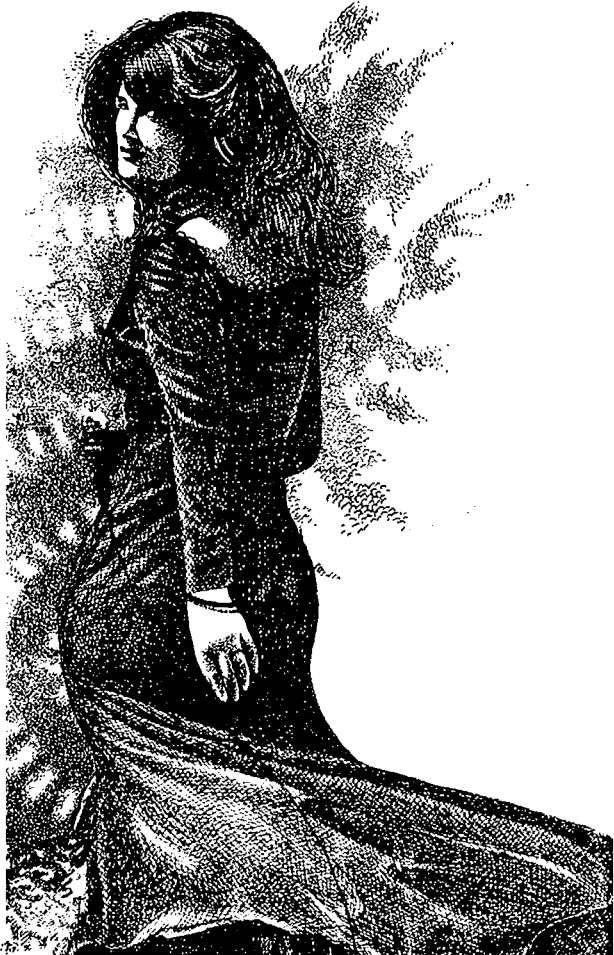
موت کے کوئی بھی دہائی دہائی دہائی کا ہم رکاب

قلمبر ایک ایسے پر عزم بازی گر کی بازی گر کی

سستی خیز واقعات پر مشتمل ایک

دریا طویل داستان

نہیں کرتا اسے ایسی مار مارتا ہے کہ پیٹھ کو دو بوند پانی تک نہیں ملتا اور اتنا ہی ایمان بھی ہے کہ جس پر اپنی مرضی سے مہربان ہو جائے اس کے لڑکھائے قدموں سے بھی قدم ملا کر عروج عطا کرتا ہے مگر شہزادت سے ہلت کر ان کی طرف بھی دیکھتا ہے جنہیں وہ بیچ بھنور میں تپا چھوڑ آتا ہے۔ وہ بھی ایک ایسے ہی مہربان لہ۔ جیسے کا اسپر تھا ... جسے پہ تک خبر نہ تھی کہ وہ کون ہے اور کس خاندان سے وابستہ ہے۔ جس کی اپنی کوئی شناخت نہ تھی اس کے باوجود اس کی داستان حیات میں جامے والوں کی کمی نہ تھی۔ دو مختلف معاشروں اور تہذیبوں کا حسین امتزاج ... ایک ایسا سلسلہ جو برسوں پادریہ گا۔



میں یقین ہوتا کہ اس کے اندر زندگی کی کوئی روشنی باقی ہے تو بھی یہاں محراب پر کھڑے ہو کر عظیم کا انتھاکہ کرنے کے لئے ہنسنے لگا۔ وہ اسی وقت اس کو گئی اسپتال میں پہنچانے میں کوشش میں مصروف ہوتا مگر... کالم وقت بڑی اضافی سے اپنی چال پھار کیا تھا!

میں جاؤنگ کمرز کے طریقہ کار سے ابھی طرح واقف تھا۔ یہ لوگ بلا کے فٹرز ہوتے ہیں۔ ان کا نشانہ خطا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ اپنے کارٹ کے بیٹے یا کھوپڑی کے ذریعہ دو گویاں ادا کرتے ہیں اور اپنا کام ختم کرنے کے بعد اپنے دفتر سے خراب ہو جاتے ہیں۔ ان کی ایک ایک جینزش میں برقی زردی مہری ہوتی ہے۔ جب تک کسی کا دراج پھینک کر سوچنے کیلئے کالشی ہوتا، تا کارٹ کمرز کو متروک ادا کرتا ہے، بہت درد دل چنک چکا ہوتا ہے۔

اور تا کارٹ مگر اپنے کالشی کے نول اور مارش میں صرف دو گویاں ادا کرنا ہی کافی سمجھتا ہے۔ اور یہاں تو اس بد بخت باہنسی نے ہوش مٹا کر سیکل سووارشٹر نے کالشی اپنی کان پورا بجھ کر ان کا کورٹ کمرز کے لئے ادا کر دیا تھا۔ اور اپنے بیچاؤ میں نیچے جھکا تو درکار سے، اس کو گویاں اس لئے کالشی چاہتی نہیں ملا تھا اور وہ زندگی کی باقی باری باری میں۔

میری کالشی کے قریب ایک درجن سے زیادہ افراد رینج تھے، سب کے چہرہ پر میرے لیے اوردی کے خیرات تھیں، لیکن ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی میرے لیے مجھے کوشش کر سکتا تھا۔ میری سلطنت کے سلطان، اگر یہی شہر کی کسی قسم کے واقعات کے خاندان ہو چکے تھے۔ شہر میں دروازہ بند پھر سے، ان افراد کو خیرات کے کسوت کے گھاٹ ادا کر دیا جاتا ہے۔ اور ان واقعات کا سب سے آرمو سٹاک پہلو یہ تھا کہ کسی کی خوش یا اسبابہ قانون کی گرفت میں نہیں آتا تھا۔

میں سے ہر صحت میں عظیم میرے لیے تھا۔ میں بڑے دل گرفتہ انداز میں اس کے گنگے گیا۔ اس نے میری بیٹھی بٹھینچنے سے گوری بیٹھی کی سہا۔

... ان مسلمانوں پر نام بعد میں بات کریں گے، مسلمان آئی کی کوئی آنے والے ان جان لیوا دانتے میں کسی کا ہاتھ ہے۔ ان کی مثال کسی سوچور سوچور صحت حال سے منٹانے ہے۔ میں نے اور باب کو فون کر کے سیکس ہلایا ہے تاکہ جانے دوغہ پر ہونے والی قانونی کارروائی میں نہیں پھنس کر کسی تفتیش کا نشانہ بنا جاوے۔

"یہ میری جیب بھارت کر رہے ہو۔" میں نے اس

کے بیٹے سے ہدا ہوتے ہوئے کہا۔ "تعمیراتی جی ہمارا ہوا اور دوڑ لگائی میں بنایا جانے گا؟"

"بڑا امریکا نہیں، پاکستان ہے۔" وہ ہنسنے والے انداز میں بولا۔ "اس نے تم ان چھوٹے چھوٹے معانات سے اپنے ذہن کو مت اٹھانے۔ تم اس ملک کے باشندے تھے، اور جہاں بڑے بڑے مہاجر پڑھے ہوئے افسران اور انچھے بیٹھے کے اسٹاف میں سے آ کر افراد کو کولی کر کے ان کے ساتھ اور کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اباب کی وجہ سے میں دکھاؤ نہیں کیوں کیا جائے گا۔"

عظیم نے ہائل دست کہا تھا۔ اور اباب کی آد کے بعد وہاں کی صورت حال جارے لہو میں ہو گئی تھی۔ کمٹرز بلکروں نے کالشی کے نہیں سمجھا کیا تھا۔ اور اباب اپنی گھرانی میں خود کی کارروائی کو مکمل کر کے میں گھر جانے کی اجازت دلا دی تھی۔ عظیم میرے ساتھ بھی ان کے گھر آ گیا تھا، فرنیچر اور کسی اہم کاری دیکر گیارڈ فری نیٹ دیکر کے لیے۔ ہمیں اس کی لاش کو اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ نفس امارت میں تھا کہ آج رات کی وقت یا پھر کسی دن اس کی لاش کو میرے حوالے کر دیا جاتا۔

ان افراد ہنگامہ دانتے سے میرے دل دوبار کوشش بری طرح متاثر کیا گیا تھا۔ اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ میں ان محلات میں ذاتیت اور کسب میں متزلزلوں کے دروازہ قہارہ کا قہار بن گیا ہے۔ مجھے یہ نہیں سوس ہوتا تھا جیسے میرا وجود بڑے زور سے ہلا گیا ہے۔ اس میں ایک شاک تھا کہ میں نے گھر گیا تھا۔ اس سوانح دور چہ پائی کیفیت کو وہی کبھی سمجھ سکتا ہے، کسی کی دل اور زندگی سے نہ کرادہ۔

میرے عظیم سے ساتھ آ گیا تھا۔ باب کے گھر میں اس وقت ہم دوڑ ہی تھے یا پھر کمری کارڈ مشین اور خانا اس کچھ نہیں صرف بچائی باوقی موجود تھے۔ میں نے عظیم سے مشورہ کیا۔

"اسے ساتھ لے کر جاؤ اور تمہیں گویا جانے کہ ان کی میڈم کے ساتھ کیا یاد دہانی آئی ہے؟"

"بتاؤ زانیہ مناسب ہو گا۔" وہ غم سے ہونے لپچے میں بولا۔ "میرے دوڑتے ہوئے کالشی ملازم ہیں۔ جو کچھ ہمیں نہیں جاسکتا۔ اس کی لاش ان گھر میں... آنے کی اور ہمیں سے تمہیں کے لیے قبرستان لے جانی جائے گی؟"

"یہ تمہیں حکم کہتے ہو۔" میں نے اجازت میں گمراہ

ہلانے ہوئے کہا۔ "لیکن ان لوگوں کو میرے اور ماں کے اصل رشتے کا علم نہیں۔ یہاں سب کو یقین بنا دیا گیا ہے کہ کس ماں کا ایک قریبی عزیز بننے کی ہوں جو وہ اپنی اپنا رہنمونیوت چلاتا ہے اور کالشی صاحبہ میرے ساتھ ہی عمر کرنے جا رہی تھی... جا رہی تھی۔"

"یہ کیا سب کو یقین انستوری سنائی گئی ہے؟" عظیم نے پرسوج انداز میں پوچھا۔

"ہاں... اسے ایک شخص کے۔"

"کیوں ایک شخص؟"

"اس کا نام بارشہا ہے۔" میں نے بتایا۔

"یہ اور کون ہے؟" بارشہا کو کالشی انستوری سنائی گئی ہے؟

"ہاں بارشہا پر اعتماد اس کا گھر کی نہیں۔" میں نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا۔ "لیکن ماں نے شاہی کو آگ کی حقیقت بتائی ہے۔ بارشہا وہ جاتا ہے کہ میں ماں کو کشہ بیٹا اسدی ہوں اور آج کل وہ سیکل میں سیکل میں۔ ان یہاں سے اپنا سب کچھ منگوا کر کے دل میں بیٹ ہونے جا رہی تھی۔ ماں کی بارشہا سے بہت پرانی شناسائی ہے۔ بارشہا ہی نے مختلف مواقع پر ماں کی بہت مدد کی ہے لیکن خفیہ اقدام کے طور پر ماں نے شاہی کو اپنے امریکا والے پان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔"

"یہ تو اہوں نے بہت اچھا کیا تھا۔" عظیم گھبراہٹ انداز میں بولا۔ "کی، کی، کی، یہ شاہی کی؟"

"ہاں، بارشہا رکش اسٹیٹ میں کرتا ہے۔" میں نے بتایا۔ "شاہی اسٹیٹ کے نام سے اس کی اسٹیٹ ایجنسی ہے۔ ماں نے ایک گھبرٹم سے گریٹی میں والد صاحب مرحوم کے نام سے "ہیڈریل فرسٹ" قائم کر کے ایک فیملہ کارڈ۔ اس پر ویکٹ کے تمام اہل گھرانے میں ہیں اور ماں کی غیر موجودگی میں مذکورہ فرسٹ کا انتظام اور تمام دار شاہی کو دیکھنا تھا مگر... بولتے بولتے میری آواز بھر گئی۔

ان ذراک لمحات میں عظیم نے بڑے پھر مجھے انداز میں پکی دل جوئی کی۔ جب میں قد سے سھلاتا تو میں نے عظیم کو سھیلنے سے بتایا کہ ماں کا اصل پر دگر گما کیا تھا۔ انہوں نے شاہی کے خاندان سے، بچکار فرسٹ کر دیا تھا جس کی آدھی سے پٹ ہو گئی، پائی آدھی دواہ کے بعد ہوتا تھی۔ ماں نے پانچ لاکھوں کی مدد کے لیے ایک کر وز رو دو رو کر کہا کہ تمام حیرت مندل فرسٹ کے اکاؤنٹ میں

ذال رچی اور اس کو فروغ کرنے کا اہل اعتبار شاہ کی کو دے دیا تھا۔

"تم نے جو حالات بتائے ہیں ان کی روڈ میں تو یقین نظر آتا ہے، کالشی کی شاہی پر والی اعتماد اس کو دل نہیں۔" عظیم نے کہا۔ "کیا تم اس شخص سے ملے ہو؟"

"ہاں... اس شخص نے اجازت میں جواب دیا۔" تین چار مرتبہ ماں کی موجودگی میں، اس کے ہاتھ پر شاہی سے میری ملاقات ہو گئی ہے، وہ عظیم سے بات چل کر چم رہے ہیں؟"

"بڑا اوپر نہیں ہے، یہ تمہیں کالشی بات کرنے کا دادی ہوں۔" وہ گہرے نکلنے کے علاوہ... پراپرٹی کا کام کرنے والے لوگوں پر میں زیادہ بھروسہ نہیں کرتا۔ تمہیں یہ بندہ کیا گا؟"

"بارشہا وہ میری بچھ میں نہیں آیا۔" میں نے صاف کوئی کا نظارہ نہ کر نے ہوئے بتایا۔

"کیا تم نے اپنی ماں کو اپنے محسوسات سے آگاہ کر دیا تھا؟"

"عظیم نے استفسار کیا۔

"ہاں۔" میں نے انہیں اندازہ کے بارے میں اپنے خیالات سے آگاہ کر دیا تھا۔

"اور... وہ حقائق انداز میں بولا۔ "پھر اس نے کیا کیا؟"

"وہ مسکرا کر کہنے لگیں، جو میں جانتی ہوں وہ تم نہیں جانتے۔" میں نے عظیم کو بتایا۔ "ان کا کہنا تھا کہ انہیں دار شاہی پر عمل اصحاب سے لہذا اس مسئلے میں مجھے گھبراتے ہونے کی ضرورت نہیں۔ ماں کے دونوں اندازہ کو دیکھتے ہوئے میں سے پھر کو کہا تھا۔"

"اؤو... بارشہا کو بعد میں کچھ ملے گے۔" عظیم نے سرسری لہجے میں کہا۔ "اس کی کالشی فرسٹ میں تم دونوں کھلے ملازم بن کر خفیہ حساب سے آگاہ کر دو۔"

اور عظیم کی بات کوئی ہمتی اور اھروٹنی میں نچ آئی۔

پھر میں، ان کا کالشی ان تھا۔ خود سے میں ماں کا بیٹہ بیگ اپنے ساتھ لے آ گیا تھا جس کے اندر یہ پتل ٹون اور دیگر ضروری اشیاء تھیں۔ امریکی ٹیلیفون کا پیورٹ متج ہونے کی رسید کی اس بیگ میں سے۔ اور باب کے بروٹ جانے حوالہ پر چلنے جانے سے میرے لیے بڑی آسائش پیدا ہوئی تھی، جب وہ پتل ٹون گن تھا جس کے سامان کے جانچ و پرسیاں دے جانے بھی تھانے سے جاتے اور پھر سوال و جواب میں ہونے، اپنی زوری رات میں کر سکتی تھی۔

میں نے ماں کا کالشی ان تھا کر دیکھا تو اس کے

اسکرین پر "شاہ جی" چمکتا نظر آیا۔ میرے ذہن میں پہلا خیال یہی ابھرا کہ یہ نادر شاہ کی کال ہوگی۔ میں نے کال ریسیو کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو.....!"

"دوستلی بہن! وہ میری مردانہ "ہیلو" پر توجہ دے بغیر بولا۔ "آپ کیسی ہیں۔ میں آنا چاہ رہا تھا۔ چند ضروری باتیں کرنا ہیں۔ کیا آپ اس وقت فری ہیں؟"

"شاہ جی! یہ میں ہوں..... اسد علی!" میں نے ہنسنے لگا کہ صاف کرتے ہوئے کہا۔ "آپ جہاں بھی ہیں فوراً یہاں آ جائیں۔"

"دوستلی بہن کہاں ہیں؟" اس نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ماں کو حادثہ پیش آ گیا ہے۔" میں نے پھنسی پھنسی آواز میں بتایا۔ "وہ اب اس دینا میں باقی نہیں رہیں۔"

"اوہ..... یہ کیسے ہو گیا؟" اس نے بے حد یقینی سے پوچھا۔

"آپ یہاں آ جائیں پھر میں آپ کو بتاؤں۔"

میں نے کہا۔ "میں پندرہ سے بیس منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔" وہ تسلی دینے والے انداز میں بولا۔ "بیٹا! آپ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔"

"اوہ کے اٹکل!" میں نے نونے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

سیل فون کو ایک طرف رکھنے کے بعد میں نے عظیم سے کہا۔ "نادر شاہ کا فون تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ یہاں پہنچ رہا ہے۔"

"آنے دو۔ اسے بھی دیکھ لیں گے۔" وہ بے پروائی سے بولا پھر مجھ سے پوچھا۔ "تم نے آئی سلی کی چیزیں تو احتیاط سے رکھ دی ہیں نا؟"

"میں نے سب کچھ سنبھال کر ان کے بیڈ روم میں رکھ دیا ہے اور بیڈ روم کو لاک کر دیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "بس، یہ سیل فون میرے پاس ہے۔ یہ میں نے اس خیال سے رکھ لیا تھا کہ کسی کا اہم فون آ سکتا ہے اور دیکھ لو، نادر شاہ نے اسی نمبر پر کالمیکٹ کیا ہے۔"

"تم جب سے اس ہنگلے پر ٹھہرے ہوئے ہو، اس دوران میں تمہاری والدہ نے کسی سے اپنے لیٹن دین کا بھی کوئی ذکر کیا؟" اس نے ایک اہم سوال کیا۔ "مطلب یہ کہ سلسلے صاحبہ نے کسی کا کوئی پیسا دینا ہو یا کسی سے کوئی رقم لینا ہو؟"

"جب ماں گھر کو فروخت کر رہی تھیں تو میں نے اس سلسلے میں ان سے پوچھا تھا۔" میں نے کہا۔ "اور انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ انہوں نے کسی کا ایک روپیہ بھی نہیں دینا اور انہوں نے انگریزی سے کچھ لیتا ہے تو وہ یہاں سے رخصت ہونے کے بعد ہی سارا قرض و قرض واروں کو معاف کر دیں گی حتیٰ کہ انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ وہ چیک میں جمع ساری رقم کو بھی نکالائیں گی اور زائرہ رکھ کر باقی پیسے حیدر علی ٹرسٹ کے اکاؤنٹ میں ڈال دیں گی۔"

"بس، تو پھر تم ایک کام کرو۔" عظیم نے کہا۔ "نادر شاہ کا نمبر اپنے سیل فون میں لیز کرنے کے بعد سلی آئی والا فون آف کر کے انہی کے کمرے میں حفاظت سے رکھ دو۔"

ٹرسٹ والے ایٹو پر ہم مناسب موقع دیکھ کر نادر شاہ سے بات کر لیں گے۔"

میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔

"وہ بڑا۔" اب سلی فرصت میں تم جا کر جمشید اور محمد حسین کو کسوڑتے حال سے آگاہ کرو۔"

"اوہ کے!" میں اشاعت میں گردن ہلاتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اور ہاں....." وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "جمشید تو اس گھر کا سیکورٹی گارڈ ہے اور اس کی رہائش بھی اسی ہنگلے میں ہے لہذا اسے چھٹی دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

اب اسے واپس چاہو تو باورچی کی چھٹی کرو۔ میرے خیال میں منی الحال اس ہنگلے کو محمد حسین کی خدمات کی ضرورت نہیں رہی۔"

"تم کو تو شکیک ہی رہے ہو لیکن میں ان دونوں کو یا کم از کم محمد حسین کو چند روز بعد فارغ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ان دونوں افراد نے ماں کی بہت خدمت کی ہے۔ میں انہیں یہاں سے خالی ہاتھ رخصت نہیں کروں گا۔ نادر شاہ سے ملاقات پر میں ان دونوں کے لیے گھڑی رقم کا ہند دست کراؤں گا۔"

"گڈ جاب!" وہ میری طرف دیکھتے ہوئے سانس لیجھے میں بولا۔

میں گھر کے بیرونی حصے کی جانب بڑھ گیا۔

ماں کے پورے سیٹ اپ میں صرف نادر شاہ ایک ایسا آدمی تھا جو اس حقیقت سے واقف تھا کہ میرا نام اسد علی ہے اور میں حیدر علی و سلی کا سگا اکلوتا بیٹا ہوں۔ شاہ جی کے سوا باقی تمام افراد کو کوئی پتا تھا کہ میں ان کی میڈم کا کوئی قریبی عزیز ہوں جو وہ سے یہاں آیا ہوں۔ جب میں عظیم کے ساتھ پہلی مرتبہ اس ہنگلے پر آیا تھا تو میں نے سیکورٹی

گورو جیہ کو اپنا اصل نام اسمدلی بتایا تھا لیکن اس کے بعد پھر بھی دو رنگیں ہوا تھا۔ مجھے لگتا ہے کہ ”سر“ کو یہ لقب کرتا میرا نام ہے اس کے ذہن سے ایک اور نام بھی مجھے معلوم ملتا۔ کوئی فریجی رات دہری رہی تھی۔ جیسا، بنگالی یا بھارتی شخصیں اور ان کے گزیرے سارے کام کرنے والے یا بیچنے والے کیوں اور گھینڈے آئی قسمت تمام لوگ میری بہت مزاحمت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ پتھریا بھی لڑنے لگا کہ اس کے لئے دہری رہتی ہے۔

میرے پاس دو ہی راستے تھے۔ تھے نہریک، میں کسی شخص کو خورہ خوردگی کی طرح وقت کے سامنے پڑا دل دیتا۔ خورہ خوردگی یا سخی کی سانس بکس اس لئے کہ جھٹلا کر کرتا ہوتے کہا۔ ”تو بہت اچھا ہو گیا۔ ارباب اگر تعاون نہ کرتا تو یہ مرحلہ اتنا آسان نہ ہوتا۔“

میں کوئی بزدل انسان نہیں تھا، نہ ہی میرے ہاتھ پاؤں نازخ دروہ تھے۔ ”دشمنوں کی جانب بڑھنے والے میرے ہاتھوں کو روکنے والی ماں اب اس دنیا میں موجود نہیں رہی تھی۔“ اس کے اٹھ چھوٹے بے پیری دو بچے جنکی ہمیں گئی دست دینی داداں ہو گیا تھا۔ ایک لاپتہ ناشانا بہت جا جان پر اسی وقت۔ جب آپ کو یہ احساس ہوا تو آپ کے پاس کھولنے کے لیے کچھ بھی باقی نہیں بچا تو پھر آپ جاں پر چلے جاتے ہیں اور... جیت اپنے نام کر کے لیے جان پر چھوڑ کر پڑا۔

میں اسے اس بات کے سب سے بڑے ہانپی ”دشمن“ کے ہاتھوں میں ہانپ ڈال کر اس کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں جانتا تھا کہ اگر گگ ہاں دریا اپنے دشمنوں کی بوسوں پر چڑھتا ہے اور ان کے ساتھ روز و شب چرے پانی کا میل جا رہی رہتا ہے مگر اب مجھے کسی چیز کی پروا نہیں تھی۔ میں اپنے صاحب کچھ وادہ پر لگا دیتا۔ موت کے کوئی برس نہیں ہوئے کہ جب کھانے کے حروف تھا اور میں پر حرم تھا یہ بڑی ہی میں ہی جیتوں گا۔۔۔ ہر حال میں اور... میری ہمت پر!

جب واپس لوٹ کر آیا تو دونوں پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ بات حاصل کرنے کے بعد اس نے نعل فون ایک طرف رکھا اور مجھ سے کہا۔

”میں نے اپنے ایک دوست کے توسط سے یہاں ترقی جبرستان کے گورنر سے بات کر لی ہے۔ دو گھنٹے کے بعد پھر تیار ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں، میں نے تمام امور طے کر لیے ہیں۔ تمہیں ہر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ آج کی رات میں آئی تھی تو دیکھ ہی ہو جائے گی۔“

”مگر یہ کیسے ممکن ہے...“ میں نے اسے دیکھ کر نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ ”ماں کی بڑی تو ابھی تک نہیں کی ہیں اسے تحمل میں ہے...؟“

”میرے پاس ارباب کا فون آیا تھا۔“ اس نے وضاحت کر کے ہونے بتایا۔ ”اس نے اپنے ٹھکانے جانی تعلقات کو استعمال کر کے تمام مراحل آسان کر دیے ہیں۔ شاہ سہا سے تھوہ ہے کہ میرا منہ سنی الفاظ کے غور واعدہ آئی

کیا بڑی یہاں پہنچ جائے گی۔ اس کے بعد ہی میں نے تجھیز وچین کے احکامات کو لاکھن کیا ہے۔“

”اور...“ میں نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔ ”تو بہت اچھا ہو گیا۔ ارباب اگر تعاون نہ کرتا تو یہ مرحلہ اتنا آسان نہ ہوتا۔“

”ابھلا تو یہ حق نہیں تھا، نہ ہی میرے ہاتھ پاؤں نازخ دروہ تھے۔“ خود ہی دیر میں معنی اور میں چار دیگر نگرین بھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ان شاء اللہ تمام معاملات خوش طبعی سے منت جا رہے۔ تروا سے اپنے آئی کی تھیں کہ کامل ہو جائے۔

”ان شاء اللہ...!“ میں نے غصی سے کہا۔ ہمارے درمیان کھٹوکھٹا سلسلہ جاری تھا کہ اور شاہ آ گیا۔ میں نے اسے ڈرانگ روہ میں بولا۔ اس نے بڑی محبت سے مجھے لگا لگا اور کالی ریک بڑی دیر بیٹھنے ہوئے مجھے تسلیم دیا۔ راجہ۔ فیکہ کے کچھ بڑے ایک قسمت ہی گورنری کی نکلینے پر بیٹھے کے بعد تھے فرار کیا تھا اور میں اس اندر سے پناہ چاہتا تھا۔ اس کی موت کا میرا دل جگایا۔ غصی حقیقت تھا اور اس حقیقت سے لاکھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میری آواز میں ہی پڑا پڑا گیا تھا جس کی وجہ سے میرے اعصاب کو اتنی قوت مل گئی تھی اور میں اپنے ارادوں میں غور و خیر سنبھلی ہوئی کر رہا تھا۔ آج بھی اسی اندر آسہ ہانپنے سے مجھے کوئی سرگاہ نہیں رہا تھا۔ میں اس قسم کی جذباتی کیفیات سے بہت دور نکل آیا تھا۔

”استدار پر میں نے اسے صورج حال سے آگے کیا۔ ماں نے اسے ریک جانے والی بات اور شاہ سے بات کر لی تھی۔ اس کے طلم کے مطابق، میں ماں پر ہنسی میں سہل ہونے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن میں نے اس امر میں ہنسی بڑا کر کوئی ریک تھا کہ میرے حاضر ہونے پر اس نے قدر سے مجھے سے میں ہی بھاگا۔

”تم لوگ اور رازدہر پر کیا کرنے تھے؟“ ”ہم ارباب طرف جاتے تھے۔“ میں نے اسے دیکھ کر جواب دیا۔ ”اصل میں ماں کو اس علاقے میں کوئی کام تھا۔“

”تو ایام نے جو حالات بتائے تھے اس سے ایک بات تو یقیناً کوئی کھینچ جاتی ہے کہ ہماری ماں کو درگت کر کے موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔“ ہاں شاہ نے توشیح میرے اعزاز میں کہا۔ ”اور اس نوعیت کی

کارروائی کوئی دشمن ہی کر سکتا ہے۔ یہ ہارٹ کمر بیٹھا سلی ہیں کے کسی دشمن کا بھیجا ہوا تھا اور اس کیلئے انسان نے جہاز کی کمانڈ کیا ہو اور یہی جیسے ہے کہ وہ صرف سلی ہی نہیں ہوتی ہوتے یا اپنے آقا تھا۔ اس بخت نے تم پر ایک بھی کوئی نہیں چلائی۔“

”آپ باہل غلبہ کب سے ہی ہوا تھی۔“ میں نے تائیدی اور اعزاز میں بولائی۔ ”مجھے بھی بھو ایسا لگتا ہے۔“ ”یہاں میں جانتا ہوں، سلی نہیں کی بعض طاقتور لوگوں سے دیر پزیر تھی۔ ان کے اعزاز سے بات سلی نے نہیں کی تھی ہوتی۔“ وہ سوچ لگتا تھا میں بولا۔ ”ہو سکتا ہے، سلی کی موت میں انہی لوگوں کا ہاتھ ہو جنہوں نے ہاش میں تمہارے ہاں جیو ریک کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔“

”ہاں... ایسا ہو سکتا ہے۔“ میں نے اذیت میں جواب دیا۔ ”ماں نے ان دشمنوں کی نشان دہی کر دی۔ میں... ان دونوں سے یہ سبک اقامت لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ان کو لے کر میں اسے اپنی اذیت کی روک دیا اور انہوں نے بڑی مشکل کے مجھے پاپا تھا۔ وہ مجھے خون اور درگھا سے کھیلنے سے روکنا چاہتا تھا۔ اس لیے انہوں نے مجھ کو چھوڑ چھوڑ کر مستقل طور پر دینی شہت ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ ماں کا یہ پرگرام آپ کے علم میں ہے۔“

”سلی ہمیں نے باہل درست فیصلہ کیا تھا کہ اللہ کی مرضی کے سامنے انسان کی چیز نہیں چھٹی چاہتا۔“ دولہ زورہ رکھا ہواگا۔ جب تک ہم پاکستان میں ہو، ہمیں بہت زیادہ احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔ میں کوئی ہوں، اس کی نظر سے باہر نکلنے یا نہیں دور جانے کی کوشش نہیں کرنا۔ یہ مگر تمہارے لئے چھوٹے ترین پناہ گاہ ہے۔ جب تک ہم وہاں نہیں جاتے، پناہ گاہ ہے۔ اور یہی قیام کرنا سب سے سادہ بات ہے کہ یہاں کی کوئی معلوم نہیں کر تم کی نہیں کے سنے بیٹے ہو۔ سب کو یہی بتایا گیا ہے کہ تم ان کے گزیرے ہو۔“

”ماں کی تلقین ہو جائے تو اس کے بعد میں پہلی فرمت میں سب حد کے لئے روانہ ہو گا۔“ میں نے غصے سے ہونے لگے میں کہا۔ ”ابھی تو میں بہت بات ہیٹ ہوں۔ آپ سلی کی وقت بھیا آ جاں۔“ مجھے آپ سے ضروری باتیں یاد ہیں اور ہاں... لگائی تو سلی کر کے چند برس کی سانس لیا پھا ڈاکرے ہوئے کہا۔ ”کل جب آپ میرے پاس آئیں تو اپنے ساتھ میں لاکھ لکھ لے آئے گا۔“

”خیریت! اس نے چونکہ گریمری طرف دیکھا۔“
 ”میں لاٹکا آج کیا کریں گے؟“
 ”کیا کرنا ہے میں آپ کو کوئی مشکل یا پریشانی ہے۔“ اس کے سوال کو جواب دینے کے بجائے میں نے الٹا ہی سے پوچھا۔

”کوئی پریشانی ہے اور نہ ہی کوئی مشکل۔“ وہ معتدل انداز میں بولا۔
 ”میں نے سنی تھی کہ آپ نے سزا دار مہاجرین اور تم ان کے ساتھ جڑے ہو۔ تمہارا حکم ناپاک میرے لیے ضروری ہے۔ سلیٹی نہیں مجھ پر اندازہ کرتی ہیں اور میں بھی آپ کی ہے۔ پھر اصرار ہمارا کہوں۔ ریسٹ کے اوقات میں ایک ٹیگ پورٹم سورجور ہے۔ میں اس دم تک اسے ساتھ لاکھ نکال لاؤں گا۔ میں نے تو یہی اپنی مصلحت کے لیے پوچھا تھا۔“

”ہاں آپ پر جتنا اصرار کرتی تھی، وہی سچی اتاری کر رہا ہوں۔“ میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ”اے لیے آپ کو بتانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا۔“

”وہ بہتر گوش ہو کر سوال پتھر سے مجھے ٹھنکے گا۔“
 ”میں نہیں جانتا کہ تمہاری جگہ میں مزید کتنے دن قیام کرنا ہوگا۔ کیا میری جگہ اس وقت کے یہاں سے جانے سے پہلے اس کے دو خدمت گاروں کی جگہ میں اور کئی اور سلیٹی گاؤں کا جیشہ کو فارغ کر دوں۔ ان لوگوں نے ماں کو بہت خیال رکھا ہے۔ میں نے انہیں لڑکانہ ٹیگ وینڈ کے طور پر ہر دن لاکھ روپے دے کر یہاں سے رخصت کرنا چاہتا ہوں۔“
 ”میں ڈانا“ وہ سناٹا نظر سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ”تمہیں کوئی ماں کی طرح ایک سچی نرم دل اور شان دوست ضروری ہے۔ سلیٹی نہیں ہے اپنی یا چوں کریں کو کبھی نہیں لاکھ کٹھنڈ دیا۔ یہ بات تمہارے لئے بہت ہی اچھی ہے۔“
 ”ہاں۔ میں جانتا ہوں۔“ میں نے اٹھتے میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”انگل لہاں کی پراپرٹی اور ریسٹ کے حوالے سے قطعاً اس پر عمل کرنا چاہئے۔“
 ”آج آپ صرف ایک بوٹ ڈین میں ٹوک میں۔“
 ”میں نے صرف گورکھ پراپرٹی بات عمل کرتے ہوئے کہا۔“
 ”ہاں۔ سیدرعل ریسٹ“ نے نام سے جھلفتی وارادہ کا نام لیا۔ ”سیدرعل ریسٹ میں اس ادارے کا نام وہاں۔“
 ”میں بھیجا۔“ وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔ ”آپ بگڑ

انداز کی زندگی گزار رہی تھی، وہ نادر شاہ سے عجیب ہوئی تھی۔ کیا وہ بھی کوئی نادر شاہ کا تار یا تھا؟ اس کی زندگی کو پیش کے لیے خریدنا کہہ کر وہی میں منتقل رہا۔“
 ”انتہا کرنا چاہتی ہیں۔ نادر شاہ، اس کے لیے مجھ سے کا آئی تھا۔ اس لیے وہ اپنے لاکھ لاکھ کھانسی سے شہر تر کرایا۔“

”کیا ان پانچ لاکھ لوگوں کی موت کی خبر دے دی گئی ہے؟“ نادر شاہ نے مجھ سے پوچھا۔
 ”نہیں۔“ میں نے اس کی گردن ہلائی۔ ”ماں کے حلق داروں میں ابھی تک یہ بات صرف جیشہ اور جرمین ہی کو پتا ہے۔“
 ”زیادہ لوگوں کو بتانے کی ضرورت نہیں۔“ وہ غصے سے کہنے لگے۔ ”یہ وقت بھی آسانی اور خاموشی سے گزارنے کا اہم ہے۔ لیکن جہاں تک جیشہ اور ان پانچ لاکھ لوگوں کا معاملہ ہے تو انہیں لاشی اطلاع دینا ہوگی اور یہ کام میں کر دوں گا۔ آپ لاشی نہیں۔ میں تمہاری ذمہ داری کے لیے جا رہا ہوں اور اس سے کرتے ہوئے انہیں حالات سے آگاہ کروں گا۔“

”میں نے کہا۔“ ہاں۔“ یہ ٹھیک ہے۔“
 نادر شاہ کے جانے کے بعد میں اور عجم موجودہ صورت حال پر غور کرنے لگے۔ ماں کو پیش آنے والے واقعے کے حوالے سے دو اہم پوائنٹس جانے سمانے تھے۔ ماں کو ناکارت کر کے مارا گیا تھا۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ یہاں کے عجم کو بچانے کا ارادہ تھا۔
 ”میں اس بات پر یقین دہانے چاہتا ہوں۔“ سلیٹی آئی کی موت کے واقعے کو بھانپنے کے لیے مجھ سے اس معاملے کا سنجیدگی سے پوچھا۔ وہی اس سلیٹی داردار کا ذمہ دار ہے۔“
 ”تم پانگل ریسٹ سمت میں سوچ رہے ہو۔“ میں نے تائیدی انداز میں گردن ہلائی۔ ”یہ کہا۔“ یا تو عجم کا پانگہ اس کے ذمہ دار ہونے کے ذمہ دار ہونے کے ذمہ دار ہونا ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ اس کی موت سے کوئی بہت بڑا فائدہ دیکھنے والا ہو۔“

”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“
 ”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“
 ”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“
 ”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“

اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی کو ایک ٹرسٹ کی شکل میں اپنے ایک قابل بھروسہ مسالیں سے ہرگز نہ دیا۔“
 ”تمہارا بارہ نادر شاہ کی جانب ہے؟“ میں نے پوچھا۔
 ”میں نہیں جانتا۔“ وہ زور دے کر بولا۔ ”آئی سلیٹی کی موت سے زیادہ وہ نادر شاہ کے ساتھ ہے۔“

”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“
 ”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“
 ”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“
 ”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“

”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“
 ”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“
 ”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“
 ”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“

”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“
 ”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“
 ”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“
 ”میں نے سلیٹی آئی کے کسی ذمہ دار پر یقین نہیں رکھتا۔“

تعلف زاوہلے سے ہوتے کا مادی ہوں۔“
 ”اور وہ زاوہلے ہے؟“ وہ سوالیہ نظر سے دیکھنے لگا۔
 ”جین پارک جاس کر اس کی ملازمت کر لوں گا۔“
 ”اور شاہ کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔“
 میں نے ضمیر سے ہونے لگے میں وہاں نہ کرتے ہوئے
 کہا۔ ”تھریک، میں اسے شیخین دانا چاہتا ہوں چند روز میں
 واپس چلا جائوں گا لیکن اسے میری طرف سے گرفت مند نہیں ہونا
 چاہیے۔ سہ روزہ دست کے خالے سے ان کے ساتھ اس کی
 جڑی لہی ڈال لوں گی۔ میں نے کسی بھی مرحلے پر اس سے کسی کو ملی
 باخت یا کسی قسم کی تامل نہیں کی چند گھنٹوں کے اندر
 دشمن نہیں ہمتا چاہیے۔ نہ شیخ، نہ میں اسے جیل جلا دیا ہے
 تو فرسٹ کے خالے سے اسے بریف کروں گا کہ جس
 پر دیکھت ہو صورت میں اس کے ہاتھوں چلانا ہے جس کا
 مطلب یہ ہوا کہ اسے میری ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے اور
 یہی حقیقت تھی ہے۔ میں اس کی آخری خواہش پر مشورہ پورا
 کروں اور یہ کام ہمارا ہے۔ تو تھریک سے ہوا۔ سہ روزہ،
 میں نے اپنا ایک ہینڈ آف امریکا کی پراپرٹی لیا ہوں۔ وہ لوگ
 اپنے پڑوسی کی پراپرٹی“ لیتے ہیں۔ مجھ پر ہاتھ
 ڈالنا تو ان کا کام نہیں۔“

”میں تمہارے تین نکات سے اتفاق کرتا ہوں۔“ وہ
 میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ ”مگر“ اسٹیٹ
 پراپرٹی“ والی وجہ تک نہیں ہمتی ہو سکتی۔“
 ”میں“ میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔
 ”اب میں بھی فیروزہ کو نکالوں گا۔“ وہ زہر کا
 سحر کرتے ہوئے بولا۔ ”تھریک، اسے فریج میں ڈال دو۔ میں جاؤں گا۔“
 امریکا کے پڑوسی اور وہ نہیں“ فرام جہا“ ہمتا ہے۔ سہ روزہ
 اس وقت امریکا میں نہیں، پاکستان میں ہو رہے ہیں جی جی
 و فریب ہو رہی ہے۔ یہ بارے صاحب۔ یہاں کسی دہشت جگہ
 بھی ہو سکتی ہے۔“

”اسے پار۔ اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت
 نہیں۔“ میں نے ضمیر سے ہونے لگے میں کہا۔ ”نانک کے
 کرم سے اس کی فوج نہیں آئے گی۔ اس میں سریری
 جان کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ویسے بھی میں زیادہ دن وہاں
 نہیں رہوں گا۔ سب سے ڈاکٹریٹیشن کا معاملہ منٹ جائے تو
 میں واپس امریکا چلا جاؤں گا۔“
 ”اب اس کی تھریک پراپرٹی خالصت فرانسے۔“ وہ دعائیہ
 انداز میں بولا۔ ”یہ اسے اگر ہمارا شاہ سے فرسٹ والے
 پر دیکھت میں کسی کو بھی برا پھیر کر کے کی کوشش تو میں

اسے گردن سے پھینک دوں گا۔“
 ”ایسا بے کھوشی اس لیے سوچ رہے ہو کہ تمہیں مجھ
 سے محبت اور گہری پوری ہے۔“ میں نے زبان میرے
 انداز میں کہا۔ ”تم نے کسی بھی فوجیت کا نقصان پہنچتے نہیں
 دیکھ سکتے۔“ وہ ہنسی بنا۔ ”؟“
 بات کے اختتام پر میں نے سوالیہ نظر سے اس کی
 طرف دیکھا۔ وہ اذہات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔
 ”نگل۔ ایسا ہی ہے۔“
 ”عظیم! امیری بات تو ہے سنو۔“ میں نے ہمتانے
 والے انداز میں کہا۔ ”جہاں تک“ ”مٹلی جرنل“ کا
 معاملہ ہے تو اس سلسلے میں اس کی آخری خواہش میرے
 لیے پرچیز ہے۔ یہ زیادہ عظیم ہے۔ وہ ہمارا شاہ پر اندھا ہوا
 کرتی تھی۔ میں نے بھی انہیں بھرنے کے شاہ میں رہبر ہوا
 کروا کر۔“ ”ڈس اوش۔“ اس کا کام میں قائم ہو یا
 نقصان، مجھے اس کی ذرا بھی پروا نہیں۔“
 ”ٹھیک ہے برو۔“ وہ تانیکی انداز میں بولا۔
 ”جیسی تمہاری مرضی۔“

☆ ☆ ☆
 افکار پر جمید اور گھبر سکتی ہیں انہارے ساتھ تھے۔
 تھوڑی دیر کے بعد عظیم کے نام کی پانچ لڑکیوں کو اس
 نے ہاں کے زیر سایہ کرنے کے لیے پانچ لڑکیوں کو اس
 سانچے سے آگاہ کر دیا تھا۔ وہ سب نیچے ہاں کے کھٹے پر کھینچ
 گئی تھیں۔ ان کے علاوہ آئی جینڈ سے بھی آئے ہیں۔
 نہیں کئی گائی کی فریج میں ڈال دیا جاؤں گا۔ ان میں
 تھیں وہاں کے اسٹاف میں سے بھی دو تھیں انفرادے ہاں
 کے آخری مراحل میں شرکت کی تھی۔ تھیں کے تمام
 معاملات کو نکلانے کے بعد جب ہم واپس گھر آئے تو فرات
 کے کپڑے باندھ رہے تھے۔

آئی جینڈ اور شاہ راکھ دوبارہ آنے کا کہہ
 کر رخصت ہو گئے تو ہم نے اپنے گزرتی گزرتی روائت کر دیا۔
 پانچ لڑکیوں کی ہائش چیک و آؤٹ دیکھ کر فریج میں اس
 لیے وہاں کے کھڑے پر ہوتی تھیں۔ وہ سب ہاں کی دو فرات
 تھیں ان لیے ہاں کی ہائی سوت نے انہیں گھر سے
 مدد سے ہر دور کا ہاتھ باندھا۔ ان کی آنکھوں میں میرے
 لیے ہر دور کے جذبات تھے۔ خاص طور پر جینڈ کو ایک طرح
 سے میرے ساتھ ہی ہوتی تھی۔ چند گھنٹوں کے بعد
 میرے پیچھے چب کر دیا تھا۔ وہ بہت زیادہ اطمینان
 کرنے لگی تھی۔ اسے شیخین کے نام اس کی جدہ میں منتقل

رہائش کا بندوبست کر دوں گا۔
 میں نے جانا ہے کہا۔ ”تم اپنی ساتھیوں کو کھینچ دو اور
 اگر تمہیں ان کے ساتھ وہاں جانا ہے تو چند منٹ کے لیے
 ان سے الگ ہو جاؤ۔ میں تمہارے بارے میں اپنے
 دوست سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“
 بات کے اختتام پر میں نے عظیم کی جانب اشارہ ہی
 کر دیا۔ اس نے سوالیہ نظر سے پہلے عظیم کو ہر لمحے دیکھا
 اور بولی۔
 ”کون ایس اہم ہیں؟“
 ”تمہارے جد جانے کا معاملہ۔“ میں نے دہمی
 آواز میں کہا۔
 اس نے کسی دم لگے میں چہچہا۔ ”کیا آپ کے
 دوست کوئی فریول ایجنٹ ہیں؟“
 ”جی، عظیم کہہ رہی ہیں۔“ میں نے عظیم کو جانا سے حصارف
 کرانے ہوئے کہا۔ ”یوں بھلا کر فریول ایجنٹ نہیں بلکہ
 فریول ٹنگ ہیں۔ تمہیں سے جینڈ کی طرف اشارہ کرتے
 ہوئے عظیم سے کہا۔
 ”سہیری دوست جینڈ ہیں۔ یہ مستقل طور پر جدہ میں
 رہائش اختیار کرنا چاہتی ہیں۔“

”ابھی“ تو تم نے انہی کا ذکر کیا تھا؟“ عظیم نے پچھا۔
 ”بالکل“ میں نے اٹھانے میں گردن ہلائی۔
 ”یہ انسانی نفسیات ہے کہ جب اس کی ذات کے
 حوالے سے کوئی اہم بات ہو، ہوتی ہو تو وہ جانتے ہوئے کسی
 دھڑکی لیے پھر بھڑ بھڑاتا ہے۔ جینڈ کے ساتھ میں کچھ ایسا
 ہوا تھا۔ اس نے باقی پانچ لڑکیوں کو روانہ کر دیا تھا۔ میرا
 ساتھ تھیں۔ لڑکیوں کو اس نے سبھی کہا تھا کہ چند روز میں
 حثت میں وہیں آ کر رہیں۔“
 ”اے کے۔۔۔۔۔۔“

”جینڈ مطمئن انداز میں گردن ہلائی
 پھر مجھ سے پچھا۔“ ”بیکر صاحب میرا کام کسی طرح
 کر لیا ہے، کچھ اس بارے میں مجھے بتانا۔“
 ”میں نے بتایا۔“ عظیم کے والد کو جینڈ کی ایک بہت
 بڑی فریڈنگ تھی ہے۔ عظیم اور اس کا والد صاحب بھی تھی
 اپنے والد کے ساتھ ہی بڑس سے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ
 لوگ ٹھکانے والے تھے کہ انہوں نے فریج میں اس کے علاوہ عظیم
 کے والد صاحب حقیقت پور کا بچ اور مرد کا کسی بیٹ اپنا ہوا
 ہے۔ وہ ہر سال رجنوں افراد کو جن اور عمر سے کی سعادت
 سے بہرہ مند کرتے ہیں اور وہ کسی ہائل کی شکل اللہ۔ یہ
 ایک طرح کا صدقہ کا ہے۔“

جینڈ نے تریبل نظر سے عظیم کی طرف دیکھا اور اس کی
 لہجے میں بولی۔ ”یوں لوگ تو بہت نیک کا کمر ہے ہوں۔“
 ”کیسی سٹل نہیں ہے۔“ عظیم نے پچھا۔
 کہا۔ ”اگر آپ کے پاس میرا یہ لہجہ لہجہ کے لیے چند منٹ
 سے تو وہاں سے کسی عادی کو اپنی کو پانچ روز بڑس شروع
 کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح پہلے ہر طور پر اور پھر رفتہ رفتہ
 آپ کی وہاں منتقلی کا راستہ آسان کر دیا جائے گا۔“
 ”آپ نے جس شخص سے میری لہجہ کا ذکر کیا ہے اس کے
 لیے کسی رقم کی ضرورت ہوگی؟“ جینڈ نے عظیم سے سوال کیا۔
 ”جی، کچھ رقم تو ہے۔“ عظیم نے پچھا۔
 ”چھ سو سو روپے تو ہیں میں ہزار روپے سے خرید سکتی
 جاسکتا ہے اور بڑے بڑس کے لیے لاکھوں روپے چاہیے
 ہوں گے۔“
 ”کسی بھی رقم میں اس پانچ لاکھ روپے تک انویسٹ
 کر سکتی ہوں۔“ جینڈ نے کہا۔
 ”بھرتو تھیں غائب کام بن جائے گا۔“ عظیم نے
 کہا۔ ”آپ کے لیے ہر ایک مشورہ ہے۔“
 ”کیا تا می؟“ ”وہ قدرے آگے ہو گئے ہو۔“

جینڈ نے پانچ لاکھ روپے کی سرمایہ کاری کی جو ہبات کی
 تھی اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ اس نے سالیہ مندر والا
 اپنا اپنا منسٹ فرسٹ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ میرے سٹا
 اندازے کے مطابق، اس اپنا منسٹ کی فرسٹ، وہاں کے
 دینے ہوئے میں اس لاکھ اور دیگر بیک بیٹس کو لگا کر اس کے
 پاس آٹھ سے دس لاکھ روپے کی رقم تھی اور چند روز پہلے
 وہ نئے نئے پانچ لڑکیوں کو روانہ کر دیا تھا۔ وہ ان صاحب کو کھٹ
 باج کر دیا۔ میں منتقل رہائش کا ارادہ کر چکی ہے۔“
 ”آپ مجھے اپنا سپارٹ اور ای این آئی کی کاپی
 دے دیں۔“ عظیم نے کہا۔ ”میں آپ کا پیچہ دان کا
 عمر سے ڈاکٹر ہوں۔ آپ جاسکیں گے اور وہاں رہیں اور وہاں
 تین روزہ جدہ میں کسی قیام کریں۔ وہاں تک کہ اپنی
 آنکھوں سے دیکھیں کہ آپ کے لیے کوئی سائبرس سٹاب
 رہے گا۔ اس لیے میرا پیچہ اور دست آپ کی راجھانی کر کے
 گا۔ پھر واپس آ کر مجھے بتائیں کہ آپ نے کیا فیصلہ کیا
 اور اس صاحب سے میں جدہ میں آپ کے لیے کسی بڑس
 اور منتقل رہائش کا انتظام کروا دوں گا۔“
 ”ہاں۔“ عظیم نے کہا۔ ”وہ کب سے ہونے لگے
 بولی۔ ”میں اس کا اپنا سپارٹ ڈیڑھ دو سے دو لگی۔“
 پھر ہم دونوں کا ٹھکانہ یاد کر کے رخصت ہوئی۔

جنا کے جانے کے بعد عظیم نے مجھ سے کہا۔ "بردا مجھے تو کمال میں چمکا لائے آ رہا ہے۔"

"کون مطلب؟" میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

"اگر میرا تجربہ مجھے بس کا ٹیڈ ٹیڈ کر رہا تو جو نام پر مڑی ہے، وہ "دوستی خیر انداز میں" بولا۔ "جودہ میں مستقل رہاؤں گا لیٹل اس کے تمہاری وجہی سے کیا ہے۔ کیا میں صبح بھگر ہاوں؟"

"میں اہم ہاں ٹھیک بھگرے ہو۔" میں نے صاف گویا ایک مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور میری ایک بیات یاد رکھنا کہ انسان کا تجربہ اس کے سسٹیم کے ساتھ کیا پڑتا ہے، راتوں رات ہوتا ہے۔ اہلی جہاں جتنا کامیاب ہے تو۔۔۔" میں سانس بھرا کر کہنے کے لیے توقف ہوا پھر سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"میں سلسلے میں دل میں چمکا کواٹھیں بلکہ ماری دل کی کاہلی ہے۔ وہ جودہ میں سسٹم ہونا چاہی لیے چاہتی ہے کہ میں وہاں ہوں۔"

"اور۔۔۔" وہ گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔ "پھر یہ مجھ پر کیا برکت کیوں کر رہی ہے؟ جیو حادیہ صاحبہ تم سے میرا دل بھی کتنی کرتا ہے جودہ میں سسٹم کرو۔۔۔؟"

"خیر انہی تو اس کی بلیا ہے کروہ چاہتی ہے کہ میں اپنے منہ سے یہ پیش کر دوں۔" میں نے کہا۔

"اور تم اس سلسلے میں بہت محتاط ہو۔" وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیونکہ جودہ میں رہنے ہوا روزیہ دیا ہوا کوئی ریسٹورنٹ چلتا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ حقیقت یہ ہے۔" میں نے کہا۔

"تم تو چند روز میں وہاں آؤ گے امریکا جانے والے ہو۔" وہ مجھ کوئی ہونے نظر سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا اس برونڈ بیٹیز کو جودہ کی اسٹوری میں اچھا تجربہ کر لینے چاہو گے؟"

"یہ برونڈ بیٹیز نہیں ٹریڈ ہے۔" میں نے سچ کہنے والے انداز میں کہا۔ "برونڈ بیٹیز کے سر کے بال ڈارک براؤن ہوتے ہیں جبکہ ٹریڈ خواتین کے بال بالی براؤن یعنی لائٹ براؤن ہوتے ہیں جیسا کہ جتنا کہ جلد رنگ ہوا ہے۔ اہلی جہاں تک جودہ کی اسٹوری کا تعلق ہے تو۔۔۔" میں نے اپنی طرف کر کے ایک گہری سانس لی پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

"ہائے سے پہلے میں جانا کواٹھیں آ گا کروں گا۔"

"مکمل باجڑی؟" اس نے سوالیہ نظر سے مجھ سے دیکھا۔

"وہ کلی؟" میں نے متنبو سے لہجے میں کہا۔ "میں بڑے واضح انداز میں اسے سناؤں گا کہ اس کی سسٹم میں صاحبہ میری ماں تھیں اور یہ کہ میں جودہ میں نہیں بلکہ امریکا سے آیا ہوں اور دلہن امریکا ہی بہا رہا ہوں۔"

"گویا تم اس پر بھر پور سامنے لگے ہو۔۔۔؟" اس نے کہنے کے لیے دالہ انداز میں بولا۔

"ہاں۔۔۔ میری نگاہ میں وہ انداز کے لائق ہے۔" میں نے ہاتھ لگائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "جو شخص برائی کی راہ کو ترک کر کے راستے پر چلنے کا فیصلہ کر چکا ہو اس کے مزاج کو سلا م کرنا چاہیے اور اس کے ساتھ کسی قسم کی غلط فہمی بھی نہ کرنا چاہیے۔"

"وہ عظیم کے لیے ہے جسٹین کی سہیلی؟"

"ہاں! "میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

اس کے بعد میں نے پھر پھر جانے والا غلطی سے عظیم کو اس اہلی انتھالی جرنی کے بارے میں بتایا جو جودہ کی دل دراز میں پیدا ہو چکی تھی۔

"دراستی، تو بہت بڑا فیصلہ ہے۔" وہ سرائے والے لہجے میں بولا پھر سرائے ہوئے انداز میں مجھ سے سوال کیا۔ "پھر اہلی حقیقت جان لینے کے بعد اگر جودہ تم سے کسی قسم کی مدد مانگتا چاہی تو تم کیوں کر گے؟"

"میں نے مستقل انداز میں کہا۔ "ظاہر ہے، میں اس کی مدد کروں گا۔"

"اور اگر اس نے تمہارے ساتھ جانے کی حذر کی تو۔۔۔؟"

"میرا خیال ہے، وہ اس میں حذر نہیں کرے گی۔" میں نے کہا۔

"وہ تیرے نظر سے مجھے سمجھو تے ہوئے بولا۔ "اور اگر تمہارا خیال غلط نکلا۔۔۔؟"

"اہلی بات کا کوئی امکان نہیں کہ میں اسے اپنے ساتھ امریکا لے جاؤں یا، اسے امریکا لے جانے کے لیے کسی قسم کی سبک دوں کروں۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "البتہ، میں اسے شہرہ روں کا کردار وہاں جرنی چلی جائے۔"

"سبک۔۔۔؟ کیا؟" وہ اچھل پڑا۔ "جیسا جرنی سے پاکستان آئی تھی؟" وہ پھر اسی لہجے میں سنبھرا۔

میں نے اسے بتایا کہ جیسا کہ اب پاکستان اور ماں

جرنی کی اور چنا جرنی کے پھر پھر کلموں میں پیدا ہوئی تھی۔

جودہ جیسا دو سال کی بھی بچی کو اس کے والدین اہلی اور مظفر جرنی سے پاکستان آ گئے تھے پھر دو سال بعد مظفر اہلی بس میں خلیہ ٹاک اختلاف نے ختم کیا اور اہلی چنا جرنی کی بیٹا کو مظفر کے پاس چھوڑ کر وہاں اپنے ایک بچہ جرنی کی سہیلی بنی۔ اب چنا جرنی بس جس سال کی ہے اور تنہا ہے۔

"اوہ۔۔۔ ویری انٹریسٹنگ! وہ ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔ "چنا کہاں کہاں ہے؟"

"کالی عمر سے پہلے مظفر کا انتقال ہوا تھا۔" میں نے جواب دیا۔ "اب کی بات کے وقت کے بعد وہاں دنیا میں ایک لڑکی تھی پھر باسٹا بعد حالات نے اسے جسم فٹنی کے پیچھے سے وابستہ کر دیا اور اب وہ اس دلدل سے نکل کر صاف شگفتا زندگی گزار رہی ہے۔"

"پھر تو کوئی گزار رہی ہیں۔ چنا آسانی سے جرنی کی کسی بھی شے میں لگ جاسکتی ہے۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ "پھر یہی نہیں پڑی تھی؟" اس نے ایک ایک سب سے پیشتر نما لگ جین ٹاک بولنے لگی۔ "اس کا مطلب ہے پاس یا اس جینس نما لگ میں سے کسی ایک ملک کا بڑا روک ٹوک تو آپ بانی کے نہیں نما لگ میں سے ماں بانی بڑا روک ٹوک آ جاسکتی ہیں اور جرنی بھی جینس نما لگ میں شامل ہے۔"

"میں ہاتھ ٹھیک کر رہے ہو۔" میں نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "انگھیزہ اور ٹریڈ، ماہر، روز دینا پڑا کر دیکھا، امریکا کو دور بخلا یا پھر چھوڑ بانی پورا دیا۔" میں نے اپنی بات ختم کر دی۔

"پھر اہلی باس میں سوچا کہ اسے کیا کرنا چاہیے جب میں صرف ایک سال کا تھا اور مجھے کراچی سے نیو یارک پہنچایا گیا تھا۔ اہلی باؤ۔۔۔" میں نے کھلی طرف کے ایک مشکل سانس خارج کیا پھر اٹھنا کرتے ہوئے کہا۔

"جب جیسا ہے اس کا ایک بڑا ہو گیا تو اس وقت کوئی قسمی فیصلہ کرنا پڑا۔" اس نے کہا۔ "میں نے اسے رات ایک بچے عظیم اگلے روز آ کے کا وعدہ کر کے رخصت ہوا کیوں کہ میں نے اپنے ہم عمر سے کوسوں دور جی گھڑا، میں نے کوسوں دور سے ٹھیک فیصلہ کیا اور کراچی میں رہنے سے گیارہ ہزار سات سو کوڑھیں کے پیسے پر واضح امریکی ریاست نیو یارک کے شہر بروکلین پہنچ گیا۔ کراچی میں اس وقت نورجیوی رات کا ایک سما تھا جبکہ بروکلین میں آٹھ گھنٹے کی سہ پہر کے چار بجے تھے۔"

آج جیتے بڑے سامنے سے گزرا تھا، بیگ صاحب کو اس کی اطلاع دینے پر میری ضروری تھا۔

وہ بیگ صاحب کو اس کے بیٹے کی گئی۔ پھر زما عمر بیگ کی ہاتھوں آواز میری سماعت سے نکل گئی۔ انہوں نے خصوصاً غصے میں کہا۔

"بیٹو جیسا ہے؟"

"میں بیٹا نہیں ہوں اگل۔" میں نے ہلکتے آواز میں جواب دیا۔

"تو جیسے لہجے میں مستحضر ہوئے۔" کیا ہوا بیٹا، بیٹو جیسا والدہ کا انداز کیا تھا؟"

"یہ بات میں پہلے ہی بیگ صاحب کو بتا چکا تھا کہ آٹھ بولائی کو ماں کا سہرا بن گیا۔" اس نے انداز میں بولا۔ "وہ انداز میں پاس ہو گئیں۔" میں نے دنگی لہجے میں بتایا۔ "پاس ہوا۔۔۔"

"پاس اہلی اہلی۔" انہوں نے ایسے انداز میں پوچھا جیسے کبھی کے ننگے ہاتھ چومنے کے بعد انہیں حذر یہ نصیحت کا بھانگا لگو۔ "یہ۔۔۔ تم۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو جیسا تھی۔۔۔؟"

"ماں مجھ سے روکھو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی ہیں۔" میں نے دردمند لہجے میں بولی آواز میں کہا۔

"جیسا ہے؟" ان کی کشمکش ہوا۔

"مجھے؟" اس کے جواب میں، میں نے بیگ صاحب کو صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ پھر اپنی بات سننے کے بعد انہوں نے کہا۔

"مجھے یہ ایسا پڑا، وہ کسی کا شاخشاں لگنے سے جس کی بیعت تمہارے والد صاحب بھی چڑھ گئے تھے۔ میں تمہارے خاندانی میں سفر کے بارے میں زیادہ تو نہیں جانتا لیکن جاہد وادہ اس کی فریال بھیجتے پتا چلا کہ وہاں پاکستان میں تمہارے والد کی کٹھن سے بڑے نظر ایک دشمنی سال اور اس کی ذمہ سے تمہارے والد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ یہی تمہاری حکمت اور سلامتی کی خاطر سنی ہے ایک سال کی عمر میں جاہد وادہ اس کے ہاتھ نہیں میرے پاس نیو یارک پہنچایا تھا۔"

"آپ ہاتھ ٹھیک کر رہے ہیں اگل۔" میں نے پڑھو وہ آواز میں کہا۔ "میں بھی بتائی جیسا کہ ہاوں کہاں کوشش کرنے والے تھے، مجھے کسی کی سہیلی بننے کا ہاتھ نہیں پڑا تھا۔"

"بیٹا! ان حالات میں تو آپ کے لیے بھی وہاں

عظروہی معلوم ہے۔“ وہ گھبر لہجے میں بولے۔ ”تم نے اس دن اٹھس کے لیے کیا پلان بنایا ہے؟“
 ”میں دن کو روز بند واٹس آپ کے پاس آ رہا ہوں۔“ میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ”دو تین دن تک میرا کچھ نہیں کر رہا اس لیے مجھے ضروری ہے کہ ماں یہاں جو فرسٹ کلاس کرنا چاہتی تھی اس کے بارے میں اگلی حالت کھولنا تھا۔“
 ”ہاں، مجھے یاد ہے۔ تم نے کچھلی پارٹی کھٹھو میں مذکورہ فرسٹ کلاس ذکر کیا تھا۔“ وہ سر ہنسی انداز میں بولے۔
 ”میرا نہیں سبکی مشورہ ہے کہ جتنی جلد کی سہو وہاں سے کام لےنا اور پھر کچھلی فرسٹ کلاس میں سے آ جاؤ۔“
 ”مٹی اٹکل۔“ میں آپ کے مشورہ پر عمل کروں گا۔“ میں نے کہا۔

”جیسے ہو رہی جانی۔“ وہ شگفتہ انداز میں بولے۔
 ”اب اللہ پاک تمہاری والدہ کی اگلی منزل آسان فرمائے۔ انسان کی زندگی کھڑ اور عاقلی سے جلد یا بیدار، سب کو ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ اللہ نہیں مبرا اور بہت مقرر فرمائے۔“
 ”آمین۔“ میں نے بڑول سے کہا۔
 چند انتہائی گھمات کے بعد ہمارے بیچ ٹیلی فونک رابطہ موقوف ہو گیا۔ اور میں نے فون ٹیوٹ کو سلا ٹیکل پر رکھا، اور اس کی کھنٹی بجی۔
 میں نے فون ٹیوٹ پر دیکھا۔ وہ چنا کی کال تھی۔ میں نے کال کو ریسیور کرتے ہوئے کہا۔
 ”ہیلو۔“
 ”ابھی تک جاگ رہے ہو؟“ اس نے بڑی محبت سے پوچھا۔
 ”میں نے جواب دیا۔“ میں سوئے جا رہا ہوں۔“ اس نے سر ہنسی لہجے میں کہا۔
 ”ہاں۔۔۔ اس کا بیٹا اب دور ہی تھی۔“ میں نے صاف کائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بتایا۔ ”جو بیا رنگ میں ہمارے ایک ممبر پر رہے ہیں۔ میں انہیں کئی صاحب کو پیش آنے والے سامنے سے گاؤ رہا تھا۔“
 ”آئی ٹی کی دکھائی صحت کا یہ ہے۔ وہ دیکھو۔“ وہ میرا دلی آواز میں بولی۔ ”میں تمہارے اس صدمے کو کھتہ تو نہیں کر سکتی لیکن اگر تم کوئی آجاتی ہوں، تمہارا دل ٹپک جائے گا۔“

”تمہیں جانا۔“ میں نے قطعی لہجے میں کہا۔ ”تم کل دن میں آنا۔“ ابھی میں مجھ کو وقت تمہاری من گزاردہ باتوں سے اٹھ رہی تھی۔ ”میں نے وہاں تابت سے بولی۔ ”مٹی! سونے کی کوشش کرو۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ آئی ٹی کی سوسٹ نے تمہارے اصحاب کو بے طرح متاثر کیا ہے۔ ہم ایک بھر پور ٹینڈر لے کر تمہارے ذہن سے واداکم ہوجائے گا۔“
 ”فہم! ہاں ایک ٹیک کہہ رہی ہوں۔“ میں نے تائیدی انداز میں کہا۔ ”میں سب کی جارہا ہوں۔“
 ”اگرے۔“ وہ کئی مشورہ سے کہنے لگا۔
 ”میں نے بھی جواب دیا۔ ”گڈ نائٹ۔“ کہہ دیا۔
 میں نے کل فون کو سلا ٹیکسٹ سڈ پر سینٹ کر کے چارنگ پر لگا دیا اور ڈسٹ پر دروازہ ہو کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

آج دن میں، میں جس سامنے سے گزرا تھا، وہاں سے میرے اصحاب ٹوڑ کر نکلا گیا تھا۔ میرے دل و دماغ کی عجیب سی حالت ہو رہی تھی۔ میں اپنی اس کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں، اس، اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ وقت نے مجھے احساس دہنے کی کوشش کی تھی کہ وہ کتنا بڑا ہے۔ وہ اپنی طاقت کے بل پر طرح طرح انسان کو بے بس کر دیتا ہے۔ وقت کی چال بڑی زالی اور بہت رنگ ہوتی ہے، اس کا جان بڑا چیکوہ اور ہر رنگوں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک تک ایسا کاری دار ہے کہ انسان اس کے سامنے کھٹے پٹھے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

”جنگ ہے، کہ ان کی اپنی جدائی نے مجھے اندر ہر ایک سے ہلکا کر دیا تھا جس میں کبھی طور وقت کے سامنے جھگوڑو سے کوئی تیار نہیں ہیری ماں کو مجھ سے جھمکنے کے وقت نے میرے دل و دماغ پر جو چڑھ لگایا تھا، اس سے میرے دل کو پتھر اور دماغ کو ٹولڈ بنا دیا تھا۔ میں وقت کی آگھوں میں گھسیں ڈال کر دیکھنے کے بل ہو گیا تھا، میرا ذہن ایک دم صاف تھا کہ مجھے کبھی طرح اپنی ماں کے لڑکے اور دار چاہتا ہے۔ میری ماں کا ذکر جو کبھی تھا، وہ میری ماں ذہن متاثر ہونے میں آتی تھی۔ اس کا ذکر تھا، جا ہے اسے خبر ہو یا نہ ہو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔“

”اب کو ایسا تیرا دل کس کے سوت کے گھمات اتارا گیا تھا۔“ وارنٹ کرنے سے کام کرنے سے پہلے اس کے معمولات کا طبعی طور پر جائزہ لو گا۔ وہ ماں کو ٹاکر کرتے ہوئے جانتے ہوئے فریگ ہینچا تھا اور اپنا کام کہہ کر ختم ہونے لگا۔

میں نظروں سے غائب ہو گیا تھا۔
 مجھے وارنٹ کرنے سے زیادہ اس شخص کی چٹائی تھی جس کے ایسا پر وارنٹ کرنے سے زیادہ کارروائی کی تھی۔ دو دھن میں ماں کا اصل دل تھا اور وہی شخص اب میرا جانتا تھا۔ مجھ پر بلازم ہو گیا تھا اس کا بد ذاتی کارروائی کی وارنٹ ٹھیک کیا ہوتی ہے۔ مجھے جہاں میں بیک کام کرنا تھا اپنے ذمہ داروں کو معلوم کرنے کے بارے میں سوچتے ہوئے میرا دماغ دنگ لگنے لگا۔ میں نے اپنے والد کو ان الفاظ کا کچھ نہ لکھا دیا۔۔۔ ”کوئی بھی چیز ہمیشہ کے لیے ذمہ داروں کا معلوم نہیں ہوتی۔ سب ہماری رنج کا عمل ہے۔ ہمارے ذہن کی رنج بھی ہوتی ہے۔ اس اتنی ہی چیزوں تک ہمارے رسائی ماں ہوتی ہے۔ اس رنج کے باہر باہر ایک دال تمام ایسا ہمارے لیے یاد دہی ہوئی ہیں۔ اپنے ذمہ داروں کو معلوم کرنے تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ہمیں اپنی ذہنی اور ہماری استعداد کو بڑھانا تھا۔ تاکہ وہ کینڈہ سے میرے لیے ذمہ داروں کا معلوم نہ کرے۔“

”آج کل کے ذمہ داروں کے لیے ہر بات دی۔“ میں نے آٹھ گھنٹے تک نہایت ہی بیگنوں میں اور کئی نینڈ سڈوں کا اور ٹیک آٹھ گھنٹے کے بعد میری آکھ تو وہ خود ہواش بیٹاش کھل جانے کی لگیں۔ اس دوران میں اگر کسی ٹھیک چادر ہوا رہی کے اندر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آئے تو کون بھی کوئی تیری آکھ وقت سترہ سے پہلے ہی شروع کر دیتا تھا۔

☆ ☆ ☆
 اچھی صبح کو دیش دن بچے میری آکھ کھل گئی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ میری نینڈ کے دوران میں اس وقت کی چادر ہوا رہی کے اندر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آئے تو کون بھی کوئی تیری آکھ وقت سترہ سے پہلے ہی شروع کر دیتا تھا۔

ماں کی دکھائی صحت کا صدور ایک جگہ ایک، اس حقیقت تھا کہ میری کئی ایک چٹائی کی کہ میں ایک بیٹا جاں ناسن تھا لہذا مجھے معمولات زندگی میں صلہ تھا۔ میں زندگی حقائق سے نظر نہیں چھڑا سکتا۔ میں نے فریٹش ہونے کا بعد ہاتھ کا کیا تو درشا آ گیا۔
 بارہ میری فریٹش نما ہدایت کے مطابق، میں لاکھ کیش رقم اپنے ساتھ لیا گیا تھا۔ میں نے اس رقم پر ادائیگی کر کے میری ادا کیا پھر ماں کے حوالے سے ہمارے بیچ ٹھکروے لگی۔

”اکھ! ماں کا یہ بھگا آپ نے سامان کے ساتھ فرودت کیا ہے، پائپر سامان کے؟“ میں نے پوچھا۔
 ”سامان کے ساتھ۔“ اس نے جواب دیا۔ ”اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ ماہ کے لیے مجھے بھگا کرانے پر اٹھنا تھا کیونکہ گھنٹے کی آڑھی سے منت پائی تو وہاں کے بعد دے گی۔ اس طرح کرانے سے جو رقم آئے گی وہ بھی فرسٹ کلاس کے اکاؤنٹ میں جائے گی پھر ایک اور کئی وجہ تھی۔۔۔۔۔ وہ سامان لینے کے لیے ریکہ کار بھرنی بات مکمل کرتے ہوئے بولا۔

”اگر ہر پھلے کے سامان کو الگ سے فرودت کرنے کی کوشش کرے تو یہ نتیجہ اور اتنا ہی بنتی ایسا ہے پونے دواں میں جاتا ہے۔ جس میں پائی ٹو کرانے سے دو ماہ کے لیے بے بنگلادوں کا آپس فریٹش بن گیا ہے تھا۔ پھر سب کسی کے ہاں ایک کھلی آئی ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنی کھلی کو اس نکتے میں غمرا گیا ہے۔ یہاں کوئی شادی وغیرہ ہو رہی ہے اس وقت میں ایک بیک ڈراہوا کے لیے کرانے پر چاہتا ہوں۔ بنگلادے چادر ہوا میں اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔“
 ”آپ نے جو بھی کیا، بہت اچھا کیا۔“ میں نے پھر بیان میرے انداز میں کہا۔ ”میں دو تین دن سترہ یہاں رکوں گا۔ اس کے بعد یہ بھگا آپ کے ڈسپوزڈ ہو گا۔“
 ”آپ باکل بے فکر ہو کر چھ جائیں۔“ وہ اولٹ آ میر لہجے میں بولا۔ ”میں کئی ماں سے کہا ہوا ہے کہ ہاتھوں کا بلکھٹیلے سے کئی زیادہ دوسرے اپنے فریٹش کو پورا کرنے کی کوشش کروں گا کہ کئی ماں سے اب اس وقت میں فریٹش لے رہا ہوں۔۔۔۔۔ بولے بولے اس کی آواز بھرائی۔ اس نے اس گھنٹوں میں آئے زوالی کی کو کھم کی پشت سے صاف کیا۔
 ”میں نے مختلف مواقع پر تمہاری ماں کا ساتھ دیا ہے۔ میں کبھی محبت پر خود کو ان کی روح کے سامنے شرفند نہیں کروں گا۔“

”یاب بڑا ہاں ہے۔“ میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ”اور اس کے لیے سب آپ کا شکر گزار ہوں۔“
 ”مجھے ہر مہاجر کے لیے کاہر ہے چنا۔“ وہ سنا کئی نظر سے بھدے ہوا، اور ایک دن پہلے مجھے بتا دیا۔
 ”میں ضرور بتاؤں گا۔“ میں نے اطمینان میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”دو تین دن کے بعد۔۔۔۔۔ جب میں وائسی کا کھٹ تعزیم کروں گا تو آپ کو ایک دن پہلے اپنی

رواگی کے بارے میں آگاہ کروں گا۔“
 پھر ہمارے درمیان "جینڈرزم" کے حوالے سے مختلف ٹھنکی اور قانونی امور پر بات چیت ہوتی گئی۔
 مگر بے حد بددھمت ہو گیا۔
 اس کے جانے کے بعد میں نے سچوئی لٹریچر کاوشیہ اور خانساہر محسن عرف بکلی باجوکا نے پاس لایا۔ یہ دونوں میں ان کے جینڈر کے بارے میں لکھے جاتے تھے۔
 میں نے دونوں کو ایک بار گتے ہوئے لکھا۔
 "میں صاحب اب اس دنیا میں باقی نہیں رہیں۔ دو تین دن کے بعد میں بھی جہ وہاں چلا جاؤں گا۔ آپ لوگوں کیا پرکرام ہے؟"
 "جسبے یازم زبیر ہمیں دہلی تو میرا بھرا یہاں کوئی کام نہیں ہے۔ بنگالی باجوکا مجھے سن بولا۔ "قادر ہے، میں اپنے لیے کوئی نئی فزری تلاش کروں گا۔"
 "جسبے یازم کی بات کہہ موت کا بہت افسوس ہے۔ میں سوں اور بے چینی کی شکل اللہ رب العزت ہوئی ہوں۔ میں کراچی میں اور کھس کی ملازمت نہیں کر سکتا گا میں وہاں اپنے گاؤں چلا جاؤں گا۔"
 "یہیے تو تم دونوں اپنے اپنے فیصلے کے لیے آزاد ہو رہی تھیں جس دن کوں گا کھس۔" میں نے باری باری دونوں کی آکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن اگر تم ہاؤمک مزید اس نکلے پر ملازمت کا پناہو میں اس نکلے میں نار شاہ سے مل سکتا کروں گا۔"
 "دار شاہ سے کیوں؟" جسبے نے چونکے ہوئے لہجے میں استفسار کیا۔
 "مسلطی صاحبہ نے دار شاہ کے توسط سے یہ نکلہ فرخندہ کر دیا ہے۔" میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔
 "وہ جو میرے ساتھ جہہ جاری ہیں تو ان کا وہاں آئے گا کوئی ادارہ نہیں تھا۔ وہ وہیں سے مستقل ہونا چاہتی تھیں اسی لیے انہیں نے یہ نکلہ فرخندہ کراچے شوہر کے نام پر کر رکھی تھی ایک لٹریچر فرسٹ ٹائم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔
 مذکورہ فرسٹ ٹائم رشق دار شاہ ہی نے سنبھالا ہے۔ اس نکلے کی آئی جی سٹوڈنٹس کے اکاؤنٹ میں جمع ہو سکی ہے۔ باقی آئی جی سٹوڈنٹس کو وہاں کے بعد کے اداروں وہاں میں یہ نکلہ دار شاہ کے کنٹرول میں ہے۔ اگر کوئی فردی ور پہلے دار شاہ نے مجھے بتایا ہے کہ وہ وہاں کے لیے یہ نکلہ کرانے پر اصرار ہے۔ جو میں پہلا دو ماہ گزارنے آ رہی ہے انہیں بارہی اور سچوئی لٹریچر ضرورت توہی ہے میں نے

نے تم لوگوں سے کہا کہ اگر تم سرید وہاں نکلے پر ملازمت کی خواہش رکھتے ہو تو میں تمہارے لیے دار شاہ سے بات کر لیتا تھا۔"
 "تھک سے صاحب اب آٹھ ماہی سے بات کر لو۔"
 مگر حسین نے کہا۔ "میں اس کام کے لیے تیار ہوں۔ ان دو ماہ میں سو فیصد عمل جانے کا کہیں اپنے لیے کسی دوسرے نکلے کوئی کھلاں کر سکتا ہوں۔"
 "میرا جواب "نہیں ہے جناب۔" جسبے میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ "یازم کے ساتھ میری جو ذہنی اور جذباتی وابستگی، وہ کسی دوسرے تیسرے کے ساتھ نہیں رکھیں گے۔ جب تک آپ اس نکلے پر موجود ہیں، میں ذہنی اور دل سے ان کے بعد میں اپنے گاؤں گھر روانہ ہوجاؤں گا۔"
 "ٹھیک ہے، تمہاری تیسری مرضی۔" میں نے کند سے اچکاتے ہوئے کہا۔ "آج میں تم دونوں سے بہت ہی اہم بات کرنے والا ہوں۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اس کوئی آئی نے مستقل طور پر پاکستان کو تھرا باد کیے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس فیصلے سے وہ آپ دونوں کے ذریعہ چند نکتوں پر عمل نہیں۔ جیسا کہ تمہیں آج مطلع کر رہا ہوں۔ اس سال سے مسلطی صاحبہ کی خدمت پر مامور تھے اور اس دوران میں تم دونوں نے نہایت ہی اچھا نکلہ ادارہ اور نا شعاری سے اپنے فراموش کو تھرا باد کیے لہذا اس صاحبہ سے ملنے کیا ہوا تھا کہ پاکستان چھوڑنے سے پہلے وہ تم دونوں کو کھس ٹیٹ ٹیٹ دیں گی کئی آئی اپنے اہلوں سے یہ کام نہیں کر سکتیں ہیں ان کے ایک ادارے کو کھس ملتی تھی۔
 "وہ کھس ٹیٹ" میں آپ کے حوالے کر رہا کہ لیکن تم دونوں مجھ سے وعدہ کرو کہ کوئی کام کے بارے میں ہم نہیں گئے۔ وہ اس ادارہ کو اپنے تیسے میں لٹن کر دے گا۔"
 دونوں نے باری باری میری بات پر عمل کرنے کا وعدہ کیا۔ مگر حسین نے پوچھا۔ "صاحب! اس رقم کے بارے میں آپ ہیں پتہ چتا ہیں؟"
 "یہ ادارت تمہاری ایک سال کی تنخواہ سے متاثر ہے۔" میں نے بتایا۔ "تم دونوں کو نافرادی طور پر میں ہی لاکھوں روپوں کا وہاں کے آئی جی کینیاں تھا کہ اس رقم سے لوگ اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتے۔"
 "صاحبہ بہت عظیم انسان ہیں۔" بنگالی باجوکا نے افسانہ میرے سامنے پیش کیا تھا۔
 "جیسا تھا میں نہ کہہ سکتی میری بات نے اس کی زبان

پر قس ڈال دیا تھا۔ چند ماہ کو تمہارے لیے رات باجیے ہوتا ہے۔ جب یہ منڈو غری باؤہہ پر آتی ہے تو آکھوں کے دور اور جاتے ہیں پھر آکھوں، انہوں، رسوائی برسات، عیادت اور احسانات کا کلیں رواں اٹھوں کی صورت آکھوں کے راستے پہنچتے۔ انسان غناش رو کر بھی بہت بگھ بگھ جاتا ہے۔ بے زبان آکھ انسان کی داخلی کیفیت کی کہاں کیا بنا ہے۔"
 جسبے میں ان نکات میں اسی نوعیت کی کیفیت سے گزر رہا تھا۔ ہمارے سچ چند نکات مسلطی صاحبہ کی ذات کے حوالے سے نکلے ہوئی ہیں پھر میں نے ان دنوں لاکھا "کھس ٹیٹ" ان کے حوالے کر دیا۔ ہاں کے اسی احسان عظیم کے بوجھ سے دونوں کی گردن میں ہوتی اور انہیں ایک بار پھر میں۔ میں ان کی اندرونی اور بیرونی حالت کو دیکھ رہا ہوں۔ میں بھی کر رہا تھا۔ وہاں جس جانتے سے کہ مجھے یہ لوگ ہی قیامت کر دگی ہے۔ ان کی ادائیت میں میری کسی شکی اس دور سے دھت ہو گئی جس وقت کہ میں ان کی کوئی جہانی کا مدد میرا مقصد رہا تھا۔ میں سچ معنوں میں ختم ہو گیا تھا۔
 لگ بھگ بارہ دن پہلے دوپہر آئی گھینڈ پانچوں لڑکیوں کے ساتھ مجھ سے ملنے آئیں۔ میں نے گھینڈ، روٹی، عطر، شلاہ، آرزو اور چاکو آئی گئی (ہاں) کے مستقل طور پر میرے پاس جہ میں پہلے ہونے کے حوالے سے وہی کہاں کہاں جاتی جو اس سے عیش و عشرت کو بنگالی بانڈ کو کھس گزار کر چکا تھا۔ اسی طرح نکلے کی فرخندہ اور فرسٹ کے قیام کے بارے میں بھی ان خواتین کو سب بتا دیا۔ آخر میں، میں نے کہا۔
 "تم پانچوں آج سے آزادانہ طور پر کام کرنے کی پوزیشن میں ہو۔" میری مخاطب ہاں کے ذریعہ کام کرنے والی پانچ عورتاں حیرت میں۔ اس نکلے میں تم لوگ کھس ٹیٹ کے مشورہ پر کھس گئیں۔ تمہاری بہترین راہنمائی کر سکتی ہیں۔ یہ بات میں اس لیے بھی کہہ رہا ہوں کہ تمہاری میڈم نے اپنے غیاب میں تمہیں گھینڈ آئی کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ بات چیت ضرور چلے میرے سامنے اسی ذرا نکلے میں میں نے ہوتی تھی۔ تم لوگ اپنی مجھ بوجھ کے مطابق اپنی مرضی کا فیصلہ کرنے کے لیے آزاد و خوش رہو۔"
 ہمارے درمیان چند نکتے نکلے کا مسلطی صاحبہ ہا پھر جب وہ اٹھ کر جاتے ہیں تو میں نے ان سے تمام

وقت

ملوثات نکال کر آئی گھینڈ کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔
 "بیس آب اپنے ساتھ لے جا میں اس بات کا فیصلہ آپ خود کریں گی کہ ان لباس کا بہترین مصرف کیا ہو سکتا ہے۔"
 گھینڈ آئی نے مذکورہ ملوثات اپنی گاڑی میں رکھوا دیے۔ وہ وقت دھت مناسب موقع دیکھ کر جتانے لگے۔
 "میں کبھی نہیں ہوں کہ تم اندر سے کالی ٹوٹ کے ہو۔ کبھی میری ضرورت نہیں ہوئی؟ اگر تم کو بھولیں تمہارے پاس رک جاتی ہوں۔!"
 "تمہارا اندازہ باہل درست ہے کہ اس وقت دھت تمہاری اٹھنڈو ضرورت نہیں ہو رہی ہے۔" میں نے ٹھمرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "لیکن فی الحال تمہارا اس نکلے پر مناسب نہیں۔ یہ ایسا موقع ہے کہ تمہیں لوگ آ رہا ہے۔ میں آکھوں کو دیکھ رہی ہوں۔ وہاں ہے۔ پتا نہیں، اس کے خود گردی اور ناہنگ۔ بہتر میں ہوا کہ تمہیں شام یا پھر رات میں ہیں۔"
 "وہ تائیدی امانت میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "ایسا کرکے ہیں کہ آج رات کہ ہم کسی رستورنٹ میں ڈنر پہنچتے ہیں۔ اسی طرح تمہارا تمہارا دل بھی بگھل جائے گا۔"
 "پھر بددھمت ہو گی۔"
 دو دو ایک کے لیے عظیم صاحب اور سچوئی صاحب میرے پاس پہنچنے کے نکلے کھینڈ کھینڈنے فون پر مجھ سے فریٹ کر دی گئی۔ اس کیفیت ٹھیک نہیں تھی اس لیے وہ ان کی توجہ کے موقع پر موجود تھے۔
 "صاحب نے بڑی عیت سے مجھے لکھا گیا پھر میری پشت چھتے ہوئے میرے اندر حالات کا سامنا کرنے کا حوصلہ بھرنے لگے۔ ان کا لہجہ شفقت اور اعزاز سمجھانے والا تھا۔
 "صاحب! یہ زندگی تم اور خوشی کا موقع ہے، دھوپ اور چھاؤں کا کلاپ ہے۔ اس دن میں کوئی ایک شخص ہی اپنا کھس کر لیں۔ اس زندگی میں دکھا اور جگمگ کر نہ دو۔ موت اور زندگی کا اختیار ہاں نکات کے ہاتھ میں ہے۔ سب کو اپنے اپنے وقت پر جانا ہے۔"
 سچوئی صاحب نے میری اہت بندھانے کے لیے صرف ایک جگمگ کیا۔ زندگی موت کی امانت ہے اور موت

زہری کی منزل۔ انسان کو پیدا کر کے وقت تک اس اہانت کی ممانعت کرتا رہتا ہے اور ہلاک خرا سے موت کے بہرہ گرد رہتا ہے۔

وہ تینوں کا بی وریک میری دل بھری کرتے رہے۔
عظیم نے مجھے بتایا۔ "آئی لی نے تمہیں ایک صاحب سے مل کر شام کا چائے کھینچ کر لیا ہے۔ شام کو سات بجے نو بجے کے درمیان اس ریجنل جینٹل کا کوئی لائبریشن ہوتا لیڈر ہے دو گھنٹے میں ایک صاحب ہائل فلر ہوتے ہیں۔ آئی لی نے تمہیں اپنی ہی ایک صاحب سے طوائف کے لیے جتنا بھلا کھانا دیا ہے اس کا نام ہے گنگا ہے۔ گنگا ایک ایک صاحب کوئی تو پیسہ کم کچھ بچتا ہے۔"

"آئی لی نے" عظیم کی مراد "الہامی ہاؤ" تھی۔ وہ جینٹل صاحب کی روحانی ملازمین کی بنا پر انہیں الہامی ہاؤ یعنی آئی لی کہا کرتا تھا۔

"ملاقات کے بعد ساری چیتھیں کھل کر سامنے آ جا گی تھیں۔ لی پچھا ہوا کہ "تمہی ایک" صاحب سے ملنے کا وقت رات میں رکھا گیا ہے۔ ورنہ جس دن میں تو مجھے اس کا پاپیورٹ اٹھانے جانا ہوا۔"
"امریکن ایجنٹس میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"
عظیم نے کہا۔ "تم نے امریکی ایجنسی سے ملنے والا کوئی تو سفیال کر لیا ہوا ہے؟"

"ہاں اور دو تین کرسے چاہے محفوظ ہے۔" میں نے بتایا۔
"میرے پاس کچھ نہیں ہے۔" آپ مجھیں اس فون کے علاوہ ایک پیس رپورٹ کی بھی ضرورت ہے۔ جب ایک والڈ اور کی ٹیکسٹ میں کا پاپیورٹ اٹھانے جاؤ گے اور وہیں تازہ کے کہ تمہاری والہ کے ساتھ کیا بات چینی آ گیا ہے تو وہ چھاپری بات کے لیے بہت جلدی جائیں گے اور اس والڈ کی ضرورت ہے۔ فریڈا وہ چھاپری اور کوئی قیمت ہوگی سکا نہیں گئیں۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" اس نے لچلی لچلی وقت کر کے ایک گھبرائی سانس لی پھر اضافہ کر دیا۔
"میں اس باب سے کہہ کر ذمہ دہن محض رپورٹ تیار کروادوں گا۔ کل دن میں جب میں تمہارے پاس آؤں گا تو یہ رپورٹ بھی ساتھ لے آؤں گا۔"

"اگلے آپ کو میرے ایک ادو کا نام بھی کرنا ہے۔" میں نے ایک صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں تازہ سائمن؟" وہ میری جانب توجہ دے رہے۔
"ایک تھیں!" میں نے کہتے ہوئے ڈرامہ نگار سے

سے اٹھ گیا۔
میں اس کے پیڑروم میں پہنچا پھر ان کے تمام زہرات کے ڈسے اٹھا کر وہاں ڈرامہ نگار میں آ گیا۔
میں نے ان ڈبوں کو سینٹرل پور کے بعد ایک صاحب سے کہا۔
"اگلے ای ماں کی جیواری ہے۔ آپ اسے اپنے ساتھ لے جا کر ایک اور دو دن میں اسے کسی بھرتے والے جیواری کے پاس ان زہرات کو فروخت کر کے ان سے حاصل ہوئے رقم والی کو پینشن ڈی (امریکن ڈالرز) میں تبدیل کر دیا کہ مجھے دے دیں۔ اس کام کے لیے میں آپ کا فخر کر رہا ہوں گا۔"

"آپ نے کمر ہوا جانا۔" وہ تسلی بھرے لہجے میں بولے۔
"میں آپ کا یہ کام کروادوں گا۔ آپ ابھی دیکھنے میں یہاں پہنچے ہو؟"
"دو سے تین دن۔" میں نے جواب دیا۔ "یا اگر آپ کو کچھ مزید ایک دو دن کی کھانسی کا علاج ہے۔"

"آپ کو اگر اور دینا تو کوئی کام ہے تو چاہے رک جائے۔" وہ دستبردار انداز میں بولے۔ "لیکن اگر ان زہرات کی وجہ سے کہہ رہے ہو تو اس کی ضرورت نہیں۔ آپ کا یہ کام مکمل شام سے پہلے ہونا ہے۔"
"پھر تو ٹھیک ہے۔" میں نے اطمینان بھرے انداز میں کہا۔

"اس کے بعد ہمارے درمیان اس کے کھٹکے کی فرسٹ اور دستبردار جیورٹ" کے قیام کے سوا لے پاس ہونے لگیں۔ ... وہ میں تک پہنچے سر بہرہ لوگ رخصت ہو گئے۔

میرا آج ایک کاب کاب کا دن ملاقاتوں میں گزر گیا تھا۔ بے دہی نے کوئی ڈرامہ نگار اور سب کے ساتھ کم جینٹل ایک بھی نہیں ہوں۔ مجھے کھان کا احساس ہوا تو آج میں کرنے کی فرسٹ سے لیت گیا۔ میں نے دن کو ڈیجا پھل چھوڑا اور آج میں نے پھر اپنے موجودہ حالات پر غور کرنے لگا۔

ماں کو فون آنے والا وہ دیر تک یاد دلا دے ایک چپ کر رہا تھا۔ میں اپنے ذہن کو اس سائٹ سے اوڑھے ٹھکانے کے لیے ایک ایک صاحب کے بارے میں سوچنے لگا۔ عظیم نے مجھے بتایا تھا کہ جینٹل صاحب مجھے ہی ایک صاحب سے طوائف کے لیے بہت سے تیار تھے۔ عظیم اگر جینٹل صاحب کی پانوں پر زیادہ دیکھیں گے تو کہا

لیکن میں نے اس شخص کی بائیں ملازمین کا مظاہرہ مکمل ملاقات پر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

میں ایک ایک صاحب کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتا تھا۔ عظیم کی ذہنی تصرف اتنا چاہتا تھا کہ کسی ایک ایک صاحب کا پرنام لے لے سکتی تھا۔ "اس کا نام؟" کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ جینٹل صاحب نے عظیم کو صرف اتنا بتایا تھا کہ اس امریکا سے کسی صورت کو اپنے پیچھے لے جائیں۔

مکملی بات تو یہ کہ میں امریکا سے کسی صورت کو اپنے پیچھے لے کر پاکستان نہیں جاتا تھا۔ ہاں، یہ درست ہے کہ امریکا میں لفظی طور پر حکمران میرے پیچھے پڑی ہوئی کی اور اس پیچھے میں نے اس کا ایک خاص نام دیا تھا۔ وہ مجھے اپنی کیرٹ سوسائٹی کا ممبر بنانا چاہتی تھی اور لفظی لکے اس میں میں نے اپنی آنکھ ہارنے لگا اور اپنا جیل باؤسے لوگ بھی شامل ہے۔ اس کا مقصد کو اس کے لیے ہے لفظی لکے مجھے اختلافی دیا ہوں اور بہتر کھٹکے کے لیے پریسٹن ہالو والے کھٹکے میں پھیر رکھا تھا۔ اس نے کمال مہارت سے مجھے قتل کے ایک ٹیس میں سے ایسے کمال لیا تھا جسے عین میں پاکستان کو کھینچ کر لانا چاہتا ہے۔ میری تین ترین دوست

شادی کی ششک کی کا معاہدہ لفظی ہی نہیں لیا تھا۔ اگر میں لفظی کی بات ان لیتا تو اس نے شاید کچھ پھینک دیتے۔ وہ داری اٹھانے کا وعدہ کیا تھا لیکن اس کی پریسٹن جینٹل ہارڈ ڈکڑ میں سے لگاسا چلا آیا تھا اور آفت کی کالی پہ سناؤیہ ڈیڑھی لفظی اپنی کا بھی پر لٹوسا سوسائٹی ہو گئی۔

اگر ایک امریکی مراد میں صورت لفظی تھی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ لفظی میرے قاتل میں امریکا سے لفظی کئی کئی دور کا لفظی ایک ایک امریکا میں پھینچی ہوئی تو پھر ہی ایک امریکی طرح اور میں اس سے میرا چھٹا چھڑانے کی بات کر سکتے تھے۔ یہ سوال اور اس سے جڑے ہوئے دیگر سوالات کے جواب بھی اسی وقت مل سکتے تھے جب میں ایک امریکی سے ملتا تھا۔ اور یہ کھل شام ہی کو کھنک تھا۔

مکمل فون کی کھنک نے مجھے آسمیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے فون اٹھا کر دیکھا تو تلے پر چنا کا نام چمک رہا تھا۔ میں نے "ہیلو" کہہ کر اس کی کال ریسیور کی۔ "مکملی ایک تھیں سے ایک بائیں پر پچھا تو جینٹل ہی کی۔"

وہ اظہار ہی نہیں ہے۔ بولی۔
میں نے پچھا۔ "کون سی بات؟"
"تمہارے دوست عظیم سے مراد کا پاپیورٹ اٹھانے کے لیے میرا پاپیورٹ اٹھا تھا۔" اس نے کہا۔ "کیا میں اپنا پاپیورٹ بھی سہولت کر دوں؟"

وہ اپنی دانست میں جدہ جانے کے لیے کبھی تھی اور اس کا پاپیورٹ اٹھانے سے جرنی کھینچے گا تھا۔ اس کی جدہ جانے کی خواہش کا سبب یہ تھا کہ اس کے خیال میں، میں وہاں پر ایک ہیگزورٹ چاہتا تھا اور وہ میرے قریب، ہما چینی کی جگہ میں اسے جرنی کھینچے گا خواہاں اس لیے تھا کہ وہاں کئی کراس کی زندگی نہیں چالی۔

"ٹھیک ہے، تم اپنا پاپیورٹ بھی لے آؤ۔ پاپیورٹ کے بات کر سکتے ہیں۔" میں نے کہا پھر پچھا۔ "تم کب تک آ سکتی ہو؟"
"صرف ایک دن میں۔" وہ چپک کر بولی۔

"اوکے۔۔۔ آ جاؤ۔۔۔" میں نے بے سائیکہ کر دیا۔ اور وہ اپنی اس دن میں میرے پاس کھینچ گئی۔ اس دن میں، میں اسے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اس میں چنا اپنی حقیقت سے آگاہ کروں گا۔ وہ کم عرصے میں میرے بہت قریب آ گئی تھی۔ اس پر اجازت کرنے کی ضرورت چاہتا تھا۔ وہ میری ایک اور ترکہ کے کھٹکے سے رات سے ایک قدم پر دور ہو گئی تھی۔ اس کو سوانی کی راہ بڑی جھنجھکی اور پرخار ہو گئی تھی۔ وہ چھ ماہ سے اس کے پاس نہ گم اور جن خون ہوجاتے ہیں۔ وہ چھ ماہ سے انہما ہر سارے کئی کئی گھنٹے میں کسی ایک اور دن کوئی سے اس کے اجازت کو کھنک سے مل سکتا تھا۔ میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اپنے بارے میں اسے سب کچھ بتا دوں گا۔

میں نے ایک ایک ٹیک سے بعد اس نے اپنا پاپیورٹ میری جانب بڑھا دیا۔
"مکملی ایک تھیں سے ایک بائیں پر پچھا تو جینٹل ہی کی۔"

میں نے اس کا پاپیورٹ اس کے لیے پچھا۔ "تم کب تک دانیں جدہ چلے جاؤ گے؟"
"دو تین دن کے بعد۔" میں نے جواب دیا۔
"اس حساب سے تمہارے جانے کے بعد فوروری 2018ء

کے لیے میرا پاپیورٹ اٹھا تھا۔" اس نے کہا۔ "کیا میں اپنا پاپیورٹ بھی سہولت کر دوں؟"
وہ اپنی دانست میں جدہ جانے کے لیے کبھی تھی اور اس کا پاپیورٹ اٹھانے سے جرنی کھینچے گا تھا۔ اس کی جدہ جانے کی خواہش کا سبب یہ تھا کہ اس کے خیال میں، میں وہاں پر ایک ہیگزورٹ چاہتا تھا اور وہ میرے قریب، ہما چینی کی جگہ میں اسے جرنی کھینچے گا خواہاں اس لیے تھا کہ وہاں کئی کراس کی زندگی نہیں چالی۔
"ٹھیک ہے، تم اپنا پاپیورٹ بھی لے آؤ۔ پاپیورٹ کے بات کر سکتے ہیں۔" میں نے کہا پھر پچھا۔ "تم کب تک آ سکتی ہو؟"
"صرف ایک دن میں۔" وہ چپک کر بولی۔
"اوکے۔۔۔ آ جاؤ۔۔۔" میں نے بے سائیکہ کر دیا۔ اور وہ اپنی اس دن میں میرے پاس کھینچ گئی۔ اس دن میں، میں اسے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اس میں چنا اپنی حقیقت سے آگاہ کروں گا۔ وہ کم عرصے میں میرے بہت قریب آ گئی تھی۔ اس پر اجازت کرنے کی ضرورت چاہتا تھا۔ وہ میری ایک قدم پر دور ہو گئی تھی۔ اس کو سوانی کی راہ بڑی جھنجھکی اور پرخار ہو گئی تھی۔ وہ چھ ماہ سے اس کے پاس نہ گم اور جن خون ہوجاتے ہیں۔ وہ چھ ماہ سے انہما ہر سارے کئی کئی گھنٹے میں کسی ایک اور دن کوئی سے اس کے اجازت کو کھنک سے مل سکتا تھا۔ میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اپنے بارے میں اسے سب کچھ بتا دوں گا۔
میں نے ایک ایک ٹیک سے بعد اس نے اپنا پاپیورٹ میری جانب بڑھا دیا۔
"مکملی ایک تھیں سے ایک بائیں پر پچھا تو جینٹل ہی کی۔"

تعمیر و ترقی کے شاہکار اور تاریخی ناموں

جہانگیر بکس

450/-	انسان اور یوتا	475/-	مظہر علی	550/-	اورنگزادہ گنگی	550/-	آخری معرکہ
300/-	پاکستان سے ایاز بزمک	450/-	خاک اور خورشون	500/-	گشہ رتھو کا طے	300/-	ثقافت کی تلاش
450/-	آخری چٹان	450/-	کیلا اور راگ	300/-	داستان مجاہد	300/-	قیصر کسری
225/-	سوسائٹی	599/-	قافلہ تجار	450/-	خیرین کا نام	625/-	آدم کے کھانے والے پھل
325/-	مستفرد تیرہ	425/-	پرس کے باگی	500/-	یوسف بن شاشین		
475/-	شاہین	300/-	پرس کے باگی				

معرے کا دوازا لگے گا۔ اس نے کہا۔ "جانے سے پہلے مجھے پناہ دیا گا یا زیریں اور کھٹک کھڑو روہ سے جانا پاتا ہے۔" جب میں سموری عرب جاؤں تو ایک آدمہ دن تمہارے ساتھ جہاز گزر سکوں۔"

"تمہارے شائق کا اور پاسپورٹ میں تمہاری جو تاریخ پیدائش لکھی ہوئی ہے، وہ بالکل درست ہے یا اعزاز کے درجے کی ہے؟" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے سے سوال کیا۔

"میں نے ڈنٹ آف رتھ کہا ہے۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے سے سوال کیا۔

"مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے سے سوال کیا۔

"اباں، حقیقت یہی ہے کہ میرے فریکٹرز میں پیدا ہوئی تھی۔" وہ اذہانت میں گردن ہلاتے ہوئے بڑی درسان سے بولی۔ "جب دو سال کی تھی تو میرے والدین پاکستان آگئے۔ پھر دو سال بعد جب میں لگ بھگ چار سال کی تھی تو میرے والدین میں چلائی ہوئی اور میری ماں ایشیا میں پاکستان میں چھوڑ کر ایشیا جرنی چلی گئی۔" ابو نے بھیجے بیٹے میری پروردگی۔ جب میں اسکول جانے لگی تو ابو نے دستاویزات میں میری تاریخ پیدائش دو اور مختلف درجے کرانی کر کے پیش کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں اس کے بعد اسکول کی اساتذہ کاغذ کے پینٹنگس و شائق کاؤ، پاسپورٹ اور دیگر تمام ڈاکیومنٹس پر میرا نام لکھا دیا جائے۔

"اباں، حقیقت یہی ہے کہ میرے فریکٹرز میں پیدا ہوئی تھی۔" وہ اذہانت میں گردن ہلاتے ہوئے بڑی درسان سے بولی۔ "جب دو سال کی تھی تو میرے والدین پاکستان آگئے۔ پھر دو سال بعد جب میں لگ بھگ چار سال کی تھی تو میرے والدین میں چلائی ہوئی اور میری ماں ایشیا میں پاکستان میں چھوڑ کر ایشیا جرنی چلی گئی۔" ابو نے بھیجے بیٹے میری پروردگی۔ جب میں اسکول جانے لگی تو ابو نے دستاویزات میں میری تاریخ پیدائش دو اور مختلف درجے کرانی کر کے پیش کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں اس کے بعد اسکول کی اساتذہ کاغذ کے پینٹنگس و شائق کاؤ، پاسپورٹ اور دیگر تمام ڈاکیومنٹس پر میرا نام لکھا دیا جائے۔

"اباں، حقیقت یہی ہے کہ میرے فریکٹرز میں پیدا ہوئی تھی۔" وہ اذہانت میں گردن ہلاتے ہوئے بڑی درسان سے بولی۔ "جب دو سال کی تھی تو میرے والدین پاکستان آگئے۔ پھر دو سال بعد جب میں لگ بھگ چار سال کی تھی تو میرے والدین میں چلائی ہوئی اور میری ماں ایشیا میں پاکستان میں چھوڑ کر ایشیا جرنی چلی گئی۔" ابو نے بھیجے بیٹے میری پروردگی۔ جب میں اسکول جانے لگی تو ابو نے دستاویزات میں میری تاریخ پیدائش دو اور مختلف درجے کرانی کر کے پیش کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں اس کے بعد اسکول کی اساتذہ کاغذ کے پینٹنگس و شائق کاؤ، پاسپورٹ اور دیگر تمام ڈاکیومنٹس پر میرا نام لکھا دیا جائے۔

"اباں، حقیقت یہی ہے کہ میرے فریکٹرز میں پیدا ہوئی تھی۔" وہ اذہانت میں گردن ہلاتے ہوئے بڑی درسان سے بولی۔ "جب دو سال کی تھی تو میرے والدین پاکستان آگئے۔ پھر دو سال بعد جب میں لگ بھگ چار سال کی تھی تو میرے والدین میں چلائی ہوئی اور میری ماں ایشیا میں پاکستان میں چھوڑ کر ایشیا جرنی چلی گئی۔" ابو نے بھیجے بیٹے میری پروردگی۔ جب میں اسکول جانے لگی تو ابو نے دستاویزات میں میری تاریخ پیدائش دو اور مختلف درجے کرانی کر کے پیش کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں اس کے بعد اسکول کی اساتذہ کاغذ کے پینٹنگس و شائق کاؤ، پاسپورٹ اور دیگر تمام ڈاکیومنٹس پر میرا نام لکھا دیا جائے۔

"اباں، حقیقت یہی ہے کہ میرے فریکٹرز میں پیدا ہوئی تھی۔" وہ اذہانت میں گردن ہلاتے ہوئے بڑی درسان سے بولی۔ "جب دو سال کی تھی تو میرے والدین پاکستان آگئے۔ پھر دو سال بعد جب میں لگ بھگ چار سال کی تھی تو میرے والدین میں چلائی ہوئی اور میری ماں ایشیا میں پاکستان میں چھوڑ کر ایشیا جرنی چلی گئی۔" ابو نے بھیجے بیٹے میری پروردگی۔ جب میں اسکول جانے لگی تو ابو نے دستاویزات میں میری تاریخ پیدائش دو اور مختلف درجے کرانی کر کے پیش کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں اس کے بعد اسکول کی اساتذہ کاغذ کے پینٹنگس و شائق کاؤ، پاسپورٹ اور دیگر تمام ڈاکیومنٹس پر میرا نام لکھا دیا جائے۔

"اباں، حقیقت یہی ہے کہ میرے فریکٹرز میں پیدا ہوئی تھی۔" وہ اذہانت میں گردن ہلاتے ہوئے بڑی درسان سے بولی۔ "جب دو سال کی تھی تو میرے والدین پاکستان آگئے۔ پھر دو سال بعد جب میں لگ بھگ چار سال کی تھی تو میرے والدین میں چلائی ہوئی اور میری ماں ایشیا میں پاکستان میں چھوڑ کر ایشیا جرنی چلی گئی۔" ابو نے بھیجے بیٹے میری پروردگی۔ جب میں اسکول جانے لگی تو ابو نے دستاویزات میں میری تاریخ پیدائش دو اور مختلف درجے کرانی کر کے پیش کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں اس کے بعد اسکول کی اساتذہ کاغذ کے پینٹنگس و شائق کاؤ، پاسپورٹ اور دیگر تمام ڈاکیومنٹس پر میرا نام لکھا دیا جائے۔



آدولف

(جگجیت سنگھ)

آدولف ہٹلر کے زندگی کے سب سے بڑے رازوں کا انکشاف کرتا ہے۔

سبق آموز تکریمت سلسلہ

165/-	اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ
165/-	اقوال آنحضرت ﷺ
195/-	حکایات پاکستان صحافت
140/-	اقوال حضرت محمدی
180/-	حکایات دینی
190/-	دیکھو و دیکھو پاکستان
180/-	دیکھو و دیکھو پاکستان
190/-	دیکھو و دیکھو پاکستان

042-3575086 022-2780128
021-32765086 051-5539609 042-37220879

جہانگیر بک ڈپو

مفتاحیہ کے لئے کتابوں کے لئے ہمارے دفتر میں پوزیشن

میں کرو گے۔“

”میں نے پوچھا۔“ آج شام میں ہی امیر کی طرف

چلتا ہے؟“
”یہ بالکل چلتا ہے۔“ دو اٹال میں گردن ہلاتے ہوئے
بولے۔ ”بی ایم صاحب شام میں سات بجے تو بیٹے تک آری
ہوتے ہیں۔ آئی ٹی (الہامی ہاؤس) نے کہا ہے کہ آٹھ بجے ان
کے پاس بیٹھیں گے تاکہ وہ انتظار کے معاملات سے نمٹ
سکیں اور سڑکوں سے ان کے ساتھ ہوا چیت ہو سکے۔ تم بالکل
ریڑی کر رہا۔ میں نہیں کیا کروں گا۔“

”اگر تم نہیں کرنا چاہو گے۔“ میں نے اس سے پوچھا۔

”آج میرا روزہ نہیں ہے۔“ اس نے بتایا۔

”میں نے کہا۔“ میرا بھی نہیں ہے۔“

”میں شک کی محبت میں خودی دیر کے ہونے کا سپورٹ
کے لیے روانہ ہو گیا۔ امریکن ایکریٹس والوں کے میں نے
صورت حال سے آگاہ کیا۔ اپنی ذات کی تعریفی کے لیے
میں نے بہت سی چٹائی کر دی کہ وہ ہوش میں چنگ کھائی
نے بڑے واضح الفاظ میں انہیں بتایا کہ کتنی صاحبہ میرے
ساتھ امریکا جا رہی تھیں۔“

”ابو نے میری بات تو جیسے ہی اور کہا۔“ بی ایم

عد مہذرت خواہ ہی کوڑھی طور پر صاحبہ کا سپورٹ
آپ کے حملے نہیں کیا جا سکتا۔ بی ایم کیا ہوئی ہو گئی ہیں
میں نے بڑا کھینک کر ہوا۔ آپ کی وقت بھی تشریف
اور فرم کر رکھا کہ کتنی صاحبہ کا سپورٹ وصل
کر لیں۔“

”ابو امریکن ایکریٹس سے بہرا آگے۔“ عظیم نے کہا۔

”بی ایم صاحبہ بوشیاد رہے ہیں۔“

”ابو نے اصولی بات کی ہے۔“ میں نے

کہا۔ ”بوشیاد کہاں سے آئی؟“

”بوشیاد ہی ہے کہ وہ پاکستان کو کے فلیٹس کے

خزفہ وہ ہیں۔“ میں نے اپنے ہونے بولا۔ ”انہیں راس

کے کن کن کا بڑا ڈاگ سپورٹ تھیں اور ستال نہ ہو جائے

تھی کوئی اور اتار لیں تو میں نہیں کرا کر کاٹتی تھی۔“

”بے شکے کلن ہے پار۔“ میں نے سرری اعزاز میں

کہا۔ ”ماں کے کھر ہوا۔“ میں نے اپنے کھینکے ہونے کے

اور خانوں کا پوزیکر بیٹ اور رہ گیا اسکی گنگ آگ میں

کے پیچھے کر کے ہیں۔“

”بے شکے کلن ہے پار۔“ میں نے اپنے معلوم ہے۔ وہ

گہری سٹیجی کی ہے۔ گہرائی کو تھیلیں پاکستان کو

پکا پھلی تھی۔ یہ تم کی وقت چھو بھی کر سکتی ہے۔“

”جیت انداز میں سوچنے کی عادت کا ہونا۔“ میں

نے گہری سٹیجی کی کہا۔ ”میں نے پاکستان میں اکثر

لوگوں کو پائیڈ اور اپنے ملک کسٹمر خازنہ دیکھا ہے۔ یہ

مفہم تو اس ملک اور اس قوم میں کوئی کوئی خرابی نظر آتی ہے۔

ہے جبکہ امریکا میں نہیں ہے۔ یہ خزانہ دیکھنے کو نہیں ملے گا۔

امریکا میں لاکھ پر ہائیں ہوں گی لیکن امریکی ضمنی امر

بلک اور قوم کے ان کے ساتھ دیکھیں اور پھر سے اپنے

پارکرو۔۔۔“ کجانی توقف کر کے میں نے ایک گہری سانس

لی پھر اپنی بات کر کے ہو گیا۔

”گوئی ملک اس کے اندر لینے والی قوم کا مشیر ہوتا

ہے اور قوم انسانوں کے مجھے سے کھیل جاتی ہے۔ یہ تو

انسانوں کا فرض ہے کہ وہ ایک اور ایک ہو جائیں تاکہ اس

عمل سے دنیا بھر کے ساتھ تھوڑا قدرتی فرقہ درجن میں آئے جس

کے کردار سے دنیا بھر میں ملک کا نام روشن کی۔

”بروائے امریکا کی جا رہی کہ وہ ہر ہے۔“ وہ دعوات آیز

کےجے میں بولا۔ ”میں اپنی قوم اور اپنے ملک کو تنہی کا نشانہ

بنانے سے پہلے اپنے کریان میں جھانکنا چاہیے۔“

”میں نے ایک جنرل فار ملایا بیان کیا ہے جو بھائی

جان۔۔۔“ میں نے فحشم سے ہونے اعزاز میں کہا۔ ”سب سے

بڑی غای ہے کہ انسان خود کو پرکھتے کھنے گئے اور ساری

خرابیاں اسے اور دروں میں دکھائی دیں۔“ اس مرحل کی

علامت تھی پاکستانی قوم میں بھی نظر آئی ہیں اگر ساری

نے انکی زندگیوں پکاڑا۔ یوں سمجھ لو کہ اسکی وقت ہاتھ سے نکلا

نہیں ہے۔ سب کا اختیار اور صاحب اذتار افراد کی

چاہد دیکھنے کے ساتھ ہے۔ پاکستانی کو اپنے احوال اور اپنے

کردار کو کھن بنانے کی کوشش کرنا چاہیے۔“

پائی کے کردار سے میں وہ سمجھ نہیں بولا۔ میں نے اسے

سوچنے کے لیے اتنا مجھے دیا تھا کہ دیا تھا وہ بولنا بول گیا تھا۔

اس نے مجھے اس کے نکتے پر بڑا دل کا اور ادم میں اپنا روزہ

آنے کا کہہ کر رخصت ہو گیا۔ میں نکلنے میں داخل ہو گیا۔

☆☆☆☆

رات کے آٹھ بجے تھے اور میں اس وقت بی ایم

کے سامنے بیٹھا تھا۔ جہاں تک بیٹے کے لیے یہ نکتہ راہ

داروں سے گزرتا ہوا تھا۔ ذمہ دار وہ بلڈنگ کے منظر کو چھیل

کے صرف سے تھے۔ لائیو سٹیج کے تمام اسٹوڈیو پر

تعلق شوز کے بیٹے صرف طور پر لگے ہوتے تھے۔ میں انم

سرا کر پائی کی آر (پروڈکشن کنٹرول روم) کے ساتھ جا ہوا

وقت

تھا۔ لائیو سٹیج کے دوران میں وہ بی بی آر کے اندر
موجود رہتے تھے۔ بلڈنگ کے ٹیڈنگ پورہ ایم اے آر (ماسٹر
کنٹرول روم) کا ڈیپارٹمنٹ تھا جہاں سے پروگرام کن
آزما کیا جاتا تھا۔ بلڈنگ کے قہر و طور پر چھیل کے اعلیٰ
معدے سے اور دیگر ذمہ داری سلا بیٹھتا تھا۔ کلائس
ڈیپارٹمنٹ بھی اسی طور پر درون تھا۔

بی ایم سر بڑے تنگ سے تھے۔ اس نے کوئی
چالیں نہیں کی وہ محتاسب بنانے ایک روزانہ بات
آسان تھی۔ اس کا سر بڑا، اس دیکھیں اور پھر سے پھولتی
تاریکی پائی جاتی تھی۔ وہ سادہ طبیعت کے انسان تھے گہرات
بڑی کھری کھری تھی۔ جنوبل صاحب مجھے بی ایم کے پاس
چلا گیا اور میری سے ملنے پہلے تھے اور اچھم پراہم پراہم
میں بیٹھا تھا کیونکہ راتے میں جنوبل صاحب نے داغ کر دیا
تھی جسکی اسکر مجھ سے دونوں ملاقات کر رہے تھے۔

بی ایم سر بڑے ہاتھ سے بیٹک سے میری توقع کی۔
پہلے ایک سلیک کے بعد چائے کا قاعدہ کھٹکوا کاغذ
ہو گیا۔ ان کی محبت میں چھپر کھنے یوں نہیں ہو رہا تھا مجھے
تھے صحرائیں ابلد یا پہلے چائے چائے چائے میں کشتان میں
میں آکر میری شخصیت میں ایک جیس کی
متناسی کشش پائی جاتی تھی۔

”آپ بہت عظیم انسان ہیں۔“ وہ میرے چہرے

پر لگا جاتا ہے ہونے بولے۔

”میں بل میں پڑا۔“ سر تیار کیا کہہ رہے ہیں؟“

”وقت بہت کم ہے اور با میں بہت زیادہ۔“ مجھے

کے کوئی ایک بات رہ نہ جائے۔“ وہ فحشم سے ہونے

مشفقانہ لکھے میں بولے۔ ”اس لیے ضروری ہے کہ آپ

میری باتوں کو جوسے میں۔ کچھ چائے میں، وقت کو کن

کے کام سے اٹھسے۔ میں کی کوئی نہیں کر سکتا۔“

”میں سر فرمائے میں بہترین لوگوں میں۔“ میں نے

چونک کر ان کی طرف دیکھنے سے ہو گیا۔

”امد صاحب! دیکھئے آپ کو اگر ایک عظیم انسان

کہا تو اس کا سبب ہے کہ میں سمجھتا ہوں۔ قدرت نے

آپ کو خاص مقصد کے لیے جنم لیا ہے۔ ایسے آپ کا

ہر کاروانا کے قانونی رین لوگوں سے ہے۔ ایسے افراد خود

کو دینی خدا نہیں ہیں۔ اگر باگ نے بانا با اثر فرادے

سننے کے لیے آپ کا انتخاب کیا ہے تو اس کا مطلب ہے ہوا

کر آپ ایک عظیم انسان ہیں اس لیے آپ دوروں میں

انکی پکڑ چلتا سرفہ کر دیں۔ جب قدرت آپ کی پندت

پر ہے تو بھر آپ کو دوروں تیسروں کے ہمارے کیا
ضرورت ہے۔“

”دو اٹالوں کتا یوں میں بہت کچھ کہے گئے تھے۔ ان
کا پہلا اشارہ بی بی ڈی کی سیکرٹ سوسائٹی (اسٹریٹ ایلنڈ
کی جانب تھا۔ اپنی سوسائٹی کے بیڑ سے رہی آر آرک،
ڈیٹا بیڈ اپتلان اور ڈیروہ آتے تھے۔ دورا اشارہ عظیم اینڈ
کم کی طرف تھا۔ میں جب سے پاکستان میں تھا،
بلادہ وسط یا بلانوا سلطان لوگوں سے مدد لے رہا تھا۔ بی ایم
کی باتوں میں بڑی کھری کھری تھی۔“

”آپ نے میرے بارے میں جنوبل صاحب
کہا تھا کہ میں صحرائیں اور امریکا سے اپنے پیچھے کیا
آیا ہوں اس صورت سے آپ ہی چاہتے تھے۔“ میں نے
میں نے ان کی ذہانت ہماری آٹھوں میں دیکھے ہوئے
پوچھا۔ ”آپ صحرائیں کو کس طرح جاننے لگے ہیں؟“

”پہلے آپ سے تاکیں، کیا وہ دیکھ لیا ہے؟“

”انہوں نے آپ کا اسی سے سوال کر لیا۔“

”میں آپ کو کولا نہیں کہہ رہا سر۔“ میں نے جلدی
سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ”در اصل بات ہے کہ
اور امریکا میں ایک بااثر اور ڈیٹا بیڈ میرے پیچھے پڑی
ہوئی تھی کہ بی ایم کی سوسائٹی جوائن کر لوں۔ میں نہیں جانتا
کی جانب ہے۔“

”ہاں! اسکی ای بات کہہ رہا ہوں۔“ دو سوچ میں

ڈوبے ہوئے کچھ میں بولے۔ ”وہ اس وقت اسلام آباد

میں ہے۔ آج رات کی وقت کو، اگر آپ کے پاس جائے گی۔ اب

یہ اس کے مولا پر فحشم ہے کہ وہ رات ہی کے کسی بہر گھاری

طرف روئے گا۔ کچھ چائے میں اس کا کوئلے کے چھوڑے

”لیکن یہ جو آپ نے کہا کہ آپ مجھے ڈیٹا بیڈ کے شہر

سے نکلوں گا میں اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟“

”یہ پوچھا۔“ میں نے سب کچھ سن کر اٹھ کر گئے کیا اس سطلے

میں سے بار بار آپ سے کتنا بڑے سے میں نے تو دیکھ

امریکا جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ایک دوروں میں، میں یہاں

سے روانہ ہوا جاؤں گا۔“

”ان کے ایسا نہیں کر سکتے۔“ ان کے لکھے میں

بلا کا حوا تھا۔ کوئی ای بیٹ ہو جائے گا کیا؟ یہ میں نہیں

جانتا۔۔۔ آپ کو بار بار مجھ سے ملنے کی ضرورت نہیں۔ یہ

ہماری جملے اور آخری ملاقات ہوئے۔ پائی جہاں تک آپ کو

اس صورت سے جاننے کا معاملہ ہے تو میں سطلے میں

آپ کو چڑھتی ہی رکھتا ہوں.... "انہوں نے لحاظ توقت کرنے والی نظر سے مجھے دیکھا مہرسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"ایک بات تو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ جن لوگوں سے آپ کا واسطہ پڑ گیا ہے، وہ اس گمراہ مرض کا باڑا اور تلور ترین افراد ہیں۔ آپ کا قدرت سے اس شخص کے لیے چاہے تو مالک کی مدد بھی آپ کی پشت پر ہوگی لہذا گھبرائے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ دوسروں پر اصرار کرنا چھوڑ دیں، صرف اپنے بازو کی قوت پر بھروسہ کریں۔ بال و دولت اور کادو کادے معاملات سے خود کو دور رکھنے کی کوشش کریں۔ مالک کے کرم سے سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

جی انیم صاحب نے ایک اور اہم اشارہ دے دیا تھا کہ مجھے اس کی بھڑکی ہونے کا خیر انداز اور مال اور سے دور رہنا تھا۔ میں ان سے اور ان کی صلاحیتوں سے بے حد متاثر ہوا تھا۔۔۔ میں نے نہایت ہی افسوس سے ہی چھپا۔

"سرا! آپ ان طاقتور لوگوں کیسے جانتے ہیں؟ کیا کسی ایسی صفت آپ کے کسی بندے سے آپ کی حفاظت ہوتی ہے؟"

"میری کبھی کسی ایسے شخص سے ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ ٹی ٹی میں گردن ملائے ہوئے ہوتے ہوں۔۔۔ لیکن میں جانتا تھا کہ ان کا تعلق اسی جمہور اقاؤں کے گہرے پائوں میں، ایک ایک روز کے اندر ان لوگوں کے نام پر صرف لیبارٹری قائم کر رہی ہے جہاں یہ مختلف نوعیت کے خطرناک تجربات کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے ایک روز کے پھر حیات ترین تجربے کا اظہار کیا تھا۔ تمام کرکما کے کسی قسم کے مستحق وہاں پہنچ کر آپ روز کے اندر کا احوال معلوم نہیں کر سکتے۔"

"اب ہر مرد اور سرائی ایک بھی تو اٹلاک اور میں ہی میں ہے۔ میں نے سوچا کہ آواز میں کیا۔۔۔ جس کی مسز کی بارے میں ابھی تک انسان ریسرچ کی تھی نتیجے پرکھیں گے۔"

"میں نے جس نے آپ روز کا ذکر کیا ہے، وہ ہر مرد اور فرائی اینٹکل کے بہت قریب ہے۔ وہ بڑی ریمان سے ہوں۔۔۔ ہر مرد اور فرائی اینٹکل کی پراسراریت میں بھی کافی حد تک ایک لوگوں کا سامنا ہے۔ یہیں چاہے کوئی ان کی خفیہ ریسرچ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرے اس لیے انہوں نے تمام تر حفاظتی اقدامات کے ساتھ ساتھ

لوگوں کو خوشخبرہ کرنے کے لیے بعض خطرناک اٹھوا بھی پھیلا رکھی ہیں۔"

"سرا ایک ذاتی نوعیت کا سوال آپ چھپا چھپتا ہوں۔۔۔ میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ آپ کو یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"میں نے تو انویسٹمنٹ استعمال کرتا ہوں اور نری اسی نوعیت کا کوئی اور راستہ اختیار کرتا ہوں۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولے۔ "میری معلومات واحد ریزرو ریٹنڈ ہوا نہیں ہے۔" "ریٹنڈ ہوا نہیں؟" میں نے اس میں زور دے کر کہا۔

"جی ہاں، میں جتنے بھی انسان موجود ہیں ان میں سے ہر شخص کا ایک مخصوص ریٹنڈ ہوا نہیں ہوتا ہے۔ یہ ایک طرح کی فریکوئنسی "آئی ڈی" ہوتی ہے۔" وہ وضاحت کرتے ہوئے بولے۔ "جس طرح ریڈیو کی براڈ کاسٹنگ کے پروس میں ایک خاص فریkwنسی اور ڈیٹا دیا جاتا ہے، وہ ریٹنڈ ہوا ریڈیو اور لاک ویز کی مثل میں ستر کرتے ہوئے مختلف میٹریلز پر کم فریkwنسی اور آواز کی لہروں کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچاتی ہیں۔ بالکل اسی طرح اگر آپ کو کسی خاص ریڈیو ایڈیشن معلوم ہوتی ہے اس کے بارے میں گہری خبر کو سکتے ہیں۔"

"جی ہاں، لیکن یہی سبھی چیزیں ہر دس ہے۔" میں نے کہا۔ "میں نے یہ سب سیکھ لی ہیں۔ لیکن جنسی سے مختلف ہے۔" وہ ہنس کر بولے۔ "میں نے یہ سب سیکھ لی ہیں۔ لیکن جنسی سے مختلف ہے۔"

"آپ بعض معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"جی ہاں، بہت ہی دلچسپ اور بہت اہم تجربے ہیں۔"

"اس سے کسی خبر یا بات ہے؟" میں نے کہا۔

"مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ انسانی جسم میں ہر جگہ ایک خاص بات چھپا جاتا ہے۔ وہ بھی بڑا بھرا ہوا ہے۔ وہ میرے ہاتھ پر چھتا ہے۔"

"انسانی جسم میں ہر جگہ ایک خاص بات چھپا جاتا ہے۔ وہ بھی بڑا بھرا ہوا ہے۔ وہ میرے ہاتھ پر چھتا ہے۔"

کھانسی کی پر دھیر ادا اپنی باہم نکت سوسائٹی میں ڈھٹلیا سے زیادہ بلند رہنے پر فخر کریں۔

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "مگر ایسا کیوں کیا جاتا ہے۔"

"دوسروں کو دھوکا دینے کے لیے اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے۔"

"زبردستی؟" میں نے سرائے والے انداز میں کہا۔

"اسدھی! " وہ مجھ پر سے ہارے نام سے جانب کرتے ہوئے بولے۔ "زندگی میں جب بھی آپ کو کوئی اہم مسئلہ درپیش آئے تو آپ کو ہر قسم کی مدد سے شہرہ کرنا اور ان سے نہیں کیونکر دل سے چیلنے سے زندگی کی مثال ہے اور دماغ کا نیٹورنگی کی حیثیت ہے۔"

"ٹھیک ہے سرائے آپ کی صحبت پر عمل کروں گا۔" میں نے فرمایا پر ہدایتی سے کہا۔

"اسی ایک شخص کے سوائے دوسرے دماغ اس نے بڑی بہت سے پہلے ہی انہیں ہر جگہ سے معافی کیا ہے۔" میں نے کہا۔ "سرا سائیکس کی شادی ہوئی آپ نے اس کے لیے جو سنا سنا کر تھا، وہ بہت کام آیا۔" گہرائی کے لیے زیورات تیار نہ کیے جاتے تو اس لیے چارے کی شادی نہیں ہو سکتی۔"

"میرے کان کھلے ہوئے اور میں پوچھتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "سرا کیا آپ کو یہ بھی پتہ ہے؟"

"میں نے سنا ہے کہ انہیں ہر جگہ ایک ایسے انسان ہیں۔"

"آپ کی عمر بڑھتی ہے۔" میں نے کہا۔ "انہیں ہر جگہ ایک ایسے انسان ہیں۔"

"انسانی جسم میں ہر جگہ ایک خاص بات چھپا جاتا ہے۔ وہ بھی بڑا بھرا ہوا ہے۔ وہ میرے ہاتھ پر چھتا ہے۔"

"انسانی جسم میں ہر جگہ ایک خاص بات چھپا جاتا ہے۔ وہ بھی بڑا بھرا ہوا ہے۔ وہ میرے ہاتھ پر چھتا ہے۔"

"انسانی جسم میں ہر جگہ ایک خاص بات چھپا جاتا ہے۔ وہ بھی بڑا بھرا ہوا ہے۔ وہ میرے ہاتھ پر چھتا ہے۔"

"سرا! آپ تو اللہ والے ہیں۔" انہیں جو کہنے ہی انہیں کہنے کہا۔ "ہر کوئی آپ جیسا تو نہیں ہو سکتا۔"

"میں اللہ والا نہیں ہوں۔" جی انیم صاحب مجھ سے لے کر بولے۔ "میں اللہ نہیں ہوتا ہوں۔"

"سرا! آپ میں ایسی کیا ہے جو کسی اللہ والے میں نہیں ہوتی؟" میں نے پوچھا۔

"وہ چنگاٹا تک خاصوں کو رکھتا ہے اور انہیں کو کھڑے رکھتا ہے اور اسے تیری آکھوں میں بیٹھے ہوتے ہوں۔"

"اسدھی! میری نظر میں جو شخص سائیکس چھپا جاتا ہے وہ سائیکس والی ہے۔ جو شخص گھوڑا دوڑاتا جانتا ہے، وہ گھوڑا دوڑاتا ہے۔ جو شخص کارڈا پیرا جانتا ہے وہ کارڈا پیرا ہے۔" وہ جملہ اور چھوڑ کر خاصوں ہو گئے۔

"اور جو شخص میں نے ان کی بات کو عمل کرتے ہوئے کہا۔" اور جو شخص اللہ سے اپنی برات منگوا سکتا ہو، وہ اللہ والا ہے۔"

"وہ ایک جھگڑے سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور کہا۔" لو بچے دل والا یہ خبر دوسروں سے نہیں چھپتے جاتی ہیں۔ اب میں اہمات چاہوں گا۔" پھر انہوں نے انہیں جو کہنے سے مخاطب ہوا۔ "جی انیم صاحب! ان کا دوست باہر گاڑی میں ان کا انتظار کر رہا ہے۔ آپ انہیں سی آف کر دیں۔"

"قبول صاحب اور کسی سے نئے نئے مجھے۔" میں نے کہا۔ "اور ان کے بلوائیوں۔" وہ بھی انہیں سے ہاتھ ملانے میں تیار تھے۔

"قبول صاحب کا ان پر پہلے یہاں سے روانہ ہو گئے ہیں۔ جی انیم صاحب! آپ ان کی گھوڑیوں اور اس کی ٹھکانوں پر جو آج رات دقت بھی اسلام آباد سے کرنا پڑے گا۔"

"میں نے ڈھٹلیا کی آمد کو بہت ہی اہم قرار دیا اور قبول صاحب سے معاملے سے پوچھا۔" آپ کو کیسے چاہتا کہ قبول صاحب روانہ ہو گئے ہیں۔"

"ریڈیو ایڈیشن۔" انہوں نے مختصر جواب دیا۔

"سرا! آپ کا ٹیکٹ گھبرائی دینے میں نہیں ہے۔" تاکہ ضرورت کے وقت آپ سے رابطہ کیا جاسکے اور۔۔۔ آپ ہر ایجنسی کے ہیں۔"

"میں سوچا کہ انہیں استعمال نہیں کرتا۔" وہ دو دو کی لیے ہیں۔" میں نے کہا۔ "اور آپ کو مجھ سے رابطہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ضروری ہوگا تو میں آپ سے

نفسیاتی جنگ

شا کرلیٹز

زندگی اور موت کے کھیل میں جب ضد حال ہو جاتا تو دماغ اتنا تیزی سے متحرک ہوتا ہے اور ایسے ایسے منصوبے ترتیب دیتا ہے جو شاید سکون کی فضا میں کبھی سمجھ سوجھ بھی نہ پائے۔ جب یہاں قانون اور جرم کے درمیان بھی کچھ ایسا ہی کھیل جاری تھا، جب سب سے دستے بند ہو گئے تو مجرمانہ نفسیات نے جنگ کا ایسا انوکھا طریقہ اختیار کیا کہ دیکھتے کہ باوجود آنکھیں اس منظر کا پس منظر نہ دیکھ پائیں۔

ہرگز عیاشی کی اس سنگت اور لذت کی جنگ میں جیتنے والوں کا قصہ ہیچ نہیں

رات کی گہری تاریکی نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ ایسے میں ایک چھوٹی سی لالچ غامبی تیز رفتاری سے سمندر پر چڑھتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ لالچ کے فرشے پر ایک ہی ٹخنہ موجود تھا جو لالچ کو چھڑا رہا تھا۔ لالچ



میں نکلنے کے اندر داخل ہوا تو جھپٹے نے ایک لٹائے پیری طرف بڑھا ہے تو ہاتھ سے کہا۔ ”سرا یہی چہرہ پیلے ایک ہانگ والا دوسے کر گیا ہے۔“

ڈاکو لٹائے کی کوئی ترس چینی کا تھا اور ایڈریس والی جگہ پر میرا نام لکھا ہوا تھا، مجھے یوں کہ نکلنے کا پتہ درج تھا۔ اس لٹائے کو کچھ کر میرا ہاتھ لگا اور میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کون کون ہے جو میرے اس نام سے واقف ہے اور جانا پتہ ہے کہ میں اس نکلنے پر ظہور ہوا ہوں۔ لٹائے نے کئی لمحے میں مجھے والے گھس کا پتہ بتایا اور پتہ لکھا ہوا تھا۔ میں نے اپنی دلچسپیاں تو چھوڑنے سے گوارا نہیں ہونے کو دیا اور جھپٹے سے کہا۔

”کیوں سادقت ہے کہ ہر سڑک کا؟“

”یہ بات میں نے اس ہانگ والے سے بھی پوچھی تھی۔“ جھپٹے نے بتایا۔ ”وہ کہنے کا درجن ڈھیر کی ہے۔“

”لے ان کی رہی نہیں کھٹے جا رہی رہتی ہے۔ جھپٹے اس بندے سے یہ بھی کہا کہ یہاں پر اسٹریٹ لائی ٹی ٹول نہیں رکھا جا رہا ہے اور اسرار کر لے گا کہ ایڈریس لٹائے کا ہے۔ ہونگا ہے، نام یہ بتیے گا کہ کونسی گاڑی ہوگی۔ میں نے اس سے یہ لٹائے لیا۔“

”تم نے بہت ہچما کیا۔“ میں نے ظہرے سے کہنے میں کہا۔ ”میں دو ٹیکوں لیاں اس سلسلے میں پریشان ہونے والی ایک نئی چیز چھٹی تھی۔“ گویا میرے اندر ایک ایسا حساس سسٹم کلائنڈ ہے ہو گیا تھا جیسے ہاتھ ہاتھ کرکون کی بات کرنا ہے اور کون کی بات چھپانا ہے۔ میں نے حکیم کے سوال کے جواب میں ایسا انداز اختیار کیا کہ اسے برا محسوس نہ ہو۔

”یارا میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔ اس موضوع پر ہم کئی بات کریں گے۔ اس سلسلے میں ایک بھر پور دستک کی ضرورت ہے۔ جتنے بڑے ہاتھ ہاتھ ہر طریقے سے ہونگے سکتے۔“

”حکیم ہے برو۔“ وہ معتدل انداز میں بولا۔ ”مکل جب آئی کئی گا پھوڑے اٹھائے امریکن اکیپٹریس جا میں کے تو پھر اس ہانگ پیک پر پیشگی بات کریں گے۔“

”ڈن۔۔۔۔۔“ میں نے کہا۔

”وہ بولا۔“ رات کو سونے سے پہلے سر کے درد کے لیے کوئی ٹیبلٹ ڈیڑھ لے لیا اور جلدی سونے کی کوشش بھی کرنا۔“

”مکل۔۔۔۔۔“ میں نے کہا۔

”مکل۔۔۔۔۔“ میں نے کہا۔

”مکل۔۔۔۔۔“ میں نے کہا۔

”مکل۔۔۔۔۔“ میں نے کہا۔

نے منہ ہاتھ سے جو اب دیا۔ میری گاڑی میں کسی قسم کی شخصیات موجود نہیں۔ غالباً یہ ہے تم نے کون کون کو کھگ کرنے کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔

اس لیے سارنٹ جانوں کا اہمیت گیری اس کے پاس آیا۔ لاکر کا تھانی کا عمل ہو چکا تھا۔ ”سنگڑاڑی سے کچھ برا ملاؤں ہوا۔“

”میں نے کہا تھا کہ ڈیڑی میں موجود ایکسٹرا گاڑی کو چلاؤ چیک کر۔“ سارنٹ جانوں نے گیری کے لیے۔

”سنگڑاڑی چیک کیا ہے۔“ گیری نے جواب دیا۔

”تاہم میری کوئی خیال نہیں کہ اندر کچھ کیا گیا ہے کیونکہ اس گاڑی میں سارنٹ ہے۔ ہمیں کسی شے سے بھلاؤ چیک کر لیتا ہوں۔“

سارنٹ نے گیری ایک مرتبہ براہ راست کہا کہ لیتا ہوں بڑھ کر گیا۔ اسے لاکر ایکسٹرا گاڑی لانا اور پھر پانچ کی دوسرے سے چھانڈ ڈالا۔ تاہم اب یہ کچھ برا مدد کرنے میں ناکام ہو۔

”کھینچیں پھر“ اس نے سارنٹ جانوں سے کہا جس کے چہرے پر اب بھی سنگڑاڑی کے اثرات اٹھتے تھے۔

”آج تک ایسا نہیں ہوا۔۔۔ کہ یہ قریب یا تھ کے کسی لاکر گاڑی پر بھروسہ ہوں۔ اس بیان سے اپنے ایسا نہیں لگتا۔“

”اس کی حثاتی لوں۔“ اس نے ایک خیال کے تحت گیری کو براہ راست حثاتی کیے۔ اس کا جسم گرم کر دیا۔

سارنٹ جانوں کے پاس کیا اور اس کی جام حثاتی کو شروع کر دی۔ سارنٹ نے حثاتی دینے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ تاہم اس کے چہرے پر کوئی کھانسی کی علامتیں نظر نہیں آئی تھیں۔

”کونسا“ گیری نے کہا۔

”تم جانتے ہو۔“ سارنٹ جانوں نے ہونٹ چبائے۔

”یہ یاد ہے سارنٹ۔“ سارنٹ نے غصیلے لیے اس احتجاج کیا۔ ”اس طرح تو میری کار کا سلسلہ بنا ہوا ہے۔ گا۔ میں تم پر یقین کروں گا اور شریف سے تمہاری شکایت کی کروں گا۔“

”تم اپنی کار کے قاتل دیکھتے ہو مگر میں نے جو جرم دیا ہے اس پر کوئی نکل ہوگا۔ جب تک میری دل نہیں ہوئی نہیں یہاں سے جانے کے اجازت نہیں مل سکتی۔“ سارنٹ جانوں کا کچھ دردناک تھا۔

گیری اور اس کے ساتھی پولیس والوں نے کچھ ہی دور میں سارنٹ جانوں کی سبکسوار اور چھت پر لگا کر گاڑی کو چلا کر لایا۔

گیری کے ہر ایک لمحے کو چیک کیا گیا۔ جہاں شخصیات چھپانے کا سامنا تھا۔ گاڑی کے ڈھونڈنے سے عمل نامی کا سامنا کرنا پڑا۔

”مگر کون کس ملا۔“ آخر کار گیری نے اپنی ناکامی کا اعلان کر دیا۔

اس سے اگلے دن سارنٹ جانوں کو براہ راست کی جانب سے ایک گاڑی کو بھی وصول ہوا۔ جس کی گاڑی کے نقصان اور اس کے ساتھ ساتھ ہر جانے کی ڈیڑی بھی تھی۔

گیری نے گاڑی کی حثاتی کی طرف سے اسے خاص سبکی گاڑی کی۔ شریف کے سامنے سے ہڑتلی ہوئی اور اب عدالت میں پیشانی بھی سمجھتی تھی اور عدالت کی حثاتی کی حثاتی اس کے خلاف ہی جاتا۔ اس حثقت سے اگلا کھینچ کر اس کے پاس اس کی سبکسوار اور چھت پر لگے پڑے کو پھیلانے کا کھڑو دینے کے ساتھ ساتھ کراہنے کے دوران سے بے گھر اور ایک ایکسٹرا گاڑی منگوا کر دیا تھا۔ ایک طرف سے دیکھا جا تو سارنٹ نے اس پر اڑانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کو دیکھا تھا اس میں دو فیورڈر بھی جاہت تھا۔

”خوار کا دل بھی خوار تھا۔“ گیری نے کہا۔

گیری اور اس کے ساتھی پولیس والوں نے کچھ ہی دور میں سارنٹ جانوں کی سبکسوار اور چھت پر لگے پڑے کو پھیلانے کا کھڑو دینے کے ساتھ ساتھ کراہنے کے دوران سے بے گھر اور ایک ایکسٹرا گاڑی منگوا کر دیا تھا۔ ایک طرف سے دیکھا جا تو سارنٹ نے اس پر اڑانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کو دیکھا تھا اس میں دو فیورڈر بھی جاہت تھا۔

گیری اور اس کے ساتھی پولیس والوں نے کچھ ہی دور میں سارنٹ جانوں کی سبکسوار اور چھت پر لگے پڑے کو پھیلانے کا کھڑو دینے کے ساتھ ساتھ کراہنے کے دوران سے بے گھر اور ایک ایکسٹرا گاڑی منگوا کر دیا تھا۔ ایک طرف سے دیکھا جا تو سارنٹ نے اس پر اڑانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کو دیکھا تھا اس میں دو فیورڈر بھی جاہت تھا۔

گیری اور اس کے ساتھی پولیس والوں نے کچھ ہی دور میں سارنٹ جانوں کی سبکسوار اور چھت پر لگے پڑے کو پھیلانے کا کھڑو دینے کے ساتھ ساتھ کراہنے کے دوران سے بے گھر اور ایک ایکسٹرا گاڑی منگوا کر دیا تھا۔ ایک طرف سے دیکھا جا تو سارنٹ نے اس پر اڑانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کو دیکھا تھا اس میں دو فیورڈر بھی جاہت تھا۔

گیری اور اس کے ساتھی پولیس والوں نے کچھ ہی دور میں سارنٹ جانوں کی سبکسوار اور چھت پر لگے پڑے کو پھیلانے کا کھڑو دینے کے ساتھ ساتھ کراہنے کے دوران سے بے گھر اور ایک ایکسٹرا گاڑی منگوا کر دیا تھا۔ ایک طرف سے دیکھا جا تو سارنٹ نے اس پر اڑانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کو دیکھا تھا اس میں دو فیورڈر بھی جاہت تھا۔

گیری اور اس کے ساتھی پولیس والوں نے کچھ ہی دور میں سارنٹ جانوں کی سبکسوار اور چھت پر لگے پڑے کو پھیلانے کا کھڑو دینے کے ساتھ ساتھ کراہنے کے دوران سے بے گھر اور ایک ایکسٹرا گاڑی منگوا کر دیا تھا۔ ایک طرف سے دیکھا جا تو سارنٹ نے اس پر اڑانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کو دیکھا تھا اس میں دو فیورڈر بھی جاہت تھا۔

گیری اور اس کے ساتھی پولیس والوں نے کچھ ہی دور میں سارنٹ جانوں کی سبکسوار اور چھت پر لگے پڑے کو پھیلانے کا کھڑو دینے کے ساتھ ساتھ کراہنے کے دوران سے بے گھر اور ایک ایکسٹرا گاڑی منگوا کر دیا تھا۔ ایک طرف سے دیکھا جا تو سارنٹ نے اس پر اڑانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کو دیکھا تھا اس میں دو فیورڈر بھی جاہت تھا۔

گیری اور اس کے ساتھی پولیس والوں نے کچھ ہی دور میں سارنٹ جانوں کی سبکسوار اور چھت پر لگے پڑے کو پھیلانے کا کھڑو دینے کے ساتھ ساتھ کراہنے کے دوران سے بے گھر اور ایک ایکسٹرا گاڑی منگوا کر دیا تھا۔ ایک طرف سے دیکھا جا تو سارنٹ نے اس پر اڑانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کو دیکھا تھا اس میں دو فیورڈر بھی جاہت تھا۔

گیری اور اس کے ساتھی پولیس والوں نے کچھ ہی دور میں سارنٹ جانوں کی سبکسوار اور چھت پر لگے پڑے کو پھیلانے کا کھڑو دینے کے ساتھ ساتھ کراہنے کے دوران سے بے گھر اور ایک ایکسٹرا گاڑی منگوا کر دیا تھا۔ ایک طرف سے دیکھا جا تو سارنٹ نے اس پر اڑانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کو دیکھا تھا اس میں دو فیورڈر بھی جاہت تھا۔

گیری اور اس کے ساتھی پولیس والوں نے کچھ ہی دور میں سارنٹ جانوں کی سبکسوار اور چھت پر لگے پڑے کو پھیلانے کا کھڑو دینے کے ساتھ ساتھ کراہنے کے دوران سے بے گھر اور ایک ایکسٹرا گاڑی منگوا کر دیا تھا۔ ایک طرف سے دیکھا جا تو سارنٹ نے اس پر اڑانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کو دیکھا تھا اس میں دو فیورڈر بھی جاہت تھا۔

گیری اور اس کے ساتھی پولیس والوں نے کچھ ہی دور میں سارنٹ جانوں کی سبکسوار اور چھت پر لگے پڑے کو پھیلانے کا کھڑو دینے کے ساتھ ساتھ کراہنے کے دوران سے بے گھر اور ایک ایکسٹرا گاڑی منگوا کر دیا تھا۔ ایک طرف سے دیکھا جا تو سارنٹ نے اس پر اڑانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کو دیکھا تھا اس میں دو فیورڈر بھی جاہت تھا۔

گیری اور اس کے ساتھی پولیس والوں نے کچھ ہی دور میں سارنٹ جانوں کی سبکسوار اور چھت پر لگے پڑے کو پھیلانے کا کھڑو دینے کے ساتھ ساتھ کراہنے کے دوران سے بے گھر اور ایک ایکسٹرا گاڑی منگوا کر دیا تھا۔ ایک طرف سے دیکھا جا تو سارنٹ نے اس پر اڑانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کو دیکھا تھا اس میں دو فیورڈر بھی جاہت تھا۔

یا قصہ ہمارے دل پر چمک گیا۔ کیا ہم کو یاد رکھا گیا کہاں کچھ
 چھوٹا یا جاسکتا تھا۔ ایک پھس والے نے ماڈرن جاسوسی کا
 تجربی کرکریں سے کسی کو ایسی چیز یاد دہندہ جو تھوکن کی
 گرفت میں آئی ہو۔

”سرا“ کچھ نہیں ملا۔“ گہری نے نام پڑھنا ہی نہیں
 اعلان کیا تو ساریجٹ جاہڑ نے اتنی زور سے ہنست پیچھے
 کر اسے اپنی زبان پر ہنوں کا ڈاکٹر سانس ہونے لگا۔

”آخر تین یا تین گے ماڈرن کی کار میں نشیات کیا تو
 یا کر کیوں ہو سکتا شروع کر دیتے تھے اور پھر کار میں سے
 نشیات کیوں نہ رہا۔ ہمیں یوں ہی؟ یا بے کسی اس وجہ سے کہ
 شکار کیوں ہوتے تھے کہ اس کار میں نشیات موجود ہے؟
 یہ اچھے سوالات تھے جو تجزیے سے ساریجٹ جاہڑ نے
 ذہین میں گردش کر رہے تھے مگر وہ ان کا جواب تلاش
 کرنے سے بیکھر صاف تھا۔ دلتا اس کے ذہن میں ایک
 خیالی بالکل کے کوئٹے کی طرح چلکا۔ اسے لگا لگا کھینچا
 بازو ٹھیک کر دیا تھا۔ نشیات شکار کے جاہڑ جاہڑوں
 کے اندر بھی تو چھپالی جاسکتی تھی اس سرفراز تو اس کا
 دھیان ہی نہیں کیا تھا۔ کتوں نے بو بھی ہونے نہیں شروع
 کر دیا تھا اور پھر ماڈرن کے چہرے سے پھر اہمیت کے
 جاڑا کتوں کو مچھلاتے تھے؟ جب کار میں کچھ موجود ہی نہیں
 تھا تو اسے مچھلانے کی کیا ضرورت کی؟ وہ جیسے جیسے سوچتا
 گیا اس کے فکر کے گتھوتے میں لگتی۔“

”گہری کا کہنا تھا تازہ بازو کر چینگ کر۔“

پیلے پر پیچھے ہی اس نے پڑ جوش نہیں کیا۔

”پر کیا نکالیں سے؟ کیا گہری کار کے ہنر منت میں
 آئے ہیں۔“ ماڈرن نے غصے سے آگ بگولا ہوتے ہوئے
 کہا۔ تاہم ساریجٹ جاہڑ نے اس کی بات ہی سنائی ہی نہ کر دی
 جبکہ اس کے ماتحت گہری نے منکر پھس کے سلسلے کے ساتھ
 فوراً اس کے ہم شکل شروع کر دی۔

گاڑی کے جاہڑ جاہڑی جیلا ڈالے مگر نتیجہ
 حسب معمول ہی رہا۔ ”سرا“ کچھ نہیں ملا۔“ گہری نے
 ساریجٹ جاہڑ نے کہا کہ جواب ہو چکا کھڑا ہوا تھا۔ وہ تجھ
 دلتا ہوں سے ماڈرن اور اس کی کار کا جائزہ لے رہا تھا۔ اب
 اسے گہری کا کہنا تھا کہ کتوں کے دماغ میں نشیات کی کار
 اور کاب ہوا ہے اور پھر کسی جاہڑ پر کسی حد تک پھر ہراسا
 کیا جا سکتا تھا۔

”تم چاہتے ہو۔“ اس نے پڑھ رہی آواز میں ماڈرن
 کو غائب کیا۔

”بھانجھو کیسے؟“ ماڈرن نے طنز سے لہجے میں استہزا
 کیا۔ ”کیا ان پیلے ہوئے کتوں کے ساتھ کار چلے گی؟“
 ساریجٹ جاہڑ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔
 بہن خاموشی سے سر جھکا کر گزرا۔ اسے اس کے ہونے
 کہ اسے نہ دانتی میں اس نوجوان کے ساتھ خاموشی پرانی کر
 ڈالی ہے۔ نشیات برآمد کرنے سے پھر میں اس نے ماڈرن کی
 کار کا پھانسا سانس لہا لہا کر ڈالا تھا۔

ماڈرن خاموش گاڑی کا ڈالنے لے گیا۔ وہ ایک فکس پر
 نئے نئے غر پر کلا یا تھا اور کار کے ہنر تہذیب کرنے کے بعد ہی
 وہاں سے ہٹا ہوا۔

گاڑی ان کو توقع کے مطابق خاموشی ثابت ہوا۔
 شریف نے اسے اپنے آفس بلایا اور اس کی ابھی خاموشی سے
 مڑنی کر ڈالی۔ اس نے ساریجٹ جاہڑ سے کہا کہ اس نے
 خصوصی سٹیشن سے پھریک پوسٹ اس مقصد کے لیے قائم
 کر دئی تھی۔ شریف نے اس کو کھنگرتا رہا۔

چینگ پوسٹ کوٹھم کر دیا جائے۔ ماڈرن نے اسے اٹھ کے گاڑی
 سے نکل کر ماڈرن کی شاہکار بار پھر شریف پر احتجاج کیا تھا۔ بار
 کو آج سے پھر اپنی ضرورت کو پڑی تھی۔ ساریجٹ جاہڑ نے
 شریف کو بھی اس سے ضرورت کی اسامان نہیں کرنا پڑا تھا۔ اسے
 نشیات سٹیشن سے نکلنے کی اس وجہ سے اسے ہنوں کو بے گناہ
 کہ اس نے اپنے دل میں بھی اس نکتہ کی وجہ سے ہی ماڈرن
 کے ساتھ اس کا سلسلہ روا رکھا تھا۔ نشیات کی جلا میں
 ہو کر اس کا دل کھانا پانی بنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

ساریجٹ جاہڑ ان کو اپنے بیٹے کی موت کے بعد سے
 ہیروئن اسمگلرز سے ڈالی عداوت کی۔ وہ ہمیشہ اسمگلرز کو
 یاد دلاتے کہ سبھی کو اپنی رائے کو ترجیح دینا تھا۔ اگر
 ماڈرن کی گاڑی سے ہیروئن کا ایک ہی کیکٹ پڑے ہونا تو
 لینے دیا ہے۔ ساریجٹ جاہڑ نے اس کا سلسلہ ایسا ہی سلوک کرنا تھا اسے
 چاہیے تھا کہ ماڈرن کا نشیات سے کوئی تعلق نہ ہو۔ وہ ایک
 شریف اور چھوٹا سا ہارہ نوجوان سے پھر آڑے اس کی کار
 پر کیوں ہو گئے تھے؟ وہ بات وہ کھنے سے بدستور تھا صاف
 تھا۔ روٹ اس میں اسے نشیات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ ایک
 ماڈرن کے معاملے میں ان کتوں نے کھلی ہاتھ کی کار کلاب کی
 وہاں سے نشیات برآمد ہوئی تھی۔

اس سے لگے اسے ماڈرن کی جانب سے ایک اور
 تو اپنی ٹوش میں لیا۔ یہ بار پھر جانے کی ایک اور کار
 کر دی تھی اور ساریجٹ جاہڑ نے اپنی جانتا تھا کہ کسی کی
 شوشی شروع ہونے کے بعد اسے مدنی پیشانی کی سمجھتا

پڑیں گی اور اس بات سے کسی بھی امکانات سے کہ کسی کا
 فیصلہ ماڈرن کے قریب میں جانا۔ یہ اکثر ہے اسے اپنے ذہنی
 بیٹوں سے ہر جاگہ کی گہری مبرا تھی۔

”کم سے کم“

ٹھیک دو دن بعد سرج سے وہی جب ساریجٹ
 جاہڑ اپنے سین میں آرام کر رہا تھا اس نے ماتحت گہری
 نے اسے آگے کر پیش کیا کہ کتوں کے پھر کاب پر پھر کاب شروع
 کر دیا ہے تو اس نے کہا کہ کراسٹا پر لگو اور ڈاکٹر بھی مگر
 چینگ کر۔

”سرا“ کا یہ اس ماڈرن نالی نوجوان کی ہے جس کی کار
 پھر ہمارے کتوں کو ٹھیک اور دھوکا دیا ہوا ہے۔ سٹائی لینے پر
 کچھ برہم دیکھا ہوا تھا اور اس نے آپ کے خلاف شرف کا
 شکایت کے ساتھ ساتھ عدالت میں ہر جاگہ کا دعویٰ بھی دائر
 کر دیا تھا۔ ویسے جیسے آپ گم کریں۔“ گہری نے سو دہانہ
 لہجے میں کہا۔

”ہوں۔۔۔۔۔“ ساریجٹ جاہڑ نے ہنگامہ بھرا۔ وہ
 کھدو دیکھ خاموشی سے کرسی پر بیٹھا اور پھر بولا۔ ”جانے
 دوں اس کی کار میں کچھ نہیں ہے۔“

”سرا“ میرا بھی خیال تھا۔“

گہری نے کہا اور پھر کتوں سے اپنی کار کچھ ساریجٹ
 جاہڑ نے کرسی کی پشت کے کنارے کھینچ موندھی۔

”یہی چنگی جہاں ہاس خاص، چوڑا اور ہارٹ اور
 ماڈرن کی کیننگ ہوئی گی اور ماڈرن نے خود بخود حالت کے
 بازو اور ہنریٹ چینگ پوسٹ سے لے کر گزرنے کی ذمے
 داری اٹھائی تھی۔ ہاس خاص پڑا اور ہارٹ اپنی اپنی
 کر سبیلوں پر براہ راست تھے۔ انہیں ماڈرن کی آدھا نظر تھا۔ وہ
 انہیں تنوں کے پھروں پر اس وقت گہری موت کے جاڑا
 موجود تھے کیونکہ ماڈرن پورے کھپ کے مانی کے ساتھ شہر
 میں ان کے ڈیٹرکٹ پہنچانے میں کامیاب رہا تھا اور اب
 انہیں بھاری مبالغہ حاصل ہونے والا تھا مگر ماڈرن نے اس
 چینگ پوسٹ کوئی کہ اس کا قصہ اور اس کی نشیات کی بھاری
 موجود تھے مگر وہ جوں کی توڑ کی پھس کے ساتھ چھپائی کی
 تھی۔ یہ ایک ایسا پھر سوال تھا جہاں کے بھڑوں میں کھلا
 رہا تھا تاہم وہ اس کا جواب تلاش کرنے سے قاصر تھے۔
 اب ماڈرن کی اس سوال کو ابھی دے سکتے تھے۔ اس لیے وہ
 تنہوں سے چنگی سے ماڈرن کی آدھا نظر تھا کہ تھے۔ انہیں
 زیادہ اور نظر کرنا پڑا۔ کچھ ہی دن میں ماڈرن ہاس

داخل ہوا۔ اس نے سب سے گرجش اعزاز میں مصافحہ کیا اور
 پھر کرایہ چنگی کیا۔

”دو کڑی۔“ اس کے بیٹے ہی ہاس خاص پر جوش
 لہجے میں بولا۔ ”ڈیٹرکٹ کیا ہے اور اس نے چند
 دنوں کے اندر اندر مصافحہ دینے کا بھی وعدہ کیا ہے۔ ماڈرن
 نے دماغی میں کابہ ہراسا کر دیا ہے کہ تھے یہ جاننے کے
 لیے ہاس خاص سے کہیں نہیں۔

”ہاں ہاں۔“ ماڈرن کی بات پوری ہوتے ہی چوڑا
 بھی بول پڑا۔ ”ماڈرن کچھ سے یہ بات ہلاتے کہ تم نے ان
 تربیت یافتہ کتوں کو اپنے ڈیٹرکٹ دیا۔ وہ کون سا تربیت دیا کیا تم
 کا مانیہ ہے۔ اسے کام سے ان کتوں پر کوئی ماہور ڈیٹرکٹ کیا تھا؟“
 چوڑا کے آخری الفاظوں کو وہ سب کھٹکھا کر سن پڑے۔

”ماڈرن اب تم کھٹکھا کر سن پڑے۔“ ہاس
 نے جیسے ہونے لگا۔ ”تم نے کہا تھا کہ اس نشیات کی تربیت
 کے لیے تمہارے اور ساریجٹ جاہڑ کے دو ماڈرن
 چھوٹی اور نشیاتی جنگ لڑی جائے گی اور تم اس چینگ پوسٹ
 سے ہیروئن کے نکلنے میں بھی کامیاب رہو گے۔ ہمیں
 اعتراض ہے کہ تم کہتی بات پر پورے اتارے ہو اور تمہاری
 وجہ سے ہمیں بھاری مبالغہ حاصل ہونے والا ہے۔ ہم نے
 وہ کام کر دیا ہے جو ہم سب کو بھی نہیں کر سکتے تھے۔
 ماڈرن یا کبھی کی موت اور مال کے بچنے سے جانے کی وجہ سے
 ہمیں خاموشی کی موت ہو چکا تھا۔ یہ حال تمہارا کا قابل نہیں
 ہے۔ مگر یہ سوال اب بھی تمہیں ایک موجود ہے کہ تم نے ان
 تربیت یافتہ کتوں کو کیسے ڈیٹرکٹ کیا وہ کتے تمہارے تاج
 ہو گئے تھے؟“

ہاس کا جسم لیکن کر ماڈرن کے چہرے سے پھر سگھرتا
 دوڑ گئی۔ ”میرے خیال میں پھر بھی نہیں کھٹکھا پائی پڑے
 گی۔“ کھانن توفیق کے بعد بولا۔ ”کھاپر ہے اگر میں نے
 اس کا کوئی پانچ میں پڑوں تھا۔ اسے اسے اسے اسے
 ہارے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے
 ماڈرن کے دو ماڈرن کون ہی اور کسی نشیاتی کتوں کی گئی،
 میں آپ کو ساریجٹ جاہڑ سے پھریک پوسٹ میں کھلا کالے
 کر اس چینگ پوسٹ سے گزرا۔

”تاہم کتوں کے گھبرے پھر وہ لوگ کبھی کر اس کار میں
 نشیات موجود ہے۔ انہوں نے دو ماڈرن کھلائی پھر کاب اور اچھا
 خاموشی ماڈرن کی کار کھلائی۔ اسے کھلا ڈاکٹر سمجھتا ہے
 دو روزوں پر گئے اور کے ساتھ ہی کابہ ہراسا کر دیا اور

نادیدہ زخم

شہادتین رسواں

یہ بھی ایک الگ دکھ ہے کہ نادیدہ زخم کبھی کسی کی نظر نہیں آتا مگر تمام عمران میں وہ رگ نرس نہیں سنوڑا لہتی ہیں... اس کے دل پر بھی کچھ ایسا ہی زخم لگے ہیں جن پر کوئی دوا اور نہیں کوئی۔ لوٹ مار کویت والے اس گروپ میں ایک وہ بھی ہے جس نے مال کی طلب میں ایسی چال چلی کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے۔

مغربی ماسٹرز سے مل کر لٹیکر گئی ہے یہ ناز و نعل گننے کا اداکار تیرہ



یہ سب بھوکہ کرنے کے بارے میں وہ بھوکہ برآ کر نے میں ناکام رہے اور پھر کارگاری میں بھی ہوتا تھی تو وہ بھوکہ برآ کر نہ تھے۔
 "اس کے بعد مجھے جانے کی اجازت دہی لگی اور میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ میں اپنے ملائے کی ایک ساتھی تنظیم کارکن ہوں۔ دنیا کے سامنے ہماری حقیقت عیاں ہو اور اسے نہیں اس طرح کی ساتھی تنظیموں سے باہر ہونا پڑتا ہے۔
 "ہاں! طرح کتنے ایسے انگریزوں جنہوں نے دنیا کے سامنے شرافت کا بارہ اڈہ دکھا ہے۔ بہر حال میں نے اپنی ساتھی تنظیم کی وساطت سے شرف کے آفس میں جا کر اپنی کار کے نقصان پر پھر پورا احتجاج کیا اور دیا اور پھر سارنجنٹ جارج کو نقصان کے اڈالے کے ساتھ ساتھ ہر جانے کا ایک قانونی نوٹس بھی بھیجا گیا۔ اسی دن سے میرے اور اس کے درمیان نفسیاتی جنگ کا آغاز ہو گیا جس میں مجھے شرف سے ہی واضح برتری حاصل ہو گئی۔"
 "مگر جب تمہاری کار میں شرافت موجود نہیں تھی تو ان لوگوں نے پھر کیا کیا شروع کر دیا؟ کیا چوڑی بات درست ہے کہ تم نے واقعی میں ان لوگوں پر کوئی جادو کر دیا تھا۔"
 "مارٹن تو یہ کہا تو وہ ایک بار پھر اس بڑے نے اپنے بڑے بڑے ہونے جواب دیا اور پھر قورسے توفیق کے بعد یولانڈ نے چند دن کے بعد میں دوبارہ اس چنگ پوسٹ پر کیا۔ حسب توہین توں نے دوبارہ میری کار کو پھونک کر پھونکا شروع کر دیا۔ سارنجنٹ جارج دن ٹھیک اپنے کین میں موجود تھا۔ تاہم اطلاع سے ہی وہ باہر آ گیا۔ اسے میری کار میں کھانسی لگنے کا حکم دیا مگر کچھ دنوں کے بعد اس کے چہرے کے اندازہ ہو گیا کہ میری کار کی نفسیاتی پتھر چھانڈنے کے بارے میں وہ کچھ ذہنی کاغذ ہے۔ میں جانتا تھا کہ وہ اس بار بھی ایسا کرے۔ اس عمل طوطہ پر ذہنی شکست سے دوچار کرنے کے لیے یہ ضروری تھا۔ اسی لیے میں نے اس بات کرتے ہوئے جان بوجھ کر اپنے لیے جس میں سارنجنٹ کا حضور غالب کر لیا۔ میری یہ چال کا سبب گری اور سارنجنٹ جارج کو یہ شک گزرا کہ اس بار میری کار میں ضرور کچھ موجود ہے۔ اس لیے ایک بار پھر میری کار کا پوسٹ مارم کر ڈالا۔ حتیٰ کہ اس بار جارج کی ناکھی جھانڈا لے کر مجھے کارگاری میں بھوکہ ہونا تو یہ کہنے کا سبب ہوئے۔ اس ناکھی کے بعد سارنجنٹ جارج دن کے چہرے پر جس قسم کے شرافت اچھے رہے ان سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ ذہنی طور پر

میرے سامنے شکست سے دوچار ہو چکا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ اگر ایک راجب میں سچ بچ نکلیں گے اور اس کا وہ توں سے بھونکنے کے بعد جرمیری کی کارگاری کی شخص ذریعہ جہانے کے سحر دینے کی جرأت نہیں کرے گا۔ زیادہ سے زیادہ وہ کوئی روٹین کی تلاش ہی لگا تاہم میں کوئی کیا کھلاڑی نہیں ہوں۔ میں جانتا تھا کہ اگر وہ پوکا ہے تو اس پر ایک آخری ضرب لگانا پائی تھا۔ میں نے ایک بار پھر شرف کے آفس میں جا کر شکایت درج کروا دی اور اسے سارنجنٹ جارج دن کو ایک اور لیگل نوٹس بھی بھیجا دیا۔ جسے اس بات کی اطلاع مل گئی تھی کہ شرف سے اسے اپنے آفس بنا کر اس کی اپنی خاص سے مرئی کر ڈالی گئی اور پھر قانونی نوٹس نے وہی قسم کی کار کا دل لگی۔ جسے مجھے تھا کہ اس میں اس پر پھر میری برتری حاصل کر چکا ہوں اور توہین کے تین طلاقین جب میں تیسری بار سچ بچ اپنی کار میں شکایت لے کر گیا تو اس نے مجھے جانے دیا کیونکہ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ میری کار سے کچھ نہیں لگا۔"

"لیکن اگر وہ تیسری بار بھی تمہاری کار پوسٹ مارم کر ڈالا تو؟" مارٹن نے اعتراض کیا۔
 "اتنا مہم کو بہر حال لیا ہی پڑتا ہے۔" مارٹن نے جواب دیا۔ "وہی مجھے سوچنے میں تھا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا کیونکہ وہ میرے نفسیاتی دن میں آ گیا تھا۔ حقیقت یہ سارا میل ہی نفسیات کا تھا۔"

"تمہاری زندگی میں یہ سب کچھ ہی آئی ہیں۔" پاس تھا کہ فریال لکھے میں یولانڈ۔ تم نے واقعی میں ایک شکاردار کھیل کھیل کر میرے سواں بھی اپنی جگہ قائم کر کے جب تمہاری کار میں شکایت جرح ہوئی تھی تو مجھے میرا بیٹا شرف شروع کر دیتے تھے۔ آئیں شکایت کی برکیوں میں؟"
 "اس کے لیے میں بڑا آسان اور سادہ سا کارم کرتا تھا۔"

مارٹن نے جواب دیا۔ "میں ضرور یہی کہتا تھا کہ اگر کوئی اس میں مگول لیتا تھا تو پھر ہر روز اپنی میں کھلی کوٹھالی کی شکل اختیار کر لیتی تھی تو میں اس اپنی کار سہرے کی شکل میں کارگاری کے مختلف حصوں پر چھڑکا کر دیتا تھا۔ یہی وجہ کی کہ توں کو سوچنے پر گاڑی سے شکایت کی پڑوسوں کوئی کی گرتا ہی نہیں پر کونکھن لیا جاتا تھا۔ اگر کسی نے انگریزوں کو پکڑنے کے لیے تے تے چھڑے آسانے شروع کر دیتے تو ہم انگریزوں سے بچنے کے لیے کوئی دیکھ کر اپنا کار بھی لیتے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ضرورت ایسا کی ماں ہے۔"

دادا کی کن نے مجھے دھوکا دے دیا۔ میں اپنے ساتھ ایشیا سے تین دوکان بٹول لے کر آتا تھا کیونکہ جاتا پھرتا تھا۔ میرے پاس یہ آسانی چھایا جا سکتا ہے۔ یہ چھڑے تے تے کیکن ایشیا سے تین دوکان بٹولنے میں سوان کے ساتھ ساتھ میں ناکام رہی۔ گاڑی کی گر سے میری دو چھاپیاں ٹوٹ

تیں۔ میری جیکٹ بیچنے ایکسٹریل میں پیش کی۔ میں آدھے ہاک تک کھنڈنا گیا پھر ایک ہاک تک لے کر میری جیکٹ آزاد ہوئی اور لیونڈر تیزی سے آگے چلی۔ اس وقت تک میری آزاد تار میں شادوب چکا تھا۔ سرخ نے ہانسی کی مدد سے میرے سر کے قمی سے

سے نکل گئے۔ ڈاکٹر نے بتا دیا کہ وہ عمل پہیلے ہی ایک ماہر
سائنسکال پر ہوا ڈاکٹر کا ہے جس نے سر پریلٹ میں مہین
نکھتا تھا تاہم وہ سریش جاتر نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر نے مجھے
اس وقت تک اسپتال میں رکھا جبکہ انہیں نے اسپتال
میں ہو کر سر کے ذمہ میں انکشن ٹوئیں ہو جانے کا۔ لہذا
میرے پاس پہلے لایا کہ بارے میں سوچنے کے لیے کافی
دقت تھا۔ اس رات میں نے اسے کہا کہ کوئی کوشش کیے
یوں مجھے احساس ہوا تھا کہ وہ خوشی چاہیں گا۔ اس کی
فوری طور پر ایس ڈی اے ریسٹ کار سٹارٹ کرنا ہوا تاکہ
اسپتال میں مجھ سے ملے آئے۔ وہ ایک کھت پھرے والا
فرض تھا جس کی تہریروں پر عمل پڑے ہوتے۔ وہ
مجھے جسے دادا کی کن کے بارے میں پوچھا اور انہیں کفر
میں سے لٹی گئی۔ میں نے اسے بتایا کہ میں پرانی ہیروئن
رہا ہوں۔

کرتے ہوئے کہا۔ "اس میں ایک بچہ جڑت ہے جس کے
ساتھ صحت کے مسائل ہیں۔ اگر کوئی تعویذ نہیں ہوا اور معاملہ
مدیرات میں چلا گیا۔" آسکر جڑت ہوتے چلا۔ تو
یہ بڑی آسانی سے ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔
"تمہارا کاہن کون ہے؟"
"مدن ٹیڈور ریڈیو سن۔"
"اس کے ساتھ کون ہے؟"
"آسکر جڑت ہوتے چلا۔" انہوں نے مجھے اپنا
کنکٹڈ مقرر کیا ہے۔"
"فرزاد کی طبی کیا ہے؟"
"کوئی بھی نہیں ہے جس کو سکا۔ اس لیے میں نے
میں بلایا ہے۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور انتظار کرنے لگا کہ وہ
مجھے وضاحت سے پوری بات بتائے۔

مجھے ایک پزیرش صورت کی تصویر دکھائی جس کی عمر تیس
کے لگ بھگ ہوگی۔ "پولینا، ایک سال پہلے یہ لڑکی تھی۔ اپنے
ساتھ کام کرنے کے باج پر ڈیڈ ٹین میں ساتھ ہے
میں اسٹیٹ ایجنٹ ہے۔ اس نے یہ دعویٰ کرنے کے
پہلے انٹرنس ٹیکنیشن سے حاصل کی تصویریں لے کر
بارے میں معلومات حاصل کرکیں اور وہ جاتا ہے کہ
مجھے کھلتا ہے۔ اس کے پس منظر اور وہ دوسری باتوں
کی وجہ سے مجھے یہ سوچا تھا منسوب لگتا ہے۔" یہ کہ
کردہ خاموش ہو گیا پھر پوچھا۔
"میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ مقدمہ بازی کا
شوہن ہے۔ یہ ایک جذباتی عورت ہے جس میں یہ نہیں بتایا
گیا کہ وہ کون سے قابل سزا اعضاء تھی جن کی بنا پر اسے
یہ مقدمہ چلایا گیا ہے۔"
"لیکن اس مکان میں رہتے ہوئے کتنا عرصہ
ہو گیا؟"
"تقریباً چار سال۔"
"اس کا سے پہلے کیا کا ہوا تھا؟"
"پورکرائن سے ملنے والے ریکارڈ کے مطابق وہ
پہلی اسکل میں داخل ہونے سے پہلے اس کا بھی ساتھ ہوا
تھا لیکن وہ کچھ خاندان پر پڑی۔ کچھ عرصے بعد اسے اسکل سے
اٹھایا گیا اور گھر پر ہی پر دعویٰ شروع ہو گئی۔"
"کیا کمر میں اس اور ڈاکٹر کوئی تبادلی ہے؟" میں
نے پوچھا۔
"نہیں۔"

میں اتنی ہنگامہ دوڑ کر بڑی ہراسی ہے کہ دفتر کے ایک ساتھی
نے اس کا نام ایلمیکٹرک پورکرائن پوچھا۔
"اس کا نام بارے میں کچھ تو بتاؤ۔" میں نے کہا۔
"تم اس بارے میں کیسے جانتے ہو؟" آسکر نے
پوچھا۔
اس وقت مجھے ہوش کا خیال آیا جس کے ساتھ میں
نے اس رات وہ دم لگھی تھی۔ میں نے کہا۔ "میری ایک
گول فرینڈ کو تقریباً پندرہ کی اس کا امراض تھا کہ میں یہ
قلم اس کے ساتھ رکھوں۔"
"ہاں۔"
"وہ میری کوشش
زندگی کے بارے میں جانتا تھا کہ وہ موت سے نہیں بچا
لیکن میں نے اپنی کتاب میں موت کے بارے میں جو
مترادف لکھا وہ اس نے پڑھ رکھا تھا۔ موت کی موت میری
وجہ سے ہوئی اور وہ حادثہ میرا ہی سبب تھی۔ اس
احساسی جرم سے میری زندگی بدل کر دکھائی اور میں نے
دیکھا وہی سے نہ کر لی۔
لیکن یہ معاملہ اتنا سادہ نہیں تھا۔ مجھ سے کچھ کہنی
اس کی ذمہ دار ہو۔ میں اسٹند اپ نہیں ہوں لہذا اس
بارے میں زیادہ پوچھنا چاہتا۔ پراپرٹی سٹارٹ روساں کی
حیثیت سے میرا کام صرف سٹارٹ کرنا تھا۔
آسکر نے کہا۔ "میں نہیں دیکھ سکتا ای سیل
کردوں گا تم ان لوگوں پر نظر رکھو تاکہ مجھے حقیقت کا علم
ہو سکے۔"

"کیا تمہارے پاس اس کا لائسنس ہے؟"
"نہیں اور میں بسے بنا گا کیسے اسپتال نہیں کرتا۔"
میں نے کہا۔ "لیکن اس رات وہ میرے پاس ہی۔" میں
نے اسے دیکھا لیکن اس کے بارے میں کچھ بتا دیا۔ "میں
اس کا تعلق کر رہا تھا ضروری ہے مجھے کمر لگایا ہوگی۔"
"میں کمر لگائی۔" کمر لگائی۔
"اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس کا پتہ کمر لگایا ہوا۔"
"اگر میں یہاں نہ آتا تو میری موت واقع ہو جاتی۔"
میں نے کہا۔ میں نے لیکن کے گھر اور دفتر کا پتہ بتایا
جہاں وہ رہتا تھا۔
"پتہ کون سا ہے؟" سراسر روساں نے پوچھا۔
"مرئی یا پتہ؟"
"میں نہیں جانتا۔"
"مجھے یہ کیسے معلوم کر دیا کہ وہ اپنا پتہ نہیں کر رہا تھا؟"
"وہ تم اس سے نہیں کہیں پوچھ لیتے؟"
"میں اس معاملے کو دیکھوں گا۔" ڈاکٹر نے کہا۔
میرے پاس آکر چھاننے کے لیے مجھے کچھ تھیں تاکہ میں
۔ جو عرصہ میں دیکھنے کی ضرورت پر پہنچے۔
بہت سے دوسرے کیسوں کی طرح یہ کیس بھی
میرے پاس آکر کی طرف آیا تھا۔ ایک جتنا پہلے ہادی
ملتا تھا اس کی لہندہ یہ وہ جگہ گزرتی ہوئی تھی۔ آسکر فراد
کے معاملات میں میرے کیسوں کا دفاع کیا کرتا تھا۔
"یہ بہت حساس معاملہ ہے۔" آسکر نے وضاحت

کیسے ہوئے۔ وہ مکان سے دوڑا اور ساتھ کی وہائی
میں بتایا گیا تھا اور سب اسٹیشن سے متصل ہے۔"
"یہ کمر اس نے آئی ہے پتہ گھولا اور مجھے اس مکان
کی تصویر دکھائی۔ وہ ایک عام سا سنگل اسٹوری مکان تھا
جس میں کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ اس کے عقب میں
زرا سمارٹ کا احاطہ تھا اور یہ سب اسٹیشن اس مکان سے
پہلے بنا ہوا تھا۔ مجھے میں کچھ ڈکڑا اور سامان اور بڑھی
ہوئی کھانسی لگ رہی تھی۔"
آسکر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "اس
مکان میں نے دو اور نو کھاتے ہے کہ وہ اوروں میں سب
کسی بھی چیز کو پتہ کرنے سے پہلے کا جھنگلا ہوتی ہے۔ کئی
جان لیا نہیں لیکن اس سے پہلے جھٹلا ہوتی ہے۔ کئی
کاوشوں کے بعد مسلسل کچل کے جھنگوں کی وجہ سے ان کے
لڑکے اور بچی اور اور اصالتی تھامس ڈور ہوا ہے۔"
"تو اس کے گھر کیا ہے؟"
"ایلیکس پندرہ سال کا ہے۔ اسے کئی حرکت اور
سکینے میں مسئلہ ہوا ہے۔" آسکر نے مجھے اس لڑکے کی
تصویر دکھائی جس کی ماں کو کہنے سے کس کا ہاتھ لگایا تھا۔
یہ تصویر دکھائی کہ کس کی ماں کی۔
"کروا نہیں ہے شہر کے کچل کے جھنگوں کا لڑکے
کی حالت سے کوئی نہیں۔"
"مجھے تو یہ بھی شہر ہے کہ یہ جھنگل ٹھیل نہیں ہے۔"
آسکر نے فریڈرک ڈور پر پتہ کرنے کا اشارہ کیا۔ "لڑکے
کی ماں پورکرائن سے یہاں آئی ہے۔" یہ کہہ کر اس نے

میں اسے اپنے دفتر دہرا آیا جہاں میرے کتے سوڑی
نے میرا استقبال کیا۔ کہہ کر وہ نائب کیس کرنا اور نہ ہی خون
کا جواب دیتا ہے لیکن میرے لیے اس کا ساتھ ہی ہی کمر
ہے۔ میں نے اسے خود ایک اور اس کا بیان لایا کہ میرے
دیکھا پراپرٹی میرے چوکڑا آکر کئی ہوئی ای سیل دیکھی۔
اس میں ایلیکس کی بیڈنگ پر درپیش، بیڈنگ، کمانڈ
گواہوں کی فہرست اور ایک نوڑیا جیک پوٹلیو لیکن
سٹیٹ ایڈمنسٹریٹو ڈسٹریکٹ ڈپن کی عیوب رپورٹ شامل تھی۔
میں اس ڈیوٹی پر چرچے ڈیٹیشن کا دفتر میں دیکھ گیا تھا۔
سوڑی کی پھلجی قدری کا وقت ہوا پورا تھا لہذا میں
اس مکان کے معاملے کا کارڈ اسٹائل کر گیا۔ اس کے
اور دیگر دیکھنا اور پتہ اسے تو اس پر شہر ہو سکتا تھا لیکن کتے کے
ساتھ وہاں جانے میں کوئی حذر نہیں تھا۔ میں نے اس کی
فہرودی 2018ء

سپینس ڈائجسٹ
فروری 2018ء

سپینس ڈائجسٹ
فروری 2018ء

سپینس ڈائجسٹ
فروری 2018ء

سپینس ڈائجسٹ
فروری 2018ء

سپینس ڈائجسٹ
فروری 2018ء

"اوہ دیکھا اور کوڑھ چٹ نہیں گئی؟"

شیخ نے انجائٹ میں مہر لادیا۔ وہ کھجے کی یہ جاس مہر سوج ہے اس لیے مہر لائی کرتے ہوئے بولی۔ "مہم سب سے غلطیاں ہوتی ہیں۔"

"جی ہاں! تجھے کتنا اہل اور تو وہ مادی ماڈل آجاتا ہے۔"

"پولینا نے میری طرف دیکھا اور بولی۔ "تو کچھ ڈالے ہوئے ہیں میری جیسی مہر ہے۔"

"ہاں۔" شیخ نے آہستہ سے کہا۔

"پولینا نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لیا۔ کافی عرصے بعد اور اس کی محرت نے میرا ہاتھ چھو جاتا تھا کہ یہ بہت لگا سا دیا تھا لیکن اسے محسوس کر کے میرا دل اچھلنے لگا اور میں محسوس ہوا جیسے میرے جسم میں کرنٹ زد ہوا۔"

اس نے اپنا مشروب ختم کیا اور بولی۔ "تم سے یہ یہ ملاقات ہوئی تھی؟"

"میرے سے کہہ نہیں پڑے۔" شیخ نے کہا اور اسے جانتے ہوئے رد کیا۔

گھر جاتے وقت میں اپنے ذہن سے پولینا کو نہیں نکال سکا۔ میں نے خود کو یاد دلایا کہ میری عادت تھی معلوم کرنے کے لیے حاصل کی کئی ٹھیکانے روز میری اس کی کار کا پتہ کرنے ہوئے کلب پہنچ گیا تاہم میں نے اپنے آپ کو اندر جانے سے روکا اور اپنا کام وہیں سے شروع کیا جہاں سے چھوڑا تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ پولینا کے بارے میں حاصل کردہ معلومات سے اسے شکر کوئی دل نہیں لگتی۔ لہذا میں نے اپنا رخ بدلتے ہوئے فیئین کی طرف کر لیا۔ اس کا میں منتظر بیٹھ کر کے معلوم ہوا کہ وہ کئی کاروبار کر چکا ہے جن میں اسے کافی بولی۔ کئی برس پہلے وہ ایک سائیکل ٹریڈنگ پر مگر پتہ نہ دے کر کے انعام میں گرفتار تھی اور چکا تھا میں نے اس کی گاڑی کی نقل و حرکت جاننے کے لیے اپنا کیمپیز آن رکھا اور ایک شام مجھے معلوم ہوا کہ اس کی گاڑی پولینا کے پارٹمنٹ کے پارکنگ ہے۔ میں بھی وہاں نکلی گیا۔

میں نے گاڑی کے عجیبے عجیبے بیڈروم کی کھولکی نکلی ہوئی تھی اور ان کے بخت کرنے کی آواز میں آ رہی تھی لیکن میں نہیں سکا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے۔ میں نے بیرونی دروازہ بند ہونے کی آواز سننے پر چڑھتی رہی پر باہر آتا ہوا دکھائی دیا لیکن وہ اپنی لہیز دروازے کے بجائے پولینا کی شہینہ دولت نے گر جانا گیا۔ اگلے دن مجھے اس کی وجہ معلوم ہوئی۔ پولینا اس کا ڈنگ کے کرتی اور اس میں

ایک سرساز کر کے میں نے گراؤ اور اسے پارٹمنٹ سے چھین کر لیا۔ وہ کھولنے کے لیے لکڑی کے پائپس سے ٹیٹ کر رہا تھا۔ گھبراہٹ سے اس نے لکڑی کے پائپس کا انتظام کر دیا گیا تھا۔

اگلے دو ہفتوں تک میں ان دونوں کا ملنا ملنا طریقے سے چھین کر رہا تھا۔ اتفاق ہوا۔ میں پھر اسٹور میں گھر کر رہا تھا کہ پولینا نے اپنی آگلی ایکس پیس کی اس کے پیچھے پہنچی۔ اس نے چٹا ہوا آ رہا تھا۔

"ہاں باب۔" اس نے خوش مزاجی سے کہا۔

میں نے حیرت سے اسے دیکھا اور بولا۔ "تجھیں یہاں دیکھ کر خوش ہوئی۔"

"میں تمہارے بارے میں ہی سوچتی رہی ہوں۔"

اس نے کہا۔

"میرے بارے میں؟"

"ہاں۔ تمہارے نظر نہ آنے والے رشتوں کے بارے میں۔"

میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "جہاد میں کسی جا رہی ہے؟"

"ہمیک ہے۔" اس نے کہا۔ لیکن مجھے مزید مشق کی ضرورت ہے تاکہ یاد سے زیادہ درس اپنے پاس رکھ سکوں۔"

ایلیکس نے بے چین ہوتے ہوئے کہا۔ "اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی اور روسی زبان میں اس سے کوکہا پھر بولی۔ "ایلیکس ایہ باب ہے۔"

ایلیکس نے مجھے مشتت انداز میں دیکھا۔ پولینا بولی۔

"امکن ہے کہ جاوڑی ملاقات کلب میں ہو۔" مگر اس نے ایک کانڈ پر اپنا ہتھ رکھ کر دیا اور بولی۔ "اگر تم کلب آنا چاہو تو مجھے فون کر لینا۔"

"یہ بہتر بات ہے۔" میں نے وہ کانڈ لیتے ہوئے کہا حالانکہ میں ایک گاہک نہیں گواہ نہیں گواہ تھا لیکن وہ نہیں سمجھ رہی تھی کہ میں نہیں سمجھتا ہوں۔

ڈنچر آنے کے بعد میں نے کئی بار اس کانڈ کو دیکھا۔

میں جانتا تھا کہ چاہے کے باوجود میں اس کانڈ میں کرسکا پھر اس رات میں اپنے آپ پر توجہ نہ دے سکا اور میں نے اسے فون کر کے صفحہ کی کہ چوٹ لگ جانے کی وجہ سے بیرونی دروازہ بند ہونے کی آواز سننے کے بجائے اس پر باہر آتا ہوا دکھائی دیا لیکن وہ اپنی لہیز دروازے کے بجائے پولینا کی شہینہ دولت نے گر جانا گیا۔ اگلے دن مجھے اس کی وجہ معلوم ہوئی۔ پولینا اس کا ڈنگ کے کرتی اور اس میں

ایک سرساز کر کے میں نے چٹا کیا۔ ایکس پیس کو بھگم کھیل رہا تھا۔ میں نے اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش کی۔ "تم کیا کھیل رہے ہو؟"

اس نے مجھے نظر اٹھا کر دیا اور ماں سے بولا۔ "تم کب تک واپس آؤ گی؟"

"مگھلی آ جاؤں گی۔" اس نے وہہہ کیا۔ "فرنج میں بیٹا رکھا ہوا ہے۔ اگر بھوک لگے تو بائیکر دوچ میں گرم کر کے کھا لینا۔"

ایلیکس نے مجھے بے خبری سے نظروں سے دیکھا۔ شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ پولینا میرے ساتھ رہا جائے۔ کار کی طرف جاتے ہوئے پولینا نے اس کے روپے پر مدد کرتے ہوئے کہا۔

"اسے تو کس سے قریب ہونے میں دقت لگتا ہے۔"

"شاید وہ ایک ایکس پیس رہا چاہتا۔ ہم اسے بھی ساتھ لے چلے ہیں۔" میں نے پتھن کی۔

"نہیں۔ مجھے وقت چاہیے۔"

میرا دل اڑا۔ وہ بچاؤ پر واضح اہل لڑکائی کے رستوران میں مجھے جہاں کی نو ڈیٹو مشورہ جس۔ اس نے مجھے اپنے ہاتھی

کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا کہ ایکس پیس کا باب انتہائی غیر منہذب اور بزدلانہ تھا مگر وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ اس نے اپنے بڑے والدین کے ساتھ رہ کر اپنے بیٹے کی پرورش کی۔ اس نے تیار کر طرح اس نے انگریزی کی تعلیم حاصل کی اور بیٹے کے بیٹے کا وہ اس پر آسکے۔

پچھلا حالانکہ جانتا تھا کہ اس نے شہریت حاصل کرنے کے لیے چرچے سے شادی کی تھی۔

"میں یہاں کی شہری ہوں۔" اس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس کے امریکا آنے کے بعد یہاں شادی کر لی تھی لیکن اس نے چرچہ پتھن کا نام نہیں لیا جبکہ اس کے بھانجے اس نے سابق شہر کا جبکہ میں جانتا تھا کہ

تا توئی طور پر ان کی شادی اب بھی قائم ہے۔ لیکن میرے بیٹے کو بھی یہاں کی شہریت نہیں ملی۔ ایسے کاموں میں دقت لگے۔ اور اس کی ایک وجہ اس کی صحت کے مسائل بھی ہیں۔

میں اسے ہاتھی کا حال کے بارے میں نہیں بتا سکتا تھا۔ اس لیے مجھے ظاہر کیا کہ میں ایک میگزین ہوں اور

اے کام کے سلسلے میں مسلسل سڑک تار پٹا ہوا۔

واپسی پر اسے گھر کے دروازے تک چھوڑنے گیا۔ اس نے مجھے بیڑوں کی طرف بھیجا اور مجھے بتاتے ہوئے بولی۔ "اس خوب صورت دریا کے لیے لکھ ہے۔"

اس کے ابا فرانت میں رشتی ہوتی تھی۔ میں نے اسے سمجھا کہ وہ کیوں مجھے کوٹھی سے دور لے کر آئی تھی تاکہ ایشیوں میں نہ دیکھ سکے۔ میں نے اس کی کر کے گھر تھا رکھتے ہوئے اپنے سے قریب کیا اور بولا۔ "میں تم سے دوبارہ ملنا چاہتا ہوں۔"

اس نے سر کھینچی کرتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے دینے کا ارادہ کرنا تاکہ میں تمہیں دیکھ سکوں۔" وہ چند لمبے میرے چہرے کے درمیان ہوا اس میں انگلیاں پھینکی رہی میری گرفت سے نکل کر دروازے کی طرف چلی گئی۔

گھر جاتے ہوئے میں اپنے آباؤ اجداد پر مائل کیا رہا تھا۔ میں اس سلسلے کو جاری رکھ سکوں۔ اگر ہم اس طرح ملتے رہے تو بار بار خرد ہو جان جائے گی کہ میں نے اس سے جو کچھ کہا وہ سب بھٹوت تھا۔ اس کے باوجود میں اپنے آپ کو بیوقوفانہ کرنے سے باز نہ رکھ سکا۔ میں نے اس سے اپنے سونے کی سوزی کا قاتلاف کروایا اور ہم نے آبی بار ڈانگ پانگ میں لٹکانے پر آمادہ ہوا۔

اس دوران میں سڑچڑھیلین کا قاتب کرتا رہا۔ ایک مزید اور اس کے ساتھ رستوران سے باہر آتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس نے نور کا بازو پکڑا اور اسے کی بات پر مزاحمت کرنے لگا۔ وہ خنجر وہی سمجھے وہ اسے مارنے والا۔ یوں لگے جیسے وہ دیکھ کر نے اور بولنا کھینچا میرا عام ادبیں کر سکتا تھا لہذا اسے اپنے آپ پر قابو پانا۔ اس لئے مجھے اس سے شدید نفرت ہوئی اور میں سوچنے لگا کہ پو لینا کے ساتھ اس کا سلوک کیا کرواؤں۔

پو لینا کے ایک دن کھینچوں کے ساحل پر پلٹنے کا پروگرام بنایا۔ ہم گھوم رہے ہر مسند کے کنارے پھیلے جھاڑ گرتے رہے پر میری نظر ایک بول پر پڑی۔ میں نے تجویز پیش کی کہ کچھ دیر وہاں بیٹھ گیا جائے۔ اس نے مجھ سے اتفاق کیا اور ہم نے چند منٹوں کے لیے ایک کمرہ کر کے برے لایا تاکہ جہاں کی کلمات سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکیں۔

میں نے حسوں کیا کہ میں اپنے کام پر پوری توجہ نہیں دے رہا جس کی وجہ سے میری آمدنی متاثر ہو رہی

تھی۔ میرے دماغ پر ہر وقت پو لینا سوار رہتی تھی لیکن میں نے اس سے ملنے کی خواہش کو روک دیا تاکہ کوٹھی کی اور اپنے آپ کو کوشش کی کہ اس کا کوئی اچھا نتیجہ برآء نکلیں ہوگا۔ اس سے راپٹر کرنا چھوڑ دیا کہ وہ مجھے مسلسل داس تیل اور پیناٹا بھیجتی رہی۔ پانچ گھنٹوں میں اسے دینے پو لینا کے راپٹر کرنے پر معذرت کی اور بہانہ بنا دیا کہ شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اس نے رات میں بھی دھوپ کا چنگڑا کیا ہوا تھا۔

"تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔
"اور۔۔۔" اس نے ہاتھ جاملتے ہوئے کہا۔ "ایک حادثہ پیش آیا تھا۔"

"کیسا حادثہ؟"
"جب پو لینا نے چشما پڑھایا تو میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھ سیاہ ہو رہی تھی۔"
"کیسا چڑچڑکی حرکت ہے؟" میں نے پوچھا۔
"اس کا کچھ سے تعلق ہو گیا۔ وہ کسی رچڑچڑکا نام نہیں لیتی۔"

"تمہیں تم مت آنا۔" پھر وہ میرا منہ ہوتے اعزاز میں بولی۔ "مجھے باہر جانا ہے۔" اور یہ کہوں بند کر دیے ہیں۔ اسے لینڈ روڈ کی طرف دھرت چپک نہیں کی تھی۔ اس وقت وہ پو لینا کے ہاتھ کے باہر کھڑی ہوئی۔ جب میں نے اپنے دادا کی نکالی تو میرا ارادہ اسے استہلال کرنے کا نہیں تھا بلکہ صرف یلینک کو خنجر وہی کرنا تھا۔ پو لینا نے کہ وہ پو لینا پر چند منٹ کرے۔ اس کی لینڈ روڈ سڑک کے دوسری جانب کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی اشارت ہونے کی اور ڈائیگرام پڑھنے لائنیں کی روشنی پر دیکھی جو چھانے لگیں۔ وہ میری طرف ہی رہی تھی۔ دونوں طرف کھڑی ہوئی گاڈو پلے میرے نکلنے کا راستہ سدھار دیا تھا۔ میں نے اسے سچاؤ کے لیے کن نکالی اور تھوڑا کر دیا۔

☆☆☆

ہسپتال سے اسی طرح ہونے پر آکر مجھے اپنی گاڈو میں گھر چھوڑنے آیا۔ اس نے میری تیسویں جنرل میں سوزی کا خیال رکھا تھا کہ پو لینس دونوں سے مل کر گاڈو کا معاملہ کیا۔

پھر جرات اور اہم تھا۔ اس کے بعد میں ساتھ دن کے اندر

اپنے دادا کی کن واہیں لے سکتا تھا۔

آکر نے کہا۔ "سرماء میں نامن کو کچھ مزید سوالات تھے ہیں اور اس سے کل دوپہر بیٹنگ رہی ہے۔ ہم اٹھنے ہی جا رہے ہیں۔"

"کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے؟"
"مجھے شہر ہے کہ وہ جان بوجھ کر مارنے کے امکان پر غور کر رہا ہے۔"

"اسے چاہیے کہ وہ یلینک کو گرفتار کر لے۔"
میں بڑے بدل کر آیا آ کر بولا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ تم نے اس سلسلے میں کچھ کیا لیکن یلینک نے تعذیر کرنے کے لیے ٹیڈ کر لیا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے اپنے اختیار کہا۔ "تو نہیں میں؟"
"ابھی سے ہو رہا ہے۔" یلینک نے رام لاکھوں میں ہو سکتی ہے لیکن کروڑوں میں نہیں۔" پھر قدر سے توفیق میں بعد بولا۔ "میں ایک بات سمجھ نہیں آئی کہ وہ تمہیں مارنے کی کوشش کیوں کی؟"

میں سوچنے لگا کہ رچڑچڑکے کو میرے پو لینا کے تعلقات کا علم ہو گیا تھا۔ ہونے ظن میں چھوکتے ہوئے کہا۔ "مجھے ایشیوں کے کہ میں پو لینا سے مل رہا تھا۔ ہمارے درمیان ایک تعلق قائم ہو گیا تھا۔ مجھے ایشیوں سے، یہ سب اچانک ہی ہو گیا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں تمہارا ہونے کا کام کر رہا تھا۔"

"مجھے مزید حکومت بتاؤ۔" وہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولا۔ "میں سمجھ نہیں پاتی۔"

"میری کوشش تھی کہ میں پو لینا سے فری ہو سکوں۔" تمہاری اس حرکت کی وجہ سے میرا لائسنس معطل ہو سکتا ہے۔ جب میں نے تمہاری خدمات حاصل کیں تو تم میری کارڈ فرم کے لئے نمونے بن گئے اور تم پر لازم ہو گیا کہ پینڈو رات ڈنڈے دار میں کے سلسلے میں قانون کی پابندی کرو۔"

"وہ میرا ایسا نہیں جانتی۔"
"تمہیں یلینک سے کہ اسے یہ معلوم نہیں کہ تم خائف فریق کے لیے کام کر رہے ہو؟"
"نہیں۔" وہ راسم بہ دونوں ہی جہتی کے مارے ہوئے تھے لیکن اب یہ تعقد ہو چکا ہے۔"

"یہ خفیہ دستہ کو نمونہ ہے۔" اس نے کہا۔
کیونکہ میری کارڈ فرم تک پو لینا کے ابا فرانت کے باہر کھڑی ہوئی تھی اس لیے میں اسے لینے کے لیے جا رہا

وعدہ پر گیا۔ میں نے فریبل سے اپنا تیل کون ٹانگ لیا اس کی تیل کی جواب دہ بن گئی۔ پو لینا کا ابا فرانت خالی تھا۔ باہر اور اسے سماسنے نے بتایا کہ وہ اور ایشیوں یورپ چلے گئے ہیں۔

دفتر واہیں آ کر میں نے ایک باہر پھر پو لینا سے اس سے مل کر پو لینا کے رات کے کوٹھی کی میں اس کا گلشن منتقل ہو چکا تھا۔

اگلے روز میں آکر کے ساتھ سرماء نامن نامن سے ملنے اس کے دفتر گیا۔ وہاں یلینک بھی اپنے دیکل کے ہمراہ موجود تھا۔ نامن نے ہمارا قاتلاف کر دیا۔ جب رچڑکے کو یہ معلوم ہوا کہ رچڑکے نے ہمارے ہاتھ میں سے اس کے ہاتھ کا پتچا کرنے پر لگا دیا تھا تو وہ برہم ہو گیا اور میری طرف اٹھی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"تم میرا پتچا کر رہے تھے اور اوہن ہاؤس میں بھی آئے تھے۔"

میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے پو لینا کو کیا مارا؟"
"میں نے اسے نہیں مارا؟"
"پھر اس کی آنکھ پر جھٹ کیے گی؟"
"یلینک نے کہا، میں نہیں جانتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"
سرماء دریاں نامن نے کہا۔ "ہم نے اسے معاملے کو دیکھا تھا۔ اس کے دوران چرٹ کی اسے فوراً ہسپتال لے جایا گیا لیکن چرٹ زیادہ شدید نہیں تھی۔ اس کی آنکھ پر غور کرنا۔"

"میں نے کوٹھی نامن مارا۔" یلینک نے ایک باہر پھر کہا۔ "میں صرف معاملے کے ذریعہ کوٹھی کی کوشش کر رہا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے لینڈ روڈ کی تصویر نکالی اور یلینک کو دکھاتے ہوئے کہا۔ "تمہاری گاڈو سے ایک حادثہ ہو گیا ہے۔"

"میں نے بھی ایسا ہی سنا ہے۔" چرٹ نے کہا۔
"مجھے معلوم ہے کہ تم اس وقت شہر سے باہر تھے۔"
"ہاں۔ میں ڈاکو گیا ہوا تھا۔"

"کیا تمہیں کچھ اعزاز ہے کہ تمہاری گاڈو کون چلا رہا تھا؟"
"نہیں۔"
میں نے پوچھا۔ "پھر تم نے اپنی گاڈو اس کے ابا فرانت کے باہر کھڑی کی؟"
"پو لینا مجھے اپرٹ چھوڑنے کی تھی۔"

سراغ رساں ہارن نے مجھ سے کہا۔ ”کیا پولینا جیسی نعتان پہن سکتی ہے؟“
میں نے پولینا کی گرم جوشی اور دلہانہ پن کے بارے میں سچا پھریرے ذہن میں اٹیکس کا تصور امیرا جو کا ڈچ پر جیٹا کم کیٹے ہوئے مجھ سے دیکھ رہا تھا۔
میں نے کہا۔

”وہ اٹیکس تھا۔ اس کا پتا۔“

”تم کیوں کر رہے ہو؟“ ہارن نے کہا۔

”کیونکہ اسے ڈر تھا کہ میں اس کی ماں کو گھبرا دوں۔“

”تو ہاؤس گا۔“

آسکر نے مجھے اشارے سے منع کیا کہ میں اس

موضوع کو نہ بیچوں۔

”پلیٹین نے جرنالی سے مجھے دیکھا اور بولا۔“ تم

ردوں میں۔“

”انہات میں سر ہلا دیا۔ اس نے ایک لمبا

سائس خارج کیا اور بھرا ہوا۔“ اس نے وہ اٹیکس ہی ہوگا۔“

”تم نے یہ کیوں کہا؟“ ہارن نے پوچھا۔

اسے حسد کے ساتھ مجھ کو تجھوہ سالہاں ہیں۔ اسے حسد

بہت جلدی آ جاتا ہے اور اسی وجہ سے میں اور پولینا علیحدہ

ہوتے۔ مجھے تو شہر ہے کہ وہی پولینا کی آٹھ پر چوٹ لگنے کا

بھی ذمہ دار ہے اور پولینا نے اسے جانے کے لیے مکمل

کردار ادا کرنے لگے گا بہاؤ ڈھرا تھا۔ وہ پہلی ہی ایسا کر گئی

ہے۔ وہ لاکھ لاکھ مریٹھ ہے۔“

”وہ کس طرح؟“

”وہ کا ٹیبل ٹین عدتک پرتھو رہے۔ اسے کسی

سے بھداری نہیں اور نہ ہی وہ اپنے لیے پوچھتا ہے۔ اسکا

لپے نہیں اس کو سائل سے اٹھا یا پڑا۔ یہاں تک کہ اس نے

سکھ چیلانے کے لیے پڑوسیوں کے جانور ہلاک

کر دیے۔“

مجھے اپارٹمنٹ کی عمارت میں لگے ہوئے گمشدہ

پلیٹن کے پوسٹر یاد آ گئے۔ پلیٹن پلیٹن کا گھر ہوا تھا۔ اس

نے اپنا لاکھ پٹایا اور گردن پر ایک ڈم کا نشان دکھانے

ہوئے کہا۔

”ایک رات اس نے سوئے میں میرا کانٹے کا ٹکڑی

کوشش کی تھی۔ وہ لاکھ ایک مریٹھ ہے۔“

”میں اس معاملے کو دیکھوں گا۔“ سراغ رساں

ہارن نے کہا۔

میں جانتا تھا کہ پولینا اور اٹیکس پچھلے ہی شہر سے

جا چکے ہیں لیکن میں نے کچھ نہیں کہا۔ اسے خود ہی معلوم
ہو جائے گا۔ سراغ رساں نے ہارن پر ادا کیا اور ہم وہاں
میں سے پولینا کی گرم جوشی اور دلہانہ پن کے بارے میں
سچا پھریرے ذہن میں اٹیکس کا تصور امیرا جو کا ڈچ پر
جیٹا کم کیٹے ہوئے مجھ سے دیکھ رہا تھا۔
میں نے کہا۔
”وہ اٹیکس تھا۔ اس کا پتا۔“
”تم کیوں کر رہے ہو؟“ ہارن نے کہا۔
”کیونکہ اسے ڈر تھا کہ میں اس کی ماں کو گھبرا دوں۔“
”تو ہاؤس گا۔“
آسکر نے مجھے اشارے سے منع کیا کہ میں اس
موضوع کو نہ بیچوں۔
”پلیٹین نے جرنالی سے مجھے دیکھا اور بولا۔“ تم
ردوں میں۔“
”انہات میں سر ہلا دیا۔ اس نے ایک لمبا
سائس خارج کیا اور بھرا ہوا۔“ اس نے وہ اٹیکس ہی ہوگا۔“
”تم نے یہ کیوں کہا؟“ ہارن نے پوچھا۔
اسے حسد کے ساتھ مجھ کو تجھوہ سالہاں ہیں۔ اسے حسد
بہت جلدی آ جاتا ہے اور اسی وجہ سے میں اور پولینا علیحدہ
ہوتے۔ مجھے تو شہر ہے کہ وہی پولینا کی آٹھ پر چوٹ لگنے کا
بھی ذمہ دار ہے اور پولینا نے اسے جانے کے لیے مکمل
کردار ادا کرنے لگے گا بہاؤ ڈھرا تھا۔ وہ پہلی ہی ایسا کر گئی
ہے۔ وہ لاکھ لاکھ مریٹھ ہے۔“
”وہ کس طرح؟“
”وہ کا ٹیبل ٹین عدتک پرتھو رہے۔ اسے کسی
سے بھداری نہیں اور نہ ہی وہ اپنے لیے پوچھتا ہے۔ اسکا
لپے نہیں اس کو سائل سے اٹھا یا پڑا۔ یہاں تک کہ اس نے
سکھ چیلانے کے لیے پڑوسیوں کے جانور ہلاک
کر دیے۔“
مجھے اپارٹمنٹ کی عمارت میں لگے ہوئے گمشدہ
پلیٹن کے پوسٹر یاد آ گئے۔ پلیٹن پلیٹن کا گھر ہوا تھا۔ اس
نے اپنا لاکھ پٹایا اور گردن پر ایک ڈم کا نشان دکھانے
ہوئے کہا۔
”ایک رات اس نے سوئے میں میرا کانٹے کا ٹکڑی
کوشش کی تھی۔ وہ لاکھ ایک مریٹھ ہے۔“
”میں اس معاملے کو دیکھوں گا۔“ سراغ رساں
ہارن نے کہا۔
میں جانتا تھا کہ پولینا اور اٹیکس پچھلے ہی شہر سے

میرے دم بھر گئے تو آسکر نے مجھے دوسرا کام دے
دیا۔ تاہم اس وقت سے میں نے یہ سبق ضرور سیکھا کہ کام
کے دوران لوگوں سے مناسب فاصلہ رکھنا چاہیے۔
موسم گرما کے اختتام پر میں نے پولینا کو ٹیلی
ویژن پر ویسٹلان کے ٹیکس گارٹ میں دیکھا۔ وہ اٹیکس
نقشت پر بیٹھی تھی جو صرف امراء کے لیے مخصوص
ہوتی ہیں۔ پچھلے مجھے ٹیکس میں آنا پھر میں نے اٹیکس
کو شروبات کی ٹرے کے ساتھ آتے دیکھا۔ اس نے
دہاں ٹیکس میں خودی خواتین کو وہ شروبات دے اور خود ایک
تو جرنل سرخ ہالوں والی ٹوکی کی گردن میں ہاؤس ڈال کر
اس کے کان میں سرگوشیاں کرنے لگا۔ یہ وہ اٹیکس نہیں
تھا جسے میں جانتا تھا۔ مجھے اس کی کوئی ایک ٹرے لکھ نہیں
آئی تھی میرا رادیو کہا جانے اور نہ ہی کوئی سچ کی کیفیت
تھی کچھ مجھے یاد آیا کہ وہ اپنی بیٹیاں کھانیاں کار میں ہی
چھوڑ دیتا تھا۔ گویا وہ سب ایک ڈراما تھا بلکہ وہ شروبات
سے ہی ڈراما کرنے سے تھے اور جب یہ ڈراما اپنے
گلا ٹیکس پر پہنچا تو اس اور بیٹے کی ٹیم نے ایک ٹرک کھینچ
سے تصفیہ کر کے پناہ وصول کر لیا۔
مجھے ایک ایک گھنٹے ساری کاٹھیاں یاد آئے۔ ٹیکس بجلی
کٹتی پر وہ ٹی، اٹیکس کی نام نہاد بیٹری، پولینا کا میری
جانب منتقل ہونا تھا کہ میں اس کی تحفہ نہ جان سکوں اور
جب اس کا ہتھ پڑا تو گویا تو مجھ سے منہ پھیر کر چل گئی
پھر میں نے اسے وہ خوں سے بارے میں سچا پھریرا کو ٹیکس
آئے۔ کاش میں اس کے فرب میں نہ آتا۔



حقیقت

ایم ڈی ایچ

Pakistanpoint

کہیں کہیں انسان تصورات میں اپنا مہیا بہت آج کل جاتا ہے...
خاص طور پر جو جتنا کھڑ پوتا ہے اسے اتنا ہی احساس ہوتی
اپنی لہوت میں لے لیتا ہے... وہ وہی خلیا کی تھوڑک اور باریک
بین سمجھتا تھا مگر جب عمل کا وقت آیا تو احساس بڑا کہ ابھی تو
ہیت سی کر رہیں باقی ہیں کھیلنے کے لیے۔

حیالات کی بلترہ رواں شاہ ایک ماسوں کی لڑکھائیاں کا قہر

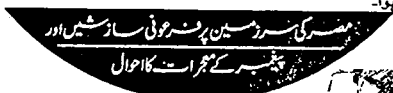
”بھائی کی کارروارہ سنا ہے، آپ نے کہ باپ بھلا
شہر سب سے بھلا رہا۔ اور میرا بھی تو حق ہے، بھائی
کے ذہنوں پر۔“ نعمان عرفان لڑکی ڈھانسی سے بھلا۔
”لڑکی بلیز۔ میری جان چھوڑ دو وہ کیوں میری تھیں
الہ اللہ اور لڑکی کو بار بار سنا چاہتے ہو۔“ وہ لڑکی۔
”ابھی چھوڑ دو تو جان آپ ک پر ایک شہر

مسز گران نے فون اٹھایا تو دوسری طرف سے وہی ایک
میلر تھا جو نہیں سہل کر رہا تھا جس کے حالات کا تسلیم کرنا
مسز گران کی بھوری کی۔
”میں نہیں ذرا ہی شرم نہیں آتی تھی۔ آخر میں
تمہاری سگی بھائی ہوں میرا سہا رکھی ہے۔ بھائی کا ہی خیال
کر لو۔“ مسز گران نے نعمان کو مڑا لیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

رضوانہ سراج

بادشاہت کو خطرہ ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا... یہ دور مختلف انہما کے آنے کا دور تھا۔ کام کرتے رہتے آئے... ان میں مصر میں بادشاہ فرعون کا قصہ سرفہرست ہے... حضرت یہ قدرت بھی کیسے کیسے نظارے دکھاتی ہے۔ نجومیوں نے ایک انتہائی طاقتور بادشاہ کے لیے نومولود بچہ کو خطرہ کی علامت بنا کر اشارہ دے دیا تھا اور انہی اندیشوں میں اس وقت پیدا ہونے والے تمام نومولود بچے قتل کر دیے گئے ماسوائے ایک کے... جسے اللہ نے فرعون کی ولایت کا سبب اور اپنا پیغمبر بنا کر دنیا میں اتارا تھا۔ اس دیورگی تمام ماہیں خوف و دہشت کا شکار تھیں۔ ایسے میں موسیٰ کی ماں کو غیبی آواز آئی اس کو بروہ پلا... پھر جب جبہ اس کی جان کا خطرہ ہو گیا تو اسے دریا میں ڈال دیا اور کچھ غواغری خوف نہ کر کہ ہم اسے دیے ہیں پاس لگائیں گے اور اسے پیغمبروں میں شامل کریں گے۔ سبحان تعالیٰ قدرت، یہ وعدہ پورا ہوا۔



دورِ حشر



القصیر کے خدا نے حضرت آسے کر فرمایا۔ انہوں نے جو کہا تھا وہ ہوا۔ اب وہ فرعون کو شرمندہ کر سکتی تھی۔ میں نے تیری بھی کہنے سے جو آپ کی ڈاڑھی پڑی وہ اس کی نظاں دار اور انصوری حرکت گی۔ وہ تو ابھی اتنا مجھ سے کہ انبارے اور مجھ میں ہی فرق نہیں نہ کر سکا۔ وہ کہا تھا فرعون کو ان سے اور کہتا ہی کہنے ہی ہیں۔ فرعون کے پاس ایک نوجواب نہیں تھا، لیکن کتاب میں بتائی گی۔

فیوت اور بالخصوص ایان کے بائیں ہاتھ سے دائرے کو مد نظر رکھتے ہوئے عداوت سے اسے جرم قرار دیا۔ یہاں آج بات کروں یا نہیں... ایسے ہی دن جو گزرتے گئے اور بات آگئی ہوئی، لیکن دن انہوں نے سوچ نہ دیکھا کہ ایسے میں ایان سے بات کی تو ایان تکرم کیا۔ اس نے صاف انکار کر دیا، مگر بعد ازاں بعد صبح ایان کی جینز کے اندر سے سر نکرتے ہوئے باہر آئے اور فرعون کو ایک اور دم چکاگا۔ اب بھی وہ سوچ ہی ہی نہیں کر سکتی لیکن کلکان مانے کہ ان کے ہلنے سے انہیں عداوت اور جڑی۔ ایان سر نکرتے توئی کے ساتھ ساتھ خبیثات کا ایک ہی ہوتا جا رہا تھا۔ اب پائی سر سے اوجھتا ہوا کتا تھا اس لیے سر سڑکار نے روبرو راست اس سے بات کی۔ انہوں نے انکار سے کالے جانے کی دیکھی وہی کتا جس پر ایان نے کہا اس کوئی دیر پال سوچنے شروع کر دیا۔ اسے سوچنے سے لا جب اس نے ٹوٹی اور سر سڑکار کی باتیں سنیں اس نے اپنے ذہن میں ایک پلان ترتیب دیا اور اس پر عمل کر دیا۔ اس نے سر سڑکار کے سر پر ضربیں کیں اور اس کو شرمندہ چھوڑ دیا۔ بس پر لے گیا۔ کچھ ہی عرصے کی بدلتی کر وہ اپنے فطری امتیاز کی وجہ سے چڑا گیا۔

یہاں تک چڑھ کر اس دو سرج میں پڑ گیا۔ واقعی جرم کتنا چلاک کیوں نہ ہو؟ آخر کار کوئی نہ کوئی جہت ضرور چھوڑتا ہے اور دھڑلے سے اپنی موت کی فریخت چھوٹی گی۔ سر پر بے گناہ اس بات کا ثبوت تھا کہ کتا کتا لیفٹ بیٹھا ہے۔ اس نے سوچا اور یہ بات دیکھی ہے شہر کی کسی گھر کے نام افراد سمیت لوکر "رائٹ بیٹھا" ان کا سوائے ایان کے۔ میں نے اس بات کا صاف مذاق کیا تھا جس کی کتوں ایان نے کیا ہے البتہ اس کے لشکر کرنے کے اور دیگر معمولات کے بارے میں تفصیلات سے آگاہی ضروری تھی۔ اس نے ساری معلومات حاصل کر کے ایان کو گرفتار کر کے لے گیا۔ وہ دباؤ کی حالت پر ہوا کر دیا گیا تھا مگر اور مٹی ابھی پہلے پھلنے سے سنبھل گیا نہ پایا تھا کہ اسے دور اور چھٹا چلے گا جب اسے پتا چلا کہ ایان نے جرم کا اعتراف کر لیا ہے۔ اس کے دہم دہم کان میں گونج رہا تھا کہ ایان جانتی (اس) غلطی پر جان دیتا تھا اس کا گلے سے کر کے تھا۔ عداوت کا فیصلہ آگئی باقی تھا۔ جہت اور گواہوں کا ملکا جا رہا تھا۔ ان کے رکھوالے ایک تالیف میں گویا کوزا دینے کے لیے پھر جرم سے بیکہ دوسری جانب دیکھ کر سوچا کہ اس کے لیے یہاں کھڑی تھی کہ جرم کرنے والے کو بے گناہ بنایا گیا ہے۔ خبیثات کے استدلال کی تھدیق دوسرے

تھی کی ایک اکائیٹ نہ ہوتا تو کوئی کیا نام ہی ہوتا۔ اس کی ایک کتا کو سچا شروع کر دیا۔ اسے سوچنے سے لا اللہ باس کی ہے کتا کو بچانا تھا، اس لیے چند دن کی مہلت ٹوٹی کوئی کتا کہ وہ نگارہ ادا کرے۔ بس ترکہ اس نے اپنے گھر اسد کے سامنے اپنا جان ریوڑ کر دیا۔ کتا بھی کتا کا کتا رہا۔ باتوں باتوں میں ان دونوں کی لڑائی ہوئی اور نا ادا صورت پر اسے بائیں ہاتھ کے قریب رکھے ہوئے جنین کو اٹھا کر اس نے بھائی کو مارا۔ اس کے بعد جو نیت عالم میں اس نے لگایا کہ کتا کتا یا نہیں۔ ہاں اس نے وہ نیت اپنے پاس رکھی اور کتا کتا پر انہی پر اٹھیں کے ظنات مناکر اسے نالے میں پھینک دیا۔

اس بیان میں ٹوٹی نے اور بھی بہت سے جرائم کا انکشاف کیا۔ جگہ جگہ ری جانب عداوت کے لیے یہ بیان سننے کی حیثیت رکھتا تھا اس لیے ایک بے گناہ کی جان کا الٹا مذاق تک ایان اسپتال میں داخل سے کیے کہ اس کی دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے۔

دیکھ کر اس نے جو کہا ہے بیٹھا تھا۔ اسد نے اسے تسلی دی کہ اس کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ جبکہ دیکھ لائی تو اس تک سے جو چاہا نہ کہ وہ جرم ہی کیا گیا ہے۔ اس کو خود انکار سے انکار سے لگے لگے اس کی خواہش کی کہ وہ خود کھاری سے کھاری بننے سے پہلے اسے ایک اچھا کتا بنا دیا۔ اسے اس دور سے نئی بات اسے بھی آئی کہ ایک اچھا مقرر بننے سے پہلے ایک اچھا مساجد بنا ضروری ہوتا ہے۔

پھر یہ کہ عداوت کا عداوت سے دیکھ کے سامنے آئی اس کے ہونٹوں پر شکر آجاتی۔

”کیا تیرے خلیفہ ہوا اور اگر مجھ سے تو فرعون اسے پر اپنا بچا کر موت کے منت میں دیکھ لیا ہے۔ اس ان کا پناہ سنبھالنا بھی تو ہوا، وہ اسے بھی بچھڑا سکتا تھا۔“

”وہ مال ہے کہ سے کی بھڑکا ہے؟“

”اگر اسے سنبھالو ہو جائے کہ وہ اسرائیل سے تو فرعون کے لیے اپنی جان بھی خطرے میں نہیں ڈالے گا۔ آپ ایک مرتبہ مجھے فرعون کے محل میں جانے دیں۔ اگر مجھے اندر نہیں جانے دیا تو پھر میں کوئی اور تکبیر میں کی۔“

حضرت عمران نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ محل کے دروازے پر پہنچیں اور اپنا ہاتھ اندر دیا جانے لگیں کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درود کا پلا یا ہے۔ وہ اس کی رضائی میں ایاں چلے آئیں اندر جانے دیا جائے تاکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک نظر کر سکیں۔ پہلے تو پھر سے داروں سے منہ کی جانب جب روئیں یا میں تو حضرت آسے کہ اللہ تعالیٰ کی اس وقت خدا کا کرنا یا ہوں اور یہاں کوئی اجازت نہیں لی کہ اور وہ یہ دیکھ کر اندر چلی گئی۔

”میں نے یہ سنا ہے کہ اس کا درود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تم پر بھیجا ہے۔“

”تم نے دیکھا ہے؟ تم کیسے سنا کرتے آئی ہو؟“

”میں اسے کہوں سنا کرتے گی۔ میں تو اس لیے آئی ہوں کہ وہ تک پر جا رہا ہے، وہ زندہ و جاہل آتا ہے یا نہیں، میں اسے ایک نظر دیکھ لوں۔ میں نے اسے درود پلا یا ہے، اسے اتفاق تو میرا بھی ہے۔“

”یاں یاں! میں نے اسے ایک نظر دیکھا ہے، ساتھ میں بھی میرا ہے۔“

اس سے اسے ہنس کر کہہ میں اسے پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میں ایک اسرائیلی گورت نے درود پلا یا ہے۔ خیر واد..... اس سے آگے کچھ نہ بتانا۔ وہ یہی کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے۔“

انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا تو انہیں پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ وہ آج سے نئے آدھی سے جس نے آپ کو درود پلا یا تھا، قاتل ہے۔ میں نے اس کے پاس میں ہوا، اس حال کے لیے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور نہایت ادب سے بیٹھ آئے۔ جہاں سے آگے بڑھنا تھا، اس جگہ جا کر اپنے انہوں سے صاف کیا۔

”تم جانتے ہو میں کی ہوں؟“

”وہ دوسرے مجھے اپنا درود پلا یا۔“

”اور؟“

”اور کیا ہے؟ میری اپنی لیکن میں اس سے فرقی نہیں پڑتا۔ میری نظر میں میرا اور میری سب برابر ہیں۔“

”کیا تمہارے علم میں نہیں کہ میرا میں پر ظالم ڈھانے جاتے ہو؟“

”مجھے کچھ اندازہ تو ہے کہ میں اس کے ساتھ میرے باہر نہیں جاتا، اس لیے نہ زیادہ چکھوں کہ سکتا۔“

”اپنے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟“

”مجھے معلوم ہے آپ کو کچھ چھانتی ہیں۔ مگر، کے پرانے ملازم نے میرے بارے میں کچھ بتا ہے مجھے بتائی ضرور ہیں لیکن وہ کہہ لیا اسکا خاص نہیں۔“

”کیا میں بتائی ہیں۔ میں کبھی تو سنوں۔ یہ شاید میں اس سے زیادہ نہیں کچھ تاکوں۔“

”مجھے بتا دیا گیا ہے کہ میں صدق میں بزرگیوں سے بہتا ہوا آ یا تھا۔ میری موجودہ والدہ نے مجھے پانی سے ٹھوکا اور اپنا ہاتھ پانیا۔ اس دن کے بعد سے آج تک ان کا احسان ہے کہ وہ میری جان کی حفاظت کرتی رہی ہیں۔“

”انہیں تمہاری جان کی حفاظت کرنے کی ضرورت نہیں آتی؟“

”اس لیے کہ بادشاہ جو سے ذہمت نہیں کرتا تو میری جان لینے کے رو پر رہتا تھا۔“

”وہ تمہاری جان کے رو پر کیوں تھا۔ کیا صرف اس لیے کہ وہ تم سے محبت کرتا تھا؟“

”یہ شاید ہی ہے۔“

”نہیں، صرف اس لیے نہیں بلکہ اسے یہ تھا تو شاید اب بھی ہو کہ تم اسرائیلی ہو۔“

”مجھے کبھی کبھی بھی کمان کرتا ہے۔“

”یہ تمہارا کمان نہیں، حقیقت ہے کہ ہرگز اسرائیلی ہو بلکہ میرے ہے، میں تمہاری قبیل میں ہوں۔“

”یہ نہ سمجھتا کہ میں اس پر گھبرا کر نہیں ہوں گا۔ اگر اس نے اس کو کئی گھنٹی کی تو میں اسے سرزور ماروں گا۔“

حضرت آسے نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس وقت تو جان بچھڑی۔ آجندہ بھی اللہ تعالیٰ نے دالا ہے۔

اب حضرت آسے کو روک دے والا کی نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ کی پروردگار خود اس کی طرف ہونے لگی۔ میں سب نہیں شہزادہ کہتے اور کہتے۔“

حضرت آسے کو فریاد کی نہیں کہ ان پر فرعون کا سایہ بھی نہ پڑنے اور یہ کوشش تو خاص طور پر کر رہی تھی کہ اسے دین حنیف کی تعلیم اور میری دیوتاؤں سے اپنے جان کرگیں۔ یہ ایک مشکل کام تھا لیکن اللہ کو ان سے یہ کام لینا تھا اور ان کے لیے کی برادر کرنے کے لیے میں نہیں جنت عطا کرتی گی۔

جب حضرت موسیٰ پر پڑنے کی عمر پہنچے تو انہیں بہترین استاد کے ہاتھوں بہترین تعلیم دی گئی۔ مصری مذاہب، نجوم، طب اور دوسرے وہ تمام علوم پڑھانے کے جہاں وقت راجح تھے۔ جب اور بڑے ہوئے تو گھر کو میری اور سپہ گری کی خاص تعلیم دی گئی۔ وہ بھی جسمانی اعتبار سے بہت تیز اور ذہنی اعتبار سے بہت تیز تھے کہ سپہ گری اور علوم دونوں میں ملان ہو گئے۔ اب فرعون ہی انہیں دیکھتا تھا۔ وہ فرزند تھا جو کرتا تھا کہ اگر وہ نہیں لکرا کر تو ایسا لائق فرزند کہاں نصیب ہوتا۔

حضرت موسیٰ بھی بڑے ہوتے جا رہے تھے انہیں باحسان ہونے کا تھا کہ وہ ان گھرانے کے لیے اپنی لہیا وہ یہاں کے فرزند تھے۔ ان سب سے تعلق ہیں۔ یہ ہلک بھی نہیں سے ان میں پرستی کی کہ تھا کہ وہ ان گھرانے کے نکالا گیا تھا وہ اور حضرت آسے نے انہیں بیٹا بنا لیا تھا، پھر فرعون ان کے والد ہی کہاں کہاں ہیں؟ ان کے والد ہی کہنے ایسے تھے جو انہیں پریشان کرنے لگتے تھے۔ اس لیے انہوں نے سوچا کہ حضرت آسے سے جو بیٹے پیدا کیے، انہیں کچھ معلوم ہو سکیں جو سوچ کے رک گئے اور ان تو وہ بتا میں کی نہیں بلکہ میری طرف سے نکلتے۔ میں صلا ہو گیا۔ میں اسے کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ میں سے جو میری جان بچائی رہی ہے، میری جان لینے پر مل جائیں یا انہیں ترک کر دیا تو وہ کبھی نہیں ختم نہ ہو سکتا ہے۔ میرا دل کی ہلاکت کا باعث نہ بن جائے۔“

حضرت موسیٰ حضرت آسے سے یہ پناہ چاہتے آئے۔

یو کاہ کے گھر میں حضرت موسیٰ کی باتیں روزی ہوتی تھیں۔ میں نہ نہیں سے گل کے اندر کی باتیں بھی ان تک پہنچتی تھیں۔

”یو کاہ یہ بہت سن کر خوش ہوئی تھی کہ ان کا بیٹا تعلیم حاصل کر رہا ہے لیکن یہ سوچ کر اسوں کو جانی میں کہ وہ اسے اپنا بیٹا کہہ کر میں پکار سکتیں۔ ان کے خوش رہنے انہیں کئی سے منع کرنا تھا کہ وہ کسی سے بھی نہ کہہ سکیں کہ گل میں میں پلے والا بچہ ان کا بیٹا ہے۔ اس لیے بہت فرعون تک پہنچ گئی تو موسیٰ کی جان کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔“

”اگر نہیں اپنے اہام پر چہینے سے تو یہ کیوں نہیں سوئیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں شامل کرنے والا ہے جس طرح یعقوب بہت رعب و خوف کیا ہے، وہ میرا اسرائیل کو فرعون سے نجات دینے والا ہے۔“

”اگر اسے سنبھال نہیں ہوگا کہ وہ میری اسرائیل سے نقل ہو کر میری اسرائیل کی داوری کیے کہے گا؟“

”خدا اور اس کی آگاہی کے لیے کوئی نہ کوئی انتظام کر چکا ہوگا۔ میں اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔“

”میرا دل یہ بھی تو چاہتا ہے کہ اسے دیکھوں۔ جو ان کی کوٹھ گریہ ہوگا۔ ایک مرتبہ میں بھی کئی دنوں کے مجھے اندر ہی نہیں جانے دیا۔“

”یہ میری اچھا ہی بات ہے۔ یہ قراری میں کوئی نہ کوئی ایسا قدم ضرور اٹھائیں گے کہ اور محل کا اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ایک نہ ایک دن حقیقت عمل ہی جاتی ہے۔ یہ کب ہوگا؟ جب اللہ چاہے گا۔“

”وقت کرتا ہے۔ یہ پانچ روز ہوتی ہیں پھر ایک روز حضرت عمران گھر آتے تو بہت اداس ہیں تھے۔ یو کاہ سے اس کا یہ ادا کی دیکھی نہیں گئی۔ وہ ان کے پاس جا کر کہیں۔“

”آج آپ اتنے اداس کیوں ہیں؟“

”میرے اداس ہونے کی ایک وجہ ہے۔“

”مجھے نہیں بتائیے؟“

”مجھے آج ایک خبر ملی ہے جس سے مجھے اداس کر رہا ہے۔“

”کسی خبر؟“

”شہر میں یہ خبر شہور ہے کہ بادشاہ کی کھلی ہم پر ہمارے بچے کو کھنچ رہا ہے۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام تجزی سے اپنی جگہ سے اٹھے اور پاکو کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ”یہ بات بھولے سے بھی اپنی زبان پر نہ لایے گا ورنہ میری اور آپ کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ جس اتنا جانچنے کو آپ نے مجھے مصنفہ میں بند کر کے پائی میں بند کیا ہوا تھا؟“

”بیٹا! یہ خدا کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ میں ایسا کروں۔ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم میرے بچے کو تجھ سے بھرا دلاؤں گے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا تو نے کسی بھی صورت کا وعدہ نہیں سے انکار کر دیا۔ پھر قدرت نے تجھے میرے پاس بھجوا دیا تو نے میرا وعدہ ہی لیا۔ لہذا کسی بھی قسم کی تردید میں میری اس بات کو نہیں منس دودھ ہونا پڑے گا۔ دودھ پھرانے کی بھرتی تجھ سے بھر جائیگی لیکن یہ خدا نے تجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ تو میری اپنی ہاتھوں میں لگا جائے گا۔ اگر یہ وعدہ بھی پورا ہوا تو اسرائیلیوں کو تو اس مقام سے اجابت لانا چاہئے جن کی طرف سے ان پر نوحہ کیا جا رہا ہے۔ جس میں مجھے اپنے تانے آئی کسی کو تو فرعون کے خاندان سے نہیں، اسرائیلیوں کے حق میں آواز دھڑا لھانا۔ اس نے ہم پر بہت بڑے مظالم کیے ہیں۔ ہمارے بیٹوں کو مار ڈالا ہے اور بیٹیوں کو زندہ بچھڑواتا ہے۔“

”جان جان! ہمارے گھر میں اور کون کون ہے؟“

”تیری بہن میری ہے۔ پھر ایشیا اردن ہے۔ تیرے والد ہیں۔“

”اساں! یکدم میرا گھر گریں۔ میں اسب سے آ کر لوں گا۔“

”ایسا ہرگز نہ کرنا۔ اگر فرعون کو معلوم ہو گیا۔“

”میں ایسا ضرور کروں گا۔ جس میں ہر چار ہاوں اس سے لوٹ آؤں پھر میں ایسا ضرور کروں گا۔“

”ایسا کیا نہیں ہو سکتا کہ تم پر نہ جائے؟“

”کیوں ہاں۔۔۔؟“

”مجھے دو لٹا ہے۔ تیری جان کو ضرر نہ پہنچے۔“

”آپ اللہ کے وعدے پر یقین رکھتی ہیں پھر ایسا کیا ہے۔ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔“

یوگا بڈار کے بارے سے اپنے بچے کو بھی کچھ نہ لگائیں کہ کسی روز، کسی ٹھکانے کی کوئی دیکھ نہ رہا ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دل مشیور کے بیٹے تھے۔

”بہت دور ہو گئی ہے۔ جو جانیے دور نہ مجھ سے ضرور پوچھا جائے گا کہ کیا بات ہو رہی تھی۔“

یوگا بڈار گھڑی ہو گئی۔ ایک مرتبہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف پیار سے دیکھا اور ہاتھ لگیں۔ ایک پہرے دار آگے بڑھا اور انہیں لگے سے ہاتھ تک چھو ڈر آ گیا۔

ان کے ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ایک ایٹھن ہی چل گئی۔ جس را در کو جاننے کے لیے وہ بے چین تھے، اچانک کل کھلی تھا۔ انہیں خوشی ہو رہی تھی کہ ان کے ماں باپ ایک زندہ ہیں۔ ایک باجی اور ایک بہن بھی تھے۔ زندگی رہی تو ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔

یہ معلوم ہوئی ہے کہ وہ نبی اسرائیل سے ملنے کے لیے، وہی اسرائیل پر ہونے والے مظالم ان کی آنکھوں کے سامنے گھومتے لگے۔ ”سے خدا! تجھے اتنی طاقت دے کہ میں ان مظالم کو روک سکوں۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو خدا نے یہ مہلت دیا تھا کہ وہ اسرائیلیوں کو ہر قسم کے مظالم سے بچائے۔ اس دن سے وہ پریشان رہنے لگے۔ حضرت نہیں اور یہ کہ ان کے والدین ان کی شہر میں ہیں۔ ان دنوں سے ان میں نہیں کچھ..... اس دن سے وہ پریشان رہنے لگے۔ حضرت آپ کو تو خود اپنی ہی بات سمجھنے میں تھیں کہ فرعون کی طرف سے ان کے دل میں ہال آ گیا تھا۔ انہوں نے دل میں یہی کیا تھا کہ وہ اپنی اسرائیل کو فرعون کے مظالم سے نجات دلا دے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنی ساتھی جانوں پر یقین نہ کریں بلکہ اپنی اسرائیل سے مل کر خود ان کی زبانی ان کی داستان حیات میں خود دیکھیں پھر ان کے مظالم کا بڑا خود شاہد ہو کر۔

انہیں بہت جلد معلوم ہو گیا کہ کیا کیا پیدا ہیں۔ بہت پہلے فرعون نے دوشروں کی تیسری کئی اور اپنی اسرائیل کے افراد بھاری کئی تھیں۔ یہی معلوم ہوا کہ فرعون نے بڑے پائے پر اپنی اسرائیل کی نسل کئی لے۔ اس سے خود اور ہواست متاثر ہوئے تھے۔ اگر ان کی والدہ کو تو یہ کھل کر لگانا بہت تھوڑی مدتوں تک خود کو روک دینے میں کیوں ہاں تھیں۔ جیسے جیسے یہ حالات ان کے علم میں آتے جا رہے تھے، وہ فرعون کی طرف سے بڑھتے ہوئے جا رہے تھے۔

ابھی تک انگلیں تھیں سے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس فروری وہ گیا تھا کہ وہ ہر گھنٹیں اور اپنی اسرائیل کے بزرگوں سے ان کے مظالم معلوم کر لیں۔ وہ شام ہوتے ہی گھوڑے پر سوار ہوتے اور گئے سے نکل جاتے۔ حضرت آپ نے انہیں کی مرتبہ تو کا کئی شہزادوں کو زنب نہیں دیتا کہ وہ سڑکوں پر یوں گھومتے وہیں اور پھر یہ کچھ نظر انداز کر دیا کہ نوحہ کرنا کے دل میں کچھ پر رفتگر کوئی چاہتا ہوگا۔

فرعون کے درباریوں میں سے بہت سوں نے فرعون کی توجہ اس طرف مبذول کرانی پھر ایک دن کو توفیق ہی ہو گیا۔ کسی نے انہیں اپنی اسرائیل کی امتحان کی طرف جانے کو ہونے دیکھا تھا۔ اس کی فرعون کو ہو گئی۔

”موسیٰ جس طرح میرا بیٹوں کی حمایت میں آگے بڑھ رہے ہیں، اس سے معلوم کیا جا رہا ہے کہ وہ بکرہ ہونے لگا۔ وہ اسرائیلیوں سے تصفقت استہوار کر رہے ہیں۔ لیکن یہ وہ اسرائیلیوں کو آپ کے خلاف درغلانگی رہے اور۔ انہیں روکا نہیں گیا تو تم میں سے جتنی چاہو جائے گی۔“

ہاں نے بھی اس موقع پر فرعون کے خوب کان بھرے۔

”آپ نشتا ہاں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک نشتا ہی بھی ہے کہ وہ آپ کے احسانات فراموش کر کے آپ کے دشمنوں سے ساز و برگ رہا ہے، اس لیے کبیر سے کہنے کے مطابق وہ اسرائیلی ہے۔ وہ مجھوں کی پیش گوئیوں کے مطابق ہمارے لیے خطر کے باعث بن رہا ہے۔“

فرعون یہ سنا کر ہاتھ میں ہاتھ قائم کیا اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روک نہیں تھے۔ طاقت اور بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔ اب ان پر ہاتھ ڈالنا اتنا آسان نہیں رہا تھا۔

فرعون کے سامنے اب ایک ہی راستہ تھا کہ انہیں مصری افواج کا کامدار بنا کر جلد سے جلد مصر سے روانہ کر دیا جائے اور وہ ان جنگ کی سازش کے نتیجے میں کرا دیا جائے۔ اس طرح ملکہ بھی مطمئن ہو جائیگی کہ جنوں میں ایسا ہوا ہی ہے۔

”اسی لیے“ قبائل جو مصر کے قریب آ رہے تھے، ان کے اور فرعون کے خاندان کے درمیان جنگ کے میدان گرم ہوتے رہتے تھے۔ یہ ہم ناپا اپنی نسل کی ایک لڑائی ہو۔

ابھی مصری افواج کی روانگی میں تھا کہ تیسری حضرت موسیٰ علیہ السلام طاقت سے بے خرابی طرح سرگرمی میں مشغول تھے۔ ایک دن شہری آبادی کے مرکز کے کنارے سے چلے جاتے تھے کہ دو آدمیوں کو گھڑاتے ہوئے دیکھا۔

قریب ایک دو کھلا تو ان میں ایک مصری تھا، ایک اسرائیلی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رجحان یقیناً اسرائیلی کی طرف تھا۔ انہوں نے مصری سے ڈانٹ کر پوچھا۔

”اس میں کیوں دار رہا ہے؟“

”یہ قریب نہیں ہے، اسرائیلی ہے۔“

”کوئی بھی ہے۔ میں نے پوچھنا ہوں کہ اسے کیوں سمجھ رہا ہے؟“

”نبی اسرائیل ہمارے مظالم ہیں۔ ہم ان کے ساتھ جو بھی سلوک کریں، انہوں نے دانے لے کون ہوتے ہیں؟“

”خدا کی نظر میں سب برابر ہیں۔ کوئی کا مظالم نہیں ہوتا۔“

”مجھے تو تم ہی اسرائیلی مظالم ہوں جو چاہیں ہاتھ میں کر رہے ہو۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اسرائیلی سے پوچھا کہ کیا جانا رہا تھا۔

”تو بتاؤ، یہ میں تجھے کیوں سمجھ رہا ہے؟“

”اس شخص کے مکان کی یاد رکھتی ہے۔ یہ مجھ سے کہ رہا ہے میں وہاں چل کر ضروری کروں۔ یہ مصری لوگ اسی طرح ہم سے بگاڑ لیتے ہیں۔ ضروری کیوں کر اسرائیلیوں کیوں دیکھیں، پھر میں کیوں اس کے ساتھ چلاؤں؟“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصری کو پھر ڈانٹا کہ اگر اس شخص سے کام لینا ہے تو ضروری ہے کہ خود شہادت نہ لو۔ مصری کو اپنے گھروں ہونے کا کھٹا تھا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تیسری کہہ کر یاد اور اسرائیلی گھنٹنے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھیجا لیکن مصری نہ مانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جسے اس کے مصری کے ایک ناپسندیدہ کر دیا۔ مصری اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا اور اس وقت تھریا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا تو بہت افسوس کیوں کیا کہ اگر وہ بزرگ اس کے قتل کا تھا۔ عمارت اور شہر مذہبی

کے ساتھ مل کر کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ کریشٹیان ہے۔ وہ انسان کو ایسی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور خدا سے گفتگو کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے کہ جو بزرگ ہو اور باطنی میں ہوا۔ اس شخص سے منقرت کا خواستگار ہوں۔ خدا نے بھی ان کی گفتگو کو صاف کر دیا اور معرفت کی بنا پر سے طوازا۔

”وہ (موسیٰ) شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جبکہ ان کی شہنشاہت میں تھے۔ وہاں ان سے دیکھا کہ وہ دوئی لڑ رہے ہیں۔ ایک اس کی اپنی قوم کا تھا اور دوسرا اس کی قوم سے منقرت رکھتا تھا۔ اس کی قوم کے آدمی نے ذہن تو م دالے کے خلاف اسے مدد کے لیے پکارا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے ایک گوشہ دار اور اس کا کام م کر دیا۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، یہ شیطانی کی کار فرماری ہے، وہ دخت و خون اور کلمہ گراہی ہے پھر وہ کہنے لگا، اے میرے برادر! میں نے تم سے یہ کلمہ رکھا ہے، میری شہنشاہت فرمادے۔ چنانچہ شہنشاہت فرمادے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ”اے میرے رب! اب احسان جوتوئے مجھ پر کیا ہے، اے اس کے بعد اب میں کسی مجبور کو یادگار نہ کروں گا۔“ (سورۃ القصص)

دیکھتے ہی دیکھتے شہر میں جبر شہید ہوئی کہ کسی اسرائیلی نے اسے ایک مہر کی شکل کر دیا لیکن وہ اسرائیلی کوں ہے، یہ کسی معلوم نہیں تھا۔ مہر میں نے فرعون کے پاس اسے پیش کیا کہ یہ کام اسرائیلی کا ہے لہذا آپ داد دیر کرنا۔ فرعون نے کہا اس طرح ساری قوم سے تڑپ لیں اب اس کا حکم تو عمل کا پتہ نہ ہو۔ میں اسے ضرور سزا دوں گا۔

مقتول مہر نے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیمانہ کیا تھا تو یہ بتانے کو نہ ہوا۔ تب قاضی لوگ اپنے طور پر قیاس آراء میں آ کر رہے۔ کہنے کا اسرائیلی تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دوسرے دن یہ دیکھے کہ علیہ شہر میں نکلے کر دیکھیں کل کے واقعے کے متعلق شہر میں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ اس اتفاق دیکھنے کے انھیں پھر جبری اسرائیلی نظر آیا جس کی ایک دن پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدد کی تھی۔ اس وقت بھی وہ ایک مہر سے بھرا ہوا تھا۔ مہر کی طرف بھاگا۔ آ رہا تھا۔ اس شخص کی نظر یہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پڑی، جس نے مدد کیا۔

”اے یہی اسرائیلی کے بہادر شخص..... میری مدد دیکھتے ہو تو نے کل میری مدد کی تھی۔“

اس واقعے کو یاد کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوسری بار گواہی کی کہ اس کی ایک جانب مہر کی کاظم تھا، دوسری جانب اسرائیلی کا غور غور غار اور گشتیوں کے واقعے کی یاد دہی آج وہ کسی بے جگر سے بے رحمی میں پڑنا نہیں چاہتے۔ انہوں نے مہر کی باز رکھنے کے لیے اچھڑ کر حاد اور سامدھی اسرائیلی کو جھگڑتے ہوئے کر دیا۔

”تو بھی باز رکھا ہوا گرا ہے۔ غر خواہ جھگڑا رسول نے کر دیا کہ ہر جاتا ہے۔“

وہ اسرائیلی نے جھگڑا کر لیا ہوا۔ اسے مہر کی کہا تھا، اے مجھے مارنے کے لیے ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ وہ پیچھے ہٹا ہوا اور کہتا ہے پکارا۔

”جس طرح نکلے تو نے ایک مہر کی کو لگا کر دیا تھا وہی طرح آج مجھ کو لگا کر دینا چاہتا ہے۔“

یہ سن کر مہر کی کان کھڑے ہو گئے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیمانہ کیا تھا اور اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کل جس مہر کی کو لگا گیا تھا اس کے قاتل یہی ہیں۔ وہ شہر کی طرف بھاگا اور دوسروں کو کوفی کر کے پوری داد سالی۔ یہ سب صحیح ہو کر فرعون کے پاس پہنچے۔

”اب بے نیکی سے پکارا کہ تم قاتل کا ہم قاتل کیا بتا دو تو آپ اس کو ضرور سزا دوں گے۔“

”ہاں، میں نے کہا تو تھا کہ میں نہیں قاتل کا نام معلوم ہو گیا؟“

”وہ کوئی اور نہیں، آپ کے بے نیکی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور چونکہ وہ خود اسرائیلی ہیں اس لیے اسرائیلیوں کی حمایت کرتے ہوئے ہیں۔“

”اے فرعون! تو نے اسرائیلیوں کو پانچ دن قتل کر دیا ہے اور اپنے دونوں اہل بیٹا بنا کر مگر مہر رکھا ہوا ہے۔ یہ عکا وہ دلتا پان ہے۔ اگر تو نے قتل نہیں کیا ہے تو مہر کی کسی کے جرم میں موسیٰ کو سزا دے۔“

فرعون بہت دن سے تنہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کی قتل میں شامل تھے۔ وہ بھی بتائیں اسرائیل میں سے ہیں۔ سدی نٹاپا نٹاپا گرا ہو رہی تھی۔ اب جو اپنی قوم کو کشت و خون سے دیکھا اور ترقی یافتہ ہو گیا کہ مہر کی کا کل حضرت

موسیٰ علیہ السلام ہی نے کیا ہے تو اس نے فوراً حکم جاری کر دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لڑا کر کے حاضر کیا جائے۔ مہر کی نے اس واقعے میں ایک مہر کی وہ بھی تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتا تھا اور اسرائیلی غیب کو قتل جاتا تھا اس لیے فرعون نے اسے قاتل کرنے کا حکم دیا۔ وہ اس وقت شہر کی طرف بھاگا تاکہ فریاد سے نکل ہی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باخبر کر دے۔ وہ دونوں کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پھرتا پھرتا حاضر کیا۔ جبکہ اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے اس لیے نہیں لے پائے کہ وہ اس وقت تھکا ہوا تھا اور بولا، حضرت موسیٰ علیہ السلام! مرداروں فرماؤں باری ہے۔ ”ایک آدمی شہر کے پھرتے پھرتے سے روز تازہ آیا اور بولا، حضرت موسیٰ علیہ السلام! مرداروں میں تیرے کل کے ٹھونڈے ہو رہے ہیں۔ یہاں سے نکل جا۔ تیرا بیٹا فریاد کر رہا ہے۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لڑا ہوا کہ گراہ کر وہ پھرتا پھرتا فرعون کے پاس پہنچا۔ فرعون نے فرعون کو دھمکیاں دیں کہ جیسے اس شخص نے دھمکیاں دیں وہی شخص ہی برابر امر کر رہا تھا کہ وہ فریاد شہر سے نکل جائیں۔

”میرا کام صرف اتنا تھا کہ آپ کو برداشت کروں، مگر اس کے باوجود بھی آپ نہیں غم رہے تو آپ کو نقصان اور بچھے افسوس ہوگا۔“

آپ کے پاس اس وقت مذکورہ کوئی ساری کوئی اور نہ توئی مسلمان مسرتا تھا۔ ان دنوں کے بندوبست کرنے کا وقت بھی نہیں تھا۔ آپ اپنی حالت میں شہر سے نکل پڑے۔ آپ کی مہر سے باہر نہ نکلے۔ نہ کسی راستے کا علم تھا، نہ کوئی منزل سامنے کی کہاں کہاں جائیں گے۔ جرات سامنے آئی آپ پہلے پل سے اترے اور زبان پر خدا سے فریاد جاری ہو گئی۔

”اے میرے رب! مجھے کھالوں سے جہاں امید ہے اور وہاں دیکھنا چاہتا ہوں۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور ان کے قدم ”دین“ کی طرف اٹھنے چلے گئے۔ شہر دین مہر سے آٹھ منزل پر واقع تھا۔ اللہ نے ان کے لیے اس طرے سے کھال کاٹا تھا۔ اس لیے جب کھال کاٹنے کی خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نزدیک کی تو اہل بیت رکھتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت آخن بن ابراہیم کی نسل سے ہیں اور یہ قبیلہ حضرت آخن کے بھائی دین بن ابراہیم کی نسل کے لوگوں پر مشتمل تھا۔

دین نے اپنی اپنی آبادی کا نام سے اپنے بھائی اسمعیل کے پہلوں کی آبادی کی۔ یہ ایک طوفان صحبہ کے سوال پر دیا تب علی سے جبر اور اس پر خود کو دیکھا کہ جہاں خود جرم وہاں اسمعیل آباد ہے، وہ واقع تھا۔

تین دنوں اور اس واقعے کے مولف علامہ سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

”ہم دین کا قتل نامہ ۳۰۰ ق۔“ فرعون نے کہا کہ یہ دین حضرت ابراہیم کو زائد ۲۱۰۰ ق۔ یا ۲۲۰۰ ق۔ م ہے۔ ایک خاندان کو قوم کی حیثیت سے پیدا کرنے کے لیے کم از کم دوسروں کی ضرورت ہوتی، اس لیے وہ دین سے پہلے مجدد تھے۔

حضرت ہنسٹ جو گارڈن تجارت کنگان سے مہر کے ساتھ ہوا، اپنی دین اور اسمعیل مرتب ہے۔

اس واقعے کے بعد چار سو تک دین کی تان پڑ کر خاموشی چھا جاتی ہے۔ یہ سب ہے کہ دین کے سوانح نگار دینی اسرائیلی اور یہ زمانہ ہی اسرائیلی کے قیام مہر کا ہے۔ چاند سوری کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ظہور ہوا اور دعوت حق اور جب قوم کے جرم میں ان کو مہر سے جہت کرنی پڑی تو ان کا کھانا اس قافلے کی مرز میں دین کی جوان کی قوم کو چار سو تک پہنچے مہر پہنچا۔

دین کی قوم اس وقت دین سے گراہ کر باہر نکلے آئے، وہ وہی ہے جو تمام ساری قوموں کا پیشہ پڑ رہا ہے۔ کھد ہانی۔ کھد ہانی اور فصل سے جو ابراہیم، آخن اور مشرق کا پیشہ تھا۔ اور مشرق کا پیشہ ہی اسلام کو مہر کی زندگی میں تیسرے تازہ بنو سام کے زمانہ ایشیا منیجر کے لیے ضروری تھا کہ وہ جہاں بانی سے پہلے کھد ہانی کا پیشہ ہے۔ اس لیے نقشا نے انہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مہر کے خون زار سے قرب کے بے تکلف اور سادہ رنگ میں بھیج دیا جہاں شرفائے سام نے اب تک اپنی آبادی عبادت گزار کر رکھی تھی۔

دین کے قاتل ایک منظر زندگی رکھتے تھے۔ شہر میں ڈاکی روم اور آداب کے تھیں کے لیے ”کاہن“ ہوتے تھے۔ حضرت موسیٰ کے زمانے میں جبکہ ان کا قانون تھا تو ان میں اس کا نام کھد ہانی نہیں تھا۔ جہاں جہاں مذکور ہے تو یہت کے مطابق اس کاہن کے دیں نام تھے۔

آکھو مسلمان مشرکین کے نزدیک ان کا نام حضرت شیبہ تھا جو بظاہر جو آپ سے بہت قریب ہے۔

تاریخ "الموسى والنجون" کے مطابق حضرت موسیٰ سات دن سات رات مسلسل پہل سفر کرنے کے بعد مدین میں مال میں پہنچے کہ ان سات دنوں میں درختوں کے پتوں کے ساتھ کھو جاتا رہا تھا۔ وہاں درختوں کے لیے وہ آپ کے جوئے میں بھی گھر گئے تھے اور آپ کے ہاتھوں میں درختوں کے پتے چھڑک رہے تھے۔

پہلی میں بھی اور جانوروں کو پانی پلایا جا رہا تھا۔

ابھی سے الگ تھلک ہونے لگا اس لیے انہی کبیروں کے ساتھ کھڑی تھیں۔ کبیریاں بار بار پانی کی طرف بڑھ رہی تھیں اور یہ لڑکیاں انہیں پانی کی طرف جانے سے روک رہی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کہہ رہے تھے وہ یہ نہیں سمجھتی کہ یہاں بھی وہی سب کچھ ہوا ہے جو دنیا کی تمام قوموں نے اختیار کر رکھا ہے۔ یہاں بھی سارا نظام کئی جانوروں کا کام ہے۔ شاید یہ لڑکیاں کو روکنے کے سبب ان کا اعتقاد میں بھی فرق تو اور سرور جب اپنے جانوروں کو پانی پلانی تھیں تو کہا پانی ان کے جانوروں کا حصہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لڑکیوں کے کتے پہنچے۔

"تم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلانی تھیں؟ اور لڑکیوں کو بھی؟"

"ہم اپنی ہمت نہیں کرتے۔ جب اپنے جانوروں کو آگے لے کر پانی پلانی تھیں تو والے میں پیچھے دیکھ لیتے ہیں۔ ہمارا کبیرا روکنا دستور ہے۔ ہمارے والد بڑے اور کور رہے۔ وہ لڑکیاں سے کہتے تھے کہ ان کی حضرات کو روک کر نہیں تم کھڑے رہو۔ جب یہ لوگ پانی پلانا کر رہا تھا پلے جا میں کہو ہمارے جانوروں کو پانی مل جائے گا۔ ہم روک نہیں کرتے بلکہ ہمیں ایسا کرنا پڑتا ہے۔"

"اس طرح تو نہیں دیکھیں لوٹے ہوتے ہوا چلتی ہوگی۔"

"زیادہ ہو جاتی ہے کبیرا کریں۔ ہمارا تو کوئی عملی بھی نہیں ہے جہاں سے زبردستی کر سکے۔"

"آج تمہیں اعتقاد کرنا نہیں پڑے گا۔ ان لوگوں کے جانوروں سے پہلے تمہارے جانور پانی نہیں گے۔ اپنے جانوروں کو گلاؤ۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام بیچو کچھ تو ہونے آگے بڑھے اور کوئی پرہیز نہ کیا۔ کوئی کا بازو اٹھالیا۔ یہ ڈول اتانا بڑھا کہ اتنی لوگ مل کر اسے پیچھے کھینچتے تھے۔ انہوں نے ہاتھ کھینچ کر لڑکیوں کے موٹھیوں کو پانی پلایا۔

کوئی بھی برقع لوگوں کو ان کی برقع سے جدا کرنا بہت زبردستی نہ لڑکیوں کی پرچال صورت اور جسمانی طاقت نے سب کو مروجہ کر دیا۔

لڑکیوں نے اسے لگے پانی پلایا اور خوش خوش گھر کی طرف چل دیں۔

"یہ آدھوں کوں ہوگا ہے؟" ایک نے دوسری سے پوچھا۔

"مذہب تو نہیں لگتا۔ اس سے پہلے میں بھی گھر کی طرف نہیں آیا۔"

"اس کی حالت بتا رہی ہے کہ وہیں مسافرت لے کر آیا ہے۔"

"تو نے پوچھا تو ہوتا ہوا؟" ایک نے پوچھا۔

"تو نے پوچھا تو ہوتا ہوا۔ میں تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے بھی شرم آ رہی تھی۔"

"تو نے اس کی طاقت دیکھی؟ جس والوں کوئی آدھوں کی کھینچنے میں اس نے اس کی کھینچ لیا۔"

"ہمارا دیکھتا ہے۔ تو نے دیکھا اس طرح بیچو کچھ ہونا تو کوئی تک گیا۔ بڑے بڑے سرداروں کے سامنے کھڑی تھی گئے۔" ایک نے کہا۔

سبھی کا سامنے ہونے والوں لڑکیاں گھر تک نہیں گئیں۔ گھر کے ساتھ باس کا کمرے کو لے گیا اور باڈو کیا تھا۔ لڑکیوں نے کبیروں کو اس باڈو میں دیکھ لیا اور خود کو اپنے پاس جا کر کھڑی ہو گئیں۔ انہیں دت سے پہلے دیکھ کر والد نے ان سے ملنے کے لیے دو دروازے کھول دیے۔

"کیا تم آج کبیروں کو پانی پلانی پلانی تھیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں بلکہ تم ان کبیروں نے ہمیشہ سے زیادہ میرے ہونے پلانی پلانی۔"

"کیوں آج آج کوئی ہر کسی جو جو نہیں تھا؟"

"سب سے پہلے سے ہی زیادہ ہر کسی۔"

"پھر نہیں پلانی آج جا رہی تھی کیسے میرا؟"

دونوں لڑکیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

دوسری کبیرہ بھی تھی تو بتا۔

پھر ایک نے جس کا نام صفورہ تھا بتا تو شرمناک گیا۔

"ہم اپنی ہمتی کے لیے ایک ایک اپنی ہمتی ہاں آ گیا۔ اسے ہم پر دم آیا اور اس نے تو میں سے پانی کھینچ کر ہمارے جانوروں کو پلایا۔"

"اللہ اس کا جھانکے۔" لڑکیوں نے کہا۔

ابھی بھی ایک بے مروتی کہہ رہی تھی کہ ہم نے تو دنیا کی سب کھینچنے میں سے ہی زیادہ ہر کسی کو پانی پلانی ہے تو اسے بلا کر لے آئے۔"

(ان دونوں کے میں ایک اختلاف ہونے کے لیے ان مشرکین کی اس طرف سے لے کہا ہے۔ یہ حضرت شیبہ علیہ السلام تھے۔)

یہ حضرت صفورہ ہی سے لے کر انہوں کو لڑکیوں کی طرف میں۔

ان لڑکیوں کے پلے جانے کے بعد صفورہ ناموں سے ہو کر یہ نہال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخت کے سامنے بیٹھ جا کر بیٹھے۔ یہ درخت بگڑ گیا تھا۔ آپ اس وقت اللہ کی مخلوق میں اللہ کے سب سے زبردستی تھے جسے بحال ہر تھا کہ وہ علم ہمارا کبیرا ہو کر اپنے پیٹ سے نکل آیا تھا۔ بگڑ کے ایک لڑکی کے تک کے لیے آپ حیا ج ہو رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا۔

"پروردگار! اس وقت جو بھی جہنم جہنم میرے لیے تو اپنی قدرت سے بے نیاز کرے، میں اس کا محتاج ہوں۔"

دعا کے الفاظ کا بھی ایک طرح کا بھی اثر ہوا جس سے کچھ مسرور وہاں تک نہیں گئے۔

انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا۔

"آپ ہمارے گھر پہلے والد بلا تے ہیں۔ وہ آپ کو اس احسان کا بدلہ دیں گے جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیرت سے یہ کہہ کر انہیں کبیرہ بھی کہہ کر وہ احسان کا بدلہ تو لیں کہ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ اس دعوت کو بجز کر لیں نہ کرے لیکن اس وقت تو وہ خود ہی یہ دعا کہہ چکے تھے کہ میرے لیے سامان مہیا کر۔ انہوں نے لڑکی کا آنا دعا کی قبولیت کا پیش نبیہ۔ بگڑا اور لڑکی کو روکے۔

"میں آگے چلتے ہوئے آپ کی بارہمان لرتی ہوں۔ آپ میرے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔"

"نہیں وہ مناسب نہیں ہوگا۔ آپ میرے لیے میرے ہیں۔ میں آگے چلتا ہوں آپ میرے پیچھے آئے اور گھبراہٹ یا اشارے سے میری بارہمان لرتی رہے۔"

وہ حضرت شیبہ کے گھر پہنچے۔ ایک نورانی صورت بزرگ کو اپنے سامنے پایا۔ بزرگ نے لڑکیوں کو حکم دیا کہ یہاں کے لیے فصل کے پانی کا بندوبست کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حمل سے فارغ ہوئے۔ سڑکی مٹی چلانے سے اتاری اور بزرگ کی طرف سے دیے ہوئے کپڑے پہننے لے گا تھا۔ بزرگ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے۔

کھانے سے کراخت ہوتے کہ بعد بزرگ نے ان کے حالات جاننے کی درخواست کی۔ وہ کوئی ہیں، کہاں سے آئے ہیں؟

کیا ان دنوں کوئی بھی کھانا پلانچ چھوڑنے پر مجبور ہوئے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ چھاپا مفروری نہیں سمجھا۔ چھوڑنے سے لے کر اب تک کے حالات سامنے فرعون کے معاملے سے آگے کا ہوا اور اس کی باتوں میں اس وقت سے کہیں کے کھل کے لڑنے اور خیر خواہی کوئی نہ کر سکتا۔

"خدا کا شکر اور ذکر کہ تمہیں ان ظالموں سے نجات مل گئی۔ اب کوئی خوف کا مقام نہیں۔ میں تمہیں یہاں اور اپنا بیٹا بنا کر ہے۔ تم میری گھبراہٹوں کا۔"

"آپ مجھے سے کوئی کام نہیں۔ مجھے یہاں منت میں رہنا ہوا گوارا نہیں ہوگا۔"

"تم بہت مہنگے ہو۔ کچھ اور آرام کرو۔ پانی یا میں بعد میں کریں گے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔

حضرت منصورہ باپ کے پاس آگیں اور باپ کو مشورہ دینے گئیں۔
 "ہا جان اب میرا خوشرو ہے۔ بے کس آپ اس مہمان ارادے میں نہیں کو چرانے اور پانی مہیا کرنے کے لیے اجیر رکھیے۔
 اجیر وہی ہے جو تیری بھی ہوا اور وہی دارگی۔ بے ضرورت تو کسی بھی سے اور امانت دارگی۔"
 "تو قہر سے کہنے لگی کہ وہ تو میری ہے اور امانت دارگی؟"

"اس کی قوت کا اندازہ تو اس سے کیا کیا اس نے تو کئی کام بڑا دل تو سمجھی گیا۔ امانت کی آنا نکل اس طرح ہوئی۔ میں
 جب اس کو بلانے کی تو اس نے مجھے دیکھ کر نہیں چینی کرکشی اور منگھو کے دوران ایک مرتبہ بھی نکلا اٹھا کر نہیں دیکھا اور جب
 یہ سن کر حضرت شعیب نہایت سرور ہوئے۔ اسوں نے دیکھا کہ مہمان کے ہارے میں بائیں کرتے ہوئے میری بیٹی
 کی آنکھوں میں پسند ہوئی کی ایک چمک لگی تھی۔"

"تو بھی جانتی ہے کہ میں اس مہمان کو اجیر (اجرت پر کام کرنے والا) دکھاؤں۔"
 "ہاں ہاں جان اس میں شریعت کیا ہے۔ یہ ہمارے لیے بہت بڑا ہمارا ہو۔"

"اس کی اجرت کیا ضروری ہے؟"
 "بڑا کام پر منحصر ہے۔"

"تو اجرت تم پر چھوڑتی ہے۔"
 "ہا ہا ہا سب بخیر تو آپ ہی ہیں۔"

"اگر میں اجرت کے بدلے میں تیری شادی اس سے کروں؟"
 حضرت منصورہ نے شہزادہ کو دیکھا اور باپ کے پاس سے بہت گھم۔ رضامندی لگی تھی۔

حضرت موی علیہ السلام شام تک سوئے رہے جب وہ صبح کو اٹھنے سے فارغ ہوئی تو چیکے حضرت
 شعیب نے بات کا آغاز کرنا سنا۔ مجھ اس وقت تک دونوں لڑکائیوں نے کے لیے بسز پر جا چکی ہیں۔

"اگر میں بخیر و باخیر نہیں اپنے چار رکھوں تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟"
 "میں خود بھی چاہتا ہوں۔"

"اگر میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کروں تو کیا یہ اجرت نہیں ہوگی؟"
 "یہ تو اجرت کئی ہوگی۔"

"میری اولاد کی جو تمہیں تو کئی پر بلائے گی، اس کا نام مفورہ ہے۔ میں اس کی شادی تم سے کرنے کو تیار ہوں۔ اگر
 آٹھ ماہ تک تم میرے پاس رہو اور میری بکریاں چراؤ اور اگر اس کو دو سال بڑھا کر اسی سال کر دو اور وہی بہتر ہے۔
 یہی اس لڑکی کا سہرا ہوگا۔"

"مجھے یہ شرط منظور ہے البتہ یہ میری خوشی پر چھوڑ دیجیے کہ میں ان دونوں مدتوں میں سے جس کو چاہوں پورا کروں۔
 آپ کی جانب سے مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا۔"

حضرت موی علیہ السلام نے اس بیان کو مدد کو مہر قرار دے کر حضرت موی علیہ
 السلام سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ مدت قسم ہونے پر "عقد" میں آیا اور عقد کے فوراً بعد ہی حضرت موی اپنی بیٹی کو لے
 کر روانہ ہوئے۔

تو قریب اس قول کی تائید کرتی ہے کہ مدت قسم ہونے پر دونوں مایہ سردا نہ نہیں ہوتے تھے بلکہ بکریاں چراتے ہوتے
 جیسوئے کھنگے جیسے وادی مقدس میں کھنچ کر خدا کا حکم لیا کہ اس پر اس کی کوٹلائی سے رہا کر دو اور صبح اگر فرعون کے علم سے ان کو
 نہجات والا وہ سردا نہ ہوتے۔

حضرت موی نے فرمایا تھا کہ جدت میں پوری اور مجھ پر کوئی جبر نہیں ہوگا، قول فرماؤ پر خدا شاہد ہے اور ہم دونوں پر مکمل ہے۔

تو قریب اس خیال کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت موی نے سب سے پہلے سے روٹی سے کھجور سے کی بیوی
 نے پچھا حضرت موی نے دونوں مدتوں میں سے کون کی مدت پوری کرانی تھی۔ میں نے کہا میں تو نہیں جانتا، ہاں عرب کے

حضرت موسیٰ علیہ السلام

بڑے عالم کے پاس جا کر پوچھ سکا ہوں۔ حضرت حیدر فرماتے ہیں بھر میں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا
 آپ نے دونوں مدتوں میں سے زیادہ اور صبر کو پورا فرمایا۔

یہاں بات مفسرین میں تری نے بھی روایت کی ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا میں نے جسے اس نے پچھا دونوں مدتوں میں سے کون کی مدت موی علیہ السلام نے پوری کرانی تو کہا دونوں میں
 سے اسل اور تمام (یعنی دس سال والی مدت)۔

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ رسول اکرم نے حضرت جبرائیل سے اس کے متعلق استفسار فرمایا تو حضرت
 جبرائیل نے آپ کے حضرت اسراہیل سے استفسار کیا حضرت اسراہیل نے پروردگار و مژدہ سے استفسار کیا تو پروردگار نے
 فرمایا دونوں مدتوں میں سے زیادہ اور صبر کو پورا فرمایا۔

اسی طرح ابن عباس نے حضرت شعیب سے اس کو روایت کیا کہ رسول اکرم سے پوچھا گیا کہ دونوں مدتوں میں سے کون
 مایہ حضرت موی نے پورا فرمایا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے حضرت موی نے فرمایا دونوں میں سے زیادہ اور صبر کو
 حضرت ابو ذر سے مروی ہے کہ رسول اکرم نے پوچھا گیا کہ موی علیہ السلام نے دونوں مدتوں میں سے کون کی
 مدت عمل فرمائی؟ آپ نے فرمایا دونوں مدتوں میں سے زیادہ اور صبر کو پورا فرمایا اور فرمایا اگر تو یہ مجھے کہ دونوں مدتوں
 میں سے کون کی سے شادی فرمائی تو چھوٹی سے شادی فرمائی۔

قصہ مختصر یہ کہ آپ وہی سال تک بکریاں چراتے رہے۔ گھر بانی کے لیے آپ ایک لاکھ ہاتھ میں رکھتے جو انہیں
 حضرت شعیب نے دی تھی۔

تو قریب اس خیال کی تائید کرتے ہیں کہ اس قیام میں حضرت موی نے ایک لاکھ پید ا ہوا جس کا نام جبرائیل رکھا۔ جبرائیل میں اس کے
 معنی "قرابت و مسافرت" کے ہیں۔ گو کہ حضرت موی نے بیٹے کے نام میں اپنی مسافرت کو بطور یادگار نام رکھا تاکہ
 خاندان والوں کو یاد دلا دے کہ اس بیٹے کی ولادت قرابت و مسافرت میں ہوئی۔

تو قریب اس خیال کی تائید کرتے ہیں کہ اس قیام میں حضرت موی نے ایک لاکھ پید ا ہوا جس کا نام جبرائیل رکھا۔ جبرائیل میں اس کے
 معنی "قرابت و مسافرت" کے ہیں۔ گو کہ حضرت موی نے بیٹے کے نام میں اپنی مسافرت کو بطور یادگار نام رکھا تاکہ
 خاندان والوں کو یاد دلا دے کہ اس بیٹے کی ولادت قرابت و مسافرت میں ہوئی۔

"اور اس نے اپنی بیٹی مفورہ موی (علیہ السلام) کو دی۔ دو بیٹی تھیں اور اس کا نام جبرائیل رکھا۔ اس نے کہا میں
 اپنی ایک بیٹی میں مسافر ہوں۔"

لیکن یہ دونوں حضرت موی اپنے اہل و عیال سب بکریاں چراتے چراتے رہیں سے بہت دور نکل گئے کہ غلام کو جبر
 سے لے لینی تھی لیکن اب دس سال کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ اب وہ آواز دے۔ قدرت ان پر اپنا آخری انعام بخیر کرانے
 کے لیے بکریاں۔

اس سفر میں بھی اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ وہ مصر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ بعض کا
 خیال ہے کہ گھر بانی کے لیے نکلے گئے کہ وہاں تک پہنچنے کے لیے وہاں دور طے کے کہ وہاں کی مدت سات تھی۔
 سفر میں کا بھی ہو سکتا ہے کہ وہاں سے کہ وہاں پہنچنے لگی۔ بائبل میں طے کی ہے کہ وہاں سے مروی تھی۔ سامنے کو تینا کا
 سلسلہ نظر آ رہا تھا۔ یہ سینا کا سفر تھا اور وہاں سے ایک دور کے قاصد پر ہرگز مکر کے دو شائے کے درمیان صحر کو چراتے
 ہوئے واپس آ رہا تھا۔

حضرت موی نے جلتاق اشتہال کو مکر بھی سمجھی تھی، اس نے کام نہ پایا۔ اور اصرار نظر دوڑائی تو سامنے کی وادی (وادی
 اکنان) میں ایک شعلہ جلتا ہوا نظر آیا۔

"مجھے وہاں آگ کے آثار دکھائی دیے وہ سے ہیں۔ تم یہاں بے غمرو میں آگ لے آؤ۔" اپنے کا بھی انتظام ہو جائے گا
 اور کوئی راہبر لیا گیا تو بھی اس کا راہ کا بھی کوئی نہ ہو جائے گا۔

"بھروسے لے اپنی بیوی سے کہ تم یہاں بے غمرو میں آگ لے دیکھی ہے۔ شاید میں سے کوئی چنگاری تمہارے لیے
 لاسکوں پایا اور کسی راہبر کو پاسکوں (۱۶)

حضرت موی سوچ رہے تھے کہ یہ کب آگ آئے۔ ایک درخت سے اس پر عمل رہی ہے لیکن اس کی آگ ہے کہ
 درخت کو تھکنا مہا رہی ہے۔ بہتر ہوا ہے میں نہ آگ بھی سے دیکھتی ہے۔ یہی سوچتے ہوئے وہ آگ کے بڑھنے سے بچنے کے
 اچانک احساس ہوا کہ وہ بھی جیسے آگ کے بڑھنے جاتے ہیں آگ کو روکنا چاہی ہے۔ بچنے کے باوجود ان کے اور آگ کے

رگھی تھی۔ وہ کار تک آیا اور ڈرائیونگ سیٹ کی دوسری جانب
 والی کھلی ٹھوکر پر جھٹک گیا۔
 ”خاتون! آپ نے ملازم کو کتے پیرے ہے؟“
 ”پانچ ڈالر کا ایک ٹوٹ دیا تھا۔“ سٹی کی جانب
 دیا۔ اس شخص نے اپنے ہاتھ میں موجود نوٹوں کی ایک کٹولی
 میں سے پانچ ڈالر کا ٹوٹ نکال کر سٹی کو دے دیا۔
 ”آج پٹرول مفت سیلائی کیا جا رہا ہے۔“
 ”میں بھی نہیں۔“ سٹی اپنے ہاتھ میں موجود اس

پٹرول پمپ کے ملازم نے سٹی سے پانچ ڈالر کا
 نوٹ لیا اور اسے ہوائے کی فٹ سے آکھٹیں کے اندر چلا
 گیا۔ ”مگر یہ بہت بوری ہے۔“ کار کی پچھلی نشست
 پر کھڑی ہوئی چار سالہ بچی نے کھانسی کی۔
 ”ذرا صبر کرو۔“ سٹی نے کھلی دی۔ ”مہم شاہ پمپ
 کرچے ہیں۔ یہاں سے سیدے گھر ہی جا سکیں گے۔“
 پٹرول پمپ کے آکھٹیں سے ایک دروازہ برآمد ہوا۔ اس
 کے بال گہرے سیاہ تھے۔ اس نے چڑے کی حیثیت میں

وہ اس اتار دے میں دن داخل ہونے سے بھی کسی راست بھگنے کی تھے۔
 گھر پہنچنے ہی اپنے شہر کی خدمت میں بیٹھ گئے۔
 ”کیا میں نے تین سال کی مدت پوری نہیں کر لی؟“
 ”نہی ہے تو آپ نے قول کیا تھا۔“
 ”اب میں آ رہا ہوں جہاں کی جاؤں۔“
 ”اب میں تجھے روکے والا کون ہوں تو۔“

”جس جانتا ہوں اب میں صبر کرو جاؤں اور اپنے گھر والوں سے ملوں۔“
 ”اب تو میری طرف سے آ زاد ہے۔ صبر میں تم پر ظلم کرنے والے ہٹاک ہو گئے ہیں۔ تیرے زمانے کا فرعون کھپ
 گیا۔ اب اس کی جگہ اس کا بیٹا ”مصراع“ تخت پر بیٹھا ہے۔ اب وہ فرعون ہے۔ تو بے خوف ہو کر صبر کرو۔“
 حضرت موسیٰ نے بی بی کو گلے پر بٹھا یا۔ دوسرے کو گلے پر جوڑ دینے اور مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔
 قبیل حکم الہی کے لیے مصر میں داخل ہو کر اپنے مکان پر پہنچے اور اپنی والدہ کے سامنے ایک سفارشی حیثیت میں ظاہر
 ہوئے۔ ان کی والدہ انہیں سفی نہ پہچان سکی تھیں ان کا گھر آج چنگ چنگ مہمان نوازی میں ہے جسے بی بی امرا تیل میں مشہور تھا اس
 لیے ان کی والدہ نے ایک سفارشی حیثیت سے انہیں گھر میں بیکری اور درخو خاطر عمارت کی حضرت موسیٰ نے بی بی کو خوراک
 پر کاغذ پیش کیا۔ دل ہی دل میں سکرانے دے کر جب انہیں ایک ٹک مٹھو کا کھانسی کئی خوش ہوئی۔
 حضرت ہارون اس وقت گھر پر موجود نہیں تھے۔ یہاں پہنچنے سے پہلے ہی حضرت ہارون خود اس کی طرف سے منصب
 برسات ملنا ہو چکا تھا۔ انہیں بڑو دیو کی حضرت موسیٰ کا سارا قصہ بتا دیا گیا تھا۔ وہ بھی سے آ کر لپٹ گئے۔ والدہ حیران
 تھیں کہ ہارون اس دور دراز کے سفارشی کیسے جانتے ہیں۔
 ”آپ نے اس سفارشی کو پہچانا؟“ حضرت ہارون نے والدہ سے کہا۔
 ”میں تو نہیں اتنا جانتی ہوں کہ مہمان خدا کی رحمت ہوتے ہیں، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔“
 ”یہ پیرا چھوٹا بھائی موسیٰ ہے۔ دیکھتے تو تھابڑا ہوا گیا ہے۔“
 والدہ نے اس اطلاع کے بعد غور سے دیکھا تو حضرت موسیٰ کا ہاتھ تشہار کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ ایک ایک
 بات یاد آئے گی۔ بیٹے کو گلے سے لگا لیا۔
 ان کی آنکھوں سے دیرینہ غمی کے آنسو پڑے۔ توریہ میں اس واقعے کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔
 ”اور خداوند نے ہارون سے کہا کہ بیان میں جا کر موسیٰ سے ملاقات کرو، کیا اور خدا کے پہاڑ پر اس سے ملا اور
 اسے پروردگار اور موسیٰ نے ہارون کو بتایا کہ خدا نے کیا کیا تمہیں کس اور کون کون سے چڑے دکھائے گا۔ تمہیں علم دیا۔“
 رات کو جب حضرت موسیٰ عمارت کے لیے مکلے سے اوڑھے ہوئے اور سناٹا دی جڑو والی سیٹھا میں بیٹھے تھے۔
 ”میں نے اپنی طرف سے کچھ تمہاری طرف کر دی اور ایسا انتظام کیا کہ تو میری عمر مانی میں بالا جائے۔ یا در کہ جب
 تیری بہن کل رہی گی پھر جا کر کہیں سے میں نہیں آتا چاہوں جس سے بی بی پر دہش اور بھی طرح کرے۔ اس طرح کھلی
 تھے پھر میری ماں کے پاس پہنچا یا۔ اس کی آنکھ کھلی ہے اور وہ دیکھ نہ سکا اور وہ بی بی (یا در کہ) تو نے ایک شخص کو لپٹ
 کر دیا تھا۔ ہم نے تجھے اس کے پیچھے سے نکالا اور وہ تفت آنا نہیں سے اور اور تو دین کے ٹوکوں میں کی سال گھبرا
 رہا۔ پھر اب ٹھیک وقت پر تو آ گیا ہے۔ اسے بی بی (علیہ السلام) میں نے تمہارے کام کا بتایا ہے۔ جا تو اور تیرا بھائی میری
 نشانیوں کے ساتھ۔ اور دیکھو تم میری یاد میں میرت کر۔ جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس کہ وہ مرگس ہو گیا ہے۔ اس سے
 تری سے بات کرنا۔ شاید وہ صیحت قبول کر جائے یا زار جائے۔“

خطرناک
بیم ناروق مسل
 ہاتھ میں خنجر ہو تو خطر کے بجائے طاقت کا احساس ہوتا ہے... بالکل اسی طرح دشمن اگر دوست کے روپ میں ملے تو اس کی صحبت اس کی مہلک ہونے کا اندراک نہیں ہونے دیتی۔ یہی حال اس کا بھی تھا جس کو دل کی دنیا اجازت خود اسی دل کا مکتب جو چاہتا تھا مگر... وہ بے پھول دنیا تھا کہ فریب سے حملہ جانا ایسا ابھی ثابت ہو سکتا ہے۔
ایک دانشور نے بی بی کی قبر سے
خطرناک انجام



ماخذات
 قصص القرآن، مولانا محمد حفظ الرحمن، قصص الانبیاء، امین کلیدی، توریہ... ارض
 القرآن، سلیمان ندوی، ترجمان القرآن، ابو الکلام آزاد، انبیائے قرآن، جمیل احمد.

لہا میں جس حصہ لینے کا پروگرام بنایا جسی۔ اگر زمین مقابلہ جیت جاتی تو اس کا حوصلہ بڑھ جاتا اور وہ جوش میں ہوتے دلی میں اداواں لیاغ لاف ناکش کے ساتھ ہونے پر تیار ہی کر سکتی تھی۔ اس کے بعد جتواریا بنانے پر بھی اپنے تیار کردہ 3 بیڑا ان فریٹ کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

وہ ہر دو سال بعد اس مقابلے میں حصہ لیتے تھے کیونکہ جو بیٹے تیار ہوتے ان کی تیاری میں ہی لگ جاتے تھے پھر ایک مہینہ طے کر کے اور کپڑے کے خریداری کے لیے جاکر ہوتا تھا پھر اس کا ایک ٹیبلٹ تیار کرنے کے بعد اس کے ساتھ بیٹوں پر بلاک کی شکل دینی اور اسے اسٹیشن پر آہیں جوڑنی۔ یہ ایک طویل اور مشکل عمل تھا لیکن جب بلاک اور پری حوصلہ مل جاتا تو اس کی خوشی اور عینان دیکھنے سے نقل کر سکتا تھا۔

وہ بیٹھنوں میں ہی جیم ہو جاتا۔ اس کی پرورش ہانی کی جواک جیاک ہونے سے کھینچ لیا گیا جس کی کوئی بات اس سے بہت کڑی تھی لیکن بیٹھن سے اسے کلمہ سونپا کا پائدر اور دخت زندگی کا مادی بنا دیا تھا۔ وہ اسے ساتھ ساتھ رکھ کر ہلے جاتی اور وہاں سے اسٹیکوں کے لیے نئے نئے مقام تلاش کر کے لیے مختلف نمونے اور کپڑا خریدیں۔ بیڑوں کی کسی وجہ سے آہستہ سے مال کے لیے کھڑا ہوتا تھا۔ کھاناؤں میں جانا پڑتا تھا اور ان کی تیز کامیابی ہونے کی کسی وجہ سے آہستہ سے مال کے لیے کامیابی ہونے سے بہت پہلے گرمی میں ملانی کام چھوڑ دیا اور اسے اپنی بوم آگاس کھاس میں ہونے والے کھنٹھونز میں اقامت لے گئی۔

ہائی اسکول میں اس کے ایس ٹی کے لیے اپنے ساتھ رقم کرنے کی دعوت نہیں دی۔ نہ ہی وہ اپنے کلاس کے لڑکے کے ساتھ ڈینٹ پر گئی۔ وہ کبھی خوب دوست نہیں گئی اس کے ساتھ ساتھ ڈانڈک کی پیشکش کی جاتی اور نہ ہی اسے لے جانا میں شادی کے پتے پہنچے۔ وہ اپنے کام میں مگن تھی اور اس کے پاس اپنے کھیل کے بارے میں سوچنے کی وقت نہیں تھا۔ اس نے اپنی کھیل میں کاپی اسے ساتھ کر لیا اسٹیٹ کی جانب سے وٹیفیکل کیا پھر اس کی ملاقات نام بڑے سے ہوئی اور انہوں نے شادی کر لی۔ اس وقت تک وہ نوکری میں کچھ دنوں کی ملاقاتی ملاجیل شدت اور خریدنے کے لیے نوکری کے چکر لگانی دیتی تھیں۔

نام ایک قیامی فرم میں اچھے عہدے پر فائز تھا لہذا

اسے خرچ کرنے کی آزادی تھی۔ وہ اپنے ہنر کی جھلک کے لیے بہترین چیزیں خرید کر لاتی تھی اور اپنے منزل پر ایک کمراسالی کے کام کے لیے مخصوص کر دیا تھا کیونکہ کھڑکیوں سے آنے والی روشنی اس کے لیے اہل مناسب ماحول جو بہت تیز یا آگھوں کو تھرہ کرنے والی نہیں لیکن آئی فوٹو شو رنگی کا آگھوں پر زور نہ پڑے۔ اس نے ایک برہمن کو بلا کر دیوار میں شیٹ اور دروازے بنوائیں۔ ان میں سلیڈ تک کر دیا اور وہاں کپڑے اور ملائی کا سامان رکھنے لگی۔

اس کے گھومنے پھرنے کا اسے لاف بنانے کا جنون ہو گیا ہے اور وہ دھوکا پی بانی تھی کہ وہ اس کی بازیگری کو جانتی تھی۔ اس نے اپنے پانچ کمروں کے باہر کھڑا کھینچنے کی پاروں سے تیار کیا جب اس نے اپنی ایک دوست کو بنگی کی پیشکش پر لاف کا ٹھنڈا تو وہ اس کے کن سے متاثر ہو کر بچھڑ نہ رہا اور اسے شہوہ دیا کہ وہ اپنی بانی ہوئی رضائیاں اور بلاک پر اٹھنا نہیں سہی رہے۔

وہ پھر کے وقت اڈام کے آواز سن کر وہ اسی کی بیڑھیوں اتاری ہوئی تھی جس میں ملی تھی تاکہ وہ پھر کے کھانے کی تیاری کر سکے۔ کچھ ہی دیر میں ڈر کے داہن آکر کھانا لائے اس لیے وہ جلدی جلدی کھانا چلا رہی تھی اس کے پیڑ سے بیڑ سے بیڑ، بیڑوں اور جن کا تک دکھائی تھا کہ اس کے بیڑوں لڑکے کھلے بیڑا اور دیری گرمی میں داخل ہوئے۔ مسلسل سائیکل چلانے سے ان کے پیڑے سرخ ہوئے تھے اور وہ بیڑے سرخ ہاتھ تھے۔

تھے اور وہ بیڑے سرخ ہاتھ تھے۔ "بیڑے سرخ ہاتھ تھے اور وہ بیڑے سرخ ہاتھ تھے۔"

کا کھانا میں رکھنے ہوئے تھے۔ "بہت اچھا۔" "مگر آئے ہونے بولی اور پانی کے پانی سے پوتے۔" "مگر آئے ہونے بولی اور پانی کے پانی سے پوتے۔" "مگر آئے ہونے بولی اور پانی کے پانی سے پوتے۔"

چوری ہوئی کی جب وہ شاپنگ کے لیے باہر گئے ہوئے تھے۔ "بیڑے سرخ ہاتھ تھے۔" "بیڑے سرخ ہاتھ تھے۔" "بیڑے سرخ ہاتھ تھے۔"

"بہت مایوس۔" "میں بولی۔" "بیڑے سرخ ہاتھ تھے۔"

ہوئی تھی۔ چلا ان کے گھر سے کچھ ہی غلط پر رہتا

تھا۔ "کیوں کا سیکھ کر ہی اللہ کام نہیں کر رہا تھا؟" "راے کی ممانے بتایا ہے کہ وہ چور اس سے باخبر تھے۔ انہوں نے پہلے سے دیکھا تھا۔"

جینا کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے ایک سگریٹ ملگایا۔ یہ عادت تھی اسے پانی سے اور سے میں تھی۔ "لیڈی کی بھی یہ خبریں کر پریشان ہو جائیں گے۔" "نظرے نہ کہا۔"

"ضروری نہیں کہ انہیں برہات بتائی جائے۔" اس نے بے زاری سے کہا اور اپنے ذہن سے بڑے خیالات جھینکتے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے سگریٹ سے کھلی خوشی لیتے ہوئے کہا۔ "لوگ تم اپنے گھر سے میں جاؤ۔ اب تم کوئی سے شام ملاقات ہوگی۔"

یہ کہہ کر اس نے چوری کی دروازہ بند کیا اور اوپر جا کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ وہ ہانسنے کے لیے تیار نہیں تھی کہ ان کا ملاقات خیر خوف ہے۔ چوری تو وہیں بھی ہو سکتی ہے۔ اس طرح اس کی روت جب ابلی کا نام نہیں ہو جوتا ہے۔ ان میں چور کے آرام سے اس کے علاوہ کسی اور بھی تھی۔ اس کے پاس فریج اور الٹی ویٹ کے ساتھ وہ اپنی کوئی چیز نہیں رکھتی جو چوری ہو سکے۔ اس کے علاوہ وہ کسی کی بازیگری اس ملاقات میں دقتے دقتے سے سخت کرتی رہی تھی اس لیے چوری کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا۔

اس نے کام کرنے کا ارادہ ہٹوایا اور پانچ بجے اللہ کام لگا۔ کرکری پریم دروازہ ہونے اس کی آکھیں بند کھینچ کر اس کے پردے پر مختلف ماسٹر بلر تھے۔ کچھ اور دیکھی کہ اس کے ہاتھ سے پنگ پنگ کوئی گولی میں پہلا انعام ملا ہے اور اس کی ہائی کھینچ رہی تھی سے سر سے پھلے سے لاف بنا رکھا تھا۔

پھر محض بدلا اور اس کے ذہن کے چکر پانچ بائیں کا چہرہ نمودار ہو گیا۔ اس سے اس کی ملاقات ایک سال کی ایک شو میں ہوئی تھی۔ وہ ایک بیڑے پر کھڑی کپڑوں کے نمونے دیکھ رہی تھی کہ اس نے اپنا اتفاق ایک سٹریٹ میں طور پر کر دیا۔ اس کو لگی اس کے ہر کونہ دیکھتا تھا۔ اس کی وہ وضاحت نہیں کر سکتی تھی کہ اس کی باتوں میں کیسے آئی وہ کبھی اپنی دروازہ کی زندگی سے خیر نہیں کھتی تھی۔ نام ایک اچھا ٹھکانہ اور اچھا بیڑا تھا اور ان کی زندگی بے سوار طریقے سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اپنے اس میں لقب لگا لیا۔ یہ شادی اس کی پریشانی تھی اور کبھی نہیں آگھوں کا کرشمہ تھا جس نے اس کے دل میں چنگاری کی سی دکھائی جو

بڑی تیزی سے فٹلے میں تہہ پل ہو گئی اور اسے اپنے آپ پہ قابو نہ رہا۔

اس کی لطف خفا تھا جس ہونے لگی۔ ایک دوسرے میں ہر کسی کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا اور وہ اپنے اسکول میں سے اس نے کچھ کھینچ کر وہاں سے گھر میں لایا۔ لگا کر ایک بیڑے کا ہاتھ لگنے لگے۔ یہ تو آسوی دکھ، وہ اسے کبھی نہیں لٹی کبھی انہوں نے باہر رضامندی سے لے گیا کہ بیڑوں کی چھٹیوں میں وہ کوئی رابطہ نہیں رکھنے کے۔ خون پر پرات ہوئی اور نہ ہی کسی جگہ ذہن سے کھینچنے میں مشکل محسوس کر رہی تھی۔

شام کو نام کھڑا یا تو اس نے نہیں سے کہا۔ "کیا تم نے آج کے اخبار میں چور کے بارے میں پڑھا؟" "نہیں۔" "ابھیلا کے تھاپے سے تمہارے گھر میں چوری کی اطلاع چھوڑ دی ہے۔" "مگر وہ پلری نہیں کھلا۔ ایک بار گھر میں سے نکتہ زنی ہو چکی ہے۔ اس لیے میں نہیں سمجھتا کہ ان حالات میں ان کے پانچ لڑکوں کا گھر سے باہر جانا مناسب ہے۔" "اگر وہ گھر میں سے تو سر اور ان ڈیڑے ہم کھینچنے کے باہر گھر میں بازی کرتے رہیں گے جس کی وجہ سے میرے کام میں حرج ہوگا۔" اس نے اعتراض کیا پھر ملاخفا انعام اختیار کرنے لگی۔

"وہ دوسرے میں گھرا جاتے ہیں اور 'سنو' پیشان سے کا ساتھ ہوتا ہے۔" "وہ دوسرے میں گھرا جاتے ہیں اور 'سنو' پیشان سے کا ساتھ ہوتا ہے۔"

بھیڑے نام نے ہونے والا خیر سے کی مخالفت کی تھی۔ "میں چاہے تھا کہ اس ملاقات میں مشکل ہو جاتے تھے کیونکہ کچھ خوف کھڑا کیا گیا ہے لیکن تمہیں وہاں کے اسکول پہنچنے آئے۔" "میں نے اسے ہالے کی کوشش پر بولی۔" "تمہیں کس نے بتایا کہ میں ان لوگوں کو گھر سے باہر بھیج دیتی ہوں؟" "میں نے آج مجھے فون کیا تھا۔" "نام نے جوں کا موٹو لینے ہوئے تھا۔" "ادوہ جاسوس کورٹ۔ اس کا اس معاملے کوئی تعلق نہیں۔" "میں نے پتہ نہ کیا ہے۔" "پتہ تو یہی لگتا ہے کہ اس نے اسے اپنا معاملہ بنا لیا ہے۔" "جب وہ ایسی ایشی کی صدر ہی ہے، وہ کبھی

فروری 2018ء

ہے کہ عوامی زندگیوں پر حکومت کرنے کا نال کیا ہے۔
 "میں جانتا ہوں کہ تمہاری نظر میں اس نے کام کی بہت
 بہت ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ لڑاکو نہیں دیکھیں
 گنگہ کرتے رہیں گے، اس لیے کیوں نہ آئیں چند گھنٹوں
 کے لیے سرکب بیچ آجایا ہے۔ یہ تمہارے اور ان کے کن
 میں بہتر ہوگا۔"

"ٹھیک ٹھیک کہہ رہے ہو۔" وہ اس کی طرف جھٹکے
 ہوئے بولی۔ "لیکن پہلے مجھے سوچنے دو۔"

"میں نہیں جانتا کہ ایک سیز کیل میں نہیں رکھتیں۔
 ہم یہ آسانی سے خودا سے کہتے ہیں۔"

"لیکن یہ یاد رکھیں کہ میں پہلے ہی کہنے کی ہے
 لیکن ان میں سے کوئی بھی کام کی نہیں کی۔ وہ تو راجھک
 سے متعلق کرتی ہیں اور نہ ہی احتیاط سے کام کرتی ہیں۔
 میرے لئے یہ سب ہی برتن ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ
 انہیں بات کرنے کے انہیں شوق ہوتا ہے۔ یہ وقت اپنے
 گھر میں بساں کا ہار ڈال رہی تھی جبکہ مجھے کام کے دوران
 مکمل پراپرٹی سنبھالنی چاہیے ہوتی ہے۔"

"بیمیں تمام سب کا نام لے گا۔"

جنگی کی جادو ایشول گئے۔ لڑکوں کو کھپے میں چھوڑا
 اور وہ اپنی میں کیٹل لانا ڈرنے کے لیے گرد پانک ادا کیے
 گئے۔ کمانا شروع ہونے سے پہلے نام نے اسے ایک جھوٹ
 دے کے نجران کر دیا۔ جین نے ایک ٹھول کر دیکھا۔ سونے
 کی زنجیر کے ساتھ ایک تہریلی شمشک کی۔

"اب وقت آ گیا ہے کہ تم کام کے دوران کوئی نہیں
 چیز استعمال کرو۔" نام نے سرگرمی سے کہا۔ جب اس نے
 آگے بڑھا کر اس کا ہاتھ تھا تو جین نے سونے کا گلاب اسے آگے
 چاہے ساتھ ہا ایئر فٹم کر دیا جو اسے شروع ہی نہیں کرنا
 چاہیے تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ معمول کے مطابق فریم پر جھکی اپنا کام کر رہی تھی کہ
 گھٹی کی آواز نے اسے چونکے۔ پر جھوڑ کر دیا۔ اس نے
 دروازے پر سے گئے ہوئے بیٹھے سے جھانک کر دیکھا۔ ایک
 نوجوان شخص گئے میں شامی کا کارڈ لٹا ہے اور ہاتھ میں
 پرفیکٹ کیس لے ہوئے کھڑا تھا۔ جین نے چنگلی کپاتے ہوئے
 نمودار سا دروازہ کھولا اور بولی۔

"اس علاقے میں سب کیڑوں کا نام ہے۔"

"مجھے معلوم ہے تم لیکن میں تمہارا صرف ایک منٹ
 لوں گا۔ میرا مقصد ایک لارم منٹ ہے۔ اب وہ تم سے ایک

خصوصی ایکنم حصارف کر داتی ہے۔ اگر تم اس گھر پر یہ
 الاہنگو اکثر ایک ایک ہانک یا ساہوار سروسوں میں سے
 "حاصر فرنا۔" حاصرے گھر میں پہلے سے لارم
 ٹھہرے۔ جہاں رہت ہو گھر۔"

یہ کہہ کر اس نے سب کو سرگرم کر دیا اور
 دروازہ کھولنے کے لیے اپنے اس پر چپاں ایک خاک کھلا گیا۔
 اس نے لگاؤ کو کھول کر دیکھا۔ یہ خط ہوم انڈر ایڈریس ایکنم کی
 طرف سے تھا اور اس میں لکھا تھا کہ اگر انہوں نے دس روز
 کے اندر ان کی بیوی کو نہیں مانی اور جہاں نہ کا نہیں تو
 ان پر جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے۔ اس نے ایک بار دیکھ کر اس کی
 طرف دیکھا۔ وہ اس کی بات میں خراب خراب کی اور پھر اس کی
 بولی بیٹوں نے مکان کے ایک حصے کو پوری طرح ڈھانپ
 لیا تھا۔ وہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے اس جانب توجہ نہ دے
 سکی اور بھول کر کوئی مضموم کرنا نہیں لڑے کہ یہ مجال ایک
 کرتے تھے۔

"اوہ سٹی۔" جھپٹے خدا کیجئے۔ ابھی بتائی ہوں۔"

ٹھہرے کے بارے میں اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے
 دروازے کے فون کی کٹائی اور لارم سروس والوں کا ٹھہرنا
 کرنے لگی۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے جگ کو فون
 کرنے کا فیصلہ کیا۔

"تمہارے دو مہیناں جگ جو تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ اب
 مجھے ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ۔"

اس کے بعد وہ معمول کے مطابق اپنے کام میں
 مصروف ہوئی۔ کوڑھ سے اس کی گھٹکھو کو زیادہ ڈھنگوار
 نہیں کی تھی لیکن اسے گھر کے وہ بات سمجھ گیا ہوگا۔
 بہر حال اس نے فون کو ختم ہوا تھا۔

"بیت خوب۔" نام نے اس کے کمرے سے جھانکے
 ہوئے کہا۔ "ایک اور شاہکار۔" وہ سرگرمی کے انداز میں بولا۔
 "تم کام کرتی ہو۔ اس سرگرمی کے پہلا نام ایکنم میں ہے گا۔"

"امید تو کی ہے۔" وہ غصہ کی سانس لیتے ہوئے
 بولی۔ "میں سرگرمی کے دنے پر دھڑکی دیکھ رہی ہوں۔"

جہاں میں مشروب پینے کے دوران اس نے سونے کے باہر
 کی شکایت کی۔ اس سرگرمی کے کہا۔ "داخلی دروازے کے باہر
 گئے ہوئے ہرگز نہ ہر صاف لکھا ہوا ہے کہ سب کیڑوں کا داخلہ
 ممنوع ہے۔"

"لیکن قانون نہیں ہے کہ جہیں خراب ہے بے
 لیے دروازے پر جانا ضروری ہے۔" نام نے گرم ہوتے
 ہوئے کہا۔ "تم نے انہیں کام پر بات کیوں نہیں کی۔ وہ میں

تھیں تاکہ وہ گھر میں داخل ہو سکتا تھا۔"

"میں نہیں جانتی۔" شاید اس وقت میں سے بات
 نہیں سوسکتی۔ "اس نے جواب دیا۔ "میں سوچ رہا
 ہوں کہ نام نے موضوع بدلنے کو کہا۔ "میں سوچ رہا
 ہوں کہ تمہیں ایک کن ٹریڈ کیا ہے۔"

"نہیں۔" ہمارے گھر میں سب کچھ ہیں۔ اس نے
 احتجاج کیا۔ "اس کے علاوہ ہم نے زندگی میں بھی کئی
 استعمال نہیں کی۔"

"دراصل آج میں نے ایشورینہ کی خدمت کا حصہ ایڈ
 ورسن رپورٹ دیکھا ہے۔ اس میں لیکچر ہے۔" جین
 صرف نشانہ لے کر فون کرنا ہوگا۔ بالکل پورے وقت ہے۔ تم
 اسے رات میں بھی استعمال کر سکتی ہو۔"

"نہیں۔" میں اس کے حق میں نہیں ہوں۔ مجھے یہ
 آجیلا پسند نہیں آیا۔"

"کیا تمہاری لارم سروس والوں سے بات ہوئی؟"

"نام نے پوچھا۔"

"وہ سٹی جگ آگے لے گا۔" وہ مدہ تانے ہوئے
 بولی۔ "لیکن سب نے یہ اچھا نہیں کیا۔"

"وہ اپنا فرض نبھائے گا۔" نام نے اسے پھینکے
 ہوئے کہا۔

"وہ خط بھیجے کے بھانے مجھے فون کرنے کے لیے
 بتا سکتی تھی۔ اسے معلوم ہو گیا ہوگا کہ لڑاکو سرکب میں
 گئے ہو ہیں اور ان کی دیکھ بھال کرنے کے دوران ان کی
 ہے۔ اس لیے اس نے مجھے پریشان کرنے کے لیے خط
 بھیجا ہے۔"

"ٹھہرا ہے۔" وہ اسے ان باتوں کا اور اک ہوتا ہے۔
 تم میرا مطلب سمجھ رہی ہو؟"

جین نے سر ہلا دیا اور کہا میں جانتی ہوں گی۔
 دوسرے دن وہ صبح سے ہی کام کرنے بیٹھی تھی۔ کچھ
 دیر بعد ہی اسے "سونے" کے کرپٹ کی آواز آئی جیسے وہ کچھ
 کہا جا رہا ہو۔ جین اس کا مطلب سمجھتی۔ دراصل وہ لڑکوں
 کے ساتھ باہر جانے کا عادی تھا اور ان کی ٹیم رپورٹ میں
 جین نے بات بھول گئی تھی۔ اس نے مددگار خوابا نہ لگے
 کہا۔

"اوہ! مجھے بالکل یقین رہا۔" آہٹے ہیں۔"

جیسے ہی جین نے سونو کا ہاتھ لے لے کے لیے دروازہ
 کھولا، اس کی نظر روکی پر تھی جوں کے مکان کے بیچے والی
 چمڑی پر جا چھانک کر رہی تھی۔ اس کے سرخ بال ہوا میں

لہرا رہے تھے اور نچر دوزی رنگ کے جاگک سوٹ میں اس
 کے گھبراہٹ اور حصارف ہوا تھا۔ وہ اس کے پاس آ کر
 اور اپنی جین سے ہاتھ پکڑا کر بولنے ہوئے بولی۔
 "تمہارے خلاف کی تہاری کیا بات لگتی ہے؟"

"امید ہے کہ چند گھنٹوں میں مکمل ہو جائے گا۔"

جین نے اسے بتا دیا۔ "میں سے بتا دیا۔" میں نے اس کی بات بھی
 بتائے ہیں جسے ہراسی ہو؟ "وہ توجہ کر رہی تھی کہ شاید
 روکی اس پار سے میں سمجھتا ہے۔"

"میرا بڑا دل کا صاف مشکل ہے۔ اس کی بات کی
 کام زیادہ ہے۔" جھپٹے ہوئے۔ یہ لگاؤ کو بڑی اپنی جین
 سے جڑ پڑا ہے۔" بیٹھتا ہے میرے لیے ایک بیٹھ ہے۔
 میں اسے پورا کر لوں گی۔"

"الذک۔" جین نے معنوی مسکراہٹ سے کہا اور
 وہاں سہانے سے۔ "میں نے لارم سروس والے سنے کچھ
 اس نے انہیں لارم کے دھکے دیکھے ہیں ان کام کا ہونا
 وہ اپنے لیے کافی بنانے کچھ میں بھی لگی۔ وہ روکی کے
 بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس نے جو کچھ بتایا تھا اس کے
 مطابق اس کام کی سب سے بھانے روایتی نگ ہاتھا۔ اس
 لیے وہ اپنے بارے میں پراسیڈیجی کہ اس بار بھی پہلا
 اسے ہی لگا۔

وہ ساری دوپہر کام کرتی رہی پھر اسے ضروروں کو
 اجرت کی ادائیگی کے لیے اٹھا پڑا۔ اس نے اپنے کمانے
 کے لیے فریج سے ایک سیب اور پینے کا گلاسز اور وہاں
 اپنے کا پیر آگئی۔ وہ تقریباً اسی اعداد میں اپنے بتائے ہوئے
 خلاف کی بات پر کھانسی لگا۔ اب اسے سطلانی کے لیے
 رگوں کا انتخاب کرنا تھا۔

اس نے سونو کا کیوں نہ دکاں کا ایک چکر لگا کر
 اسے لیکر کمرے میں آسانی ہو۔ وہ پیر میں اس تہریلی کی
 ایک بار پھر توجہ دروازے پر دھک پڑی۔ وہ وہی کر شاید
 لارم سروس والے کچھ بولیں گے لیکن وہ دروازے کے
 بیچے کھڑے ہوئے کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ
 "میں تمہیں کیا کر رہے ہو؟" اس نے بیٹھے سے
 دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے ایک منٹ کے لیے اندر آئے دو۔ تم سے ایک
 ضروری بات کرنی ہے۔"

"سب باتیں بھول گئی ہیں۔ اب یہ معاملہ ختم ہو گیا
 ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم نے بات سمجھ گئے۔"

وہ دوسری تھی کہ میں کوئی جگ کو دروازے پر کھڑا
 سپنسن ڈائجسٹ

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

دکھ لے۔ دو کئی جو جگ کر کے ہوئے کسی کئی مدت وہاں آگئی ہے یا پڑوسین میں سے کوئی اپنی گاڑی میں وہاں سے گزر رہا ہے۔

”تو نے اپنی گاڑی کہاں کھڑی کی؟“ اس نے پلاسٹک سے کیے کہا۔ ”اسی دن کے عمارت سے ڈراما دیوے میں نہیں کی ہوگی۔“

”جی ہاں۔ میں نے اپنی کار بانی خانے پر کھڑی کی ہے اور پیرل چلا ہوا جہاں تک آیا ہوں اور تم سے بات کیے بغیر نہیں جاؤں گی۔“

”جینے سے سوچا کہ اس سے جان چھڑانے کا کیا کامی راستہ ہے کہ اس کی بات مان جائے، چنانچہ اس نے اسے اندر لے دیا۔ وہ دروازے میں قدم رکھتے ہی جی خانے سے بازوؤں سے پکڑا اور اس کی گردن پر یوں کی پر بھجھا کر گئی۔“

”میں تمہارے بغیر نہیں دوسکا۔ میں سو سو گرا کے ختم ہونے کا انتظار کر رہا ہوں کہ سب تمہارا سہو منتقل ہو سکا ہے۔“

”دوبارہ ایک ہو گیا۔“

”پکڑو جی۔“ وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ”میں نے ایک دفعہ بھی یہ نہیں کیا کہ ہمارا سہو منتقل ہو سکا ہے۔“

”جینے اس ختم سے عجب ترس رہا ہوں۔ میں نے اس طرح کسی عورت کو نہیں جانتے تھا۔ میں چاہتا ہوں۔“

”جینے کو کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ اس نے اپنے کمرہ دکھا۔ کئی اس کے کتے سنوکی زنجیر پکڑے عجبیہ دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔

”کون ہے؟“ اس نے دروازے میں سے جھانکتے ہوئے آواز لگائی۔

”جینے نے مجھے سے عالم میں دروازہ کھولا تو کئی اندر داخل ہوئی۔“

”مجھے امید ہے کہ میں نے کسی سوائے میں معاملت نہیں کی۔“ وہ دوسکر لائے ہوئے بولی۔ ”لیکن تم جانتی ہو کہ یہاں کوئی گونا گونا ڈالنے کے بارے میں بھی قانون موجود ہے۔ لیکن یہاں یا پکڑیں یا ہٹاؤں۔“

”مخالف کرنا۔ لگتا ہے کہ اب میں پہلے کی طرح بیک وقت کا کر کے اپنی عمارت میں رہی۔“ جینے نے کہا۔

”میرا مقصد دل اندازی کرنا نہیں تھا۔ میں نہیں جانتی کہ اسے خوب صورت کیا نہیں جانے چاہئے۔ یہ سکرپ ہے کسی سے جینے درج کی طرح بیک وقت رہا۔“

”اے وہاں لائے گا کھرے۔“ جینے اسے جھٹکتے

کی طرف لانے دیا جاتے ہوئے بولی۔ ”میں نے تمہارے کنبے کے مطابق لان ٹھیک کر دیا ہے۔“

”اوہ ابنت اچھا کہا ہے۔“ جینے اسے برے پاس خط پھینکے سے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ تمہاری گھاس اتنی کھنسی ہوئی تھی کہ اس میں سے کوئی لڑائی نہیں بڑھ سکتا تھا۔“

”تو یہ بات لیٹوں پر بھی کر سکتی تھی۔“

”میں نے اس کے اعتراض کو نظر انداز کرتے ہوئے فرج ڈوری کی طرف لنگھا اور بولی۔ ”اندھے کے چھوٹا کھانا ہے؟“

”جی ہاں۔ اندھے کے لیے ہے۔“

”سنو۔ وہ اندھے کے لیے ہے۔ ہمارا الام سٹیج نہایت کرنے۔ اس میں کچھ خرابی ہوئی ہے۔“ جینے نے ایک کلبے میں کہا۔

”اس کی کار کا کیا ہے؟“ وہ ڈراما دیوے میں تو نظر نہیں آئی۔ ”میں نے کاف کھانے سے اندازہ نہیں کیا تھا۔ اسے جینے منتقل ہوئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی سخت جواب دیتی، کھلی۔

”اب مجھے چلنا چاہیے۔ شام ہونے سے پہلے کاپی کام ختم کرنے۔“ اس نے سکر لائے ہوئے کہا۔ اس نے بے نیکی سے اندازہ میں پہلے جینے اور پھر دروازے کی طرف دیکھا۔

”وہ کبھی بھگتا ہے۔“ وہ کبھی بھگتا ہے ہوئے بولی۔ ”تمہارا دیر سے پاس کھنڈر ہے گا۔“

اس کے جاننے کے بعد جینے اندھی اور طوفان کی طرح گھر میں داخل ہوئی اور بچے بولی۔ ”یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔“

”کیوں نہیں؟“

”میں کبھی۔“ اسے ملائے کی جاسوسی۔ وہ ہر مدت لوگوں کی ٹوہ میں گئی رہتی ہے اور اس کا شوہر کا ذہنی سٹش ہے۔ ان دنوں کا اس علاقے میں بہت اثر محسوس ہے۔ اب وہ ساری عمر بھرتے چکیاں لگتا رہی ہے۔ اس ختم سے آخری بار کبھی وہی ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ یا میں نہیں کھولا ہوں۔“

”جینے۔“ جی خانے پر بیٹھے ہوئے بولا۔ ”جب تک تم یہیں بیٹھی ہو کہ وہ بارہ ایک اور ہے، میں نہیں جاؤں گا۔“

”جینے اپنی بڑی طرف بڑھی اور کار ڈرائیونوں اٹھا کر کوئی تہڑا ڈس کرنے لگی۔ جی خانے کے لیے سو منے سے اٹھا۔ وہ خوفزدہ ہو کر بھاگا۔ جی خانے کی اس کا چھاپا کیا۔

سنو جی ان کے ختاقب میں تھا۔ جی سے وہ ایک لوگ روم میں بیٹھی، جی خانے سے پکڑا اور وہ دروازہ کھول کر فرش پر گر گئے۔ ان کے وہاں کھنسی جاری تھی کہ کبھی جی خانے نے اپنے دماغ میں چلی پکڑی اور اس کی گردن میں گھونپ دی۔ جی خانے سے جی سے خون بہنے کا جس کے جینے سنوکی سٹیج کھال پر پڑے۔

”اب تمہیں میری بات کا تعین آ گیا۔“ سنو کی اہواز۔ وہ چلائے ہوئے بولی۔ وہ بری طرح ناپ رہی تھی۔ جب اس نے جی کو روک ڈالنے کو دیکھا تو اسے اپنے عمل کا احساس ہوا۔ وہ دروازے کھولنے کے لیے لیکن کی طرف بھاگی اور اس کی زبان سے یہ نکلے۔ ”اوہ میرے خدا۔“

”یہ میں نے کیا کر دیا۔“

”پس کے سوا لوگوں کا جواب دیتے ہوئے اس نے کہا کہ وہ ضرور کئی چور تھا جو سٹیج میں روپ دھار کر اندر آ گیا۔ جس میں ملامت کے جی جان جسم لگانے کا تو وہ اس سے بچے پر تکی لگائی کہ وہ اسپتال کھینچے سے پہلے چکا ہوگا۔ اس سے اندازہ ہی نہیں تھا کہ ایک کبکے بعد وہ سمجھتا ہوا لنگھا مشکل ہوتا ہے۔ جی خانے اور اس کی ذہنی پہچانے کے لیے ایسا کرنے پر مجبور ہوگی۔“

چور کی جی جی ہوئی اور ان کے جی خانے نام اس سے دن میں ایک دو مرتبہ اس کے سٹون پر ضرور بات کرتا تھا۔ اس دن بھی سب سہرے میں اس نے اپنی جی خانے کے کھینچے کے بارے میں بتانے کے لیے فون لگایا تو جینے نے روٹے ہوئے اسے یہ خوش خبری سنائی۔

”سب سے زیادہ خوشگام بات یہ تھی کہ گھر کے چاروں طرف رڈ لائٹ باغھ گرا سے جائے تو قدر تار سے دیا گیا اور ایک لوگ روم کی گا بنڈی گزری تھی۔ پس کے سر اس سال گھر کے اندر اور باہر جوتے بیچ کرنے میں لگے ہوئے تھے۔“

”تم صرف اپنا دفاع کر رہی تھی۔“ نام نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”تم سے نہیں اسٹیشن میں کچھ سوالات پوچھے جا چکے ہیں لیکن اب ایک گھر دروازے کی اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں پھر جی خانے پریشانی وکیل کی خدمات حاصل کر لوں گا۔“

”آئیے وہ دنوں میں لیٹوں کا کارڈ تیار کیا جاوے اور وہاں سے جی خانے کی باہر بیٹھتی جی دوست اور لٹے والے اس کی بہادری اور حوصلے کی داد دے رہے تھے۔ جی خانے کی سٹیج اخبار نے

آزمائش

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ سے رزق مانا جائے یا نہ مانا جائے، جو نصیب میں ہے وہ رزق انسان کے پاس ڈروا آتا ہے۔ ایک نیک و پارسا اور عبادت گزار شخص نے سوچا کہ میں نہ اسے آزما کر دیکھا جائے۔ اس نے گھر باہر چھوڑ کر ایک جگہ میں پائس اختیار کر لی۔ وہ یہاں لٹا رہتا اور سوچتا دیکھا تو میرا رزق یہاں کیسے پہنچتا ہے؟ اسے وہاں لیتے لیتے کھڑی رہ پھلے کی کہ ایک کاغذ راستہ سمجھ کر کہاں آ نکلا۔ تاہی والوں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھی کے دامن میں سے سڑھ لٹا ہوا ہے، نہ اسے کھینچ کر درندوں کا ڈور ہے نہ کوئی اور شخص ہے۔ انہیں خیال گزارا مسلم نہیں ہے مخصوص زندہ ہو گیا ہے۔ یا نہیں۔ وہ اس کے قریب گئے اور اسے چھوڑ کر چلے گئے۔

”میں نے بندہ خدا کو تو کون ہے اور یہاں اس ویرانی میں کیا کر رہا ہے؟“

وہ خاموش رہا تو تھکے کے لوگوں نے سوچا کہ اس کا یہ حال یقیناً بھوک پیاس سے ہوا ہوگا۔ انہوں نے اس کے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ ایک کبک نے اپنے ہاتھ سے اسے کھانا کھانے کی کوشش کی تو اس نے نہ منہ نہ کھرا۔ وہ دراصل یہ چاہتا تھا کہ اس رزق کی طرح دو درکار انسان کے پاس آتا ہے۔

تھکے واسلے اسے کھانا کھلانے میں تاکا م ہوئے تو ان میں سے ایک شخص نے مشورہ دیا کہ چھری سے اس شخص کا منہ کھولا جائے تاکہ اسے کھانا کھلا یا جائے۔ وہ باہر آیا تو شخص چھری کا منہ ہم ہی ڈر گیا۔ اس نے خوفزدہ ہو کر منہ کھول دیا۔ اسے کھانا کھلا گیا گیا اس کا منہ کھلا گیا۔ اس شخص کے دل نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں نے تم سے یہ آزمائش صرف اس لیے کرانی کہ تم کو اپنی ترقی مقبول ہو جائے۔ یا میرا دل لالچ اور ہوس کو کھال ہے۔“ وہ اس اب مان گیا تھا کہ ہر کسی کو اس کے صیغہ کارزقی ہر صورت ملتا ہے۔

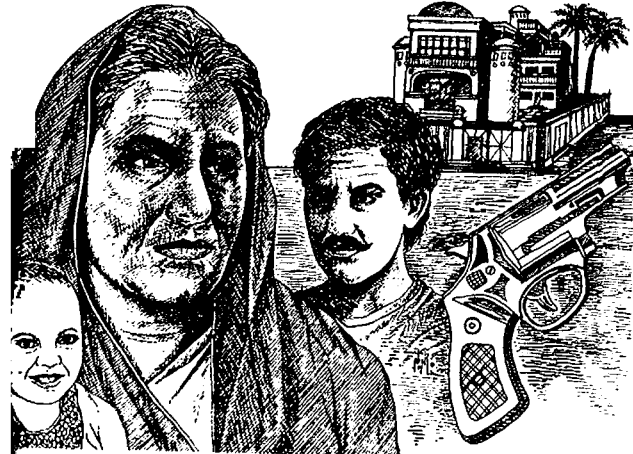
(کتابیات مدنی وسعدی سے انتخاب) گزرتی سے گونا گونا کئی کتابوں

وارث

اساتذہ

وقت کا ہر لمحہ گواہ ہے کہ جب جب خالق اور مخلوق کے درمیان اہلس نے حائل ہونے کی کوشش کی تب اس قانون مطلق نے اسے خوب ڈھیل دی کہ اس کے ترکش میں جتنے فیر ہیں پہلے وہ اپنی خوش گمانیوں میں مبتلا ہو کر انہیں پر انداز سے آزما لے مگر جب آخری نشانہ لگاتے کا وقت آتا ہے تو قدرت کے کاروبار میں ہلچل پرتی ہے اور پھر انصاف کے تقاضے کچھ اس انداز میں ہوتے کہ جات ہیں کہ مخلوق اپنے خالق کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجا لاتا ہے۔ بس یہی وہ نکتہ ہے جسے نہ صرف شیطان بلکہ شاطرانہ چالیں چلنے والے انسان بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ بھی ایک ایسی ہی چال ہے جنہوں میں مبتلا ہو کر بھٹکتے رہتے جو اس کتاب تقدیر نے ان کے مقدر میں لکھی ہی نہیں تھی... ایسے میں انسان کو صبر کی تلقین ہے مگر وہ ناشکرے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں جس ظالمانہ روش کو اختیار کر بیٹھے تو اس کا انجام تو بالآخر یہی ہونا تھا، جو ہوا... اندھی خواہشوں کے پیچھے بھاگتے والے جب زندہ دل انسانوں کو کچلتے کچلتے گر گئے تو دولت کی بے سماہی بھی انہیں اپنے پیروں پر دوبارہ نہ کھڑا کر سکی۔

محبت، خوش رنگ خواتین کی تعمیر، فہم نظریے، دانشمندی، ہمدردی، اور ان کی نگہداشت



دوبارہ سو مرتبہ نسبت نہ سمجھا کر کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر دوبارہ تہجد کے لیے اٹھ بیٹھنا پڑا۔ یہاں تک پہنچا کہ وہی کسی تو میں سے سو پانچ پانچ پانچ اپنی اون پر مہر محسوس کر لی۔

وہ اسے جواب دینے دوڑنے بیٹے کی طرف بڑھ بھی گھسی اور اب بوجھ سے پانی نکال کر کھاس پھوٹ میں اس کی لاؤنگ کی طرف جارہی تھی۔ سویرا کو سلوٹھا تھا کہ وہ اس کی طرح یہاں کھڑے کھڑے پانی پینے کے بجائے وہاں ایسٹان سے پیچھے کرانی بیٹھتی۔ نصف شب بیٹھ گیا یہاں سے کھڑا تھا لیکن کسی بارو کے جانے کے بعد سویرا سے اس معاملے میں اب کوئی کھڑائی نہ تھی۔ شاید ایسا ہی اس کے ذوق کی وجہ سے تھا۔ اس کی ماں اس کی ماس مونیہ خانو میں کھڑی ہوتی تھی۔ سویرا خانو میں ایک طرف کھسی خانو میں بیٹھتی تھی۔ اس کا زاریتہ اس کا ملازمت اور بیچتر کی مدد سے چل رہا ہوتا تھا۔ ساتھ ساتھ نصف کی پردوش کی بھی اور اب بکھرے سے اسے نصف کے امراء پر یہ سب چھوڑ کر کھسی وقت گزار رہی تھی۔ ان کے مقابلے میں سویرا کی اپنی ماں ایک دن پڑھ کروت تھی اس سے سہا سہا زندگی گھریلے ملازمہ کے طور پر گھری گئی اور اسے کبھی فرصت نہیں تھی کہ کو لاداکہ وغیرہ ذریعہ کی طرف توجہ دے سکے۔ توجہ دینے کی صورت میں بھی اس کے پاس مونیہ خانو میں بیٹھے اوصاف نہیں تھے جو وہ اپنی اولاد میں منتقل کر سکتی۔ بہر حال سویرا نے اپنی لڑکی اور اسے اپنے طور پر ہی خود کو اپنی حد تک ستوارنے کی کوشش کی اور وہ اس میں باہل و باغلی میں اپنی ماس سے بہر حال نہیں تھا۔ اب بھی وہ فریضہ کو اپنی ماں سے اپنی ماں کے بلاؤنگ میں بیٹھی اور ان کا خالی کیا کھاس ان کے ہاتھ سے لیے لیا۔ کھاس لے کر وہ وہاں سے اپنی بیٹی بلان کے قریب ہی بیٹھی اور آہستہ سے بولی۔

”ای! آہ آہ اتنی عمارت کرتی ہیں۔ اللہ سے ہمارے لیے دعا کیا کریں۔“

”کرتی ہوئی بیٹا تم دونوں کے سوا ہر اسے ہی کو ان! تمہارے لیے بھی دعا کریں کہ ان کی تو اور کسی کے لیے دعا کروں گی۔“ انہوں نے قدرے تجب سے اس کی بات کا جواب دیا۔

”اس کا تو مجھے چینی ہے اسی لیکن میں اپنی حق ہو کر آپ ہمارے لیے نفسی دعا کریں اور اللہ سے اپنے ہوتے ہوئی طلب کریں۔“ اس نے قدرے تجب کے ساتھ کہا۔ خواہش بیان کی تو وہ مسکرائی مگر بولیں۔

”اس ان خوشیوں کے لیے بھی اپنے رب کے سامنے دعاں چھپاتی ہوں چاہا۔ انشاء اللہ وہ چند دنوں کو سنے گا تم اتنی پریشان نہ ہو۔ ابھی تم دونوں ہی کم ہوا مرد شادی کو بھی صرف ایک سال کا عمر کر رہا ہے اس لیے انکی کوئی خاص تکتوشی کی بات نہیں ہے۔ میں خود شادی کے پورے دو سال بعد وادف کی ماں بن جاؤ گی۔“ انہوں نے اسے کی دینے کی کوشش کی جس پر سویرا اور ان سے اپنا ہونٹ چاٹنے لگی۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ اس ایمینان کی کیفیت میں مونیہ خانو میں بس ایک معمول کی طرح بیٹے کی اولاد لگا کر ہی ہوتی ہے۔ جب وہ اپنی حالات سے بعد چلائی کہ اسے بہت خصوص اور ترپ کر رہا گیا جانے والی دعا کی ضرورت تھی۔

”کیا تم ہے، تم کسی ماس میں کم ہو گئیں؟“ انہوں نے اس کے چہرے سے اس کی اندر دلی کھٹک ادا گزارہ لگایا۔

”مجھ کو اپنی امی ایس پر اسے آپ سے درخواست ہے کہ آپ سے خصوصیت سے وادف کی اولاد کے لیے دعا جائیں تاکہ اگر کہیں کوئی نیک وقت تو دور ہو جائے۔“ اس کا اندازہ بہم تھا لیکن اس بار مونیہ خانو میں چونک گئیں اور اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

”کہ کوئی بڑا عالم ہے تو مجھے بتاؤ بیٹا! آج کل میڈیکل سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ہے مجھی تو علاج سے حل ہو سکتا ہے۔“

”اس کی کوئی بات ہے تو نہیں لیکن میں سوچ رہی ہوں: کہ اس وقت تک ایک بار چیک اپ کروایا جائے۔ میں وادف کو رہائی کرتا ہے۔“ اس نے آہستہ سے انہیں جواب دیا۔

”تم فرمیں کہ۔ میں خود وادف سے مل کر آ رہی ہوں کہ تمہیں کچھ ہمارے ہاتھ پہنچنے سے پہلے جانے دے دوں۔ سویرا نے اسے ہاتھ ملنے کی وہ نہ لگائی۔ وہ کہتی ہوئی اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تو سویرا نے بھی ان کی حقیقتی۔ اب قدرے پر سکون کی اور اسے لگ رہا تھا کہ ایک ماں مسئلہ مہلک ہونے کو ہے۔

✽ ✽ ✽

جولیا باھر نے ویکیم پبلیشرز کے ایک طرف رکھا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر اپنا سانس ادرست کرنے لگی۔ اس کی عمر چالیس سال سے زیادہ لیکن کسی تین چار ماہ پرینٹ کیئر کی شخصیت کے بعد علاج کے مراحل سے گزری ہوئی وہ اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ کمزوری کے کام میں اس کے لیے کوئی آسودہ علاج کا نام دیا جاتا ہے۔ وہ مایوسی اور افسوس سے

تھی کہ اس کو گھریلے کام باہم دینے کی ضرورت نہیں تھی اور ان کی ماس کی انجام دہی کے لیے ایک باڈی ماسیجی ہونے کی لیکن پچھلے دو دن سے ملازمہ نے بھی کی شادی کے معاملے سے چھٹی سے کر گئی تھی اور آج جولیا اپنی نکاحات پسند طبیعت کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود ماسیجی کے لیے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بے اولاد کی اور تین سال قبل اس کے شوہر باھر کا ہارٹ ایک کے باعث انتقال ہو گیا تھا۔ ملازمہ اور بے سے ملنے والی چٹن اور لگٹھ ملازمت سے ملنے والی رقم کے باعث کارٹرا ہر آسانی ہوا تھا۔ وہ تین دنوں کے کسٹ اپارٹمنٹ میں رہ رہی تھی وہ اس کی ذاتی خصوصیت تھا اور کسی مہربان کی حمایت کی وجہ سے اسے ملازمہ کی جس وقت اسے اپنا پارٹمنٹ ملا وہ اسے لینے کی خواہش مند نہیں تھی لیکن وہ والے نے زبردستی اپنا رومار سے یہ اپارٹمنٹ ملا گیا تھا جواب اس کے لیے ایک نیک ہی ثابت ہو رہا تھا۔

وہ ایک بڑی کھسی عورت تھی جس نے باہم میں کسی برس اپنی بیٹی جمالی سے گھیر کر اور اپنی سزا کی سنگین کے لیے گورس کی ملازمت کی۔ اپنی کی وہ ملازمت اتنی اچھی تھی کہ باھر سے زیادہ کمائی کی۔ اس کی اچھی ملازمت کے مطلب وہ اور اپنی بچت کر پائی تھی کہ آج بھی اس کا سکون کے گزارہ ہو رہا تھا لیکن فیئر پیس مونیہ خانو میں چلا ہونے کے بعد وہ پریشان تھی مگر کسی اور سے اندازہ تھا کہ اگر اسے اپنے علاج کو جاری رکھتا ہے تو مزید مہلک سبب بندوبست کرنا ہوگا۔ رقم کے انتظام کی کمی صورت تھی کہ وہ اپنے اس اپارٹمنٹ کو فروخت کر گئی تھی۔ آج یہاں کھاس تھا۔ یہاں اس کے باھر کے ساتھ گزارا ہے وہ خوب صورت وقت کی باہن بھری ہوئی تھی اور وہ اچھے سے، لیکن اسے اپنی طبیعت کی ایک بار گروہ اپنی بیٹی جانی والی کمزور ماسیجی کر گئی تھی۔ یہ ماسیجی اس صورت سے اپنے لیے کرتا ہے پر باہل کا انتظام کرنا پڑتا اور کچھ ایسا ہے کہ ایک اضافی بار جو ہوتا ہے اٹھانے کی وہ کوشش نہیں ہو سکتی۔ گھٹل ڈیڈ پائٹ کی رقم کو بیچنے کے کسوال میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس صورت میں وہ ماہانہ منافع سے محروم ہو جاتی اور صرف باھر کی چٹن پر گزارہ کرنا پڑتا جو عمارت کے مال میں اسے ایک ہی مل سوا ہوا اور اس نے اس مہربان سے رابطہ کر کے کسی نے اسے اپنا پارٹمنٹ عمارت کی حالت اپنے حالات سے آگاہ کر کے اپنے لیے مدد

طلب کی۔ حسب امید اسے مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور پھر وہ اپنی ملازمت کو چھین لیا۔ وہ لگیا۔ اس میں سکون پر غور ہوا لیکن وہ اس کے مقابلے سے حد پر نہیں ہو سکی اور اس شخص نے ہی اس کے اندر اتنی انگ پڑا کر دی تھی کہ کمزوری کے باوجود وہ خود پارٹمنٹ کرنے کھڑی ہو گئی کی ملازمہ کا اس کا کوئی اسے اپنا پارٹمنٹ تھا اور ایک بار پھر کیوں کہ تکلیف دہ ہر سٹے سے والی کھاس اس کی ملازمت کو اس بارے میں تھا اور اس نے وعدہ کیا ہوا تھا کہ وہ اسے باہل سے واپس آئے گا۔ اسے لگا لگا پارٹمنٹ پر جانے لگی۔ اسے معلوم تھا کہ کیوں کہ بعد جاتی کی حالت بہت خیر ہو جاتی ہے اور اسے ایک اینڈینٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جولیا کو اس کی ذمہ دارانہ طبیعت کا مظاہرہ بھی اس سے فون پر ایک باہر سے پڑا ہوا تھا اور اس نے اپنے چھین کر لیا تھا کہ حسب وعدہ آج تک وہاں جا رہی ہے۔ صفائی سے فارغ ہونے کے بعد ہوجانے والی ممکن کے باعث وہ اپنی نکاحات پر دل اپنی دل میں بیٹھتی رہی کہ جب ملازمہ کو آج واپس آ جانا تھا تو اسے اس شخص میں پڑنے والی طبیعت کی ضرورت کی۔ وہ پچھو بھر کر اپنی خوش خود کشی تھی یہی چہرہ زارہ ہونے کے لیے تیار ہونے چاہی۔ شاد سے اس کے باہل جانے کی تیاری شروع کر دی۔ تیار ہونے کے بعد اس نے انوکھا کر پڑا بلڈنگ کے چوکیدار سے کسی لائے کو کہا اور جب چوکیدار نے کسی کی جانے کی اطلاع دی تو اپنا پرس اور کھڑکی اور کھڑکی پر ڈی۔ جیڑی کی استعمال وہ پچھو سے اسے مطالعہ کرنے لگی کہ کمزوری کے باعث فیئر پیس مونیہ خانو سے نہ گھری۔ باہل پہنچنے پر حسب معمول اس کا خوش اخلاقی سے شکر مند کیا گیا اور پھر معمول کے مراحل طے کیے جانے لگے۔ جولیا اپنا عمارت کی صورت سے جھٹکا ہونے کے باوجود اس مشکل بیماری اور ملازمت سے پورے معاملے کو ساتھ گزری اور آج بھی اس کے سب مجب بہت ہمت کے ساتھ سہا لیکن اسے ضرورت ہے ہمارا کردہ پچھلے کے مقابلے میں زیادہ تکلیف سے کمزور ہے۔ فارغ ہونے کے بعد اسے اپنی نکاحات بھی بہت زیادہ دھوس ہو رہی تھی اس نے واپسی سے کیے کیے کے بجائے اسپتال کی ایمریٹس مریٹ استعمال کرنے فیصلہ کیا۔ ایمریٹس میں اسے پڑ کر لیٹ کر سفر کرنے کوئی دنوں کی عمارت تک پہنچی تو اس ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ ان کو خرد سے اپنے اپنا پارٹمنٹ تک جا سکے۔ وہ ہمت مشکل سے ایمریٹس سے انتر عمارت کے



پرتوجہ کتابیں اور فیسبک سلسلوں سے جاساں مارچ 2018ء کا نکل شمارہ

پاکستان

دردانے کی طرف بڑھی۔ دردانے تک پہنچ کر اس کی جنت جراب دے گئی۔ لیکن قہر کو وہ لکھو اگر گری جانے کی صورت کے ڈجران پوچھنا کہ ہر وقت اس پر نظر پڑی اور اس نے لپک کر جولا کی کوشیاں لپا پیر چوکیداری سے اس کے ابا دشت تک پہنچ کر گیا۔ تیسرت قہر کا ملازمہ صاب و دھوہہ پہنی گئی۔ اس نے سہارا دے کر جولا کو اس کے ستر پر لٹایا اور اس سے اس کی ضروریات کے بارے میں دریافت کرنے کے بعد اسے اپنے کام نشانے میں مصروف ہو گئی۔

ڈاکٹر رفعت بیچ نے اپنے کزن خالد کو اللہ حافظہ کہا اور اپنی نشت سے کھڑی ہو گئی۔ انہیں کھڑا ہونا دیکھ کر خالد نے مہنی مہنی کرسی چھوڑ دی۔

”بیٹی خاندان تم بیچور میں خود ہی چلی جاؤں گی۔ تمہارے نکاح میں تمہارا دل کر رہے ہیں۔ تم انہیں نظر نہ کرو۔“ ڈاکٹر رفعت نے اپنے کزن کو نکالتے میں پڑنے سے روکنے کی کوشش کی۔ ان کا کزن خالد نے انتہار سے مکمل تقاضا کر لیا۔ اس میں اس بیچے میں اپنی اسی ماہی کا بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر رفعت اپنی والدہ کی خواہش پر اپنے ابا بھر اور درجن سے مشفق و رافت کی قسم کے سطلے میں مشغول کر کے خالد کے پاس لے گئی اور اسے اس بیچے کی پہچان دینا اور اس کے سبب خواہش و نصحت نامہ تیار کر کے ان کے پاس لے آئے تاکہ وہ اس پر اپنے متحمل کر دیں۔ ڈاکٹر رفعت کی والدہ گردوں کے معاملے میں جلا جھیں اور مرضی اس انتظار پر نہیں کہ اپنی زندگی کی طرف سے ماہی ہوئی گی، اس لیے وہ چاہتی تھی کہ اپنی زندگی میں ہی اور اس کی تیسے کا سٹائل کر دیں کہ اس کی طرح رفعت سے بھائی اس کے ساتھ زندگی بھر کریں۔ ڈاکٹر رفعت آج جس مقام پر نہیں، انہیں خاندانی کامد سے کوئی دیکھی نہیں ہے۔

کئی کئی سالوں کا والد کا موقف تھا کہ زندگی کرنے والوں کو سسٹل زندگی بھر کرنا ہے اور انہیں نہیں کہ ان کے ہاتھ کے ہاتھ کے اعمال میں پیشہ نہیں سے تنہی کا جرم ہوتا ہے۔ انہیں جنوں کی دنیا ہی زندگی سے زیادہ ان کی آخرت کی فکر کی اس لیے انہوں نے رفعت سے کہا تھا کہ اگر تمہیں جاکر کامد سے اپنے لیے ضرورت ہیں، تو تمہیں اسے لے لو اور کسی نکاح کی صورت میں لاک ضرورت مت دینا۔ اس کے بعد ڈاکٹر رفعت نے اپنے کزن کو لگا کر اسے اور وہ اپنے کزن خالد سے اپنے اس کے طرف سے تنہی کی قسمیں برسوں بعد ملائے ہوئے سے باوجود خالد سے بہت عزت اور احترام کے ساتھ پیش آئی تھا اور انہیں سمجھ دینی اور دینی کی کہ وہ جلا جھیں چینی سینی ڈاکٹر رفعت کی والدہ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوگا۔ اس ملاقات

جولیا نے کچھ دیر آرام کرنے کا عندیہ دیا تھا اس لیے ملازمہ بہت آہستگی سے لیٹر آواز پیدا کیے اپنا کام نفاذ ہی گئی۔ جولیا نے دیکھ کر سبب سے کار پینٹ ڈیوٹر صاف کر دیے تھے لیکن اسٹینک کا کام اور صاف تھا۔ ملازمہ ڈرائنگ روم کے فریج پر کھانسی کی آواز ہی اسے سمجھ ہی آتاز ہی سنائی دیں۔ فریج پر کچھ تھیں آ پیکین بھر امانہ وہ تو کیا کہ یہ فریج صاف نہیں آتاز ہی ہیں جولیا کی خواب گاہ سے آ رہی ہیں۔ وہ لپک کر اس کی خواہش کے لیے اس کی طرف دوڑی۔ لکھنا ستر ہولناک تھا۔ کثیف سے تڑپتی جولیا کا اوجھا جسم ستر سے نیچے لٹک رہا تھا اور ستر سے جھاک سا کھل رہا تھا۔ ملازمہ گھبراہٹی اور جلدی سے جولیا کے لٹکتے جسم کو کھینٹ کر واپس ستر پر لڑا۔ اس کھل کے دوران اس نے غصہ کرایا تھا کہ جولیا کی قسم میں شدید لڑاؤ ہے۔ اس نے حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے پہلے اسے کام پوچھنا کہ صورت حال ہے جو ماہر کے اسپتال تک ساری کا بندوبست کی خرابی کی اطلاع پر جولیا کے پردوں میں اس کی طبیعت کی خرابی کی اطلاع دی۔ انسانی ہمدردی کے پیش نظر وہ لوگ فوراً چلے آئے۔ ملازمہ کے ساتھ لپک کر جولیا کو لپٹے لے جانے اور ایمریس میں منتقل کرنے کے علاوہ پڑوسی خاتون نے اس کے ساتھ اسپتال تک ساتھ جانے کے لیے کئی رضامندی خواہ کر دی۔ سائزنگ بحالی ایمریس تیز رفتاری سے اسپتال کی طرف روانہ ہوئی۔ روانگی کے پورے ستھ پر جولیا کی پڑوس نے دیکھا کہ جولیا کی گردن ڈھلک چکی ہے اور آگھوں کی پتلیاں اپنی جگہ ساکت ہوئی ہیں۔ اسے جولیا کی موت کا اعجاز ہو گیا۔ اسپتال پہنچ کر اندازہ کے بعد تصدیق بھی ہو گئی۔ ڈیوٹی ڈاکٹر کی طبیعت کے مطابق ہونے والا شدید حادثہ ایک اس کی موت کا سبب بنا تھا۔ پڑوسوں نے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر لاوارث جولیا کی اس کے ذمہ کے مطابق آخری رسومات کی ادا کی اور

شہیدیں حیدر اور رفعت سراج کے دل پر پڑا دل اپنے گاہک کی طرف گامزن

حیا بخاری کی خوب صورت تحریر..... محبت لفظ ہے لیکن.....

زندگی کے حقائق سے پر..... موثر نگار نگاری کا مال نسرتین جمیل سیال، مکمل ادب..... پل صراط

اسما قادری کی بے حد پُر اتر تحریر..... حد

نو تیز کی ویڈیو سٹیزہ کے لطیف احساسات کی داستان.....

میں خود کو کہیں رکھ کر بھول بیٹھی ہوں..... رخ چوہدری کے قلم سے.....

تین سال کے لیے ایہ زائر گزرا غلہ رشیدہ کا سوسے تختہ..... نہیں شکایت ہجران.....

دکھ احساسات اور نشیں انمازیایاں کا استخراج لیے نذہت جبین ضیا کا پرفورم تارک حیاتو جاوداں تو ہے.....

انٹرنیٹ کا پلاستا ہوا جا ہے جاسٹال اور اس کے تکی جانے کے لیے پڑے سیمارضا ردا کی انوکھی اور نیک تحریر..... سائن ان..... سائن اؤٹ

نمر کاظمی، غزالہ عزیز، سلمیٰ غزل، عائشہ تنویر، بشری ماہا، اسما طاہرہ دیگر بہتر مقدمہ کاروں کی دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں.....

اس کے ساتھ ساتھ پڑے مستقل معلوماتی تقریریں سطلے جس میں خوش آواز نکتہ بیان، احساسات سے پر مشامری، ادبی لائق اور سوچ بھر کو وسعت دینے والے خوب رسالات.....

کے اختتام پر ہی وہ آپہنیں اجازت مانگنے کی گاڑی تک چھوڑنے جا چکا تھا تاہم انہیں نہیں ملے۔ سرحد پار ہوا۔
 ”باغی سنت کی قربات سے جیسا اسے آپ کو پیچھے چھوڑ کر فرار واپس آ جاؤں گا۔ آپ میری بڑی بہن ہیں اور ایسا انتہائی سزاوار اور اتکارنا تو میرا فرض بنتا ہے۔ ویسے تو اس وقت آپ کو قربات سے ہم گھر پر ہی آجانا چاہئے تھا مگر ہمارے ساتھ کہا گیا تھا اور دروازہ زیادہ وقت گزارا نہیں۔“
 خالد نے ملاقات اچھا لگا کر کہا جانے والے والد گھروں پر آیا۔
 ”گھر پر بھی چکر میں روز آ جاؤں گی۔ میںیں معلوم کرے کہ میں برسوں بعد اپنے وطن میں ہوں اور زیادہ سے زیادہ وقت ان ہی کے ساتھ گزارنا باقی ہوگا۔ اگر ان کا اصرار ہوتا تو میں نہیں سہے مقصد کے لئے ہمارے پاس آئی ہوں، اس کے باجائے اہمیت نہیں دیتی۔“ انہوں نے ایک بار گھر کے فکروں کا جواب دیا۔ اس جواب میں خالد نے گھر جانے کی صرف ایک وجہ پیش کی، دوسری وجہ انہوں نے جان بوجھ کر بیان نہیں کی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ ملاقات کا احوال خالد کی بیوی زین کے ذریعے خاندان کے دوسرے گھروں اور پھر اس کے بھائیوں تک پہنچ جاتا۔ انہوں نے اپنی والدہ کے خیال سے سب سے دلچسپ ملاقاتوں میں شامل ہو چکی تھیں اور وہاں ہی انہیں اپنی والدہ کے ساتھ ایک روز کا قریبی احوال بھی یاد آ رہا تھا۔ والدہ نے نہ صرف ان کی صحبت نامہ کرتا کر دیا گیا تھا بلکہ ان کے ساتھ ایک ملازمتی چھوڑ دیا۔
 ”خالد نے ملازمتی چھوڑ دینی کی جینوں وہاں کر دانی تھی کیونکہ یہ میں آپ کو کم از کم ایک وقت تک تو چھوڑ کر آ جاتا ہوں تاکہ میری طرف سے آداب سیریز بھی ادا ہوجائے اور آپ تک بات بھی ہو جائے۔“

خالد نے خود آ کے براہ کرا کر ان کے لئے دفتر کا دروازہ کھولا تو ڈاکٹر زین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ انہیں بڑے سادگی سے خالد کا لہجہ بھی یاد آ گیا تھا۔ جینیں میں سب سے بہت بڑے لڑکے اور حاضر جواب اور ہوشیار اور آواز سے پڑھا کرتے ہیں۔ خالد نے اسے صرف وہی معلوم ہو گیا اور انہیں باہل پشت ہونا یاد پڑا تو سلسلہ ختم ہو گیا۔ بعد کے سالوں میں مزید کی چند مثالیں آئیں تو ملاقات میں اور رابیل نے نہ ہونے کے برابر وہ آ کر آج برسوں بعد خالد اور ان کی اپنی طویل ملاقات ہوئی جس میں انہوں نے خالد کو جینوں کی طرح خوب اور عزیز اور پایا لیا۔ اپنی سوزناہ طبیعت کے بموجب ہی وہ ان کے سب سے

کے دروازے پر جو خالد کے ساتھ لطف تک آ یا تھا اور لطف کا دروازہ بند ہونے کے بعد ڈاکٹر زین کی توجہ اس پر سے ہٹ گئی اور انہوں نے اپنے ساتھ لطف میں سوجھ بوجھ کر طرف دیکھا۔
 ”بے ایک کثیر اٹھو لڈو زین کی عمارت میں اور لڑکی اوپر کی منزل سے اپنے لطف میں چلی گئی تھی۔ اس نے زین کی لڈو چیشٹ کے اوپر رکھوئے۔ زین اور ان کے سرخ لڈو اپنی مشرٹ جینوں میں اور وہاں اسٹائل کی شکل میں قدر سے بے پروائی سے اس کے ہاتھ میں لے رہا تھا۔“

خالد نے خوش نظر لڑکی کو اور لطف سے خاصی پرجوش نظر آ رہی تھی۔ لڑکی کے اس مختصر ہاتھ سے دوران میں لطف کے راز کو ظاہر کرنے کا راستہ صرف اسے نظر آ رہا اور وہ دونوں تقریباً ساتھ ساتھ سخت ہونے لگیں۔ زین نے ہاتھ لگا کر اسے مرکز کی دروازے تک پہنچیں۔ اس دروازے کے باہر اسے بائیں جانب اوپن پارکنگ ایریا تھا جب تک وہاں کے ایک پارک صرف دوسری طرف پر دانی سے چلا کر ٹریک دکھائی دے گا۔ ڈاکٹر زین نے اپنے ہاتھ لگا کر بائیں جانب پارک کی گئی اس لئے دروازے سے باہر قدم رکھتے ہوئے نظری طور پر ان کی توجہ ایک طرف منڈولی کی طرف کی گئی۔ ایک ڈاکٹر زین پر استقبال کرنے کی اور وہ جینوں سے اس کی رکھنے کو کھانٹے سے بچر میں سوگ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ چنانچہ اس کی نظروں نے فوراً ہی اسے سیاہ کارڈنگ لگا کر جینوں کی طرف کی ٹریک کے کھوکھری کے درمیان پہنچے ہوئے بیٹھے سے ایک ہوا بگ۔ کن کی نال کھانٹے رہی تھی۔ یہ شاید اس کے ایشوراری عمل کارکن کے بیٹھے لٹھے ہی اس نے اپنے بائیں جانب موجود ڈاکٹر زین کا شاندار کپڑے کرنا اپنے ساتھ ہی واپس عمارت کے اندر چھپنے کی پیشکش کی۔
 گھر پر اور پبلڈ جینوں میں کی گئی اپنی اس پیشکش کے نتیجے میں وہ خوشگئی گئی اور ڈاکٹر زین کو بھی گرایا جینوں کے برعکس ان کی تڑکی کے بیٹھے کا بہن بھی گیا اور گولیوں کے اوپر سے سائیں سائیں گزری اور کڑے گولیوں کے دھماکے سے ان کے سر کو لڑکی اور ڈاکٹر زین دونوں ہی نے سہاہت فریٹ پر لڑاکہ کے دروازے سے دو گئی بائیں طرف کی آواز کے پٹانے کی تھی چنانچہ دوسری پارڈر میں اس کی طرف رخ کر کے پٹانے سے آ کر لڑکی ان کی کام نہ لگتی تھی۔
 دو کام رکھوئے۔ بعد سیاہ کارڈنگ لڈو نے مزید کوئی پیشکش نہیں کی اور وہ دوسریوں کی تیز چڑچاہت کے ساتھ ٹریک کے باہر سوگ جگہ جاتی ہوئی بائیں سے فرار ہو گئی۔

غلام لٹھے ہی وار اور دھماکا سے اپنے والدے لوگ بھیج کی شکل میں ان دونوں کے گریٹھ سے اگلے لوگ بھیج پریس میں بلوائی کی ٹیکن پریس کی آمد سے گلے ہی خالد ڈاکٹر زین کی کلاں پر پڑے آ چکا تھا۔ اس نے پریس والوں کو شکایتی سے چیلر کر لیا اور انہیں بے پروائی سے پاکستان واپس آئے۔ وہاں ڈاکٹر زین کی کسی سے کوئی جتنی نہیں گجری تھی۔ ان کی جان بچانے کا بہانہ بننے والی لڑکی بھی ایک عام سے سوسائٹہ گھرانے سے تھی۔ اس میں اس کی حالی میں یونیورسٹی سے اپنے تعلیم عمل کی تھی اور وہاں ایک دفتر میں کام کر کے وہاں اپنی کئی کئی سے ملاقات کے لئے آئی تھی۔ پریس پر کسی کام کا بہت بوجھ تھا اور وہ کام کرنے میں زیادہ دیر نہیں کرتے تھے اس لئے انہوں نے بے کسی گھرانے میں زیادہ دیر نہیں کئی کہ ایک عام سا رہت اور ہی کا وہ تھا جس میں اسے چھوٹا کھانا دینا بٹانے کی پیشکش کی گئی تھی۔ کا چھری کی عمارت نے اس کے دوستوں کو ان کے لڑکی کی زین میں کرنے کی کہیں سے گھر میں گھروں نے کسی پڑچھم جگہ کے بجائے ایک دفتر کی عمارت سے لٹھے والی دوخاتین ہی میں کیوں اپنے مقصد کے حصول کے لئے چھا تھا۔ وہ ٹھوسری ہی سخت اور کڑے تو آئیں دو باروں اور دروازے پر ہونے والی گولیوں کے ٹکانات سے اس بات کا بھی اعزازہ ہو گیا کہ سارے نازز بائیں جانب کے کچھے کچھے تختے میں دو گھروں کا اصل شکل ڈاکٹر زین کو بھیس۔ جینوں؟ جینوں؟ اس سوال کی کھونٹ میں پڑنے کی وہاں فرصت سے تھی۔ ہاں ڈاکٹر زین اور خالد اپنے ساتھ طور پر ایک ریل سے ضرور موجود، اصل میں دونوں ہی کھینچے تھے ان کے ماسٹرس میں تھا۔ اصل میں دونوں ہی کھینچیں تھیں تھا کہ روٹ کی خاطر فرعون انہیں بھی ہوتا ہے۔

”تھیک بے سوجھ مرسا تمہاری چھری اور حاضر دانی آج ہم دونوں کی زندگی بیٹھے کا سبب بنی گی۔ گاڑی ڈرا نیچر سے ہوئے ڈاکٹر زین کے اپنے برادر والی سبٹ پر امرجان لڑکی کو کٹھان کے اس کے سے کہا۔ پریس کی کارڈنگ کے دوران وہ ایک دوسرے کے ناموں اور چہرہ بنادتی سلطنت سے آ کر ہوئی تھی اس لئے ڈاکٹر زین نے اسے اس کے نام سے مخاطب کیا تھا۔
 ”گھر کی کئی بات تھیں ڈاکٹر زین کو اس کے ساتھ جگہ لیا ہے اختیار کیا اور اس میں میری ذہانت پارا دے کا

”ہاؤس صاحب۔“ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے وہ اس اصطلاح کے استعمال پر چھینچے کی گئی تھی۔ وہاں اس کے کونہیں کئی حالتیں تھیں۔ اسے بتائی گئی اور اپنے ڈاکٹر کو اپنے ڈاکٹر کو اپنی حالت کا پتلا کرنا اور اس کے پھر سے دیکھنے کی انہیں اصل بات سمجھا دی اور وہ پھر سے ہوئے۔
 ”کیس مریض سے کہا گیا گاڑی؟“
 ”تھیک منٹھ کے اسٹارٹ میں۔ میری فریڈ کے ہائی کا پریٹک پر آ گیا۔۔۔ اپنے شوڈا کا ڈاکٹر پرنٹ کروانے کے سلسلے میں ہی اس سے ملاقات کرنے جیسا آئی تھی۔ اس میں اپنے والدین کی سب سے بڑی بیٹی ہوں۔ میرے بعد وہ جینوں اور ہیں اور سب سے آخر میں اپنی کھانا پریس میں۔ وہ بائیں کا اسٹورٹنگ کے لئے اپنے والد کا بوجھ کم کرنے کے لئے اپنی شوڈا کے چھوٹے سے کھان میں خود مختار ہی ہوں۔“ اس نے قدر سے سب سے کھان خود بیان دیا۔

”گڈ۔ بہت اچھا لگا ہے۔ اب وقت رہا ہے اور اس سب سے ہونے وقت کا تقاضا ہے گزرا گیا اس طرح کے معاملات میں چھوٹی سوتی کر بیٹھے کے سہانے فروری 2018ء

وارث

”ہے اختیار کیا ہے اچھا ان ہی لوگوں سے مزہ دے تھے جو برادر میں طور پر مشہور اور پرجوش ہوں۔۔۔ ایک ڈین اور پرجوش لڑکی تھیں ہوتی۔ میرے خیال میں ملازمت کے حصول کے لئے اپنی فریڈ کرتے ہوئے انہوں نے اس کے بارے میں اعزازہ لگائے تھے کی پیشکش کی تو وہ کھٹکھٹ کر پسند اور ڈرا مشر لے لی۔“

”انی لال تو میرے کسی دفتر میں ملازمت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا کیونکہ بہت جلد میں ہاؤس جا چکے جاتے ہیں ہوں۔“

”ہاؤس صاحب۔“ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے وہ اس اصطلاح کے استعمال پر چھینچے کی گئی تھی۔ وہاں اس کے کونہیں کئی حالتیں تھیں۔ اسے بتائی گئی اور اپنے ڈاکٹر کو اپنے ڈاکٹر کو اپنی حالت کا پتلا کرنا اور اس کے پھر سے دیکھنے کی انہیں اصل بات سمجھا دی اور وہ پھر سے ہوئے۔
 ”کیس مریض سے کہا گیا گاڑی؟“
 ”تھیک منٹھ کے اسٹارٹ میں۔ میری فریڈ کے ہائی کا پریٹک پر آ گیا۔۔۔ اپنے شوڈا کا ڈاکٹر پرنٹ کروانے کے سلسلے میں ہی اس سے ملاقات کرنے جیسا آئی تھی۔ اس میں اپنے والدین کی سب سے بڑی بیٹی ہوں۔ میرے بعد وہ جینوں اور ہیں اور سب سے آخر میں اپنی کھانا پریس میں۔ وہ بائیں کا اسٹورٹنگ کے لئے اپنے والد کا بوجھ کم کرنے کے لئے اپنی شوڈا کے چھوٹے سے کھان میں خود مختار ہی ہوں۔“ اس نے قدر سے سب سے کھان خود بیان دیا۔

عملی طور پر کچھ نہ کچھ کرتی رہیں۔ میں جیسے جوتوں کی اس فوسو سوچ کی قائل نہیں ہوں کر لڑائی میں اپنی شادی کا ذکر ہر وقت یاد دہنے کا پلڑا تڑپوں میں یاد کرتی ہوں کہ میں نے کبھی جھپ جاہیں۔ لڑکی بھی ایک مغل شخصیت ہے اس لیے اسے بھی کوشش تھی اپنا پانچوں رول بدل کر پڑا جائے۔ ”انہوں نے حوصلہ افزائی کرنے والے اعزاز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

”آپ نے ایک ایسا عرصہ ملک سے باہر گزارا ہے اس لیے اس اعزاز میں سوچنے کی ورنہ یہاں میری اہلی سمیت کئی ساتھیوں کے مدعوئے میں باہر جانا تو جہد ملی یہاں بھی آ رہی ہے اور لوگ ماسی کے قاتلے میں تلف اعزاز میں سرچنے گئے ہیں۔“ اس نے انہیں جھپ سے دیوار اور موشوں پر لے ہوئے بولی۔

”اگر میں آپ کو اپنی شادی پر پروا نہ ہوتی تو آپ آج آسٹریا کی کیا۔“

”وہ نہیں کر سکتی لیکن کوشش ضرور کر دوں گی۔“ اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ اسے سن کر وہ سوال کیا تھا کہ وہ مصنف انکار نہیں کر سکتیں۔

”آپ مجھے اپنا فون نمبر اور ایڈریس دے دیں۔ میں آپ کو کارڈ پوسٹ کرنے کے ساتھ ساتھ اس نام ایس کر کے بھی کریمینڈ کرادوں گی۔“ اس نے اصرار کیا تو انہوں نے اسے دونوں چیزیں نوٹ کرادیں جو اس نے اسے سنبھالنے کی خواہش کی۔

”میں یہاں روک نہیں رہا ہوں۔ میرا گھر نزدیک ہے، میں آرمے سے بیڑل چلی جاؤں گی۔“ ایک اس اسٹاپ کے قریب اس نے اشارہ کیا تو انہوں نے گاڑی روک لی۔

”اگر آپ نے اپنی بیٹا والدہ کے پاس جلیجی کی گاڑی چوری یہاں نہ کی ہوئی تو میں نے اسے اپنے گھر تک لے آئی اور اصرار کر لی۔ یہ حال آپ کے یہاں تک لٹا دینے کا گلہ ہے۔ میں امید رکھوں گی کہ آپ میری مدد سے میری شادی میں شرکت ضرور کریں گی۔“ اسے ہاتھ سے لے کر انہوں نے کہا۔

خوش دل سے کہا، اور گھڑکی سے ہٹ کر الوداعی اعزاز میں ہاتھ بلایا۔ ڈاکٹر فرنت نے بھی جواب میں ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہا اور گاڑی آگے بڑھا کر نکلے گئیں۔

☆☆☆☆

شادی کے ہندوستانیوں سے ملنے والوں کا دل کھولنے کا ایک آسان رونا ہے لیکن جب بچی اپنے سے بہت اونچے خاندان میں بیاہی جائے تو اس کی سسرال والوں کو سروس دہانوں کی اپنی زندگی پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ جو ایک اذیت ناک شہری سے زور کر سکتے ہیں۔ لیکن جانے کی خواہش، اس کی اطلاع کو کم کر م ہوگی کہ اس کے لیے والے حسب رواج اسے لینے کے لیے نہیں آ رہے ہیں۔

وہ بھی اسے معلوم ہوگی۔ اس کی ساس نے اس کے نیچے والوں سے درخواست کی کہ وہ اس کی زندگی بچھڑا کر ڈالیں اور ان کو لے کر ہندوستان کی کسی اور جگہ پر روانہ ہو جائے۔ اس لیے وہ جانتی ہیں کہ کتنے بچھے عرصہ سسرال میں ہی گزارے۔ ”انہوں نے جتنے اراٹوں سے اپنے گلہ لگائے ہیں شادی کی اس دن سے چائے سے ہو کر باز برادریاں کرتی رہیں۔ سو سال ہی پیدا نہیں ہوا تھا کہ اس کی جائزتاں و درخواست گور کر دیا گیا۔“

چنانچہ وہ حسب رواج کیے میں نہیں جا سکی اور اسے ان لوگوں سے صرف فون کر کے ہی کریمینڈ کرادوں گی۔ اس لیے اصرار کیا تو انہوں نے اسے دونوں چیزیں نوٹ کرادیں جو اس نے اسے سنبھالنے کی خواہش کی۔

”میں یہاں روک نہیں رہا ہوں۔ میرا گھر نزدیک ہے، میں آرمے سے بیڑل چلی جاؤں گی۔“ ایک اس اسٹاپ کے قریب اس نے اشارہ کیا تو انہوں نے گاڑی روک لی۔

”اگر آپ نے اپنی بیٹا والدہ کے پاس جلیجی کی گاڑی چوری یہاں نہ کی ہوئی تو میں نے اسے اپنے گھر تک لے آئی اور اصرار کر لی۔ یہ حال آپ کے یہاں تک لٹا دینے کا گلہ ہے۔ میں امید رکھوں گی کہ آپ میری مدد سے میری شادی میں شرکت ضرور کریں گی۔“ اسے ہاتھ سے لے کر انہوں نے کہا۔

کرتیں اور بھان کی آواز کا ہی گام گھونٹ دیا گیا تھا۔ دلیے کے فکشن میں تمام لوازمات کے ساتھ چاروں شادی والے دن سے ہی زیادہ خوبصورت بن گئی تھی۔ اس کی ہمیشہ، کرنز اور سپیلیاں اس کی شان و شوکت دیکھ کر اس کے قہقہے پر دلگہ کرتی تھیں۔ بڑی عزیزوں اور دماغیں دے رہی تھیں کہ لڑکی کو ایسی بیسیاہی فریبیہ ہو اور وہ دل ہی دل میں ”اللہ نہ کرے“ کہتی جا رہی تھی۔

کلیت کے برعکس اس کے ہونٹوں پر سٹیلنگ سکرابت ہی ہوتی تھی کیونکہ اس کی ہاتھ کا ہنڈا ایک گاما تھا۔ جسے برائی کی برائت گھنٹی کی تقریب کے دوران بھی اس کی گھرائی کا سلسلہ متوقف نہیں ہوا تھا۔ زیادہ تر وقت اس کی شوہر خاندان کے ساتھ ہی موجود رہتا تھا۔ ٹائمر سے باقی اس آس کا بیٹا ملا رہتی تھی۔ دوسرے ڈاکٹر برات والے دن سے زیادہ اس کا بھی گئے۔ بے شمار بڑھ چھٹیاں کا سلسلہ جاری تھا۔ اس کی تقریب میں شرکت کرتی تھیں اور ان میں شخصیات کے ساتھ کھانا، کھن اور اس کی ساس کا فونوٹیشن جاری کیا تھا۔ اپنے میں سے مددگاروں کے نیچے والوں کی خود بھی بار بار اس کے قریب ہاتھ سے ملنے کو پوچھتی تھی۔

بہنوں کو کچھ پر اس کا بھی اور ان کے ساتھ اس کا فونوٹیشن کر دیا تھا۔ ان ہی کی ایما پر اس کے چند قریبی اعزاء اور سنبھالنے کو بھی آگے پر آ کر دلہا دلہی کے ساتھ قریبی رشتہ داروں اور مختلف تقریب میں وہاں کو بھی ہونے کے لیے والے اس کی ساس کے گن گارے تھے اور اپنی جتنوں کا گام گھونٹ ہوتی ہے۔ بڑھ چھٹیاں۔ کوئی نہیں تھا۔ وہ اپنے دل پر کرتے آ کر سونڈھا۔

☆☆☆☆

ازما تیگ کرتے ہوئے ڈاکٹر رفعت کا ذہن بڑی طرح الجھا ہوا تھا۔ وہاں سے برسوں بعد ملنے والی اپنی اپنی اور یہ جان کر وہی نہیں کما کرتے برسوں بعد بھی یہاں کوئی بھائی جو برسوں پہلے بھی انہیں جاکر دعا مانگنے سے راز سنانے کے رکھتا تھا نہیں تھے۔ آج بھی انہیں اس کے حضور ہی رکھنا پڑتا ہے۔ انہوں نے ان کے ذہن کو ایک دیکھت ہونے والا اور دنیا کی شان و شوکت کے ساتھ ساتھ پاکستان کی طرف سے بھی آواز اٹھانے کی کوشش کیوں نہیں

سپہنس ڈائجسٹ 2018ء

سازش ہے۔ وہ لاچار ہیں۔ اسے ہورے تھے کہ انہوں نے اپنی بیگانگی کی خیال نہیں کیا تھا اور انہیں جانتا تھا۔ سنانا بھی کر رہے ہیں، کیجبت میں ہورگہر گمانی دریا ت کے برخلاف جینوں خوشحال بنجائے کی کوشش کر رہی ہیں۔

جواب میں ان کی والدہ کا موقف تھا کہ وہ شرمی کو تو بھلی تھانے ہورے تھے لیکن ان میں سوخت کون کے بھائی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس موقع پر ڈاکٹر رفعت نے ایک بار پھر اپنی والدہ سے درخواست کی کہ وہ بھائیوں کی بات مان میں نہیں ہونے چاہئے۔ پھر اس میں۔ خاندان سے ان کے قریب کی کامیابی کی اور انہیں سمجھایا تھا کہ جب ایک بار وہ فیصلہ کر لیں گی اور انہیں سمجھ جائے گا کہ ان میں شرمی کر رہی ہیں اور پھر جیسے جتنا کہ سوسٹا نہیں تھا اس پر آ کر ڈاکٹر رفعت ایک بار پھر خاموش ہو گئی۔ سوزن ذالی طور پر انہیں مدد دیا اور ان کی ضرورت نہیں تھی۔

انہوں نے غیب کے چھپے سے بہت عزت اور ساتھ ساتھ سماجی کی جوانی کی بات کے لیے بھی کی۔ انہوں نے شادی نہیں کی تھی جو انہیں اپنے چلنے کے لیے دولت کی ضرورت ہوتی لیکن یہ اپنی عملی کر رہے تھے کہ وہ کیوں اسے بھائیوں کے سامنے جھک کر قہقہے کے اس سلسلے کو جاری رکھنے میں مدد دیتیں۔ آج آ کر انہیں جاکر اس سے حصہ لے کر ایک باتیں تمام ہوجاتی اور ان کے دوسری لڑکیوں کو بھی اس کا کھٹے کی راجہ ملتی تھی۔

وہ بھائیوں سے بڑے ہوئے تھیں۔ جن کو باجوہ جانا حق وصول کرنے کے لیے تیار ہوتی تھیں مگر کی طرف تھا۔ ان کے اپنے اپنے ساتھ آج کا ہوا تھا۔ یہی ان کی ذہنی دباؤ کی وجہ سے انہوں نے عرصہ کا پوسٹ کیا ہوا شادی کا راز بھی کھول نہیں سکا تھا۔ شادی سے ایک دن پہلے عروس نے انہیں یاد دہانی کروانے کے لیے ایسے اہم ایسے نام تو انہیں شادی یاد دہانی کھول کر کھینچ کر نکال آیا۔ شادی میں شرکت کے بارے میں انہوں نے اب بھی کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا اور صرف کارڈ دیکھنا چاہتے تھے۔ کارڈ دیکھتے ہوتے تو ان کو جو کچھ نام لکھے تھے ان کی نیند ایک نام کی آواز ہوتے ہیں۔ لیکن کارڈ پر لکھا ہے نام کے ساتھ دلہا کے باپ کا نام بھی لیکن کتابت کے ساتھ لکھا ہوا تھا کہ وہ شادی کر رہی تھی کہ اس کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا جس سے وہ واقف تھیں۔ حقیقت کا اور ہوتے ہی انہیں اس بیٹاری کی لڑکی عروس نے جلدی مسمی ہونے کی۔ وہ

فروری 2018ء

یاد وہ قابل عزت کوئی نہیں لگ رہا تھا۔
 ”میں اصلاحات پر کوئی سنجیدگی سے کاروائی مندرجہ
 نہیں۔ میں تمہیں وہ بتا رہا ہوں جو میں اور ایسی جان نام سے
 چاہتے ہیں۔ وہ وہاں کی بات کو ذرا خاطر میں نہیں لایا۔
 ”تم سمجھتے کیوں نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی عالم
 نہیں، کوئی ملحق اس کے حق میں توئی نہیں دے سکتا۔“ وہ
 اسے کہنے لگا۔
 ”میں کسی توڑے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔
 تمہارے لیے اس اتنا کافی ہے کہ تم جو چاہتے ہو وہ ساف
 ستمجھے سے لیتا ہے۔ تمہارے حق میں یہاں کے بدلتے
 میں نہیں رہنے کی ہر فرحت ملتی ہے۔ تم میری زندگی سے لگنا
 چاہو تو تمہیں اس کی بھی اجازت ہوگی لیکن یہ بات بہر
 صورت تمہیں ماننی ہوگی۔“ اس کے لیے میں تم گستا
 ”بیگزین عادل! امیر میرے ساتھ یہ سب تمہیں ہم
 چھلے سے تمہارے سینے اور دیکھو اور تمہیں صرف وہ صرف خانان
 کی بیٹی نہیں ہوں لیکن ایک اجازت اور محبت میری شخص کی
 یعنی ضرور ہوں۔ تم مجھے اس گناہ پر مجبور نہ کرو۔“ وہ جو
 بیوی بزرگی کی بہتر شہرہ فرمائی اور اپنے دلائل سے نٹوں میں
 دوسروں کو تامل کر دیتی تھی، اس وقت بڑی سے کسی کے عالم
 میں اس طرح منٹ شخص کے آگے کو گڑھا رہی تھی۔
 ”کیا تم کو گناہ کی وارث لگ رہی ہے تم نے۔ میں کوئی
 نہیں کسی نام رکھنے کے سزا پر نہیں لگتا۔ تم کو یہاں ہونے جو تم
 اتنا دیا جا رہا ہے۔ ایک چھوٹی سی بات ہی تو ہے جس کو
 سامنے میں اور میری طرف سے دیکھا رہا ہے۔“ وہ بڑھا۔
 ”چھوٹی سی بات۔“ وہ چاہنے سے چھوٹی سی بات ہے۔
 ”اسی کا فرد خاک میں ملانے سے تمہارے اور اسے چھوٹی سی
 بات کہہ رہے ہو۔“ اسے مضامہ لگیا۔
 ”اس کے بدلے میں، میں تمہیں سات ماہی کی قیمت بھی تو
 دینے کے لیے تیار ہوں۔“
 ”تم تھوڑا کا خزانہ بھی دے دو تو مجھے یہ بات منظور
 نہیں ہے۔“ اس نے فرحت اٹکا کر کہا۔
 ”ٹھیک ہے تو تمہیں ایک ایک کر کے کہنے سے بہتر
 والوں کی باتیں دینے کے لیے تیار ہونا۔ سب سے پہلا
 ننتابہ تمہارا اکلوا بھائی ہوگا۔ تمہارے باپ کی سلسل
 جائے گی اس کے سر سے۔ یہ پلوکا ہے، میں منظور ہے؟“
 ”تمہارے سوا کسی سے اس کی انگوٹھوں میں بھانجا تھا وہ اس
 سے بچ رہا تھا۔
 ”بیگزین عادل! امیر میرے گمراہوں کو کچھ نہیں

کہتا۔ تم یہ سب کہے کر کہتے ہو؟ تم تو مجھ سے محبت کے
 دعوے سے کہتے ہو۔ بیگزین اس وقت کے صبر سے اچھے میں
 ”وہ وہاں کے آگے میں جھڑک رہے تھے۔
 ”میت.....“ وہ زور سے جھانور بولا۔
 میرا صاحب ہو، میں تمہارے ہفتے سے بن منصات کی حال
 لگو جا چاہے گی، وہ سب منصات تم میں موجود ہیں اس لیے
 تمہارا انتخاب ایک ذلت، غرور، غمرونی، خود ارضی،
 رکھ رکھاؤ سے سب خصوصیات ایک ساتھ تمہارے ہفتے کی
 لڑکیوں میں سوسما میں پائی جاتی ہیں لیکن میں یہ سب
 تمہیں اس لیے نہیں مانوں گا۔ عادل! اس کی واحد خوشی بھی
 اور اس معاملہ کو، عادل! اس کے دل کی واحد خوشی بھی
 دور کر دی۔ اسحاق کے لیے کسی اور ذات سے آؤ نہ ہو پانی وہ
 سوچ رہی تھی کہ اب کیا کہے جو اس شخص کے دل کو قبول
 کر دے اور اس کی عزت اور سمیت سے اس کے لگنے۔ اس کے کاموں
 کے نزدیک تو وہ اس وقت اپنی سون منانے دو لڑکوں پر
 ہوتی تھی۔ انہیں کمان کی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ ایک قید میں
 ہے جہاں سے کسی کا پانی مدد کے لیے کسی نہیں پاسکتی۔
 ”تم جو خرابو کی بحث میں کیوں لگنا اور میرا وقت
 ضائع کر رہی ہو۔“ بڑے سے کراب ہمارے لیے پیچھے ہٹنا
 نہیں ہے۔ اس شخص سے ہم نے یہ تمہارا بیٹا شروع
 کیا ہے اور اس مارے لوگوں کو دوسری دنیا بھجوا دیا ہے
 کسی طرف تمہارے لیے نقصان کا باعث بن سکتے تھے۔
 اس لیے تم بھولے سے بھی یہ سزا سوچو کہ اس بات سے پیچھے
 نہیں ہونا چاہئے۔
 ”تم لوگوں کو کئی کئی کر دیا ہے؟“ وہ پوچھے اس
 کے الفاظ کا سلیم اور دست ہانسنے کے لیے تیار نہیں تھی۔
 ”ہاں! میں کئی کئی کر دیا ہے۔ اس نے آمار سے تسلیم
 کر لیا اور اس مارے لوگوں کے بارے میں بتانے لگا جو اس
 چکر میں اپنی جان سے گئے۔ وہ وہاں سے بڑے ڈرک میں
 کر اس کے ساتھ سے گئے۔ اسے سزا دے والے اجزا ذات
 اٹھانکا اور ایک جہد بھی پائی۔ وہ اسے ڈھکی دھاؤں میں بٹھا کر اس
 قاتلا کر دیا ہونے پر مجبور ہونا چاہے جن لوگوں کے مارے
 پرانی آسانی سے ان لوگوں کی زندگیوں میں لائی جاتی تھی، ان
 کے اس کے گمراہوں کو اس کی نیناز دیا کچھ مشکل
 نہیں ہوگا۔ گمراہوں کی محبت نے اسے ہار دیا اور وہ اس
 شخص کے ساتھ بھرتا رہا۔ یہ مجبور ہوئی تھی کہ وہ لہاب
 اس کے دل میں سوائے نفلت سے اور کوئی بند نہ رہتا تھا۔
 ☆☆☆

کسی کی کرب ہاک بچھڑانے انہیں گہری نیند سے
 بچا دیا۔ وہ اسی صورت کے گھر میں بیٹھیں جو انہیں سہرے کے
 کنارے تھی۔ اسے بچھڑانے میں نہیں رہے۔ اسے وہ ان
 کی حالت خاص خراب ہوئی تھی اور وہ صورت کے سوالوں
 کے جواب بھی کچھ نہ دے سکتے تھے۔ اسے صورت ہی
 کسی کو بلا کر لائی تھی اور انہیں تلخ گاڑی اسے گھر لے گئی
 تھی۔ انہوں نے صورت کی مدد سے اپنا بیچا وہ الیاس پر لک
 اسی کا فرما کر وہ پراٹا کھا وہ الیاس میں اپنی قاتلا اور بگرم
 گرم روہ کی گہری کجی نیند میں سوتاب سونائی بیچھڑان
 سے ان کی کھٹکی کی ان بیچھڑان میں وہ گھر کے راستے اور
 اس چھوٹے سے کمرے کے باہر نکل گئیں۔ کمرے سے
 باہر نکل کر وہ قاتلا اور اس میں بیٹھ کر وہ روہا سے
 چھلنے سے نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے آواز دلائی
 انداز دیا گیا کہ صورت کی آواز کرے سے آ رہے۔
 وہ بے ساختہ ہی اس کمرے کی طرف بڑھیں۔ اسی وقت
 کمرے کے دروازہ کھلا اور انہوں نے اسی صورت پر بیٹھنا
 صورت کے پوچھا لیکن جواب کا انتظار کے لیے بیٹھ رہی تھی
 وہ بے ساختہ سے کمرے کے باہر نکل ہوئیں۔ کمرے
 میں داخل ہوتے ہی انہیں صورت حال کچھ آگئی۔
 ”یہ پیری کئی ہے، ادھی سے جو وہ دیکھتا تھا اس میں
 اب بھی دیر کی نکلن اس کی طبیعت اچانک ہی خراب ہوگی۔
 والی آج بیڈ میں نہیں ہے، وہ اپنے پیچھے کے وہاں میں شریک
 ہونے سے کچھ بھائی کے بیڈ کی ہوتی ہے۔ جن میں بیٹھو وہ اس
 آگے کی۔“ صورت اس کے پیچھے میں وہ لوگوں آئی اور
 اسے بتانے لگی۔ اسی صورت کے علاوہ وہاں مزید وہ عورتیں
 اور موجود ہیں جو تکیف سے بیٹھتی ہیں جو ان اعتراض کو
 تکیاں اور بیٹھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔
 ”اسے اسپتال لے کر کیوں نہیں جاتے تم لوگ؟“ وہ
 صورت کی حالت دیکھ کر پوچھ رہی ہیں۔
 ”اور کھلی اسپتال نہیں ہے۔ بی۔ ڈائی ہی سب کو
 غلطی ہے۔ اسپتال آج بہت دور دور پور کے لیے نہیں
 ہے۔ یہ تلخ گاڑی میں وہاں تک جاتے ہیں بہت دیر لگتا ہے
 اور اسی تو بات میں بہت گہری ہوئی ہے۔“ بڑی صبر کی اس
 صورت نے اکتھرا پٹنا بھرتی سے آگاہ کیا۔
 ”وہ ادھی آج اس طرح آؤ تو یہ بھرتی ہو جائے گی۔“ وہ
 بڑھا پڑا اسے اور آگے بڑھ کر اسے دیکھنے لگیں۔ ایک ماہر
 کا ناکا کھنٹ کی حیثیت سے وہ ایک صورت کو اس حال

گوشت شناسی

یہ ترش خوردگی لگا کر کے ترشکے صاحب پر ہاری نظر
 بڑی کی۔ وہ بے جا ہے اسے اس مرض میں شریک تری کو نظر نہ
 کرے کہ شریک ہونے پر کسی کی اور نزل پر تری کا کوشت کھم کرنے
 ہیں۔ انہیں انہوں نے کھانے کے ڈاؤں ہانکے کے سونے کے
 نکلن صاحب ہمارے آگے سے کھانا منسل تھا اور اسے کھانے میں
 تھے جتنے جتنے چوبہ انہوں نے پھر سزا سے اعجاز کیا کراب
 آزاد کارما سونے سے خود تہ لڑکا کر لے۔
 ”وہ کچھ نہیں خرافات سے بیوقوف ہے۔“
 ہم نے جواب دیا۔
 ”کابل کرتے ہو بھلا کاب سے کیلید معاشی کروں گا؟“
 اس طرح صاحب نے اپنی واقف میں اردوں کو کچھ
 اس طرح تمہارے پیچھے لگا کر کراب ہمارے ہر کون انہوں نے
 اندر سے ہی قاتل کر ایک طرف چھپک اور اندر چھوڑ بیچھ
 ”تم نے کئی کئی بار اپنی قد وہاں قاتل کھیلایا رکھے گی
 میں اب دباؤ لگے گی، تم نے انہیں نہیں دلا۔“
 ”جواب دینا تم نے ایک بار پھر انہیں نہیں دلا۔“ ان کا مال
 کرتے ہیں۔ اب۔ میں انہوں سے بیوقوف ہوں۔“
 ہمارے ہر کون کر تکیاں صاحب قدر سے ملنے ہو گئے
 اور ہر قدر سے ہر کون نے اسے، بے سے اس طرح لگے سے پیچھے
 ہیبت ازید ہی ہوا اور بندہ اس کے آگے مجبور وہاں چلا
 قاتل پر سہ کے مطابق جیسا تھا وہ ان سے گئے ناکا۔ ہم
 کئی بار ان سے بڑی آگے سے کھانا ہاری شرافت کا
 نہایت آگے میں اور دوسری طرف سے گئے کہ تو کراب
 اور اسے اور دوسری طرف سے گئے کہ تو کراب
 تھے کراب میں کئی کئی طرح میں کھیلنے پر، بے لڈ تری کی
 وہ بے گئے ہمارے گے گے اور یہی صورت ہونے لے
 ہیبت تھا۔ چنانچہ اور دوسرے نے انہیں ہیبت سے دیکر جو
 دیکھ گئے وہاں سے کھانا کھانے کے ساتھ ہی ہیبت سے کراب
 صاحب کی دخل آگاہی چلوان حرکت کر ڈائی میں جا کر ہی اور
 ترشکے صاحب بڑا کر چلائے۔
 ”یہ یار! تم کچھ بھائی بن گئے تمہاری سبکی بات
 بڑی کی ہے۔“
 شفیع تکیاں کی کاب ”سرخ سپینا“
 سے آئے انہیں رضوان لکرائی کاب

شر تکلیف سے مراد ہوا جس کو یکے کے بعد ایک میں اور بندھنے کے ساتھ ساتھ
 بربردی کی حالت کے ساتھ کا کسی درشن میں ایک شخص شروع کو
 دیا جسے تجربت لانے کا فریضہ انجام دیا۔ جو در افکشتان
 کی ایک مہم پر پہنچا جس میں دنیا کی بہترین مہنتوں کے ساتھ
 یہ کام انجام دینا پڑا جسے ضروری نہیں کہ فرسٹ کلاس میں کسی ایک
 اس طرح کی صورت حال کے ساتھ کسی نبرد آزما ہونا پڑے
 گا۔ انہیں اندازہ تھا کہ اپنے کو دنیا میں لانے ہوئے وہ کام
 کی صورت پر ترقی سے تکلیف سے گزری ہے اور اسے یہ تکلیف
 ہے کہ کتنی بڑی ہے۔ وہ یہ دیکھنا نہایت مشکل سمجھتا ہے جس
 میں وہ جی۔ اے ایف اسپتال میں یہ تکلیف ہی انجام ہوئی اور
 قسمت کا خاتون کی شایع نہیں ہوتا۔ تاہن اس مہنت پر بات
 جس سے جی کے سرگرم اور اس کی مولود پٹی کی بھر پور تکی کا یہ
 اور بات کہ اس مشکل صورت کو نکلانے میں ان کا تھا ہوا سو کم
 اور ذہن داروں پر بھروسہ کرتے تھے۔

مگر اب بھی جس اور صرف یادداشت کے سہارے انہوں نے
 خالد کے فخر کے لئے پڑے۔ اس کا بھلا بھلا یا تھا۔ خطے کے
 کے ایک بڑے بعد وہ مایوس ہونے لگی تھی، ایک گاڑی
 پنڈ میں داخل ہوئی اور اس سے نکل کر آگے بڑھا۔ ڈاکٹر نصرت
 سے سامنا ہوتے ہی وہ بے ساختہ ان کے گلے لگ گیا۔
 ”آپ کو زندہ دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے میں
 پتا نہیں چلا گیا آپ کا خط ملا تو مجھے پتہ آگیا تمہیں یہ یقین ہی
 نہیں آیا۔ یہ تم سو آپ کی زندگی کی طرف ہے مایوس
 ہو چکے ہیں۔ آپ کو یہ یاد ہے کہ جلدی کی تفریح کی اور تفریح
 ہو چکے ہیں۔ آپ کو یہ یاد ہے کہ جلدی کی تفریح کی اور تفریح
 فرسٹ کلاس میں تھا کہ آپ نے تفریح کی اور تفریح
 ناکر ہو کر سرگرم اور دل میں ہے۔ آپ جانی اور تفریح اور
 حاد سے بعد بہت آپ بیٹ تھے۔ انہیں وہ رہ کر آپ
 کے ساتھ چلنے پر تیار ہوئے۔“

اس خواہی کو کھڑا یا اور جسے ہی انہیں ملک سے باہر جانے
 ایک موقع ملا، اس لئے سے فائدہ اٹھا کر افکشتان میں چلی گئی۔
 وہ اس خواہی کو مکمل کرنے والی شخصیت سے وعدہ کر کے
 جس کو دوبارہ پاکستان نہیں آگئی گی۔ اس وقت وہ اپنے
 گھر والوں سے آگے بڑھنا نہیں چاہتے تھے۔ وعدہ کرنا مشکل
 نہیں تھا کہ قادر پور سے چھ سال انہیں سے وعدہ کرنا مشکل
 وعدہ کو نبھایا لیکن جب والدہ کی طرف سے اچھا آیز
 فون کا لڑنے لگیں کہ وہ خود کو روک نہ سکیں۔ گزریے برسوں میں خسر
 جا گیا تھا تو وہ خود کو روک نہ سکیں۔ گزریے برسوں میں خسر
 جسے بھی ہو گیا قادر پور سے کی پاسداری کی تھی۔ اسے اتنا خیال
 نہیں تھا جتنا چاہتا تھا وہ وہاں آگئی نہیں لیکن یہاں حالات
 تکلیف دہ تھے۔ یہاں کو نے اسے برسوں بعد کی ان
 کا خیرہ چیتا تھا۔ اسے استقبال نہیں کیا قادر اور انان کی جان
 کے دور سے ہوتے تھے۔

صرف اس کے شعور میں پرل کرنے کی ضرورت تھی۔
 ☆ ☆ ☆
 سو راجھت تھا۔ سال پھر سے بھی زیادہ
 عمر مردانہ راجھت میں خوشی کے لیے دعا مانگ رہی تھی، اس
 سے اس وقت اس کے وجود میں جسم لیا تھا۔ جب راجھت ہی
 نہیں ہوئے۔ راجھت کی موت اس کے لیے ایک بے جا ماحول
 تھی جس سے بخون اسے اس کے حواسوں میں دامن نہیں
 لٹوئے اور قادر پور اپنے اندر ہوئے والے تفریح کی کو فرسٹی
 طور پر فرسٹی نہیں کر سکی تھی۔ اب بھی صوفی خانوں کو ملک
 سے فرسٹی سے تصدیق کرنے کے لئے کہہ کر قادر کو تفریح اور
 کئی کیا کیا ہو کر پھر اسے یاد آ کر راجھت کی حاد سے
 میں موت سے چند دن قبل ہی سے یہ اطلاع دی گئی تھی کہ
 اور دونوں کو لگانے سے اسے یاد آ کر راجھت
 تک اس کے جان بے جسے میں مان رہی تھی۔ وہ اس اطلاع پر
 اس خوشی ہوئی تھی کہ کسی دن سے گویاں کھاتا کر سکتی
 تھی اور اس خیال تھا کہ جب چند دن بعد یا پندرہ ہی ختم
 ہوتی ہے تو وہ کبھی ختم کرنے میں کسی اور سے ہے۔ چند دن کا
 فرق کئی ہیے تک کہنے کا لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ پندرہ
 لگانے والے بہت سوچ بچھ کر اور پھر سے حساب کتاب
 اپنی چال چل رہے ہیں۔ چند برسوں کے کا کون تک
 بچنے ہی اس کے پاس ایک دن کال آ گئی۔

”میرے خیال میں جی! آپ اب اگلی دن واپس چلی
 جائیں۔ میں آپ کے صحت کی جانماد فریضت کے رقم
 دہاں اسٹرکچر اور دواں گا۔ دوسرے دن میں اپنا ایک کھیل
 رہا ہے جس کے لیے آپ یہاں کرنا چاہیں۔“ چوہدری
 بھوشن خاموشی کے بعد خالد نے انہیں مشورہ یاد دہانے کے
 آخری خطے پر چمک گئے۔
 ”مجھ نہیں رہا ہے۔ تمہارا ادھار علیک ہے خالد۔“
 انہوں نے فرسٹی سے انکی لیا۔

”آپ کے ذہن سے گزرتے ہیں دوسرے دن ہی
 جانے جاؤں گا۔ اس خیال ہو گیا تھا۔“ خالد نے ٹھیکر کے ساتھ
 انہیں وہ خوسناک اطلاع دی تو وہ مسکات ہو گئیں۔ انہیں
 اعزاز تھا کہ جس سے تفریح دکان کی باں پر ان کی موت
 کی خبر تھی۔ موت گزرتی ہوئی اور ایک جیسے جس زندگی کی
 جبراً اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہوئی۔ کبھی نہیں کسی
 ماں سے بھی یاد رہی ہوگی۔ اب ان کے مرنے کی خبر سن
 کر چرخان میں کہہ دینے اپنی ماں سے۔ ناراض نہیں اور یہی
 ان کے بچنے اور اسے گزار دیتے تھے۔
 ”میں جانتا ہوں جی! تم بہت بڑے ہیں لیکن میرا سرا
 کوئی چارہ نہیں ہیں۔“ خالد نے ان کی کیفیت کو فرسٹی
 کرتے ہوئے ان سے کہا تو انہوں نے بہت حقت سے اپنے
 آسواہے اور اتار لیے اور بچھرتے تھے وہ وقت کے بعد
 خالد کو بتاتے تھے کہ وہ اس کے پاس چاہتی ہیں۔ اس کام میں
 کسی رکاوٹ کا اندیشہ تو تھا لیکن خالد میں تھا کہ وہ اپنی چیت
 وارانہ مہارت سے ہر مسئلے کو گولے کرے گا۔ ڈاکٹر نصرت کو

”تم کو بھی گری کرے ہو؟“ نوموود پٹی کی
 ڈولی نے جب نہایت سادگی سے ان سے سوال کیا تو ان
 کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی اور انہوں نے اثبات میں سر
 ہلا دیا۔ یہ فیصلے کا وقت تھا۔ وہ جی کہ اس کے ہاتھ میں اپنے سے
 سے دستبردار ہونے کا سوچی تھی، اس کے فیصلے کو فرسٹی
 کہ اس پنڈ میں ایک چھوٹا اسپتال قائم کرے گی۔ ان کے
 بچانے کے پاس پہلے ہی اللہ کا بابت بچھو تھا۔ اس لیے اگر
 وہ اپنے صحت کی مہم اور اس حق کو فرسٹی کے لیے وقت
 کو فرسٹی تو یہ زیادہ بہتر ہوتا۔ اسے اپنے دنوں کے لیے والے
 اس کو فرسٹی کو نقل دینے کے لیے انہوں نے فرسٹی لاکھ
 عمل سوچنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ طے
 کیا کہ وہ کمالی اپنی پنڈ میں روپوش نہیں لگی۔ وہ دیار کے
 قاتلانے کے بعد ہر روز پٹی کی کی ضرورت تھی۔ ان کے
 حق میں ابھی بات یہ ہوئی تھی کہ سر داروں میں جس صورت
 کے گھر انہیں بنا دینی تھی، اس کا فرسٹی پنڈ سے بہت گریہ
 کے قریب ہی تھی اور خسر سر داروں کو اپنی پنڈ والوں کو یہ
 بات بتاتے گا کہ سوچ نہیں ملا کہ کئی صورت نہیں ہیں
 ہوئی وہاں چینی ہے۔ یہی کیفیت خواب ہونے پر جو دو
 فرسٹی اس سے پنڈ سے ہلائی تھی، اور ان کے فرسٹی میں
 بچھرتے پتا کی گئی۔ انہوں نے سر داروں کو کاف گھر میں
 بلوا کر اسے لی ڈالی، اپنے طے میں زبان بند کر سکتی کی
 نہایت کی اور اسے دن دیاں کے بیٹھے ہو کر ایک خط
 پست کرنے کے لیے دیا۔ اچھا گلہ سامان وہ نغمہ

”اور مانی گا۔۔۔۔۔! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ
 ایک اور تھکا تھکا منظر ہوا جس میں اسے بھرا اور طرز پر ہی
 گئی ہوں۔“ انہوں نے اپنا چمک اٹکاف کر کے خالد کی بولی
 بند کر دی۔
 ”اور مانی گا۔۔۔۔۔! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ
 غور ایسے مفید ہو سکتا ہے۔“ وہ ڈاکٹر نصرت کا اشارہ بچھ
 چکا تھا۔ وہ انہیں بھرا کہ جانامد کے چکر میں ہے۔ اپنے
 بیانی وہ نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ مایوسی کے سلوکی کی روٹی
 ہوئی وہ اس طرح کو ایک کر کے تیار نہیں ہیں۔ وہ
 اپنی ذہانت کے عمل بولے پر اس وقت ڈاکٹر پٹی میں جب
 ان کے گاؤں میں ان سے یہ خیال گھروں کی لیا گیا۔
 زیادہ سے زیادہ یہ ٹھیک تک نصیم حاصل کر سکیں۔ وہ
 زیادہ والہ کی لالی نہیں تھی اور انہوں نے ان کے شوق
 کے غیر نظر آئے۔ اس لیے ان کی نصیم روانہ کی۔ وہ کہی
 ان کے مارتے خواب پرستی کرنے کا عزم رکھتے تھے
 لیکن ڈاکٹر نصرت کی تمہاری کہے ہاؤں اسے چاہے دونوں
 ہی ان کے والد کا انتقال ہو گیا اور جانامد کا سارا انتظام
 برہمنوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ آقا بھائی بڑے سے سے
 اور انہوں نے ان کی اعلیٰ نصیم کے لیے باہر تفریح
 خوشی کو سرگرم کر دیا تھا۔ وہ فرسٹی پر اپنی بڑی فرسٹی
 نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس وقت والدہ بھی ڈاکٹر نصرت کی
 محتاف میں اور جاتی تھی۔ کئی مزید پر ہاتھوں کے چکر
 میں پڑنے کے بجائے اچھا گزارا ہوا۔ ڈاکٹر نصرت نے

”تم کو بھی گری کرے ہو؟“ نوموود پٹی کی
 ڈولی نے جب نہایت سادگی سے ان سے سوال کیا تو ان
 کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی اور انہوں نے اثبات میں سر
 ہلا دیا۔ یہ فیصلے کا وقت تھا۔ وہ جی کہ اس کے ہاتھ میں اپنے سے
 سے دستبردار ہونے کا سوچی تھی، اس کے فیصلے کو فرسٹی
 کہ اس پنڈ میں ایک چھوٹا اسپتال قائم کرے گی۔ ان کے
 بچانے کے پاس پہلے ہی اللہ کا بابت بچھو تھا۔ اس لیے اگر
 وہ اپنے صحت کی مہم اور اس حق کو فرسٹی کے لیے وقت
 کو فرسٹی تو یہ زیادہ بہتر ہوتا۔ اسے اپنے دنوں کے لیے والے
 اس کو فرسٹی کو نقل دینے کے لیے انہوں نے فرسٹی لاکھ
 عمل سوچنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ طے
 کیا کہ وہ کمالی اپنی پنڈ میں روپوش نہیں لگی۔ وہ دیار کے
 قاتلانے کے بعد ہر روز پٹی کی کی ضرورت تھی۔ ان کے
 حق میں ابھی بات یہ ہوئی تھی کہ سر داروں میں جس صورت
 کے گھر انہیں بنا دینی تھی، اس کا فرسٹی پنڈ سے بہت گریہ
 کے قریب ہی تھی اور خسر سر داروں کو اپنی پنڈ والوں کو یہ
 بات بتاتے گا کہ سوچ نہیں ملا کہ کئی صورت نہیں ہیں
 ہوئی وہاں چینی ہے۔ یہی کیفیت خواب ہونے پر جو دو
 فرسٹی اس سے پنڈ سے ہلائی تھی، اور ان کے فرسٹی میں
 بچھرتے پتا کی گئی۔ انہوں نے سر داروں کو کاف گھر میں
 بلوا کر اسے لی ڈالی، اپنے طے میں زبان بند کر سکتی کی
 نہایت کی اور اسے دن دیاں کے بیٹھے ہو کر ایک خط
 پست کرنے کے لیے دیا۔ اچھا گلہ سامان وہ نغمہ

” لیکن میں ایسا نہیں جانتی۔ یہ سچ میرے پاس
 وادف کی نظائ اور اسات ہے۔“ اس بار اس نے ہمت
 کر کے صاف انکار کر دیا۔
 ” ہمارے احساٹوں کا یہ بولدو گی تم؟“ بچہ دوبارہ
 جرحاں ہو گیا۔
 ” ہاں دینا ہے کبھی احسان کے بدلے اپنی اولاد
 کی قربانی نہیں دے سکتی۔“ وہ جو بھی اس کی سنی کے سامنے سر
 اٹھا کر بات نہیں کر سکتی تھی، اپنے وجود میں ماس لینے وجود
 کی خاطر اپنی بات پڑھتی تھی۔
 ” تم سے وعدہ خلافی اور یہ گستاخی تمہیں بہت مستحکم
 پڑے گی سورہ اہل بیت سے، ہادی کی بات مان لو اور
 بچے کا وطن اپنے گلے میں سات ڈالو۔ ان کی تمہرا اور جو ان
 کے ہم تمہاری کسی دوسرے ایشے گلے سے شادی کر داسی
 ہے۔ بچے کے ساتھ دوسرا رشتہ بنا کر رکھو گا۔“ وہ جیسے
 اس بات سے زور دے گا اور اسے واضح کر دیا جانتی تھی۔
 ” وادف سے بھی میں نے آپ کے گئے پر ہی
 شادی کی تھی۔“ اس نے آتش ڈالا۔
 ” ٹھیک ہے۔ ہم اس شادی سے جو قصہ حاصل کرنا
 چاہتے تھے، وہ ہم نے حاصل کر لیا۔ اب بچہ تم کو رو جو ہم
 تم سے کہہ رہے ہیں۔“ ان کا بچہ مرد ہو گیا۔
 ” تمہیں میں کسی صورت وادف کے بچے کو نہیں
 کر دسی گی۔ اس کی مقدمہ سے کوئی لیا دیتا نہیں
 ہے۔ میں نے اس بچے کی زندگی جاتی ہوں اور اسے وادف
 کی نظائ کی طور پر اپنے سینے سے لگا رکھا جاتی ہوں۔“
 ” اپنا یہ فیصلہ نہیں جس میں تمہارا بچہ ہو گا۔“ اسے باپ بچہ
 سنا ہی کیوں نہیں سمجھا۔ اسے تسلیم ہو گیا تو سورا
 ” سویرا“ موقوفہ خاتون نے اسے آواز دی تو وہ
 اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھی۔ ” کیا بات ہے؟ تم سے بات
 کر رہی ہیں؟“ وہ اسے بہت گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھ
 رہی تھی۔
 ” کسی سے نہیں بس وہ.....“ اسے فوری طور پر کوئی
 یہاں تک نہیں سمجھتا تھا۔
 ” جو بھی بات ہے مجھے بتاؤ۔ میں نے تمہاری فون پر
 کی جانے والی بات نہیں سنی تھی۔“ اگر تمہیں ساتھ ساتھ
 تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔“ وہ اس کے قریب سے نہیں اور
 سنی سے اسے سمجھانے لگیں۔ سویرا نے ایک نظر انہیں
 دیکھا۔ وہ وادف کی اس میں اور وہ کسی میں نہیں وادف

کی موت نے اس سے بھی زیادہ متاثر کیا تھا۔ چند لمحوں
 میں وہ کھنکھارنے لگی تھی لیکن جب سے انہیں خبر ہوئی
 کہ سورا وادف کے سنے کی بات بننے والی ہے، ان کی
 حالت ٹھیکے لگی تھی۔ اس نے اپنے دل میں سوچا اور فیصلہ کیا
 کہ اگرچہ اس سے کچھ سوسر مرد ہو گئے ہیں لیکن وجود
 حالات میں وادف کی ماں سے زیادہ کوئی اس کا بھروسہ نہیں
 ہو سکتا۔ وہ کھنکھارنے شروع سے پراگ تاتے تھے۔
 ” آپ جاتی رہیں۔ میرے لئے وہ کبھی میرے
 ملازمہ کا کام کر لیں گی۔ جب میں چھوٹی تھی تو وہ مجھے
 اپنے ساتھ لے کر جاتی تھی۔ وہاں مالگوں کے بچوں کو
 پڑتے لکھتے اور پکارتے تھے۔ کاشوق ہو گیا تھا اپنی
 اس مکان کا کہہ رہی تھی جس کے بل اور راتوں کے
 اخراجات نکالنے سے ہوا تھا۔ کاشوق کو لگا تھا کہ وہ
 قلم روٹھنے سے وہ بانی اخراجات بھی بہت مشکل سے
 پورے کر پاتی ہیں اور اپنے بچے کے آخری دنوں میں جب
 ہمارے گھر کو قلم کی نوبت آئی تھی تو نہ چاہتے ہوئے
 بھی وہ لوگوں کا ہاتھ اٹھا کر لانے پر مجبور ہو جاتی تھی۔
 ایسے میں میرا اعتماد حاصل کرنے کا شوق وہ پورا کرتی تھی تو
 کیسے..... کاشوق تو خوش ہوتا ہے۔ ہرگز نہ دے ان
 ساتھ میں اشوق پر دستا لیا مالگوں کے بچوں کو پڑھانے کے
 کا یہ کھرا آواز سن کر کسی کی کھڑکی سے جھانک جھانک کر
 اور کان لگا کر اس کا پڑھنا ہوسٹیا یاد کرنے کی کوشش
 کرتی۔ میری ہی جرت ایک بار مگن کی ایک مہمان کی نظر
 میں آئی۔ اس نے اسے بارے میں پوچھا تو اس میں ان
 نے انہیں میرے شوق کے بارے میں بتادیا۔ سن کر وہ
 سوچ میں پڑ گیا اور فیصلہ بنا کر میری قسم کے ساتھ
 اخراجات وہ پورے کر رہی تھی۔ انہوں نے ناچھوڑنا
 اور میرے اخراجات اپنی شکل میں داخلہ کر دیا۔ میں نے
 بہت دل کا کرت سے پڑھا اور میٹرک میں اسے دل کرے
 لیا۔ میں نے آگے ایک ایس میں پڑی میں ایک میں داخلہ لیا
 جاتی تھی لیکن ان صاحبہ نے مجھے ہم دیا کہ میں کامرس کا کالج
 میں داخلہ لوں۔ میں ان کی بات سے انکار نہیں کر سکتی تھی
 کیونکہ اس وقت میں میری تعلیم کے اخراجات وہی اٹھاری
 تھیں۔ اپنی دلچسپی کے برخلاف میں نے کامرس کا کالج میں
 داخلہ لیا تو انہوں نے مجھے دوسرا کالج وادف کے سلسلے
 میں دیا۔ ان کا ہاتھ کھٹے جرحاں میں وادف سے قریب
 ہونے کی کوشش کرتی ہے اور اسے اس حد تک اپنا بنا دیا ہے کہ

وہ مجھ سے شادی پر رضامند ہو جائے۔ میں اس حکم پر جرحاں
 کوئی تکیا نہیں کرتی۔ وادف نے اذیت پیدا کرنے کے
 کے بعد مجھے یہ کام اس لیے مشکل نہیں لگا کھٹے جے جے
 وادف اچھے لگتے گئے تھے۔ انہیں بھی میں پسند کرتی اور
 انہوں نے تعلیم کے بعد ملازمت سے بھی آپ کی رضامندی
 سے مجھے شادی کر لی۔ ہمارے لئے اسے آپ کا کوتاہی تھا
 کہ شادی کے سارے اخراجات ان کے مالگوں نے
 پورے کیے ہیں۔ حقیقت میں یہ بات جے جے کی ان کے
 مالک بھی کبھی نہیں رہے تھے۔ شادی کے اخراجات ان کے
 خاتون نے ہی اٹھائے تھے جنہوں نے مجھے تعلیم دلوائی تھی۔
 پہلے احسان کے بعد ان کا دور احسان بہت بھاری تھا
 جبکہ میرے حساب سے تو یہ ان کا تیسرا احسان تھا۔ دوسرا
 احسان تو انہوں نے مجھے وادف سے ڈیک ہونے کا حکم
 دے کر کیا تھا لیکن اپنے ان احسانات کی انہوں نے مجھے
 بہت عجیب و غریب جہت وصول کی۔ انہوں نے مجھے بھی دیا
 کہ میں اس وقت تک مان نہیں بنوں گی جب تک ان کی
 طرف سے اجازت نہیں جاتی۔ ہم دینے ہوئے انہوں
 نے مجھے یہ بھی سلی کی کہ وہ باندی کا یہ عرصہ سال ڈیڑھ
 سال سے زیادہ نہ ہوگا۔ مجھے اپنی بھرتی پڑی تھی دو تین
 مہینے بعد ہی مجھے اپنا لگنے کا کہ میں کوئی جرم کر رہی ہوں۔
 میں نے ان سے پابندی کرنے کے سلسلے میں بات کی
 جہاں انہوں نے مجھے وہ سلی کی کہ میں اس سے اپنا بیکوٹا تو
 ہے اسے کھڑکا نا جے جے جتھے پڑا۔ وہ بوجہ باہر
 خاتون میں اس لیے میں ڈرنی اور ان کی ہدایت پر باہر
 طرح عمل کر گئی۔ ان کی فرام کر وہ گویاں استعمال
 دیا تو فٹا اٹھا کر کرتی رہی تھی کہ مجھے جلد اڑ چلے گا میں نے
 خوشی خواہش ہے۔ وادف میری پرورانی کی میں تھی۔
 اور گی سلی دینے کا بھی انتہاز زیادہ نہیں گزرا ہے کہ اس
 معاملے میں پریشان ہو جائے کہ میں سال بھر میں نہیں
 قائل کرنے میں کیا سبب ہوئی کہ میں اس اچھے ڈاکٹر سے
 چیک اپ کروانا چاہیے۔ ٹھیک اور ڈاکٹر کا انتحاب ان ہی
 حکم صاحبہ نے کیا اور میرے بعد وادف کوئی ایک چیک
 اپ اور پیشوں کے بلوایا۔ اس سبب کے پیچھے جو کیا
 گیا، مجھے نہیں معلوم۔ میں اس میں اس کی مرضی کا اعصاب
 کے بعد مجھ پر سے باندی ہٹ جائے گی۔ باندی ہٹ
 جانے کی امید پر میں نے اجازت لئے سے ہی کھڑکیوں کا
 استعمال ترک کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ چندوں کے فرق کا کسی

کو اندازہ نہیں ہو سکتے گا پھر یہ امید کسی تھی کہ تو راضی
 ہوگی۔ دل خواہی پر ہی ہوجائے گی لیکن دلوں ہی ہاتھ
 میں۔ انہوں نے وادف کے دینا سے جانے سے پہلے
 میرے جڑ میں ان کی نظائ دکھائی لیکن ساتھ ہی نیکم
 صاحبہ کو بھی چاہل گیا کہ میں نے ان کی قسم عدولی کی ہے۔
 اس کی انہوں نے مجھے ایسے سلسلے میں فون کیا تھا کہ مجھے اپنے
 سے جان چھڑانی ہوگی۔ میرے انکار پر انہوں نے مجھے
 لائی اور مہنگیاں ردوئی ہیں اور میں عمل جاتی ہو کر وہ
 اپنی اختیار میں لگاتی رہی۔ دوسری پر عمل کر سکتی تھی۔ انہیں
 پارک ڈرائیو ساتھ ساتھ دوسری خرش میں کیا اور نہ ہونگی
 تھی۔ دوسری طرف موقوفہ خاتون کا پھر بھی خوف سے زور
 پڑتا تھا۔
 ” تمہیں ان حکم صاحبہ کا نام.....“ تقریباً گھر کی
 ایک ایک ادا کرتے ہوئے ان کے چہرے کی زردی میں
 مزید اضافہ ہوتا تھا۔
 ” ہاں..... میں..... جی نام ہے ان کا۔ ہونے
 کیسے جاتی ہے بات؟“ سویرا نے قہقہے کرتے ہوئے
 حیرت سے ان سے پوچھا لیکن اس کے سوال کا جواب دینے
 کیے سمجھانے سے وہ کزنٹ لگا کر حکم اپنی جگہ سے کھڑی
 ہو گئی اور پولیس۔
 ” سویرا! اکتاف ایسا سارا ضروری سامان، وہ تم اور
 زہرا ایک جگہ میں رکھو۔ میں بھی اپنا سامان بیک کر رہی
 ہوں۔ ہم آگے منتھنے کے اندر اندر یہ کچھ چھوڑ جا رہے
 ہیں۔ اگر تم نے اپنی دنیا کی تہذیب اور وادف کے بچے کی
 زندگی بچا بہت مشکل ہو جائے گی۔“ وہ خود بخود ڈر گلت
 کا کلاکٹا گھسے سویرا کو ان کی ہدایت پر گسٹا رہی اور سرت کا
 ٹیکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی ماں ان حکم صاحبہ کو
 اس سے زیادہ گھبرائی رہتی ہے۔
 ☆ ☆ ☆

نالد نے ماہاندے رہنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ کوشش کرے گا کہ کچھ خیر افراد کو اسپتال کے لیے فنڈز دینے پر راہی کر لے۔

وہ پراسید تمہیں کہ انہوں نے ایک اچھا قدم اٹھایا ہے۔ اللہ کی طرف سے انہیں مدد میسر آئی رہے گی۔ فی الحال وہ کچھ کچھ میسر تھا اس پر اکتفا کر کے اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھیں اور اپنی رہائش کے لیے بھی اسپتال ہی کا ایک حصہ ہسپتال کر رہی تھیں۔ اسپتال سے ملحق یہ دو کمروں کا ایک پورشن ساتھ تھا جہاں وہ رہتی تھیں اور اپنا ہر کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔ گاؤں والوں نے ذاتی کاموں کے سلسلے میں بھی اپنی خدمات کی پیشکش کی تھی لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا تھا۔ بیرون ملک رہ کر انہیں اپنا ہر کام خود انجام دینے کی عادت ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ انہیں یہ پسند بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے احسان کا بدلہ اس طرح لیں۔ انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس کے بدلے میں وہ خوشی اور اطمینان قلب کا کافی تھا جو انہیں یہ سب کر کے حاصل ہوا تھا اور وہ بجا طور پر کہہ سکتی تھیں کہ لندن کے جدید ترین اسپتالوں میں کام کر کے اور سکولیات سے مزین ہاسٹل کا ہوں میں رہ کر بھی انہوں نے کبھی وہ خوشی نہیں پائی تھی جس سے ان کا دل اب واقف ہوا تھا۔ گمنامی کی یہ زندگی انہیں راس آگئی تھی اور وہ اپنی دہری شہریت کو بھول کر اس مٹی کی ہو کر رہ گئی تھیں جس سے ان کا خیر اٹھا تھا۔

☆☆☆

”میں جس اسکول میں ملازمت کرتی تھی، اس کے ایک ٹنکشن میں داصف کے والد بطور چیف گیٹ آئے تھے اور میری خوب صورتی اور برجستگی سے گھائل ہو کر گئے تھے۔ اس ٹنکشن میں کپیترنگ کے فرائض انجام دیتے ہوئے مجھے اندازہ بھی نہیں ہوا تھا کہ میں کسی کو اتنا متاثر کر چکی ہوں۔ ان کی طرف سے رابطہ کیا گیا تو میں حیران رہ گئی۔ وہ پہلے سے شادی شدہ تھے اس لیے مجھے ان کی محبت کو قبول کرنے میں ہموار سامانہ تھا لیکن پھر ان کی شدتوں کے سامنے مجھے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ والدہ بچپن میں فوت ہو چکی تھیں اور صرف والد تھے جنہوں نے ہمیشہ میری خواہشات کی تکمیل کی کوشش کی تھی۔ داصف کے والد سے خفیہ شادی کی راہ میں بھی وہ رکاوٹ نہ بنے اور میرے سر پر سایہ بنے میرے ساتھ اس گھر میں رہتے رہے جو مجھے اپنے شوہر کی طرف سے مہر میں دیا گیا تھا۔ اس شادی سے مجھے سب کچھ حاصل تھا اور میں کسی شہزادی کی طرح رہتی تھی لیکن

سرعام خود کو ان کی بیوی کہنے کی اجازت نہیں تھی۔ انہوں نے مجھے سمجھایا تھا کہ وہ دنیا کے ڈر سے نہیں بس اپنی پہلی بیوی کے ڈر سے مجھے چھپائے ہوئے ہیں اور اس شادی کا اعلان اس وقت کریں گے جب میں ماں بن جاؤں گی۔ ان کی بیوی ان کی تیا زاد اور عمر میں ان سے آٹھ سال بڑی تھی۔ عمر کا فرق بھولا جاسکتا تھا، اگر ان کی بیوی کا رویہ اتنا زیادہ حاکمانہ نہ ہوتا۔ اس حاکمانہ رویے کے پیچھے میرے شوہر کے والد اور تیا کی بھور سپورٹ تھی۔ ان کا خیال تھا کہ شا جہاں، آصف سے زیادہ ذہین اور قابل ہیں اسی لیے خاندانی معاملات سے لے کر سیاست کے میدان تک ان کو آصف سے آگے رکھا جاتا تھا۔ آصف کا اندازہ تھا کہ ان کی بااختیار بیوی کتنی خود پسند، خود مر اور خود غرض ہے۔ آصف کی شادی کی خبر ہوجانے پر وہ انتقام میں کچھ بھی کر سکتی تھی۔ اپنے غلاموں کی فوج کے ہوتے ہوئے اس کے لیے انسانی زندگیوں کے فیصلے صادر کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ ان جاں نثار غلاموں اور اپنے حیاری سے بنائے تعلقات کے بل پر وہ اتنی طاقتور ہو چکی تھی کہ باپ اور سسر کی حمایت کے بغیر اس کے اقتدار کو کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا۔ اس کی واحد کمزوری یہ تھی کہ وہ شادی کے اتنے برس گزر جانے کے بعد بھی ماں نہیں بن سکتی تھی اور آصف چاہتے تھے کہ وہ اپنے وارث کے ساتھ مجھے منظر پر لائیں تاکہ خاندان کی طرف سے مجھے حمایت حاصل ہو سکے۔ مجھے داصف کی خوشخبری ملنے میں کچھ وقت لگا اور جب یہ خوشخبری ملی تو ایک دوسری خبر نے اسے زامانہ کر دیا۔

”شادی کے اتنے برسوں بعد شا جہاں بھی بھڑا بیٹور پر ماں بننے جا رہی تھی۔ آصف فطری طور پر خوش تو تھے لیکن ساتھ ہی انہیں یہ پریشانی بھی لاحق ہو گئی تھی کہ اگر شا جہاں کے بطن سے بیٹا پیدا ہو گیا تو ان کے لیے میری اور میرے بچے کی جگہ بنانا مشکل ہو جائے گی۔ اس پریشانی کا کوئی حل نکلتا اس سے پہلے ہی وہ حادثہ پیش آ گیا جس نے آصف کو ہر مسئلے سے بے نیاز کر دیا۔ وہ ایک جلسے میں شرکت کے لیے پہنچے ہی تھے کہ انہیں گولیوں سے چھلنی کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ بہت شور مچا۔ مخالف پارٹی پر الزام عائد کیا گیا، انکو آڑی کے مطالبات کیے گئے لیکن ہماری ہلکی تاریخ کے مطابق قاتل گرفتار نہ ہو سکے۔ آصف کے دل سے میری تو دنیا ہی اجڑ گئی۔ میرے والد نے مجھے اپنے سسرال جانے کا مشورہ دیا لیکن میں ہمت نہیں کر سکی۔ جس عورت سے آصف خورندہ تھے میں اس کے سامنے جانے کی جرأت کیسے کر سکتی

تھی پھر میرے پاس نکاح نامے کی نقل کے علاوہ کوئی خاص قیمت بھی نہیں تھی۔ قاعدہ و لوگ اس نقل کو کل ساری اور فراز قاروہ کے رخصتگار تو میں کیا کر پائی۔ میں نے دافغ کو اس ایک طرف ہو کر زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا۔ دافغ کی پیدائش تک میں عمر گھر میں ہی محدود رہی اور اس موقع پہنچی سے گزارہ کرتی رہی جو آصف مجھے اخراجات کے لیے دیا کرتے تھے۔ دافغ کی پیدائش کے ایک ماہ بعد ہی میری اخراجات سے شاہین نے ماں بیٹے کی بھی خبر لئی۔ وہ بھی بیٹے کی ماں بیٹی بھی اور باکل کھانچ نہیں کسی گھر میں دافغ کو اسے خاندان کے وارث کے طور پر سمجھنے لگا اور ماں بیٹے کی ماں بنی۔

”میں نے ہر ماں کا ہوا مکان فرحت کر کے رقم اکاؤنٹ میں محفوظ کر دی اور خود گرانے کے چہرے سے عمر کی شکل لی۔ میری شادی کے بعد سے میرے والد جو پہلے طبری کی کا کا لکھا کرتے تھے، آصف کی فراخ پاشی ترک کر کے تھے۔ پڑھیں زندگی کے سونے لوٹنے کے بعد ان کے لیے بڑھانے میں دوبارہ ضروری ناک مشغل تھا۔ جس میں دافغ گران کے حوالے کیا اور خود دوبارہ اسکول کی ملازمت اختیار کر لی۔ بی بی جینے اور انیت سے میں دافغ کی حساب برداری کرتے تھے جس کا حساب رہی لیکن ہیرال ماں نے وہ زندگی نہیں دے کر کہ جو آصف کے زندہ ہوئے اور موت میں اسے نقل لیا۔ دافغ کوئی بھی نہ اس کے دوھیال کے بارے میں بتایا بھی نہیں کہ نہیں خواہ وہ اس کا چرچا میں نہ جائے۔ مجھے کبھی معلوم تھا کہ چکر تو میرے پیچھے بڑا ادا ہے اور خود زندگی گزارنے کے باوجود جس کی خاطر ماں نے اسے ہم سے جو جو کم بتایا ہے اس سے میں اس بیٹی پر لگی ہوں کہ شاہین کو ایک عمر سے آصف کی دوری شادی اور دافغ کے رجب کا دور تھا اور وہ اپنے کسی منصوبہ بندی میں صرف نہیں کیوں؟ میں نہیں جانتی لیکن اعزازہ کو کہتی ہوں کہ اب یہی گھماک اور شاطر عورت ہے جو کبھی باوجود نہیں کیا ہوگا۔ اب تو مجھے یہ بھی گڑھ بننے لگا ہے کہ میرا بی بی جانجی موت نہیں مرے گا۔ اب دافغ کو کیا کیا ہے اور لگتی ہے اور شاہین دار

دوست ہو گئے تھے اور دافغ کے وارث کو بھی دیا دافغ کو دے دیا جاتا ہے اور اس لیے ہم جیسے اہل گلت میں وہاں سے نقل کر رہے ہیں۔ ان میں ہم جیسے اہل گلت میں ہیں میرے سارے ماموں کا گھر ہے اور شوہر میں، میرے کسی

وقت دار کو اس کے بارے میں علم نہیں ہے۔ والد کی زندگی گھر میں اور ان کے انتقال کے بعد کسی کو گھر کرنے کے حکم بھی رہنے کی وجہ سے اور پاشن کا وہ تبدیل کرنے رہتے تھے۔ دوسرے میں صرف ہی بہت رفتی کی اس لیے آس برسوں سے بھی اتنے زیادہ گھر سے تعلقات قائم نہیں ہو سکے، انہیں میرے بارے میں زیادہ معلومات حاصل ہوئے، انہیں میرے امید ہے کہ تم یہاں میرے عمر تک محفوظ رکھیں گے۔“

وچو پڑھی اور لکھی کہ ابایت پر درویش کے علاوہ چیل تھی بھی کرنے لگی تھی۔ لاکر نے اس سے کہا کہ وہ چنانچہ خود لیکچر کے اور چیل تھی کہ روایہ بڑھانے کی اتنی ہی لیکچر کے پیدائش میں آسانی رہی۔ چیل تھی کے اسے گھر کے دستے باجیسے میں جاگھونے کی اجازت تھی، اس لیے وہ یہ کام بہت دل چاہتی تھی۔ گھروں کی زر سے باہر جانے کی ضرورت سے دور کھڑے کرنا بڑا اچھا لگتا تھا۔ ساموہی ساتھ وہ یہاں سے فراہم کر رہیں تھیں سوئی ڈی کی بلکن اجازت دینے والوں سے بھی اس لیے اجازت دی تھی کہ انہیں اعلیٰ تعلقات پر مہر سنا تھا۔ چار دہریا ہوتے اور بی بی کی اور لگتے پر چشمت کے پیر اور موجود رہتا تھا۔ عمرانی کے دو کتے بھی موجود تھے لیکن کتوں کو اس نے سب سے خود بخود ہٹا کر لیا تھا۔

انہیں گورٹ کے بارے میں اچھوتوں بگٹ تھا کہ وہ زندگی کی اس لیے وہ ان کی سب سے بڑی دوست بن گئے تھے اور اسے دیکھتے ہی دم ہلانے لگتے تھے۔ فرار ہنگن دکھائی دینے کے باوجود وہ کتہہ دیکھ فرار کی تیار کرتی رہی تھی۔ اب بھی اس کے بلانے کا پاشن کا چال بناتے ہوئے دیکھا اور خاموشی سے اندر چلی گئی۔ اور حال میں میں اس کی اہی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ اسے دکھا تو کسی بات سے دانے سے شوہر کی طرح سے نکلتی ہے بولا۔

”میرا بی بی خود اسی طرح سے بات کرتے ہیں ان کی نقل کردادو کرتی تھیں سے ہو اور میں جو ساری دنیا کے کام چھوڑ کر یہاں بیٹھا ہوا ہوں، تمہارا بیٹ بیٹ خیال کر رہا ہوں۔“ یقیناً وہ جانتا تھا کہ یہ ڈائیاگن فون کی دوسری طرف موجود اس کی انہیں بھی نہ رہی ہیں۔ اس کے جواب میں میں خود تیرھوڑوں سے ماہوں کو گھورا اور پھر اس کے ہاتھ سے فون لے کر اس سے بات کرنے لگی۔ ان سے کچھ اور بات کرنے کے بعد اس نے ابو سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو فوراً لگا کر آئے۔

”اسے بھی یہاں سے دور تھا ہمارا سما میں کسی بے اس عمل کرنے کے لیے ہے تو اب۔“ سلام دعا کے بعد انہوں نے خود ہی ذکر پھیرا دیا مجھے سب کے متعلق وہ سوچ رہی تھی چنانچہ فوراً بولی۔

طرح گھر سے جبر سے اڑ جاتی ہوں اور کھلی نکالوں میں چھپائی پھر لیتی ہوں۔“ بولتے ہوئے اس کی توجہ ماہل پر بھی گئی جو اسے گفتگو نہ کرے اور ہاتھ اور اشارے سے اس طرح کی سختی کرے گا ہاتھ۔ وہ اپنی بات سے گرجا گئی اس لیے خاموش ہو گئی۔ دوسری طرف اب اس خواب پر اٹھتے تھے۔

”تھیں ایسا اب آپ بعد میں اس سے کھول بیٹھے، ابھی تو مجھے یہ یاد ہے کہ آپ کو جب چچا کی برسی میں شرکت کے لیے وہی تک روانہ نہیں کیوں ہوئے ہیں۔ ہر دوں ان کی برسی سے اور ہر سال تو ہر گھوم دوں پہلے ہی اور بی بی جاتا ہے۔ اس سال میں آپ سب کو ایک وہاں بھی جانا چاہئے تھا روانہ چلی تھیں ماں اس کی اور اپنے دل میں کمان کر رہی کہ کہنی کو اور نئے خاندان میں زیادہ کر آپ ضرور وہاں سے ہیں۔ کسی کو اس طرح کا گمان کر لو کہ سونج بنانا مناسب نہیں ہے۔ اب ہتھوڑا کر آپ لوگ آج ہی وہاں کے لیے روانہ ہو جائیں۔“ وہ بغیر بے ہوشی چارہ کی ہے، اتنے پڑھتا کہ کبھی اور میں اس سے کو نہ نہیں سمجھتا اور اس کا بیٹا یا اور وارہ جائے۔ بیٹا اور وارہ اس پر تھا کہ ازم اگے بولنے سے بات بھی کی کہ انہیں اس سلسلے میں اس سے کوئی سوال نہیں کرنا ہے چنانچہ انہوں نے سوال نہیں کیا قاروہ بات سنازت سے ہوتے تھے۔

”قاروہ اس بات کا ایک ہے چنانچہ ہمیں اتنی ہی اس سلسلے میں بات کر ہوں۔“

”بات کیا کرتی ہے ابو اب اس نے اتنی تیار کی کہہ نہی۔ ابی آپ کی بات کا ہاتھ سے انکار کرتی ہیں اور تو ایک سے شہادت ہے کہ کھانسی کھلی ہر سال چچا کی برسی میں شرکت کرنے ان کے گھر پہنچے۔“ اس نے ایک ماہ پر اپنی بات پر زور دیا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ جو کچھ کہتی ہے وہ حقیقت تھیں۔ یہ نجیب نام کے اس کو لکھی تھی تھیں تو ہر سال ان کی برسی میں جانے کا کیا سوال پید ہوتا تھا لیکن ابو نے نہایت تمہاری سے کام لیتے ہوئے ایک ہی سوال میں اعلیٰ تھا تو اس سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے کہ کھانسی ان سے کہنے کے ساتھ رکھا تھا۔ وہ فون بند کر کے اب بعد اس سے بے غور کرنے تو اس بات کو کچھ جاننے کے ان کا اپنی خاص سبب سے آج کی تاریخ میں گھر چھوڑ کر کی غلطی تمام پر چلے جاتا ہے ضروری ہے اور اس میں اس کی جان پوچھ۔ وہ اب بہت زیادہ پڑھ کر کہ اس کے لیے لاکھ پریشان ہونے کے باوجود اس کے بیٹا پر ضرور عمل

تھیں ساتھ ساتھ کارہواں وقت کہاں ہے۔ اس دن کے بعد سے اس کا دور سے گزرا ہے پراپے گمراہوں سے رابطہ بنانے کے قات اور وہ اپنے تئیں تسلیم دیتی تھی کہ کچھ دنوں سے مشکل حالات سے نکل آئے ہیں اس سلسلے میں جی ایس کی سادگی امیدیں ڈاکٹر زنت کے قاتوں سے بڑی ہیں تھیں۔

وہ دلال چپ ایک دوسرے سے تھے جس اور اپنی اپنی کامیابی سنا چکی تھی تو بے امید بھلے تھے اور بہت ہی سادہ سادے آگے تھے۔ ڈاکٹر زنت کو اب بھی اپنے کیریئر کا وہ ابتدائی زمانہ یاد تھا جب ان کے بھائیوں نے انھیں ایک فلم کے لیے پیرن بلک بھیجے تھے۔ انکار کر دیا تھا اور ایک بہت مشہور اور تیل لیلی ڈانکر ایجنٹ سے مل گئی تھی۔ اس لیلی ڈانکر کے پاس شاہجہاں بیگم کا پاس بھی تھا اور ان کے بعد میں ہونے کی وجہ سے وہ زنت کے ساتھ شاہجہاں بیگم کی حویلی چلی اور ان کا ساتھ کیا کرتی تھی۔ اب یہ واقعات تھاکر ٹری بلوں میں آگے نکلی ڈانکر کی والدہ فوت ہو گئی اور اسے فوری طور پر ان کے جنازے میں شرکت کے لیے اپنے آپ کو روانہ ہوا۔ وہ شاہجہاں بیگم کی اسی رات شاہجہاں بیگم کی طبیعت بھی خراب ہو گئی اور ڈاکٹر زنت کو ہی سنبھالنے چینی ہونا پڑا۔ وہ جینز میں لیگیں اس اجلاس سے دوسرے سینٹر ڈانکر سے بہتر تھیں کہ مٹروس سے شاہجہاں بیگم کے دل سے گھسی گئی تھی۔

سینٹر ڈانکر سے شاہجہاں بیگم کی سلامت بھی سنائی گئی ہے۔ زنت نے ہی شاہجہاں بیگم کی تمام نگہاری کے باوجود ان کا کئی بار پھانسی ہو کر مار دیا۔ آئے ہی خود کو مار دیا۔ کچھ ایک پچھلے شوٹر کی سوت کا مدد سے سینے والی شاہجہاں بیگم کی پھر تیار ہوا تھا۔ قاتوں کا مدد لینے سے پیدا ہونے والا چپ ایک ناکل سستی ہے اور ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جسے تیسری منصف کہا جاتا ہے۔ یہی اتفاق ہی تھا کہ دوران عمل نے جی ایس ایجنٹوں کی رہی کہ ان سائڈز کے باوجود اس کی منصف کا نہیں کیا جاسکا تھا۔ انہوں نے بہت خاموشی سے سچے کوکل میں لپیٹ کر شاہجہاں بیگم کی ملازمت سنبھالنے کے حوالے کر دیا تھا اور خود اپنے فرائض انجام دیتے گئے تھے۔ بعد میں ڈانکر نے شاہجہاں بیگم کو شہادت سے آگے دیا تھا کہ جنہوں نے اسے ہانک لیا تھا میں بھی اس کے آگے اصرار کیا تاکہ ہونے کے لیے شاہجہاں بیگم کو ڈاکٹر زنت کو اس جگہ پر رکھنے کی اجازت دے دیا اور خود کو ہانک لیا تاکہ ہونے کے لیے شاہجہاں بیگم کا دورے کرنے سے زنت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا

اس لیے انہوں نے ان کی پینکشن فوراً شراکت سے قبول کر لیں۔ گمراہوں کے روپے سے باہمی کی وجہ سے اس وقت انہیں شاہجہاں بیگم کی کڑی سزا لگائی گئی۔

واقف بھی جس اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ عادل کو دنیا میں لانے میں مدد دینے والے آٹھ ڈاکٹر زنت کے تھے۔ اس لیے شاہجہاں بیگم کی زبانی نے باقی واقعات سے آگے کیا تھا۔ شاہجہاں عادل کی قدرت کے سلسلے کو قبول نہیں کیا تھا اور پیسے کے تل پر تھے۔ پر عادل کی اجموری شخصیت کو انہوں نے سہل سماتنے کی کوشش میں ہی گہری تھیں۔ انہیں اپنی ان کوششوں میں اس حد تک کامیابی حاصل ہوئی تھی کہ عادل میں تیسری منصف کی خصوصیات نمایاں نہیں ہوئی تھیں اور پھر تیسرے شخص سے وہ ایک لڑکا ہی نکلا تھا۔ ڈاکٹر زنت کے بلے سے بڑے پاپیلے تھے۔ ملازمت خاص کے علاوہ ان کے عادل کے پینکشن کی اجازت نہیں کی گئی تھی۔ ایک ان پڑھ گورت کی اور تربیت کے لیے کو ایفنا گز گورس کا ہونا ضروری تھا جس کے بلے جاپھر کا انتخاب کیا گیا۔ احتیاط کے باوجود ان رات سچے کے ساتھ رہنے والی جاپھر پر سچے کی قیمت ڈاکٹر زنت اور پیسوں سے کا بھی مضامین کرنے کا انتظام کر لیا گیا۔ عادل کے کو جرنی کی حدود میں داخل ہونے کے بعد جاپھر کی ضرورت نہیں رہی اور وہ اپنے تمام کچھ جو جرنی میں اس کے استعمال کے لیے ہی منصوبہ بندی کی جاسنے گی تو جاپھر باہر بھی ضروری کردار کو سمجھتے بننے سے نکل ہی سہم کرنے کا فیصلہ کیا اور بلے اس کے سماجی کے فاقوں میں طرے سے اٹھا لیا گیا۔

عادل کے لیے منصوبہ بندی کرتے ہوئے شاہجہاں بیگم نے ان دو دروزوں کو فراموش کیا تھا جن سے وہ سچے شوکر کی وفات کے چھ مہرے بعد ہی آگاہ ہو گئی تھیں۔ انہیں اسے زنت کے خفیہ شاہجہاں بیگم کی رہی ہے۔ سولہ مونی کا کراچ مارل گیا تھا جن کو شاہجہاں بیگم کی طرف سے مسلسل خاموشی کی وجہ سے انہوں نے صوفی اور اس کے بیٹے اور صفی کو بھی نہیں بھیجا تھا۔ وہ ڈر گیا سیدنا میں اور واقف تھیں کہ کس مہرے سے کب کام لینا ہے۔ اپنے منصوبے کے گھسے مہرے کے لیے انہوں نے سورج کو ہسپتال کی اور عادل کی شادی کے بعد انہوں نے سورج کو ہسپتال تک لانے سے کامیاب رہیں۔ انہوں نے جگہ جگہ ہوا تھا جس کے لیے واقف ہی سب سے زنت سے انتخاب تھا اور وہ چاہتی تھی کہ

خان آصف جاہ کے پوتے کے نام سے دنیا میں آنے والا بچہ ان ہی کا خون ہو۔ واقف سے انہوں نے سچی سچی جوہر حاصل کرنے کے بعد انہوں نے اس کے لیے کو ایف لگائی۔ کوشش کی۔ ایسے ہی سچے اور جگہ وہ اپنی زندگی کا سب سے اہم ہاری کیلئے جاری تھیں، خلاف وعدہ ڈاکٹر زنت کی وطن دہائی میں بہت یاد آکر رہی تھی۔ کوشش میں نہ کا کی کے بعد دوسرا اور کیا گیا تھا۔ اس دوسرے رادے سے بھی ڈاکٹر زنت خود ہی تیسری کے واقعہ کو خود ہی سنبھالنے کی کوشش کی اور اس کی خبر سچے ہی وہ عروس کے پاس بھی زیادہ دیکھ نہیں تھا اس لیے عروس کو لیبروم سے بلاتے سے پہلے ہی سے وہاں منتقل کرنا پڑا۔ تکلیف میں ہونے کے باوجود وہ عروس کو شہادت کر لیا۔

عروس آپ عروس ہیں۔۔۔ خان عادل جاہ کی بیوی؟

”تم کو نہیں ہے؟“ سوال کا جواب دینے کے بہانے اس نے سوال کیا۔

”ہیں۔۔۔ میں سورج ہوں۔“ سورج کی بھی سہم نہ آیا کہ کہیے انہیں اصل قاتوں کے روپے چنا چھ مہرے نام بتاتے پھر ہی انہیں اور عروس کے نام یاد آئی۔

”سورج اور میں۔۔۔ خان آصف جاہ کی بیوی؟“ اس نے سوال کیا تو ردی اپنی ہر سوچ اور وہ شدت سے اپنی ماں کو یاد کر رہی تھی۔ صوفیہ خانوں کی تمام توجہ کے باوجود ایسے بڑے بڑے وقت میں اپنی ماں کی گھبرائے تھیں۔ اس کی ساری کیفیتیں یاد فراموش ہونے لگی تھیں۔ وہ تو اسے سہل منتقل کر لیا گیا۔ ڈاکٹر زنت کا ہسپتال تھا اور سورج کی آمد سے چند منٹ پہلے ہی وہ عروس کے پاس بھی گئے تھے۔ اس نے ایک بہت خوب صورت اور مدنیہ مہرے کو کھم دیا تھا اور اس کی خبر سچے ہی وہاں بڑی ہوئی تھی۔ سورج کے پاس بھی زیادہ دیکھ نہیں تھا اس لیے عروس کو لیبروم سے بلاتے سے پہلے ہی سے وہاں منتقل کرنا پڑا۔ تکلیف میں ہونے کے باوجود وہ عروس کو شہادت کر لیا۔

عروس آپ عروس ہیں۔۔۔ خان عادل جاہ کی بیوی؟

”تم کو نہیں ہے؟“ سوال کا جواب دینے کے بہانے اس نے سوال کیا۔

”ہیں۔۔۔ میں سورج ہوں۔“ سورج کی بھی سہم نہ آیا کہ کہیے انہیں اصل قاتوں کے روپے چنا چھ مہرے نام بتاتے پھر ہی انہیں اور عروس کے نام یاد آئی۔

”سورج اور میں۔۔۔ خان آصف جاہ کی بیوی؟“ اس نے سوال کیا تو ردی اپنی ہر سوچ اور وہ صرف اثبات میں ہی باہمی۔۔۔ وہ خود ہی ڈاکٹر زنت کو فوراً اس کی طرف متوجہ کر دیا۔ بیرون پیلے خان آصف جاہ کا وارث اور جیروہ کی شخصیت کی حیثیت سے ان کے ہاتھوں کی یاد میں آیا تھا اور آج ان ہی کے ہاتھوں خان آصف جاہ کی شکل کو آگے چلانے کے لیے دو تین جانوں نے دنیا میں قدم رکھا تھا۔ یاد بات کرنا کیا شکل کو آگے بڑھانے کے لیے دنیا میں آیا اور دالے یہ دونوں تھے جو ان کی خاندانی بیوی شاہجہاں بیگم کی اولاد کے لیے دنیا میں تھیں۔ آئے تھے بلکہ ایک سمونی اسکول پچھرو صوفیہ خانوں کے بیٹے واقف کا خلف تھے جو خان اسکول کا بچا بنے ہوئے تھے۔ وہ بڑے ہی خود بخود خان واقف جاہ نہیں بلکہ اس کا پورا پورا جرنی میں دنیا چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ دیکھا جاتا تو وہ زندگی باہر بھی جیت گیا تھا کہ خان آصف جاہ کی شکل کو اس کے بیٹوں نے ہی آگے بڑھا تھا۔



☆ ☆ ☆

سورج کی حالت شاید اس سے بھی ٹھیک نہیں تھی۔ وہ رو کر دوری لپریں اٹھ رہی تھی اور وہ شدت سے اپنی ماں کو یاد کر رہی تھی۔ صوفیہ خانوں کی تمام توجہ کے باوجود ایسے بڑے بڑے وقت میں اپنی ماں کی گھبرائے تھیں۔ اس کی ساری کیفیتیں یاد فراموش ہونے لگی تھیں۔ وہ تو اسے سہل منتقل کر لیا گیا۔ ڈاکٹر زنت کا ہسپتال تھا اور سورج کی آمد سے چند منٹ پہلے ہی وہ عروس کے پاس بھی گئے تھے۔ اس نے ایک بہت خوب صورت اور مدنیہ مہرے کو کھم دیا تھا اور اس کی خبر سچے ہی وہاں بڑی ہوئی تھی۔ سورج کے پاس بھی زیادہ دیکھ نہیں تھا اس لیے عروس کو لیبروم سے بلاتے سے پہلے ہی سے وہاں منتقل کرنا پڑا۔ تکلیف میں ہونے کے باوجود وہ عروس کو شہادت کر لیا۔

عروس آپ عروس ہیں۔۔۔ خان عادل جاہ کی بیوی؟

”تم کو نہیں ہے؟“ سوال کا جواب دینے کے بہانے اس نے سوال کیا۔

”ہیں۔۔۔ میں سورج ہوں۔“ سورج کی بھی سہم نہ آیا کہ کہیے انہیں اصل قاتوں کے روپے چنا چھ مہرے نام بتاتے پھر ہی انہیں اور عروس کے نام یاد آئی۔

”سورج اور میں۔۔۔ خان آصف جاہ کی بیوی؟“ اس نے سوال کیا تو ردی اپنی ہر سوچ اور وہ صرف اثبات میں ہی باہمی۔۔۔ وہ خود ہی ڈاکٹر زنت کو فوراً اس کی طرف متوجہ کر دیا۔ بیرون پیلے خان آصف جاہ کا وارث اور جیروہ کی شخصیت کی حیثیت سے ان کے ہاتھوں کی یاد میں آیا تھا اور آج ان ہی کے ہاتھوں خان آصف جاہ کی شکل کو آگے چلانے کے لیے دو تین جانوں نے دنیا میں قدم رکھا تھا۔ یاد بات کرنا کیا شکل کو آگے بڑھانے کے لیے دنیا میں آیا اور دالے یہ دونوں تھے جو ان کی خاندانی بیوی شاہجہاں بیگم کی اولاد کے لیے دنیا میں تھیں۔ آئے تھے بلکہ ایک سمونی اسکول پچھرو صوفیہ خانوں کے بیٹے واقف کا خلف تھے جو خان اسکول کا بچا بنے ہوئے تھے۔ وہ بڑے ہی خود بخود خان واقف جاہ نہیں بلکہ اس کا پورا پورا جرنی میں دنیا چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ دیکھا جاتا تو وہ زندگی باہر بھی جیت گیا تھا کہ خان آصف جاہ کی شکل کو اس کے بیٹوں نے ہی آگے بڑھا تھا۔



شاہجہاں بیگم ہار مائے داولوں میں سے نہیں تھیں۔ عروس کی تلاش میں نام تمام ہوا۔ باوجود وہ اس کے چھوڑنے کو جانی کی تصویر پر ایک حادثی شہدہ کے عنوان سے مسلسل شہتر کر رہی تھی اور آذکار خراں کی بڑے کام کر رہی تھی۔ لیکن اطلاع کی کہ رواد میں اس محل صورت کا ایک لڑکا اپنے گھر والوں سمیت ایک خانہ کے ساتھ تھیں۔ وہ اس لڑکے کے سمیت اس خانہ کے ایک کمرے میں مقیم تھے۔ ہر پلٹتے ہی اس بار شاہجہاں بیگم نے اپنا طریقہ کار تبدیل کیا اور عرصہ دو مہینے اور لایع کے مٹھکنے سے استقبال کرنے کے بغیر بہت خاموشی سے ان لوگوں کی گمانی کر دہائی ہوئی۔ ان کے پاس ایک دن کا حساب تھا اور وہ اس موقع پر بائیس روپے کے بارے میں جان سکتی تھی۔ جب عروس کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی۔ انہیں یقین تھا کہ اس موقع پر عروس کی جان اس کے پاس ہے۔ اس کے کوشش ضرور کہہ سکتی اور ان کا یہ یقین غلط ثابت نہیں ہوا تھا۔ عروس کے ہاں بیٹے کی ولادت کا سن اس کی اپنی بھند ہوئی۔ اس کے ہاں بیٹے کی ولادت کا نام بھی اس کے پاس آئے۔ ناچار عروس کو انہیں اپنا پتا بتا دیا۔ دیکھے جسی اب وہ منظر عام پر آئے۔ وہ بڑے چپکے چپکے شاہجہاں بیگم کے پہلے کسی رازدار کی ضرورت نہیں تھی۔ عروس کے والدین بھی سے ملے اور اطلاع دے دی۔ وہ عادل سمیت ہر کاروں نے اپنی بھی اطلاع دے دی۔ وہ عادل سمیت رنگے ہاتھوں نے عروس کو پکڑنے والوں جانچیں اور ان کے سب سے پہلے ڈاکٹر رفعت سے سامنا ہوا۔ شاہجہاں بیگم انہیں زندہ بچھڑ کر جان دے گئیں۔

”ابھی تیرا ن نہ ہو، ابھی تک صاحب! ابھی ڈاکٹر فکرت ہی کی کوشش کریں کہ لوگوں کی زندگی اور موت کے فیصلے اور تقدیر پر ان کے ہاتھوں میں آج نہیں پڑیں۔ یہ فیصلے اس رب کے اختیار میں ہی رہے۔ جس نے اس کا ناکتہ کو کھینچ لیا ہے۔ میری زندگی سمیت آپ یہاں رب کے اختیارات کے سامنے نہ دیکھیں گی اس لیے اپنی عسوی حیرت منہاں کر رہیں۔“ وہ شاہجہاں بیگم کو دیکھ کر نہ تو گھبرا گیا اور نہ ہی خوفزدہ ہونے لگا۔ اس کے بڑے منہ مٹھلا ہوئے۔ والے انداز میں اس نے جانب نہیں تھیں۔

”ہم ہمیں کسی دو کوڑکی کی ڈاکٹر سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتے۔ ہم صرف آپ کو سنبھالنے کے لیے آئے ہیں۔“ ان کی اس بات کو فاطمہ بیگم نے بغیر شاہجہاں بیگم نے رعونت سے اعلان کیا۔ ان کے گونگے بہرے، ایک اشارے سے چھتر راجہ راجہ راجہ سلام کے

ساتھ تھے اس لیے وہ اپنی جگہ تہی پر تھام گئیں۔ ”تو آپ کو کوڑکی پر سے لی بیگم صاحبہ! کیونکہ آج یہ دو کوڑکی کی ڈاکٹر آپ کی عزت دار اور وہ کوڑکی کا کرنے کی چیز نہیں میں سے..... اور ہاں اپنی کرکیشن کر لیجیے۔ یہاں خانہ آف ماف ہاں ایک بیگم ہو پڑے سو جو ہیں۔ یاد رہے شاہجہاں بیگم کے ہوتے نہیں ہیں کیونکہ یہ ناکتہ سے پہلے ہی سے لیا گیا تھا کہ شاہجہاں بیگم کو اس کی نکتہ نہیں ملے والی ہے۔ بہت کاتھ اور لیجیے جو ہوتے ہیں انہوں نے ایک نظریں کا ساتھ کھڑے حال کے چہرے پر ڈالی۔ اس کا خوبہ دوپہرہ اس میں تو ہیں سے سرخ ہوا تھا۔ ڈاکٹر فکرت کو ملی بھر کے لیے اپنے الفاظ پر افسوس ہوا۔ وہ کس خود بخود ملی بھر تھا نہیں، وہ اپنے توبانی اس کی گمانی کی منصوبہ بندی نہیں میں سے ساتھ مل کر نظر سے گزر رہی تھی اور ان کے ساتھ شہرت کو فخر رکھنے کے لیے کتنے انسانوں کی جان کی گئی ہے اور اسے ان کی زندگی کتنا شایا گیا ہے۔“ تو وہ دھوکے باز سو اور خانہ آف ماف کی دلیل منور ہوئی تھی۔ ”؟“ وہ شاہجہاں بیگم کو اندازہ لگانے میں درپیش تھی۔

”دھوکے باز سو رہیں آپ ہیں جس نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ایک معمولی انسان کے عرصہ ایک معمول لڑکی کے جذبات سے کھلو اور کیا اور ہی صورت خانوں کے خانہ آف ماف جاؤں رکھ ہونے کی بات تو یقیناً یہ بات آپ مجھ سے زیادہ ابھی طرح جانتی ہیں کہ صرف خانوں کے ساتھ ہی کافی نہیں ہیں۔ خانہ خاندانی دولت و جاہدار میں آپ کی برابر کی شریک اور خاندانی عزت و احترام اس حق دار۔“ وہ بہت سکون سے شاہجہاں بیگم سے دیکھ رہی تھی۔

”ہم یہ ساری بکواس نہیں بیان نہیں آتے ہیں۔ ہم اپنے ہوتے کو یہاں سے لے جانے آتے ہیں اور لے جا کر رہیں گے، چاہے اس کے لیے ہمیں یہاں لایا بھی گیا لیکن وہ اپنی شاہجہاں بیگم پر ایسا کرنے کے لیے تیار ہے کہ ان کے فلاںوں کے تھپاؤ رواد سید ہو گئے۔

”ہر بات شوق سے سب سمجھیے۔ سب سے اس حاضر کو بہت اہمیت تھی۔ شوق کر کے اور سیدے اس ساری استوری کو بہت چھاندرے کہ سنائے گا۔ عروس پر اور شاہجہاں بیگم کے بیانات دیکھا دیکھے جا لیجیے۔ اپنی ڈاکٹر مشال بارشل جس کی خدمات آپ نے اس گمانوں نے

منصوبے کے لیے حاصل کی تھی، اب تک بغیر ادارے کے ایٹکاروں کے سامنے اپنا استعزائی بیان دے چکا ہوگی۔“ ڈاکٹر فکرت نے الفاظ سے شاہجہاں بیگم کو حرکت ڈالی۔ ”تو جہت ہو رہی ہے۔ اور اسے ساتھ بلف کر رہی ہوگی۔ یہاں یہاں معلوم تھا کہ ہم یہاں آئے والے ہیں۔“ کرتے تھے۔ انہوں نے منظر کی کوشش کی۔

”مصلحتی طور پر صرف آپ کے پاس نہیں ہے۔ بیگم صاحبہ اللہ نے دوسرے لوگوں کو بھی اس سے نوازا ہے۔“ ڈاکٹر فکرت نے یہ بات کہی۔

”تم سب کچھ کر سکتی ہو ڈاکٹر! ہمیں بتا کر اس کھیل سے باہر نکال دو، ہم تمہیں اس کی فائدہ دینا چاہتے ہیں۔ اور ہمارے کو تیار نہیں ہیں۔ اور ایک بار پھر ان سوس کا آزمودہ نسخہ ڈرا رہی ہیں۔ ان کی بات سن کر ڈاکٹر رفعت نے شہت سے ٹکی ہاتھ پر مار دی۔

”معاذ کیجیے کہ بیگم صاحبہ! برسوں پہلے جب میں نے اپنی خواہش اور ضرورت کی تکمیل کے لیے آپ کی پیشکش قبول کی تھی تو میرے دل میں کو نقصان پہنچانے کا کوئی خیال نہیں تھا اور میں نے دل میں آج بھی اسے بھری ہوئی ضرورت کی تھی۔ یہیں معلوم تھا میری یہ ہوری لافضیت کے لیے ہے اور میں عرصہ انسانوں کے ساتھ قائم کا نظام کر رہی ہوں۔“

”تم اس لئے کو نہیں کر سکتی؟“ شاہجہاں بیگم فرمیں۔ ”تو میں نے شروع نہیں کیا تھا جو میرے تم کرنے کا اختیار میرے پاس ہے۔“ ڈاکٹر فکرت نے انہیں صاف جواب پکرایا۔

”میں یقین ہے کہ شافتم کر سکتا ہوں۔“ عادل جواب دیکت خاموش تماشائی بنا ٹھوکا اور جس کا چہرہ مل پڑا اپنی رنگ بدل رہا تھا، یکدم ہی بولا اور کسی کے چوکھٹے سے گل اپنے بائیں جانب بیگم کے گارڈ سے اس کی کن جھپٹی۔ وہ ایک تھا اس لیے دوں گاہر کرنے سے گاڑ بھجے گی اور اپنی بائیں شاہجہاں بیگم پر بیٹھے ہو گیا۔ عادل نے کئی گویاں کھینچی پر کھ کر چلا دی گئی۔ وہ ایک انا پر صورت کی انا پرست اور لاٹھا۔ وہ بے پروا داشت کر سکتا تھا کہ برسوں سے سنبھال کر رکھا گیا اس کا پتھر اٹھانے۔ اس لیے اس نے اپنی جان سے کوئی خطرہ عافیت نہیں کی۔ ساتھ ہی اس کی اس کے لیے کے سزا دے کیا تھا۔ اس غیر صورت صورت حال پر بوجھی ڈاکٹر فکرت نے ایک سرورہ آج بھری۔ جو کچھ انہوں

نے شاہجہاں بیگم کے کہا، اس میں عسوی حقیقت کے ساتھ بہت سارا محبت شامل تھا۔ عسوی بھری انہوں نے تقریباً ایک ہی شاہجہاں بیگم نے عسوی طرح عمل ہونے سے پہلے شاہجہاں بیگم ان کے سر پر ہتھیار کی گئی اور انہیں اپنے سمیت اس کی انٹالوں کے جھنڈ کے لیے دعوت دیا پڑا تھا۔ اس نے عسوی سمیت ان کو رداروں کو جو بہت سفاک تھے، اپنے ساتھ لے کر انجا تک پہنچایا تھا۔

شاہجہاں بیگم کی معمولی صورت نہیں تھی جس کو ان کی اور ان کے لیے کی موت کا معاملہ خاموشی سے منہ جاتا۔ پست برام، کھینچ اور کھینچ ہوا کھینچ ہوا ہوتے تھے جن کے بیچے سے انکشاف کیا ہوتے تھے۔ ڈاکٹر فکرت سمیت کھانی کے ہر کردار نے جگ لاکھا کھینچنے کی طرف سے اسے اور کوچھالنے کی ضرورت کی تھی۔ وہ اپنے مرحوم شوہر خان آجانی تھا، خانہ خاندان کی سے مرنے نہیں جانتی تھی۔ ج کھینچ کھینچ کھینچ لائے گا کوئی ناہم کی نہیں تھا۔ ڈاکٹر فکرت نے اس کے سزا میں دی جانے والی اور اس کے ساتھ ہر سارا اس کے خانہ کے ساتھ ہوا۔ اس سے اجال تھا عروس پہلے ہی بہت بڑی ذہنی دور مانی اویڑت سے گزری تھی، اب اس کے نام کے ساتھ ایک اونگی کھانی سامنے آ جاتی تو اس کی تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ تھا اس معمول کے لیے اور بھی اثر پڑتا جس دنیا میں اپنی بیٹی سے نہیں اپنا تھا۔ اس کے دنیا میں آنے کے لیے فطری طریقے کے باہت اس کی ذات کو کھانا پڑا دیا جانا۔ عموماً عادل سے معاشرے سے وہاں اپنے گریباؤں میں جھانکتے تھے زیادہ دوسرے کے پاس جھینٹے اڑانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عسوی خاتون کی درخواست کے علاوہ شاہجہاں بیگم کے ابھی تک جو بیانات والد کے اذکاروں کے سبب کی اصل معاملے کو سامنے لانے سے روک دیا گیا تھا۔ عوام کو جو خبریں دی گئی تھیں، ان کے مطابق شاہجہاں بیگم کا جلال وہی عریض تھا لیکن اس کا مرض چھپایا گیا تھا۔ شاہی کے بعد اس نے اپنے مرض کی وجہ سے اپنی بیوی عروس سے اجازت حاصل کر لی۔ ان کی مرضی پر یہ انکشاف نہیں ہوا کہ اس کے والد آف ماف نے اس کی اس کے علاوہ کسی اور مرض سے شادی کر رکھی تھی اس انکشاف سے اس کے ہاتھوں میں عسوی پڑا سزا دہ اور اس نے عروس کو بچ کر دیا۔ ناچار عروس سے بچنے کے لیے عادل کی سونگیاں کے پاس جا چکی۔ عادل اس کے ساتھ

رہا اور آخر کار اس تلاش میں کامیاب ہو کر سخت اشتعال میں عروسہ کو قتل کرنے کے ارادے سے اس اسپتال میں جا پہنچا جہاں اس کے بچے کی ولادت ہوئی تھی۔ شاہجہاں بیگم کو اس کے ارادے کی خبر ہو گئی اور اس کے پیچھے پہنچ کر انہوں نے اسے اس کے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ ماں کی یہ مخالفت عادل سے برداشت نہ ہوئی اور اس نے انہیں گولیاں مار کر خود بھی خود کھڑی کر لی۔

کہانی یہ بھی سنسنی خیز اور چٹ پٹی تھی لیکن اس سے ان زندہ کرداروں پر کوئی فرق نہیں پڑتا تھا جو اس کہانی سے شلک تھے۔ بڑھاپے کی انتہا پر پہنچے ہوئے شاہجہاں بیگم کے والد کی سپورٹ نے کہانی کو جگ ثابت کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ انہیں کہانی کے سٹارٹ میں سے کوئی ہمدردی نہیں تھی لیکن اپنی بیٹی کے کارناموں پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ کڑوا گھونٹ پینا پڑا تھا۔ بے انتہا مصلحتی کے باعث اب ان میں اتنا دم خرم نہیں رہا تھا کہ وہ کوئی دوسری کہانی تخلیق کرتے اور اصل کہانی کے کرداروں کی زبان بھری کا چین اذتھام کرتے پھرتے۔ ایک حقیقت یہ بھی تھی کہ انہیں اپنے خاندان کا نام قائم رکھنے اور اپنی سلسل کو قائم کر کے بڑھانے کے لیے واصف کے بیٹوں کی ضرورت تھی۔ شاہجہاں ان کی اکلوتی بیٹی تھی اور خان آصف جاہ ان کے بھائی کی اکلوتی فریڈ اولاد۔ اب آصف جاہ کے بیٹوں سے ہی ان کے خاندان کی نسل قائم رہتی تھی اور اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ ان بیٹوں کی ماؤں کی حیثیت کو قبول کر لیں۔ قانونی طور پر اس دولت کے اصل وارث اب وہ دونوں بچے ہی تھے اور ان کے بائخ ہونے تک صوفیہ خاتون کو ان کا سرپرست مقرر کر دیا گیا تھا۔ صوفیہ خاتون نے بہت خوش اسلوبی سے معاملات سنبھالنا شروع کر دیے تھے۔ دو روپوتوں کو پا کر انہوں نے جوان بیٹے کی موت پر مہر کر لیا تھا۔ مہر کے سوا چارہ بھی نہیں تھا۔ قائل خود اپنے انجام تک پہنچ گئے تھے اور اب وہ اتنا ہی کر سکتی تھیں کہ اللہ سے بیٹے کی مغفرت اور جنت میں بلند مقام کی دعا مانگی رہیں۔ سویرا بھی ان ہی کے نقش قدم پر چل رہی تھی۔ اسے بھی ان ہی کی طرح اپنی ماں اور واصف کے گل پر مہر کرنا پڑا تھا اور اس نے واصف کے دونوں بیٹوں کو اپنی زندگی کا محور و مرکز بنا لیا تھا۔

صوفیہ خاتون نے سویرا اور عروسہ دونوں کو اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے لیے زندگی کے نئے سماجی منتخب کر سکتی ہیں۔ سویرا نے فوری طور پر ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ جیسے انہوں نے خان آصف

جاہ کی موت کے بعد صرف واصف کے سہارے اپنی ساری زندگی گزار دی تھی، ویسے ہی وہ بھی واصف کی نشانیوں کو سینے سے لگا کر ساری زندگی گزار سکتی ہے۔ عروسہ نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ابھی اس کا دل نگار اور روح زخم زخم تھی، ابھی اس نے محبت میں دھوکا کھایا تھا، ابھی اسے انسانوں پر دوبارہ اعتبار قائم ہونے میں کچھ وقت لگانا تھا اور اس وقت کے انتظار میں وہ ایک این جی او سے وابستہ ہو گئی تھی۔ امید کی جاسکتی تھی کہ دوسروں کے تم کا مدد او کرتے کرتے بھی اسے بھی کوئی جا دکھل جاتا جو اس کی روح کے زخموں کی دفر کر کے رکھے مینے بند یوں کو محسوس کرنے کے لائق بنا دیتا لیکن ابھی وقت لگنا تھا..... ابھی کچھ وقت لگنا تھا۔ وقت ہی سارے فیصلے کرتا ہے جیسا کہ اس نے ڈاکٹر رفعت کی اپنے بھائیوں سے بدگمانی کو دور کر دیا تھا اور انہوں نے جان لیا تھا کہ ان کے بھائی فاضل ضرور تھے قائل نہیں۔ وہ ماں کی موت کے سہنوں بعد ان کی قبر پر جانا ہے ماں کا سبب ہوئی تھی اور تم آگھوں سے ان کے لیے دماغے مغفرت کی تھی۔ بھائیوں کے روکنے کے باوجود سرداراں والے پنڈ میں واہیں آ کر انہوں نے اپنا اسپتال سنبھال لیا اور ہاں..... اب انہیں اس اسپتال کا انتظام چلانے کے لیے فنڈز کا کوئی مسئلہ نہیں رہتا تھا۔ صوفیہ خاتون نے اس چھوٹے سے اسپتال کے لیے جہاں ان کے دونوں پوتوں نے آنکھیں کھولی تھیں ایک بڑی رقم مقرر کر دی تھی۔

قدرت اپنے کارخانے کو ایسے ہی چلاتی ہے۔ کچھ لوگوں کا نقصان بہت سوں کے فائدے کا سبب بن جاتا ہے۔ سرداراں کے پنڈ میں قائم ڈاکٹر رفعت کے اسپتال سے صرف اسی پنڈ کے لوگ ہی نہیں، آس پاس کے کئی گاؤں دیہاتوں کے لوگ بھی مستفید ہو رہے تھے۔ یہ اسپتال اس شہر کی طرح تھا جو ان سارے گاؤں دیہاتوں کی سچ سے گزرتی ہر ایک کی زینبیوں کو سیراب کرتی تھی اور بدلے میں کسی سے کچھ نہیں مانگتی تھی۔ جو بدلے میں کسی سے کچھ نہیں مانگتا اس کے لیے اللہ کے پاس بہت سے انعامات ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر رفعت بھی ان ہی گئے چنے انسانوں کی فہرست میں شامل ہو چکی تھیں، اس لیے ان کا دل بہت مطمئن، شاد اور پرسکون تھا اور ایسا دل ہی اللہ کی طرف سے پہلا اور سب سے بڑا انعام ہوتا ہے۔ ایسے دنوں پر اللہ کی طرف سے رحمتیں اترتی ہیں اور اترتی چلی جاتی ہیں۔